

مکتوبات شیخ الاسلام

حصہ اول

میں

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا کاغذی الحاج الشیخ حسین احمد مدنی دامت برکاتہم شیخ الحدیث ڈاکٹر العلوم
دیوبند کے ان خطوط کا مجموعہ ہے انہوں نے پڑھتے ہوئے عزیزوں اور راءت مندوں کو لکھے جن میں مذہبی
علمی فقہی ملکی سیاسی خیالات و افکار و مسائل کا بڑا عظیم نشان و خیر و بھلا ہے

————— ﴿﴿﴿﴾ —————

نجم الدین اصلاحی

اہتمام مولوی مسعود علی صاحب دیوبند

طبع و نثر مولانا کاغذی الحاج الشیخ حسین احمد مدنی

فہرست مضامین

مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول مع حواشی و فوائد

صفحہ	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	شمار
۴۹	ذکر روحی	۱۵	۱۳	مقدمہ حضرت ثناء قادری فریڈیہ صاحبہ	۱
۵۰	جیل کے ایام غارت نعمت ہیں	۱۶		مہتمم دارالعلوم دیوبند	
۵۲	ایک مصیبت کے برکات	۱۷	۵۲	دیباچہ، ترتیب مکتوبات ختم الدین املاک	۲
۷۵	حقیقی مشائخ اہل کمال	۱۸	۱	تعارف - از سلسلہ طیبہ	۱
۵۸	تصویر کا زیادہ اہم اصول	۱۹	۶	خاندان - بزم تہذیب شیخ الاسلام	۲
۵۹	در سر شاہی کا زیادہ اہم اصول	۲۰	۱۱	صوفیہ امام اور سنیہ امام کے مباحثین	۳
۶۰	تمام پر طرف طلبہ کے واسطے پر زور	۲۱	۱۳	مشہد حجاز اور ابن سعود کے حالات	۳
۷۵	خوش طبعی	۲۲	۱۸	ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں	۵
۹۳	آخر شب میں تلاوت قرآن مجید پر زور	۲۳	۲۲	مسلمانوں کا فائدہ جبکہ محبوب اور مقدم ہے	۶
۹۳	ماہنامہ صاحب ذمہ صاحب کمال کے واسطے کو آنا	۲۴	۲۳	شریعت حسین اور ابن سعود	۷
۹۵	ایک شخص کی تہذیب و تمدن و مہمانی سلوک وغیرہ	۲۵	۲۶	سیاسی انتظامات میں جدیدوں کا بوجھ	۸
۷۳	ہندوستان بھڑوہ دو کے فخر پر سنائیں	۲۶	۲۹	مسٹر سٹرا اور شمالی قلعہ و مہمانی سلوک	۹
۷۷	ایک مجلس میں بارہ بیچ کا ذکر ضرور کیا ہے	۲۷	۳۱	بیوی کیساتھ خلوت بھی مباح، تنگ بوسہ پر	۱۰
۷۷	سنی ارشاد و رشد اور ذکر ظہنی	۲۸	۳۲	طریقہ ذکر لفظی و اشاری	۱۱
۸۰	ایک حکیمانہ فتویٰ - شجرہ کا ورد	۲۹	۳۷	آزادی انسان کا پیمانہ ہی حق ہے	۱۲
۸۵	تقریب نامہ	۳۰	۳۸	طریقہ ذکر لفظی و اشاری - مرقبہ نقشہ زریں کا نسخہ	۱۳
۸۸	تمام بزم خورہ میں جنتیں اور ذکر اوس میں زلف	۳۱		ساجد سے اور نقات	۱۴
۹۱	ذکر سے قنارت پدید آتی ہے	۳۲	۳۸	ذکر تکلیفی اور مشاہدہ	۱۵

صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون
۱۳۶	۵۳	قانون شکنی کے لیے وہی جاؤں گا	۹۳	۳۳	لطائف کا جاری ہونا مقصد نہیں، اور
۱۳۷	۵۵	راکبوں کی پیدائش پر کبھی غافل ہونا چاہیے	۹۴	۳۴	ہذا کی تحقیق
۱۳۸	۵۶	جو کچھ تو سلیں تھانہ بھون گھستے ہیں بہت	۹۵	۳۵	رسوم بہ حالت کے لیے ایک شرعی ضابطہ
		دخراش ہے			دار قضا مجبوراً دیا جاسکتا ہے
۱۳۹	۵۷	شیخ طریقت کی محبت بڑی نعمت ہے	۹۶	۳۶	مزن عشق میں عاشق کا رضاء محبوب میں فنا
۱۴۰	۵۸	والدہ ماجدہ مولانا اسد کے ملت کی تاریخ	۹۷	۳۷	ہونا ضروری ہے
۱۴۱	۵۹	حضرت امام العصر مظالمی کے عقد ثانی کی تاریخ	۹۸	۳۸	اب جیل جیل نہیں رہا۔ حقوق العباد وغیرہ
۱۴۲	۶۰	اصلاحات قبیلہ نہایت ضروری ہیں	۹۹	۳۹	رحمہ قرآن بہت ضروری ہے۔ دو دو تخمیناً
۱۴۳	۶۱	ارشاد حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ	۱۰۰	۴۰	تاریخ تدریس حدیث، قرآن اور حدیث کا مولیٰ فرق
۱۴۴	۶۲	گریہ غلو میں ذکر کا ذریعہ ہے	۱۰۱	۴۱	ساک کو ذکر کی کیفیات وغیرہ پوچھنا بہتر نہیں
۱۴۵	۶۳	صفات خضوع و خیرت وغیرہ کی ہیں۔ ذکر و حکم کی	۱۰۲	۴۲	شیخ الاسلام کے سبب خاندانی حالات
۱۴۶	۶۴	شاہان علیہ کی اسپرچی اور سبب سرکار الازواجیات	۱۰۳	۴۳	مقتدر اولیٰ ایک صحیح ہو کر مقتدر ثانیہ غیر لازم
۱۴۷	۶۵	مسائل میں اعتماد کو جگہ دینا چاہیے	۱۰۴	۴۴	اصلاح رسوم وغیرہ پر توجہ
۱۴۸	۶۶	سبب دم کی تحقیق	۱۰۵	۴۵	سفر عشق میں سز میں حجاز کی زیارت
۱۴۹	۶۷	ظفر خواہ یونانی ہوا اور یہ اصلاح عرب کے لیے ضروری ہے	۱۰۶	۴۶	ماضی میں تیرہ کامسک حضور کی روئے منورم جو ہے
۱۵۰	۶۸	عمل پر نازاں ہونا چاہیے	۱۰۷	۴۷	موت پر وغیرہ خبر جاری سما۔ کے عقد کا تاریخ
۱۵۱	۶۹	بنک کے سود اور دار الحرب کی بھرت	۱۰۸	۴۸	حضرت مولانا مٹھانوی سے بھی حدیث کی روایت
۱۵۲	۷۰	پاس انعام میں جہ نہیں ہوتا بلکہ دو ازاد۔ تسبیح میں	۱۰۹	۴۹	موت کا بعد از موت نگرانی مومن کی ذمہ کا عقد ثانی
۱۵۳	۷۱	زق و کرسیانی و ذکر کھلی و ذکر دوجی	۱۱۰	۵۰	نماز میں فعل کثیر اتہار اسلام میں مشروع نہ تھا
۱۵۴	۷۲	دیوان حساسہ کے بعض اشعار۔ قرصن کا بہت	۱۱۱	۵۱	جو چودہ صورت میں اور حکیم والدہ کا حکم
۱۵۵	۷۳	نئی امرائیل کے ایک کتاب کی حکایت	۱۱۲	۵۲	سے فرات جتر ہے۔
۱۵۶	۷۴	اولیائی تحت تباہی کی محبت تحقیق	۱۱۳	۵۳	زارت کے اجل اور انجمن میں موجود ہیں
۱۵۷	۷۵	خلق اللہ آدم علی صورتہ کا انوسوم	۱۱۴	۵۴	مخاطب بھون جانے کے لیے اجازت عجب بات ہے
۱۵۸	۷۶	شکل اور تری میں فنا و پھیل پر	۱۱۵	۵۵	مولوں کی تواقف مذمت انبیاء ہے

صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ	شمار
۶۸	۱۸۸	اولاد افضل بن ابیہ کے مطلب و انانیتہ عالم کی تحقیق	۹۲	۱۸۹
۶۹	۱۹۰	شیخ احمد کو بہت رحمت اور مال بھی آدوی بندگی فکر	۹۳	۱۹۱
۷۰	۱۹۱	نصوحی اور گمراہی کے ملامت علیہ السلام کی تفسیر	۹۴	۱۹۲
۷۱	۱۹۲	نماز تہجد کا حیرت اور بعض دیگر مسائل	۹۵	۱۹۳
۷۲	۱۹۳	اصولہ صلوٰۃ اللہ منین کی توجیہ	۹۶	۱۹۴
۷۳	۱۹۴	ختم تراویح پر شیرینا کی تفسیر وغیرہ مسائل شرعی	۹۷	۱۹۵
۷۴	۱۹۵	درسد و بندہ میں غیر مسلم سے چند ایسا باسکتا ہے	۹۸	۱۹۶
۷۵	۱۹۶	انام النہر کے ساتھ حیل میں گت نماز حرکت	۹۹	۱۹۷
۷۶	۱۹۷	حیدر کی صاحب کی کسی مالک کے بعض شرار پر تہنید	۱۰۰	۱۹۸
۷۷	۱۹۸	مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کو درسد و بندہ آباد سے لے کر کاتہ اور بعض دیگر مسائل ملی	۱۰۱	۱۹۹
۷۸	۱۹۹	ایمان فرعون کی حقیقت بحث	۱۰۲	۲۰۰
۷۹	۲۰۰	نماز وغیرہ میں لڑنے کی حالت پید ہو گیا اور کبھی	۱۰۳	۲۰۱
۸۰	۲۰۱	تاریخ انکا و سیاسیات اسلامیہ پر مدبر	۱۰۴	۲۰۲
۸۱	۲۰۲	شب پرات کے اعمال اور برکت کی تحقیق	۱۰۵	۲۰۳
۸۲	۲۰۳	ردائے شریعی روحی وغیرہ پر نفیس بحث	۱۰۶	۲۰۴
۸۳	۲۰۴	مصلحتی کمال مرحوم کی اسلامیات و احکامات جنات	۱۰۷	۲۰۵
۸۴	۲۰۵	میں دخول مسجد کی بحث	۱۰۸	۲۰۶
۸۵	۲۰۶	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی کوکب و سید بنیاد	۱۰۹	۲۰۷
۸۶	۲۰۷	مولانا قاسم کا نظریہ اور وہی علم کی تہذیب	۱۱۰	۲۰۸
۸۷	۲۰۸	اور تفسیر وغیرہ پر ناخلاقہ تحقیق	۱۱۱	۲۰۹
۸۸	۲۰۹	آیت شریعیہ میں غلامانہ صفت وغیرہ کی توجیہ	۱۱۲	۲۱۰
۸۹	۲۱۰	ایضاً توایب کا رد پر طریقہ اور تحقیق	۱۱۳	۲۱۱
۹۰	۲۱۱	شہد کے دفتر بقیہ پانی پاک پر شب پرات کا حکم	۱۱۴	۲۱۲
۹۱	۲۱۲	اور گیارہ سویرہ کا کمانا وغیرہ کی بحث	۱۱۵	۲۱۳
۹۲	۲۱۳	شیخ ابن کمالی کی آمد و رفت اور علماء کا فریضہ	۱۱۶	۲۱۴
۹۳	۲۱۴	عقد نکاح کا بیان نامہ وغیرہ	۱۱۷	۲۱۵
۹۴	۲۱۵	انڈیل شہر آج کے مقدمہ کی داد اور روای	۱۱۸	۲۱۶
۹۵	۲۱۶	جیل خانہ میں عید کی نماز اور دیگر مسائل	۱۱۹	۲۱۷
۹۶	۲۱۷	ملف نامہ اور فیصلہ فقیرانہ کوٹ	۱۲۰	۲۱۸
۹۷	۲۱۸	یہودیوں پر مبارک باد پڑھنا یا نہ پڑھنا طریقہ	۱۲۱	۲۱۹
۹۸	۲۱۹	تعمیر صرف فراموشی اور درکار کا ہرگز	۱۲۲	۲۲۰
۹۹	۲۲۰	نماز کی حالت میں تقاضا ہو	۱۲۳	۲۲۱
۱۰۰	۲۲۱	جو چیزندہ سے داخل کر دے وہی طاغوت ہے	۱۲۴	۲۲۲
۱۰۱	۲۲۲	۱۰۱ سب سے رشتہ توڑ	۱۲۵	۲۲۳
۱۰۲	۲۲۳	آیا ضیوع الحکم و ضیوع اللہات	۱۲۶	۲۲۴
۱۰۳	۲۲۴	نسبت طریقت اور سبب نسبت کی تحقیق	۱۲۷	۲۲۵
۱۰۴	۲۲۵	حب جاہ و برباد کرنے والی چیز ہے	۱۲۸	۲۲۶
۱۰۵	۲۲۶	لایسینی اور عیسیٰ و لاسال کا مضمون	۱۲۹	۲۲۷
۱۰۶	۲۲۷	انبارت بیعت و ارشاد	۱۳۰	۲۲۸
۱۰۷	۲۲۸	اخلاص اور تواضع	۱۳۱	۲۲۹
۱۰۸	۲۲۹	زیارت حرمین شریفین کے آداب	۱۳۲	۲۳۰
۱۰۹	۲۳۰	اذکار اور لالائیات اسماء سے متعلق ہیں	۱۳۳	۲۳۱
۱۱۰	۲۳۱	اور عواقب کی سے	۱۳۴	۲۳۲
۱۱۱	۲۳۲	مدد تو کا ثواب دس گنا اور قرص حسنہ کا	۱۳۵	۲۳۳
۱۱۲	۲۳۳	ثواب اٹھارہ گنا	۱۳۶	۲۳۴
۱۱۳	۲۳۴	سب سے بڑا عمل شکر تقویٰ ہے	۱۳۷	۲۳۵

صفحہ	مضمون	شمار	صفحہ	مضمون	شمار
۳۶۶	ہم کو سوائے بڑائی کسی سے دشمنی نہیں	۱۳۰	۳۲۷	اسلامیہ کو ذات مقدسہ سے لایمنی و لا غیر کی نسبت ہے اور یہی اسلام عالم میں مقصود ہیں	۱۱۳
	حضرت گنگوہی کا ارشاد کہ جنگ اہل ایمان کو جو رہے	۱۳۱		حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الحداد کی خواب	۱۱۴
	بھوکھیں تھا کہ پیلے یہ ہزاروں کو ان کے چہرے پر		۱	میں زیارت	
۳۷۳	جس میں جن کی موت پر پہنچ گئی اور اللہ کے طلبہ کا اخراج	۱۳۲	۳۲۸	حضرت شیخ الحداد کی اجازت، تواریخ اور سلامت	۱۱۵
۳۷۹	مشرخین مروجہ کلمہ میں سب سے بڑا اور	۱۳۳	۳۲۹	روحانی تلقین کسی طرح ٹوٹا نہیں ہے	۱۱۶
	پھر بڑھائی کرنا		۳۳۰	امام اہل سنت کے نزدیک ذکر پر حالت میں جائز ہے	۱۱۷
۳۸۸	در بارہ سلوک اختیار کرنے کی حکمت اور طریقہ	۱۳۴	۳۳۱	دفعات البیوت میں کبھی نام سنان دینا کا باعث ہے	۱۱۸
۳۹۰	قرآن مجید کا حفظ ہونا باریک بینی اور دل سے	۱۳۵	۳۳۲	سبحان میں تمام اللہ نام لیا اور	۱۱۹
۳۹۱	دارالعلوم دیوبند کا چلنا چلنا اور اس کا	۱۳۶	۳۳۳	قریبی ایمن انقلاب حکومت برطانیہ کی پیشگوئی	۱۲۰
۳۹۲	حکام کی غلطی پر زبان کو سنان چاہنا	۱۳۷	۳۳۵	اشرفی یا دینی کر دو کر دوگ بڑھانے لگیں	۱۲۱
	قلب کے سکون کیلئے درود شریف پڑھنے کا حکم	۱۳۸	۳۳۶	جو وقت بھی اسارت اور اشرفی میں گذرے	۱۲۲
۳۹۳	قرنی اور تقویٰ میں فرق	۱۳۹		باہر شاہ ہے	
۳۹۵	زیارت قبور سے فیض بھی ہوتا ہے	۱۴۰	۳۳۷	تحریکیہ آزادی بند برطانیہ کی شوکت کٹنے	۱۲۳
	کنارے خریدی ہوئی زمین میں عسکر نہیں ہے	۱۴۱		کے لیے ہے، مجاہدین کے لیے بشارت	
۳۹۶	حضرت گنگوہی کی عام تعلیم پر مشیروں کا رد	۱۴۲	۳۵۰	جیل کے اندر خادیاں اور تہجد کا اہتمام	۱۲۴
۳۹۷	ڈاکٹری علاج میں کوئی حرج نہیں ہے	۱۴۳	۳۵۲	حاجی امداد اللہ کے نام قرآن	۱۲۵
	کسی گناہ کی وجہ سے بسا اوقات حالت میں تبدیلی	۱۴۴		اپنی بوجھ خدات لگاؤ سر کا پکرے فو پکرے ہو جائے	۱۲۶
	جو جاتی ہے، استغفار کی کثرت اس کا علاج ہے			رہنما شاہی مراد آباد کے درمیان کی خواہی جادی رہتا	۱۲۷
۳۹۸	خدا کی قدرت میں جب بڑا کو بڑی نصیب بھی ہے	۱۴۵		کی سفارش اور بعض امور کی انکشاف	
	تو چھوٹی نصیب پر بڑا کرے تو بھر بھر کرے		۳۵۱	ہستی، ان غیر عین شیخ قابل اعتبار نہیں۔ ترجمہ	۱۲۸
۳۹۹	راہیہ میں لاکھوں سے بڑا عید اور بڑا عید نہیں	۱۴۶		قرآن پر زور	
۴۰۰	انگریزوں سے بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا	۱۴۷	۳۶۷	جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ہے اور جیل میں ہے، بے پروا	۱۲۹
	بیت کو بڑھانے اور نفل ہونے کے بارے میں		۳۶۸	میں سب کا غصہ ہوں، مثل زیارت قبر	۱۳۰
۴۰۱	بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا بڑا	۱۴۸			

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۵	تقدیر اور تہذیب اخلاق کو تہ تیغ کرنا	۱۵۹	۲۰۴	تعلقات پر اور پر تہذیب اور بہت کا ایک عجیب	۲۰۴
۱۳۶	تہذیب میں سلوک بالذکر اور لڑائی کو مقدم رکھتے ہیں	-	۲۰۶	عزت خیر و افتخار اور مقام و رتبی کا رشتہ	۲۰۶
۱۳۷	عسما میں شرکت کی بحث	۱۶۰	۲۰۷	قرآن مجید کے حفظ کا دوا اور اول الخیرات کی صورت	۲۰۷
۱۳۸	لفظ شکر کی کئی تحقیق	-	۲۱۰	منزل اور شعبہ میں اسما کے اور اسما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی	۲۱۰
۱۳۹	علا اور علی کو خواب میں دیکھنا مبارک ہے	-	۲۱۲	دیہات میں جہاد پڑھنے کی بحث	۲۱۲
۱۴۰	ذکر اور شعل تقویٰ پر بدعت کا شہادہ	-	-	بہت سے قریب رہنے والے انعام اور دور	۱۵۱
۱۴۱	اس کی کیا توجیہ	-	۲۱۳	والے کامیاب ہو جاتے ہیں	۱۵۱
۱۴۲	مختلف اور میں جہاد تو فتنہ کی صورت اور اول الخیرات	-	۲۱۵	اسم اور جہاد کا فرق اور ایک عجیب نکتہ	۱۵۲
۱۴۳	فتوت ازلہ وغیرہ پر علمی تحقیق	-	۲۱۶	مزا قدر کی تحقیق۔ لذت وغیرہ سماں میں	۱۵۳
۱۴۴	سزاؤں کی تفسیر اور شیطانانہ اعمال کو	-	-	مسلمانوں کی عبادت کا بعد میں خیر مسلمان	۱۵۳
۱۴۵	روایات کے تحت و علم کا دارنہ اور حوالہ	-	۲۱۹	سین ہو سکتا	-
۱۴۶	روایت پر ہے	-	۲۲۱	حکومت الہیہ مولانا اور مولانا کی حقیقت	۱۵۵
۱۴۷	جس دم کی تحقیق	-	۲۲۲	حضرت مولانا خانقاہی اور مولانا اور مولانا	۱۵۶
۱۴۸	تفسیر شیخ کے دلائل	-	۲۲۳	کے فتویٰ میں فرق	۱۵۶
۱۴۹	ختم	-	-	حضرت مولانا آزاد اور دینی حقیقت پر جہاد ہے	۱۵۷
۱۵۰	-	-	-	ابتداء سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقصود ہے	۱۵۸

مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول کے لئے کاپیتہ

(۱) نجم الدین اصلاحی، سیدھاری، اعظم گڑھ

اعلیٰ، محمد اسعد و محمد ارشد، راجہ پور سکرو، سر اسٹیشن میر، اعظم گڑھ

قیمت: - - - - -

تقدیم و تہذیب

مدنی اسرار و حکم کے اس گنج گرانمایہ کو اُس ذات گرامی کینڈریت
 اقدس میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں جس نے اٹھارہ برس
 تک حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ٹہکیر اور خود صاحب کتاب و سنت
 کے زیر نظر رہ کر کتاب و سنت کا درس دیا ہے اور جس کے فیضان کا
 دائرہ عجم سے عرب تک وسیع ہے۔

صحابہ کی حیاتِ پاک کو اس نے نہیں پایا حقیقت میں یہ شانِ زندگی جس نے پہچانی
 وہ جس کی خلوتِ شب کی بڑلت اب بھی تازہ ہے گداز بوزر و عشقِ اوستیس و سوزِ سلطانی

ناک پاسے رن

نجم الدین اصلاحی

حسین احمد مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ذات سنو وہ صفات بھی ہے جو اپنے مخصوص فضائل
 و کمالات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک فرد منفرد ہستی ہے، آپ نہ صرف عالم دین ہی ہیں بلکہ عارف باللہ اور
 مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں، آپ کا علم عارفانہ عمل مجاہدانہ اور اخلاق اور دینانہ ہے، متفاد احوال و متفاد
 کو ایک امن میں لے ہوئے ہیں، ایک ہی وقت میں آپ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکز علم دین کی سند
 تیس کے صاحب نشین بھی ہیں جن کے اور گروسیکروں طلبہ زانوئے ادب تہہ کے نظر آتے ہیں، اسی آپ
 جدیدہ علماء اور وسیع ماسی شیخ کے مستندین بھی ہیں جن کے دین بائین ہزاروں مجاہد صفت انسانوں کا
 جگہ لگا ہوا ہے اور پھر اسی ایک وقت میں آپ اپنے ریاضت کہہ میں خانقاہ نشین بھی ہیں جن کے
 ہمارے سیکرٹریوں، کوشاغل اور وہاٹن کے جو افراد کا جو جم ہے اور آپ کی جامع ذہنی ہے کہ ایک طرف
 آپ اپنے عالمانہ وقار و کتہ نشینی سے دوسری طرف مجاہدانہ جوش اور تہام پسندی سے اور تیسری جانب
 مجاہدانہ انکسار و تواضع، فریخی سے ہر دائرہ کے طالبوں کی پیاس بجھ رہے ہیں اور ہر میدان میں آپ کی
 ہمت مردانہ اس طرح کیسانی کے ساتھ کام کر رہی ہے کہ کسی ایک میدان کی نگاہ نہ دے دوسرے میدان
 سے غفلت نشین ہونے دیتی،

غرض شریعت، طریقت، و وسیع است جیسے متفاد روح و معانیات کی سرور میں ہیں ایک وقت
 ان تک عروج آپ کی ہمت مردانہ کا، ایک علی شاہکار ہے۔

ہاں... یوں ہم کس نے کئے ساغورسندان روزوں؟

آپ کی اسی مجاہدانہ روش اور دین کے علی شعبوں میں ان خاک و آرز کے بارہ میں میں نے حکم الامت حضرت
 ندس مولانا، نماز کی ندس سرہ کو پر فرماتے ہوئے مناکرت میں اپنی جامعیت میں مولانا منشی محمد کفایت اللہ
 صاحب نے یہ ذکر اور مولا حسین احمد صاحب کے جوش عمل کا مستحق ہونے کا ایک موقع پر حضرت مدد
 کی نہیں چہرہ پرکت میں تحریکات وقت کا ذکر ہے، ایک صاحب نے حضرت مدنی کے کسی مجاہدانہ عمل کا ذکر

دینے ہوئے عرفی کیا کہ حضرت آپ کا اس پر عمل نہیں فرماؤ۔ ^{نعمانی بن من} مہیسی (مولانا مدنی جی) بہت مراد۔
کمان سے لاؤں؟

مجھ سے ایک سرتیج پیر شاہ فرمایا کہ میں مولانا حسین احمد صاحب کو ان کے سب سہیلی کاموں میں
مخلص اور متدین جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے حقیقت کے ساتھ اختلاف ہے اگر وہ محبت رنج ہونے تو میں ان
اتحت ایک اتنی سپاہی ہلکا کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔

بہر حال یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ دین کے بہر نیادی شہد میں آپ کو عمل و جوش عمل اور محبت
و دانہ کی توفیق عطا ہوئی ہے اور اس پر اڑ سالی میں میل پر جوش و فرورش اور اہمیت کے ساتھ یہ ان تک
دور و صوبہ راتھ ہے کہ جو ان کی جوانیوں کو شہدائے ہوئے سے آپ کے یہاں راحت و آرام کا لفظ
گر بالنت میں آ رہی نہیں اور آپ سے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا کم زکم ان کی زندگی کی نسبت سے
یہ لفظ عمل اور بہت معنی ہے۔

اس دور و جوش میں جو آج سمازن بر جھایا ہوا ہے آپ کی اس بہت و جوش عمل کو سوائے
کرات کے اور کس لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ اور اگر اس کا نام استقامت ہے تو وہ باشبہ فوق الکرامت
ہے جو اس دور تک الرجال میں ایک غیبت بار وہ ہے حضرت مدوح کی مدح سرائی سیری تخریب کا لفظ
نہیں ہے اور میں اس کے فضائل اور اس کا اعطاف کر بھی کیا سکتا ہوں مذکر آ گیا ہے تو علم اس سے نہیں
رنا کہ ان کی ہزار بار... کے فضائل میں سے یہ کوئی کم کیفیت و تھوڑی فیضیات نہیں ہے کہ وہ چند
بار سے ہونے کے جن جن جب کہ آپ ثابت تسلو بیاد و اثبات کے مقام پر پہنچے تھے آپ نے اس
توجہ نہوی لیا صاحبنا عدوہ و اسلام میں پہنچ کر اور خود صاحب کتاب و سنت کے پاس اور ان کے زب
را کہ وہ اس کتاب و سنت و احس سے شری و مغرب کے ہزار ہا عوام و خواص اور علماء و فضلا استفیہ ہوئے
اور جاز و نام ہر و عواقب ترک و نانا و غیرہ تک آپ کے کمالات کا شہد ہوا چکا گیا۔

اس دوران میں آپ دیوبند بھی آتے جاتے رہے اور اعلاہ درالعلوم میں اپنے فیوض سے طلبہ کو
 اور اپنے برگزیدہ استاد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے فیوض سے خود اپنے آپ کو مستفید فرماتے رہے
 مگر مستقل قیام اور مسلسل افادہ کا مقام مدینہ منورہ ہی رہا، قیام مدینہ کی ابتدا اس پر ہوئی کہ آپ حضرت
 شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی ساری ماٹھ کے موقع پر اپنے اسناد کی نسبت میں پانچ برس ماٹھ کے
 ساری خانہ میں رہے، گو با حرم نبوی کے اشارہ پر حرم شیخ میں کر رہے تھے اور اس سلسلہ قیام
 میں سے آپ کو وہ اخلاقی عروج ہوا جو اس مقام پر ہو سکتا تھا اور ہائی کے بعد چند و شان شریف
 آوری ہوئی تو آپ کو حق تعالیٰ نے آپ کے مرکز نشوونما دارالعلوم دیوبند کے لئے منتخب فرمایا جو
 درحقیقت اپنے وقت کے دیوار و آفتاب کی نسبتوں کا مجموعہ اور مرکز ہے، گو با حرم شیخ کے بعد حرم شیوخ
 میں داخل ہوئے اور اکابر و اسلاف کی گدی نے آپ کو اپنے لئے چن لیا تقریباً ۲۶ برس سے مسلسل اس
 مرکز علمی کی صدارت تدریس کی مسند آپ کے فیوض سے مالا مال ہو رہی ہے، پس اشارہ برس مرکز اسلام
 (مدینہ منورہ) میں رہ کر افادہ و استفادہ فرمایا، پانچ برس ماٹھ کی جہاد پر درخانہ میں آپ کو وقت کی
 سب سے بڑی شخصیت سے خصوصی استفادہ کا پکوسٹی کے ساتھ موقع میسر ہوا اور ۶۶ برس سے آپ اس علم
 و تدبیر کے ریشائی مرکز دارالعلوم دیوبند میں مصروف تھانہ و استفادہ میں حرم مدینہ کے آپ میں جیتہ کی
 روح چھوئی، اللہ نے آپ میں جاہلیت کی لہر دوڑائی اور دارالعلوم دیوبند نے آپ کو اجتماعیت
 کے مقام پر رکھ کر دیا، اس لئے قدرتی طور پر چند مرکزوں کی بنائی ہوئی شخصیت کو ایک جامع علم
 و عمل اور جامع اخلاق و مشنوں شخصیت ہونا ہی چاہیے تھا جو گئی، وَوَدَّالذِّكَ فَفَضَّلَ اللهُ لَوْ تَبَيَّنَ
 مَن يَشَاءُ۔

آپ کی مرکزی شخصیت اس وقت دارالعلوم کے جس عہد و پرناز ہے وہ درواقع لڑ بڑھ شخص اور
 یا صدر درسی کا عہد نہیں بلکہ ہمیشہ ایک علمی مقصد ثابت کا عہد ہے جس کی طرف رجوع عام ہوتا

رہے اور جس کے لئے بنجانب اللہ ہمیشہ ایسی ہی ممتاز شخصیتیں منتخب ہوتی رہی ہیں جن کا ابتدا ہمیشہ
مناسب وقت فضائل و کمالات کے معیار سے رہتا آیا ہے۔

دارالعلوم کے اول صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب انارکوی قدس سرہ اپنی ما-
علوم دینون اچوتہ طبع اذکات، حماس اور رنوز ولایت میں شاہ عبدالعزیز ثانی تسلیم کئے جاتے
تھے اور نون حدیث میں آپ کا انداز و رس حکیمانہ، عارفانہ اور ساتھ ہی عاشقانہ تھا، آپ کے بعد ایک فیصل
یوسف کے لئے حضرت مولانا سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صدر نشین مدرسہ میں ہوئے، آپ فنون تعلیم پر ایسے
میں نام وقت سمجھے جاتے تھے اس لئے دنیا کے درس میں آپ کا نام نہ نہیں ماقولہ مستدلہ نواز و خکرانہ
تھا، آپ کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود حسن قدس سرہ اس گدی پر بیٹھائے گئے آپ جامعیت علوم
تھے ساتھ شیخ کامل، عارف، باہنہ جامع معقول و منقول اور اخلاق فاضلہ میں راسخ القدم تھے، اس لئے
آپ کا انداز و رس اپنے استاد حضرت مولانا محمد اسلم قدس سرہ کے نقش قدم پر عالمانہ، سیکھانہ، فقیہانہ اور
فانیانہ تھا، ان کے بعد آپ کے ارشد تلامذہ آیت من آیات اللہ مستاناً حضرت قدس علامہ و ہر مولانا سید
محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ مسند آرائے درس کتاب و سنت ہوئے، آپ کا غیر معمولی حافظہ، تجربہ عملی حفظ
کتب و مضامین اور عارفانہ علوم و فنون گویا، ایک اعجازی شان رکھتا تھا، عقل و نقل کا ہر علم دین اور اس کے
تفصیلی اصول و فروع آپ کو اس طرح مستحضر تھے کہ آپ کو وقت کا چلنا پھرتا کتب خانہ کہا جانے لگا، اس لئے
آپ کا انداز و رس حدیث حافظانہ اور ایمانہ، محدثانہ اور تجویز تھا، آپ کے بعد حضرت قدس مولانا سید حسین احمد
صاحب مدظلہ سے اس گدی کو رونق بخشی گئی تو آپ کے جوش جہاد و ذوق عمل، محبت باطنی اور دستِ اعلا
نے علم کو عمل کے ہر چکر گوشہ میں دوڑا کر عملی سچون میں پیش کیا، اور عملی کمالات پر دوامی عمل کو قلبہ بانے کا
ذوق لایا، جن لئے آپ کے درس کا انداز عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ سپرٹ سے بھر پور اور جذبات
عمل سے بھر پور ہوتا ہے جس سے طالبوں کے نوائی عمل کی فوجیں پیدا ہو جاتی ہیں درجذبات عمل زیادہ سے زیادہ

مشغل ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان کی تحریک جنگ آزادی میں اچھے علم اور جوش عمل نے اہل علم کے سیاسی حلقوں کی لانچ ریکٹی، استخلاص ملک و ملت کے لئے اپنے جوتہ فراہم کیا اور وہ جبراً عام سے کبھی غائب نہیں ہو سکتے، عموماً سیاسی میدانوں کے شناسا اور شیخ پر سپر پکچر غیر محتاط اور ذہنی طور پر اثر اور بے ہو جاتے ہیں لیکن حضرت محمد روح کا یہ کمال استغاثت تھا کہ سیاسی شیخ پر بھی آپ کا تصنیف مذہبی اس حد تک قائم رہا جس حد تک ایک مدرس کا اپنے حلقہ مدرسین قائم رہ سکتا ہے، گویا آپ کا شیخ بھی درس کتاب و سنت ہی کا مکمل دستاویز تھا جس سے وہی شاگرد و برکت جو پیدا ہوتے تھے جو کتاب و سنت کے خصوصی آثار ہو سکتے ہیں۔

ساتھ ہی اس مانتہ اور دستاویز پر جو حقیقتاً امرت نام ہے، آپ کی خلافتِ توہین اس حد تک پیدا اور ہوا رہی کہ سب اس کا اقتدار بجائے خود ایک اظلالی مدرس کی شان سے نمایاں ہوتے رہے، ہر قدر متبے لوث ہر عملیے لاگت اور ہر اقدامِ علوم و ادب سے پورا کسی عہدہ کا سوال، نوجوان کی طلبہ انہماں کی طرف دلی اشتیاقات، نہ اعتماد کی ذرہ برابر خواہش، ہندوستان کے آزاد کر اور انگریزوں کو کھانے میں سرور و صحر کی بازی لگادی لیکن کیا کسی دینی صدر کے لئے کسی عہدہ کے لئے بیا توئی شیخ پر عہدہ اور ان کی کسی سرگرمی کے لئے؟ معاذ اللہ۔ بلکہ ہر خدمت میں محتاطاً جذبات بے غرضانہ اور علی بے لوث اور اسے سادگی، ضمیر اور محض اپنے ہر گون کے منصب ایسین کی تکمیل اور اپنے ملت کے نقش قدم کے اقتداء و اقتدار کے ساتھ اسے بنا رکھنے کیسے اور بس،

آپ اس وقت بھی جوش عمل کے ساتھ قائد میدان تھے جب کہ نعرہ دہائے تصنیف کے ساتھ پھولوں کے اربنیش کئے جا رہے تھے، اور اس وقت بھی اسی اعزازِ نایاب کے ساتھ معروف و مغل رہے جب کہ افر و وجاعات، تلف و بکریے حتمی اور بدگونی کی شان لی تھی، کیونکہ ہر خدمت و نعرہ میں حد

پر مٹی تھی، زعفران ہا ہے، یحییٰ بن افریقہ، بلکہ عرفان ابن اجیری، ایک اعلیٰ مرتبہ کے تھے۔

آپ کی ریلوں اور فکار سے افراد و جماعات کو نیک نیتی کے ساتھ اخراجات بھی ہے اور ایسے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن اس میں موافق و موافق کی اور اہم کبھی نہیں ہوئیں کہ آپ اپنی ریلوں میں غلصہ جنابات میں صادق، نیابت میں بلند مقام، عمل میں صاحب عزم اور اطلاق میں صاحب حال ہیں اختلاف دوسرے سے نیچے اتر کر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے بھائی، عزت جیوں میں سب سے ایک اور اتنا پسند اندازاً کم و جنابات بطور جو ہر فرزند کہتے ہوئے ہیں کسی، عتدال پسند ال، سالمہ کے دل میں کچھ غلصہ بھی ہو اور بعض اہل سالمہ کے غلصہ کچھ لگائیں بھی ہوں اپنی نچوان مکاری کے بغیر غلصہ تہ اس کی غلصہ بھی کر رہے ہیں، لیکن میں اس قسم کی سالمہ کی غلصہ اور لگاؤ کو اپنی جگہ چھوڑ کر چل سکتے ہو، جی یہ ضرور عرض کر، دن لگا کر جو کچھ ہو، کوئی بھڑکے، اللہ کسی خاص خدمت کے لئے مقرر اور مقرر کے لئے ہوں ان کی طباعت اور خصوصیات مزاج کے لحاظ سے ان پر یہی وصف کا غلبہ ہوتا ہے جو اس شخص خاص اور وقت خاص کا معنی ہے، اور وہی وصف غالب ان کے کاموں کا قدرتی مہیا بن جاتا ہے، گویا ان کی طبیعتیں غیر متبصری بلکہ غیر شعوری طور پر ادھر ہی چلتی ہیں جہاں وہی وصف اور وقت انہیں بے جلتا ہے، اس لئے بظاہر تو معاملات میں ان کی طبیعت اور مزاج کا اثر نظر آتا ہے، لیکن ان کی طبیعت نشاندہ زندگی ان حضرات کی طبیعتوں کے راستہ سے اپنا کام کرتا ہے۔

مولانا، دلی کی شخصیت جس پر شیخ کے لئے منتخب کی گئی اور بلاشبہ ایک طاقت ور دشمن کے مقابلے اور اس کے بچے امتداد سے، ایک پسپا ہونے اور غرور آزادی ملک کے چھوڑنے کا پر شیخ تھا، کہ اس راہ میں کسی وقت شہر الیہ بلند کے جاسمیں، ظاہر ہے، کچھ نصب العین و حکم و شعور اور گزارا و صحت کے جنابات ہے، اس کے نہیں بڑھ سکتا، بلکہ جوش و جذبہ بفرق میں اناس اور تیز رفتار مردانہ کے دوران ہی ہے آگے بڑھا سکتے تھے، باغافا اگر اس طرح کے فیصلے اللہ تعالیٰ اور تقابل کیلئے بعض جنابات

نی اللہ کے غلبہ کی ضرورت تھی نہ کہ حب نبی اللہ کے آگے رکھنے کی اور اس کے لئے طبیعت گرم اور جہاد
 آگین دور کار بھی جس کے ذاتی رجحانات ہی فطری طور پر بغض نبی اللہ کے اخلاق کیسے صالح اور مستعد ہوں نہ کہ
 نرم اور عظیم و بصیرت طبیعت جس کا وصف غالب حب نبی اللہ کے تحت بڑے سے بڑے دشمن سے دور گذر
 اور غفور و مہربان مساحت ہو پھر یہ گرم طبیعت بھی ایسی کہ یہ وصف بغض نبی اللہ اس کے حق میں اللہ لانی نہ ہو بلکہ
 عالی ہو اور خود طبیعت ہی اپنی اتنا سے اس طرف دہرائی ہو حضرت محمد ص کے طرز و آواز اور رفتار
 کار سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ پر بغض نبی اللہ کا غلبہ ہے جو آپ کے عام معاملات کے لئے مناسبی مقام کے لحاظ
 سے میں کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے،

بلاشبہ ایسے حضرات جو بغض نبی اللہ کے مقام پر ہوں اللہ کی ایک تلوار جوتے ہیں کہ جو بھی منگتا
 وہی سے اس کی رھا کے نیچے آجاتا ہے صاف ہوجاتا ہے

پس نجر بہ کریم زمین ویر مگانا باور دکشان ہر کہ دور افتادیر اتنا و
 ظاہر میں وہ منسوب الغضب نظر آتے ہیں لیکن وہ خود ان کا غضب و بغض نہیں ہوتا بلکہ بغض الہی
 ہوتا ہے جو ان کے اخلاق میں سے ہو کر گذرتا ہے اور انہیں بارہا ایسہ بنا کر ان کے راستہ سے
 اپنا کام کرتا رہتا ہے،

اہل اللہ کی بہ فراخی اور طبیعت خصوصیات نہ صرف یہ کہ بندگی کے سنانی نہیں ہوتی بلکہ نوع
 بزرگی کا محور اور منظر ہوتی ہیں جن میں شہنوں ایسہ گذر کر پنا کام کرتی ہیں گویا جن حضرات پر حب نبی اللہ
 کے غلبہ سے غفور و در گذر مساحت اور چشم پوشی وغیرہ کے جذبات چھائے ہوئے ہوتے ہیں وہ حق
 تعالیٰ کے علم و غفور و درگرم و درم فضل عظیم کا بغض نبی اللہ کے تحت دور و گیر مواخذہ و مطالبہ اور تفریق
 حق و باطل کے جذبات غالب ہوتے ہیں وہ حق تعالیٰ کے جہاد تہذیبی مواخذہ و منقار اور عدل کا منظر
 ہوتے ہیں ہیں ایسے حضرات اگر کسی پر رحم کھائیں یا کسی پر غضبناک ہوں تو وہ در حقیقت رحمت اور

غضب الہی بڑا تاجہ جو ان کی طبیعت خصوصیات مزاج کو راہ حق کا نام اور کھینچتی کا رکھ کر بنا لیتے ہیں۔
 بہر حال اس قسم کے مقبول افراد کو جس میدان میں بھی کام کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے تو ان کی جہالت کو اس
 میدان کی رہنمائی دیدی جاتی ہے اور اس میں ان کی یہ طبیعت خصوصیات شوق، سہ سے مربوط ہو کر اپنا
 مفروضہ کام غیر شعوری طور پر کرنے لگتی ہیں۔

دائرہ نبوت ہو یا دائرہ و مابیت متعاقدہ، افراد کی طبیعت خصوصیات اور مزاجی امتیازات سے الگ
 نہیں رہ سکتا، ایسی طبیعتیں ہوں گی جنہیں تو ان کی نبوت اور شریعت میں بھی
 وہی شدت ملی اور اللہ اور ہلالی شان غالب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی طبیعت جہالت اور فہم کی
 نبوت اور شریعت میں بھی جتنی، اللہ و رسالت کی شانوں کا قلبہ ہے۔ نبوت سے اتر کر دائرہ نبوت
 میں شامعیاتی اکر رضی اللہ عنہ پر طیارہ رحم و کرم غالب ہے تو ان کے عام معاملات، درکار و بار میں بھی رحمت
 ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہاں اس اعظم رضی اللہ عنہ طبعاً مشہور اور جبار ہیں تو ان کے عائدہ امور سے وہی
 سخت گیری ہلال اور اللہ دنی اور اللہ غائبانہ، غرض ان جبار کی نبوت اور اویہ کی ولایت ان کے خلقی
 مزاجوں اور طبیعت خصوصیات ہی کے ڈھانچوں میں آتی ہے جب کہ وہ جہالت ہی یا کسی طور پر نفی رزق
 سے پاک کرنے کے واسطے حق بنادسی جاتی ہیں اور نبول کرئی جاتی ہیں پس ان اور اللہ حق جہالت سے بھی امور
 سرزد ہوتے ہیں وہ بظاہر تو طبیعتی جذبات نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً ان میں منشاء الہی کام کرتا ہے اور وہ
 جو اس میں ایسے ہوتے ہیں جو ذہنی رہنما سے منشاء الہی کو پورا کرتے رہتے ہیں، گویا اس جبار میں ہوا مرتبی الہی
 کی بھری ہوئی ہے جس سے وہ بڑا ہے پس بظاہر تو جبار ڈرنا نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً ان کے الی چیز ہوا ہوتی ہے
 جس کی اثر ان کا منظر یہ جبار ہوتا ہے،

بختی اس طرح دیکھو کہ جہالت	انت کمالیہ جو غمنا کا انجمن
اور نہان - و آشکارا بخشش	تو بہاری - پوچھنا سب سے خوش

توجہ دیا۔ ہاتھال دست دیا

قبضہ ہوا دست۔ آرزو تھی

توجہ عقل۔ ہاتھال این زبان

دین زبان از عقل می پاید میان

توجہ شادی۔ رماخذہ از کم

کہ پنجہ شادی و فرخندہ ایم

یہی طرح مولانا۔ لی کے معاملات کی نوعیت اور اقدار پیش سے واضح ہے کہ ان پر نفسی اثرات کا نسبتاً زیادہ اثر ان کی خصوصیات میں سے ہوا اور ان میں جس بن ان کا اثر ہوا ایک خاص معیار کے تحت فیصلہ اور فرق کا کام لیا گیا ہے جسے نورین آئے ہوئے افراد میں جذبات سے تعبیر کرتے ہیں اور باہر لوگ اسے نشاوتی سے تعبیر کرتے ہیں جو مولانا کے مقام کے لحاظ سے کیل فرما نفس کے وقت ان کے نفسی جذبات سے مراد کئے ہوئے ہوتا ہے اور اس لئے علماء مخالف پر بھی اس کا اثر برآ نہیں ہوتا۔ تاہم یہی ایسے حضرات کے معاملات میں نفس جذبات سے مراد سنی ہے کیونکہ یہ دیکھ کر پتا چلتا ہے بلکہ اس کی نفسی روح کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ بیان کی عصمت یا خطا انہیں سے بالا نہ ہوتے بلکہ دعویٰ نہیں بلکہ عائدہ متعارف کے صوبہ ہونے کا دعویٰ ہے یعنی ان کی خطا انشاء اللہ ایک ماحصی کی ہی خطا نہیں بلکہ ایک مجتہد کی خطا ہو سکتی ہے جو اپنے فکر میں مصیب بھی ہوتا ہے اور عالی بھی پس ان کی خطا سے صاحب معاملہ کی کلفت اور شکایت اپنی جگہ گنتی ہی درست اور صحیح ہوں نہ ہو مگر وہ پھر بھی اپنی خطا پر مستحق اجرو مقبولیت ہی رہتے ہیں کیونکہ اس میں طلب حق اور استرضاء حق کے سوا انسانی جذبات آگے نہیں ہوتے اور یہ جانا ہوتا ہے کہ جو ان بھی تو ایسے حضرات کی کثرت حسرت کے متعابرین ان کی یہ خیالی نغمہ نشین شاد اور کامیاب ہوتی ہیں جن سے ان کی مقبولیت کے مقام میں فرق نہیں پڑتا اور یہ صورت اس سے اختلاف رائے بھی نیک نتیجے سے ممکن ہے اور معاملات کے سلسلہ میں ان کو کسی غلط فہمی یا فضا اور جہاد سے کلفت و آزاریت ہو جانا بھی ممکن ہے لیکن ایسے صاحب مقام افراد سے نفسی جذبات کے کسی کی آزار سانی مادہ آتا ممکن ہے

اس سے میری غرض نہ ان کے تمام معمولات اور خصوصیات کی حمایت ہے اور نہ ان سے انہما
 دکنے والوں کی مخالفت ہے بلکہ ان کے باطنی رتبہ کی بلند مقامی اور ان بلند پایہ عظام و جذبات پر
 روشنی ڈالنا ہے جو فکری اور عملی نغز شون کو بھی مقبول اور این خطا از مد صواب اولیٰ تراست کا
 مصداق بنا دیتی ہے اور یہ کہ وہ موافقت و مخالفت ہر حال میں بکس نہ بلند مقام میں جیسا کہ طلب
 بھی فائزہ سے تسلیم ہی کئے ہوتے ہیں۔

ہر حال حضرت ممدوح کی کچھ خصوصیات ہیں جن کے جامع نون سے جنیاب اللہ کچھ خدات
 ہی ایجاد ہی ہیں اور نسو سلین کی تربیت بھی ہو رہی ہے جو بھی سچی غلب اور حقیقی استنادہ کا جذبہ لیکر آتا
 ہے وہ وہاں شہد اس جامع نون سے بقدر استعداد حصہ لیکر ٹوٹا ہے، ہاں اگر طالب ہی صادق نہ ہو یا
 سلسلہ میں شامل ہونے کی غرض ہی ناسد ہو تو ان جذبات سے آنے والے انبیاء کے حلقوں سے بھی
 محروم ہی اٹھے ان تابا و بیار چہ رسد۔

حضرت ممدوح کی ان خصوصیات کے پیش نظر یہ افسوس تھا کہ ان خصوصیات سے تربیت
 پا کر گو ایک ملحق ضرور تیار ہوگی مگر عملی طور پر ان کا کوئی ذخیرہ سطح کا پذیر جن نہیں ہو جس سے موجود
 نسل کی طرح تہندہ نسل بھی نائدہ اٹھا سکتی، خود حضرت مولانا کو بھی اپنی غیر معمولی مصروفیات مشاغل
 درس و تدریس، کثرت اسفار، اور دین و مادیات کے ہمہ وقت بچوم سپاس کی ندامت اور ان کے نوبل
 میں اور باب معاملہ کے شبانہ روزہ رجوع و زحام کے سبب اتنا موقع نہیں ملتا کہ آپ جنی خدات نہا
 اور دست و بازو سے انجام دیتے ہیں اتنی ہی ظلم کے واسطے سے بھی انجام دین جس سے آپ کی یہ خصوصیات
 میدان عمل سے گذر کر سب ان تصنیف میں آجائیں اور یہ لوگ سنوی روئین جس طرح زبان نغز تہا
 سے سینوں میں بھر کر لیا تے ہیں وہی طرح ظلم کی بددست سفینوں میں بھی محفوظ کر لیں تاکہ آج کی دنیا کیسے
 آنے والی دنیا بھی اس سے مستفید ہو سکے، گو بعض اوقات مخالفت علمی اور سیاسی مفاہین خطبات

سہارت وغیرہ کی صورت میں خاص دو اعلیٰ کے ماتحت سمبند بھی فرمائے لیکن دو وقتی روزنگاری حالات سے تعلق رکھنے کے سبب صرف ان ہی حالات میں فیض رسان بن گئے جس سے لوگوں نے ذمہ اٹھایا، مگر رقت کی تید سے آزاد ہو کر کوئی مستقل علمی ذخیرہ غیر معمولی نثر نثر دشوائیل کے ہوتے ہوئے تصنیفی صورت میں اب تک سامنے نہیں آسکا پھر بھی اسے ایک فیسی ادب دیکھنا چاہیے کہ حضرت کے تالیف نے ذمہ اتنا خطوط کے ذریعہ اپنے مختلف احوال پیش کر کے شفا نفوس کی جو تدبیر و چین تو ان کے جوڑ میں کچھ علمی سیاسی اور عوامی جوہر اپنے کاغذ کی سطح پر جمع ہو گئے جس سے نئی جگہ پارسوں کی سیرابی کا کچھ مستقل سامان فراہم ہو گیا لیکن ان کی افادیت عام ذمہ جن کے خطوط تھے صرف وہ یا زیادہ سے زیادہ ان کا تری معلق ہی ان قطرات علم و معرفت سے اپنے خطرات نفس اور دسادس شیطانی دفع کر سکا۔ مگر منوں ہونا چاہیے حضرت محترم مولانا، حکم الدین صاحب اصحابی کا جنوں نے کافی محنت و عرق ریزی سے ان کچرے ہونے کو تون کو مختلف جگہوں سے چن چن کر جمع فرمایا اور پھر ایک سلسلہ میں پروڈ کر انہیں کتابی صورت میں ملک و ملک کے سامنے پیش کر دیا جس سے ایک طرف تو یہ مخصوص فیض عام بن گیا اور دوسری طرف ہر طالب مہاروق کیلئے اسل اصول بھی ہو گیا۔

ان مکاتیب اور ان کے کمون علوم و احوال کی فرست پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے ہی سے اس جامعیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا جو حضرت مدوح کی ذات میں دویت کی گئی ہے۔ اور جو تمام ہی دینی طبقتوں کے لئے یکساں شفا بخش ہے، حال و حال دوسے حضرات ہوں یا ہر آہن و استلال دہلے ہوں طالبان مسائل ہوں یا عاشقان دلائل سب ہی کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرہ میں سامان سیرابی موجود ہے، ان جات پر بات سے اگر ایک طرف طریقت و معرفت کے مسائل مل جاتے ہیں تو دوسری طرف شریعت کے حکیات پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور جہاں شریعت و طریقت کے مفادات کھلتے ہیں وہیں سیاست و ادب اور قومی معاملات کے ذمہ بھی واضح گت ہوتے ہیں، غرض ایک رقت شریعت

طریقت اور سیاحت کے تئیں، وہ جہات بخش نکلتے اس طرح زیب ترطاس ہو گئے ہیں کہ ایک جو اپنے
 حقیقت و معرفت ایک مثال بنی اور اس طریقت اور ایک طلب گزار شریعت و سیاحت کے لئے یگانہ
 تھا، اور سکون روح کا سامان ہم پہنچا سکتے ہیں

حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا نجم الدین صاحب کو جن کی علم پر اور ان کا دانش اور جذبہ افتاد
 نے یہ مشکل آسان کر دی اور جو دشمنی عمدہ ہو کر رہ گئی تھی، سے ایک پلکہ اور فافوس میں منظر عام پر لاکر
 رکھ دیا تاکہ مشولین کیلئے خصوصاً اور مشولین علم کیلئے عموماً فیہما اور فرور اور نور انسان ثابت ہو اور اس طرح
 بست سون کے تھوٹے پنجاب کی تسکین کا سامان ہم پہنچ جائے۔

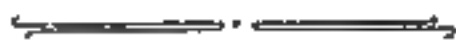
امید ہے کہ تم کے اس زہر دست چاچا جلیل (مولانا مانی) کے ان علم پر دورہ حقائق اور عمل
 آفرین و ثنائی سے جن میں شریعتی رہنمائی کے ساتھ عرفانی ارشادات اور سیاسی ہدایات، ایک جگر میں
 ہیں نیز ضمناً اور بھی برتھے گا کہ وہ فراموش آگئے ہیں لوگ منتفع ہونے میں کوتاہی اور سستی سے کام نہ لیں گے
 اور اس زلال حیات سے اپنی زندگی حاصل کریں گے۔

زیب مکانیک کے ساتھ مولانا نجم الدین صاحب نے بطور تعارف حضرت مدنی کی مختصر مگر جامع زندگی
 نامہ نامی حالات و خصوصیات، آپ کے سلاسل طیبہ اور آپ کی معنات عمودہ پر جو سطرین سپرد قلم
 فرمائے ہیں وہ بجائے خود ایک مستقل علمی اور عرفانی ذخیرہ ہے جو قابل استناد ہے مرتب عمدہ روح جو
 براہ راست حضرت اقدس مولانا عبد علی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث میں مشاگرد اور اہل اسط حضرت
 اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی اقدس سرمد کے تلمیذ ہوتے ہیں اس لئے آپ کو جو روحانی اور طبی مشائخ
 حضرت مولانا مانی خلیفہ حضرت مولانا گنگوہی کے علوم و کمالات سے جو سکتی تھی وہ ظاہر ہے۔
 ہی صلح انہما ان حضرات کے علوم و کمالات کو جامعیت اور سہیتہ کے ساتھ منظر قرطاس پر لاسکتے
 تھے، چنانچہ مولانا نے اپنے مرتبہ دیباچہ اور سطور تعارف میں حضرت مولانا مانی کے علوم و کمالات

اور سنہوں کو شیخ اور حادی، الفاظ میں کھول دیا ہے، اس لئے سکا تب پڑھنے سے بیشتر ان کی اس تحریر کا پڑھ لیا جانا استفادہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہے، حق تعالیٰ مدد روح کو ہم سب مستفیدین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے، (آمین)

محمد طیب محمود اور العلوم پر بند ذریعہ

۲۸ رمضان ۱۳۴۰ء یوم چہار شنبہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دوسرا حصہ

الحمد لله الذي جعل القرآن في مصر قلاما ليس واكثر وسير من غلب وحصر من اعظم العس
والصلوة والسكاه على صفوة الصفوة ونجاة النجاة بخيار الخيرة من نور البشر على العالمين
قرنا الفخر ان كل صحب بذلك الجبر وعلى صحبه الذين اسرهم الله بعد اسراهم ومعارفهم انك كل
من سجد وكفر ما اتصلت عين به نظر واذا نكحوا ابدا -

بفضل کم سواد و سبق تعالیٰ دوست

صدر پارہ اندرہ دو گرا سرگزشتہ ایم

پیش نظر کتاب حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی و است برکات تم کے مکتوبات کی
پہلی جلد ہے جو افادہ عام کی غرض سے شایع کی جا رہی ہے، اس کے بعد اگر خدا نے چاہا تو مکتوبات
کی اور جلدیں بھی یکے بعد دیگرے چھپتی رہیں گی، مکتوبات کا چوتھا سراہہ فی الحال خاکسار کے پاس
موجود ہے، وہ سید ہے کہ بھی کم از کم دو جلدوں کے لئے کافی ہو گا اور جناب دوزگون سے درخواست
ہے کہ اگر یہ سلسلہ ملک ذلت کے لئے مفید نظر آئے تو خدا ارادہ اس خزانہ کے ان جواہر پاروں کو بھی
اب وقف عام کر دینا چاہیے جو ابھی تک لوگوں کے پاس بھرتبرک رہ گئے ہیں، تاکہ ان کی فادہ
حیثیت بھی محدود نہ رہے اور ہرگز گرا نا یہ دعا و شہد مانہ سے بھی محفوظ ہو جائے۔

۱۹۴۹ء میں حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جیتہ العلماء ہند کی مشہور تصنیف

حیات شیخ ذوالامام جب چھپ کر شایع ہوئی پوری کتاب کئی بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی

لیکن ہر مرتبہ ہی محسوس ہوا کہ اس کے مباحث تشہد تفصیلات ہیں « اور امام عصر پر ابھی مستقل کچھ لکھنے کی ضرورت ہے، حتیٰ کہ اپنا اثر تاثر، میں نے مصنف کی ضرورت میں بھی لکھ بیجا، موصوف نے میرے اس خیال سے اتفاق فرمایا اور خاکسار کو بھی اس بزم میں شریک ہونے کی دعوت دی، مولانا مدنی عیسیٰ بلند پائے شخصیت کی زندگی کے کسی گوشہ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا میرے لئے اپنی بے بساختی کے باعث، چھوٹا ہاتھ بڑی بات کا مصداق تھا، اس لئے اس کی توجہ تہذیب کر سکا لیکن شیخ الاسلام میں، امام عصر کے جو امانت اور محققانہ مکاتیب ہیں بنے پڑھے، اس نے یہ خواہش ضرور پیدا کر دی کہ اگر امام عصر کے مکاتیب جس میں باتوں، باتوں کے اندر نہایت ہی اہم علمی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، تہذیبی اور تمدنی حقائق بیان کئے گئے ہیں، ایک مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کر کے شائع کر دیئے جائیں تو وقت کی ایک نہایت ہی اہم، درمخبر خدمت ہو، چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت، ۱۱ جولائی ۱۹۴۹ء کو میں نے ایک اپیل مکاتیب مدنی کے جمع ترتیب کی ضرورت کے عنوان سے مختلف اخبار و ندر میں شائع کرائی، حضرت مولانا محمد بیان صاحب اور حضرت مولانا حفیظ الرحمن صاحب نے اخبار المجمعیت میں اس تجویز کی ہرزور تائید فرمائی، اور خود جناب نہ کرنے بھی اپنے ادنیٰ کلام میں اس کی ضرورت پر زور دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ملک کے طول و عرض میں امام عصر کے مکتوبات کے جمع و ترتیب کا ایک چرچہ مچیل گیا، اللہ خاکسار کے پاس مکاتیب کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، صورت حال کا یہ نقشہ دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کوئی اور طاقت ہے جو بے اختیار یہ کام لے رہی ہے،

مری غلبہ بھی اسی کے کرم کا مدد ہے قدم ہوا مجھے نہیں ہیں اٹھائے جانے ہیں

بزرگان دین اور علماء سلف کے ملفوظات اور مکتوبات، اپنی غیر معمولی افادیت کے باعث ہر دور میں جت کئے گئے ہیں، اخیر الجاسس سرور الصدور، انعامیہ مکتوبات، امام ربانی، اور مکتوبات و ملفوظات

سے تہ چلتا ہے کہ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز اور امام ابوحنیفہ اپنے اپنے زمانوں میں نہ صرف عام و مسلم
 کے امام رہے بلکہ دینی سیاست کے مقتضیات کے مطابق دینا کی رہنمائی اور جردن سے نکل کر میدانون کی
 جاہد پیمانی و نبرد آزمانی کا اہم کارنامہ ہے تاحفی، یوسف کا دربار رشید میں نایز ہونا اور امام زہری کا
 جہد و ملک کے زمانہ سے لیکر زید بن عبدالملک کی حکومت تک رہنا جہد و ملک کے دور پر ہے امام شہی
 کا تیسرے دور کی طرف پیغمبر کو کرنا، علامہ ابن حزم کا پانچویں صدی ہجری میں ذرا تھکے باز خطیر کو برداشت
 کرنا، شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن عربی کا باوجود استعراق قبول اپنے زمانہ کے سلاطین کے احکامات پر
 تنقید کرنا اور وہ امت کی ضرورتوں کے پیش نظر زمین و آسمان کو یک کر دینا، امام رازی اور خو، جہاد تیسری
 کا غور ملک کے ساتھ اشتراک عمل کرنا تاریخ کی اہم روداد ہے، دور کیوں جائیے خود ہندوستان میں
 حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ذات گرامی کو جو حیثیت ہر وقت ہمارے حاصل ہے وہ اب تک
 کسی عالم بانی کو حاصل نہ ہو سکی آپ کے ہر سلاطین منیلہ میں عالمگیر سے لیکر گیارہویں اجدار شاہ عالم تک
 کا زمانہ آپ کی آنکھوں کے سامنے گذر رہا ہے اور کم و بیش احمد شاہ درانی کے ساتھ جسے ہندوستان پر آپ
 ہی کی زندگی میں ہوئے ہیں، کیا آپ ایسے آزرک دور میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، ہرگز نہیں بلکہ احمد شاہ
 ابدانی کا ہندوستان، انجمن الدولہ کا، میر الامرا، ہو جا نا سب شاہ ولی اللہ کی سپہاسی بھرت
 کا نتیجہ تھا، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی کتبات کا دوسرا خط، باب سیاست کو پڑھنا چاہیے کہ شاہ
 صاحب نے کس طرح سپہاسی، مشاعرہ و زور و دل کے حساب پر روشنی ڈالی ہے، اور سپہاسی بھرت
 ساتھ سمجھا اور سمجھا یا ہے شاہ صاحب ہی کا کام تھا کہ اس زمانہ کی مختلف سیاسی طاقتوں سے کام
 لیکر ہندوستان کی تھک سے سپہاسی بدلتی، قتل و غارت گری، فتنہ و مفسدانہ عناصر کی بیخ کنی میں
 کوئی دقیقہ اشخاص نہیں رکھا، بقول مولانا خلیف، محمد قطبی، پانی پت کا میدان کا زور حضرت بن شاہ
 ولی اللہ صاحب کا پایا ہوا تھا، اگر سلطنت منیلہ میں شہری سی بھی جان توئی تو وہ جنگ پانی پت

کے تاج سے نازہ، خاک اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر کچھ عیدوں کیلئے قائم کر سکتی تھی، اس کے ساتھ شاہ ولی اللہ اور محمد شاہ اہل انگریزوں سے بیخبر تھے بلکہ وہ خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ کہیں منسلب شاہ کے تہاں سے انگریزوں کو پناہ نہ ملے اور قائم کرنے کا موقع نہ مل جائے۔ جس کے روک تھام کی تدبیریں کیں اور بہار سے شاہ عالم نانی کا وہی بلا لانا اسی لئے تھا کہ وہ انگریزوں کے آگے سے نکل آئے اور وہی اگر بھی طاقت کا استحکام کر کے آگے تھے حکم الامت اور امام شریعت و حقیقت شاہ ولی اللہ

تحریک آزادی ہند کا آغاز اور سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ

و شاہ عبدالعزیز

پوری صدی گزر جانے کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ اور اسلام ہندوستان پر تیب انگریزی حکومت نے تعجب کیا تو سب سے پہلا کون شخص تھا جس نے قانون اسلام کی پیروی کرنے جو ہندو کو دوبارہ دارالاسلام بنانے کی کیا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور انگریزوں کے بعد جب ہندوستان کی حکومت کو گمنگن لگنا شروع ہوا تو سیدنا شاہ ولی اللہ ہی نے پوری فراست، یابی اور سیاست دانی کا ثبوت دیتے ہوئے اسباب و علل پر بحث فرمائی اور حکومت، مردوں اور اور سوسائٹی کے دوسرے

بہتات کو خراب کر کے ایک پروگرام دیا جس کا سن سیدیمان صاحب کے الفاظ میں یہ ہے،
 ہندوستان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہونے لگی تھی اور منقذ کے زمانہ میں شاہ ولی اللہ
 کے وجہ نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا، (مولانا سید علی

کے نگار و خیالات پر ایک نظر ص ۵)

اس متن کی تشریح مولانا موصوف ہی سے منہ سے لائی ہے۔

دل میں اسلامی حکومت کا آئینہ چب فریب ہو رہا تھا تو اسی کے مطلع سے اسلام کا ایک اور آئینہ
 ظہور ہوا تھا یہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا خانہ زاد تھا، پچہ پڑ کر حضرت شاہ صاحب کی پیشین گوئی کے
 مطابق اس کے بعد جس کو لاہور، رازہ سے لاہور، ہندوستان میں رویداد کا دلور، ترمذی قرنی پاک
 کا ذوق، صلاحیت کا دوسرا شاہ سہیل اور مولانا امجد علی کا فخریہ پیمانہ فرقہ بندی کی زبردستی کا
 فتویٰ دیوبندی کی تحریک ان میں سے کون چیز ہے جس کا سرسبز شاہ اس مرکز سے وابستہ تینوں
 (جائے بتلی م ۲۹۰)

چنانچہ ہم، دیکھ کر آئے ہیں کہ جب ہندوستان میں اور انگریزوں کے بعد مسلمان کی حکومت میں ابتر
 پیدا ہوئی تو حضرت شاہ ولی اللہ نے حضرت یہ کہ اس کو محسوس کیا بلکہ اس کے اسباب و علل پر بڑی
 دیدہ ووری اور جاہلیت کے ساتھ بحث کی، اور ان کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے اس کی طرف حکومت
 کو اجراء دینا اور ان کو بحال اور سوسائٹی کے دوسرے طبقات کو توجہ دلائی، اور پھر آپ کے بعد حضرت شاہ
 عبدالعزیز کے زمانہ میں دہلی کے حالات اور زیادہ بگڑے اور حکومت شاہ عالم از دہلی ناپاؤم کی
 شکل صادق نے لگی، انگریزوں کا اقتدار اور ان کا ظلم و ستم، اور اس کے بالمقابل لال قلعہ کے درش
 کی طاقت و نفوت کا، منجھلائی، رزوا فرزون ہو گیا تو شاہ عبدالعزیز نے دہلی کے دورِ انحسار ہونے کا
 فتویٰ دید با خاص دہلی کے منسحق ارشاد ہے:

امام حسین کا حکم اس شہر میں باطل جاری نہیں ہے اور بڑے بڑے عیسائیوں کا حکم بے وقوف جار کلبے اور احکام کفر کے جوڑے عقیدے کہ نکلتا ہی گیا کا نہ دست خرچہ اور بدین کا دل کرنا، کسم دیوٹی مینا، ہر ذوق کو حذر دینا اور	درین شہر حکم امام حسین اجلا جاری نیست و حکم کاسا نغدا کی بے وقعت نہ جدی است و مراد از جہاد احکام کفرانیت کو در مقصد ملک واری و بند و بست دغا یا و اخذ خراج و باج و عسور و موال تجارت
---	--

دیاست تعلق الطریق انجیل مقدمات
 مقدمات کا معیار ۱۱۱۱ ہر صوفی کی سرودینا بہ

تقادی غزوی جلد اول میں

دوسرے بنیاد کفار بطور خود حاکم مانند

نام معاملات یہ لوگ خود کہا کرتے ہیں

آگے چل کر فرمائے ہیں کہ

اگر کوئی مسلمان پانہد دان سے پروا نہ دینے ہیرو بی یا اس کے طرف دو اب جن نہیں آسکتا،
 اس فتویٰ سے دو ہاتھن روز روشن کی طرح واضح ہیں

۱) حضرت شاہ صاحب نے اگر یزیدوں کے خلاف جو ظلم و ستم کی شکایت کہ ہے س میں
 مسلمانوں کے ساتھ ہندون کا ذکر کیا ہے کہ وہ نون شہر دہنی اور اس کے نواح میں اس کا پر دانہ
 حاصل کئے بغیر نہیں آسکتے اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب اگر یزیدوں کے مظالم سے صرف
 مسلمانوں کو نہیں بلکہ ہندون کی بھی گلو غلامی چاہتے تھے،

۲) شاہ صاحب کسی ملک کے اور اسلام ہونے کیسے اس میں محض مسلمانوں کی آبادی کو کو پانی
 نہیں بچتے بلکہ اس کے ٹپے یہ بھی ضروری جانتے ہیں کہ مسلمان باغوت طریقے پر رہیں اور ان کے شہا
 تہی کا احترام کیا جائے، اس سے ثابت ہو اگر کسی ملک میں سیاسی اقتدار علی کسی غیر مسلم
 جماعت کے ہاتھوں میں ہو لیکن مسلمان ہی بہ حال اس اقتدار میں شریک ہوں اور ان کے مذہبی شعائر کا احترام
 کیا جاتا ہو تو وہ ملک شاہ صاحب کے نزدیک قطعاً اور الاسلام ہو گا،

اور اگر وہ شرع مسلمانوں کا فرض ہو گا کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھ کر اس کے لئے
 ہر نوع کی خیر خود بخا اور خیر مذہبی کا معاملہ کریں۔

اس فتاویٰ کی تائید علامہ جو پور کے فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جس کو مولانا غفیل احمد روم نے
 ڈاکٹر بیٹل کے حوالہ سے لکھا ہے، (ملاحظہ ہو مذہبی ستر شہ)

اس فتنی کے بعد دو ہی راہیں رہ گئی تھیں یا تو تہاد کیا جائے یا بصورتِ عدم شدت ہجرت

اختیار کی جائے۔

$$\begin{array}{r} ۱۳۰۱ \\ ۶۱۶۸۶ \\ \hline ۱۲۴۶ \\ ۶۱۸۳۱ \end{array}$$

یہ بات بلا خلاف تردید کی جا سکتی ہے کہ حضرت سید احمد شہید بریلوی اور ان کے ساتھیوں نے جس ذی تہجد و انقلاب کی کوشش کی تھی، اس کی ذریعہ بنی شاہ ولی اللہ درویش و عبد الغفر بنے بہت پہلے ڈال دی تھی، ان بزرگوں نے ظلم کو نبیوی حیثیت دی تھی، اس سے بہتوں کو ان کے کاموں کے سمجھنے میں غلط فہمی ہو گئی حالانکہ بات صاف بھی نہ ہو، انقلاب صحیح علم کے بعد لایا جاتا ہے وہ بہت پائیدار اور ناقابلِ تیغیر ہوتا ہے کیونکہ ماست، نیابت، خلافت، اسلام و تہجد کا رشتہ ہمیشہ علم سے وابستہ رہا ہے، اور جو تہجد یا گروہ علم کی صفت میں بڑھ جاتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے اگرچہ اس کی کامیابی میں دیر بھی ہو جائے مگر وہ کامیاب کما جائے گا حضرت شاہ صاحب کی دعوت نے ہندوستان میں نفعِ ماحصل کیا، چنانچہ نظری و تہذیبی اور علمی اعتبار سے اس کی جڑیں مضبوط بنی اور ان پر قائم رہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب دینی بلکہ سے بلا دسکا جو وقت کہتے ہیں کہ شاہ صاحب یا سید احمد شہید کی تحریک سیاسی حیثیت سے ناکام رہی ہیں سمجھا جوں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے ناکامی و محول کی خرابی کا نام ہے جب اصول صحیح ہیں تو پھر ناکامی اور شکست کے کیا معنی! صحیح اصول کو تو تاریخ میں کبھی شکست ہوئی ہے اور نہ ہوگی کیونکہ افراد یا جماعت کی غلطی سے جو تہذیبی شکست ہو جائی کرتی ہے، اس کی ترمیمی بولی میں شکست کہہ لو مگر وہ شکست ازبریت ہے نہیں، اس فرق کو بوجھ لینے کے بعد یہ تاریخی حقیقت کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ حضرت سید احمد شہید کا مقصد جہاد ہندوستان کے ہندو در مسلمانوں کو کبھی ہمارے آئندہ سے نجات دلانا تھا مگر ہندوستان کی یہ بد قسمتی تھی کہ پنجاب کے مسلمانوں کی ذہنوں میں سے تہذیبی شکست سے متعلقہ گناہ پڑا، اور بالاکوٹ میں شہادت پائی کہ ملک کے اندر ویسی اور جہاد پیدا کر دی ہے

اب تک کام کر رہی ہے، مگر یزید اور سید صاحب کے اس منصوبہ سے خوفزدہ تھا اور جب معلوم ہو گیا کہ زور کار ستا
 سکھوں کی طرف سے تو اس روز میں سہولتیں بھی پیدا کر دیں سید صاحب کے مقصد کو بڑھانے کی بنا پر نفس درمیان
 اصلاحات و ترمیم کو دانستہ یا نادانستہ طور پر دھوکا ہوا اور ایک ایک راہ پیدا کر کے اس کے اندر نشت و نشست
 کے ساتھ ساتھ اہل برکت کے کاموں کی تحفہ و تزیین بڑے پیمانہ پر شروع کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ
 سید صاحب کا اہل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و تدارک کا تسلیح کر رہا تھا جس کے
 باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر اپنے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت
 دی اور اس میں صاف صاف بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پرہیزی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے
 اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے چنانچہ اس سلسلہ میں سرحد پر باہر گواہی کے
 دراز امام اور دارالافتاء اور اہل سنت کے ائمہ و مجتہدین کے ذریعہ ہندو اور اس کے گواہی کے جو خط تحریر فرمایا ہے وہ

غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ ملاحظہ ہو یکم ستمبر ۱۸۵۶ء
 ۶۱۸۵۶

یہ بات دیکھی گئی تھی کہ حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے بعد یہ شہزادہ بکر گیا مگر آپ جو جذبہ پیمائش
 اور استقامت دین کا پیدا کر گئے تھے وہ سہرہ ہونے والا تھا اور سید صاحب اس بااعانت کی سرگرمیاں برابر
 جاری رہیں ان کے علاوہ اور باب غنیمت ہندوستان میں تھے انھوں نے ۱۸۵۴ء میں جنگ آزادی
 کا شمارہ کیا۔

حضرت حاجی سادات اللہ صاحب نے حدیث ماضی شیبہ جو حضرت جبرائیل کے پڑنے کا بیان ہے اور تمام خلفاء میں سب
 سے سزا اور سلوک میں افضل تھے جہاد کی طرف راغب تھے اور سچا مخلص تھے انگریزوں سے جہاد مخالف تھے
 مولانا محمد صاحب علم ظاہر میں مشہور اور صاحب تنوی ائمہ و سلسلہ تھے اس لئے عوام میں آپ کا تنوی چلتا تھا
 مولانا ماسم اور مولانا شہید احمد صاحب اللہ بھی اطراف و جوار میں صاحب تنوی و ذریعہ اسے جانتے تھے

اس نے حضرت حاجی صاحب سے سب کو اکٹھا کیا، مولانا نانوتوی مولانا کشمیری نے جہاد کے وجہ کا حکم دیا مولانا محمد صاحب نے اہل ہند کی بے سرو سامانی کا ذکر اور شرائط قرصیت میں تمہید، عدد وغیرہ کا تذکرہ کیا کہ اگر یزدن کے مقابلہ میں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، اس کے بعد مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ کیا وہ استغاثت جو کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے پاس بمقابلہ کفار موجود تھی وہ بھی نہیں ہے اور کیا ہم ان سے بھی کمزور ہیں اور حق مولانا محمد صاحب مرحوم خاموش ہو گئے، اس کے بعد حاجی صاحب دعا حفظ صاحب دونوں کو شرح صدر ہو گیا اور جہاد کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور حکم دیدیا گیا، اور شیخ محمد صاحب طبعی صنعتے وغیرہ کی بنا پر اپنی رائے پر قائم رہے یا ہو سکتا ہے کہ مولانا محمد صاحب سکھ ل اور اگر یزدن میں فرق کرتے ہوں گے کیونکہ سکھ بمقابلہ انگریز عدد اور عدد دونوں میں کم تھے، حضرت حاجی صاحب نے امت منظور فرمائی جس میں اس وقت کے اکابر مولانا فضل حق مولانا تاج محمد، مولانا رشید احمد، مفتی سفایت احمد صاحب وغیرہم نے شرکت فرمائی اور دست بستہ جہاد کے حافظ صاحب صاحب وغیرہم شہید ہوئے، تمناہ بچوں پر قبضہ کر کے قبضہ شمالی ضلع مظفرنگر تک مسلمانوں نے فتح کر لیا، کہا جاتا ہے کہ علماء کو سیاست نہیں آتی، حالانکہ نابھی اقبالی سے یہ امت بالکل غلط ہے، کین مسلمانین کا غول و نصب، جنگ و معالجت، امر اور ذمہ اور کا تقرر وغیرہ یہ سب سیاسی کام نہیں ہیں اور کیا یہ علماء کے شہروں سے اہتمام نہیں پائے اور کیا کوئی پتھر پٹرا انصاف ایسا ہی موجود علماء کا سر ہون سنت نہیں؟

اس جنگ ۱۸۵۷ء میں سب سے زیادہ دہل علماء اور مسلمانوں کا تھا، حسب تصریح ثورہ السنہ یہ نہد و کم تھے، جب انگریزوں نے سر کر حیت لیا تو اس کا انتقام ہی اتنا لیا کہ انسانیت کو شرم آتی ہے، غور فرما اس جنگ میں جان مسلمان علماء و امرائے نام آتے ہیں وہیں ہندوؤں میں علماء بڑے بڑے عرفانا صاحب اور رانی جھانسی وغیرہ کے نام آتے ہیں، ملک اور وطن کے خدائے تو حکیم حسن اللہ خان دہلوی اور دیگر بڑے بڑے علمائے دہلی تھے، اس جنگ میں ہندو مسلمان کی کوئی تفریق نہ تھی بلکہ وہی ایک کو تم کہتے ہیں،

باقی جو لوگ مخالف تھے، یا صنف اور غیر کا فخر رنگ کر کے کڑھ کشی اختیار کی، ایسے لوگوں کے بارے میں
شاہ ولی اللہ صاحب نے بہت پیلے ہی یہ تحریر فرما رہا تھا۔

اگر بعض سنا مان کر نیت ایشان در اعلا درین محرم علی اصلاح حاصل و انصاف و انصاف است یعنی
اہستہ ہندو اور در دستوں کندہ آن، اینز ستارہ نہ بد نمود یعنی توجہ سے یہ کہ اگر بعض مسلمان بھی
اعلا درین محرم کے سلسلہ میں نیت کر رہے ہوں تو اسے خطرے سے لاکر پیش کریں ان کی ہی
رہنمائی ہے۔

شیخ گل حکیم الامت و مجدد ملت شاہ ولی اللہ حضرت اللہ علیہ کے حقیقی جانشین وہی کہے جاسکتے ہیں
جنہوں نے آپ کے پروگرام کو کایا بنا یا پائی حضور نے جنگ آزادی میں اپنی مگرادی کا جذبہ پیش کیا چنانچہ
تو بقول..... شخص سے..... صنف ایمان اور غائی عشق کی دلیل ہے۔

تحریک دارالعلوم لوی بند

سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ کا خاندان گویا ہمیں مانو وہ ہے اور یہ کتنا کسی طرح خلافت نہ ہوگا
کہ اصلہ ثابت و فرہانی التماہی آپ کے ہمسکے کاموں کو اگر سمجھنے تو ذرا ماضی پر ایک رجحانی نظر
کرنے کی ضرورت ہے جب کہ ایٹھ انڈیا کی اپنی ایک تجارتی ادارہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی سیدنا
میں سب سے پہلا کالج ۱۸۳۱ء میں قائم ہوا اس کے بعد دیکھے چرخ آف انجینڈر کی طرف سے تقریباً
بیس اسکول کھل گئے اور پیک کے چند اسے جو انگلستان میں جمع ہوا ۱۸۳۲ء میں کلکتہ میں ہشپ چچ
کا افتتاح ہوا۔ پھر ۱۸۳۵ء میں کلکتہ کے اندر سب سے پہلا زنانہ مدرسہ گولائیڈ پوٹی اور پنجاب میں بیہون
ایسے مرکز قائم ہو گئے جن سے مشن کے لڑکھوں کی اشاعت ہوتی تھی ان پسمانی مشنوں کو بیسائٹ

لے شاہ ولی اللہ کے سیاسی کتبوبات

پھلانے میں کوئی زیادہ کامیابی ابتداً نہ ہوئی ابتداً انہیں اس باب میں تقبلی کا یہی ماحصل ہو گیا کہ لوگوں کے سامنے جب مذہب کا نام لیا جائے تو ذہن ایک ایسے نظریہ کی طرف منتقل ہو جائے جس میں عقل کو کوئی دخل نہ ہو اور چاروں تعصبات کا مجموعہ ہو

موضوع وہ تحریک شروع ہوئی جسے انگریزی ذریعہ تعلیم کی تحریک کہا جاتا ہے ۱۸۲۹ء میں انگریزوں نے چنا کر ایک ایسا اسکول کھولا جس میں ذریعہ تعلیم انگریزی ہو اگرچہ اس وقت کی حکومت نے مصلحتاً اس کی حمایت کی مگر ۱۸۳۹ء میں لارڈ میکالس کے اس امر کی تحقیق کے لئے مقرر کیا گیا کہ طریق ذریعہ تعلیم کیا ہونا چاہیے؟ انگریزی ذریعہ تعلیم کے مافی اپنے خیال کی نائید میں یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ اس سے ایک ایسی قوم پیدا ہو جائے گی جو رنگ و ذن میں تو ہندوستانی ہوگی، لیکن مذہبی خیالات، اخلاق اور ذہنیات کے لحاظ سے انگریزی ہوگی چنانچہ اس دلیل کو رد کرنا بھی گیا مگر ذریعہ تعلیم قرار دیدی گئی اور لارڈ سہیسنگٹ نے ۱۸۴۴ء میں اعلان کر دیا کہ سرکاری ادارے کے لئے انگریزی تو ان کو تہیج ہوگی،

ایک طرف انگریزی زبان کی اشاعت و ترویج کے لئے یہ کچھ کیا جا رہا تھا دوسری طرف خرابی اور نارسائی کو مٹانے کے لئے کم توین نہیں صرف ہو رہی تھیں مسلمانوں کو باہر یرون سے خارج کیا جاتا رہا..... ان کے اوقات تک جو خاص ان ہی کے لئے وقف تھے غیر مسلموں کی تعلیم میں صرف ہونے لگے چنانچہ ٹرین ٹرسٹ پر چٹائی کالج کلکتہ پر صرف ہونے لگا، ایشیاٹک اسکول ٹرسٹ کا بھی یہی حال ہوا، تعلیم ہانوں کی تخریب اور جدید تعلیم کے ماحصل کہینے کے مواقع پیدا کئے گئے،

یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مسلمانوں کا مذہب انہیں تعلیم جدید سے روکتا تھا بلکہ، اصلی بات یہ ہے کہ تمام مدرسے عیسائی شہریوں کے تھے اور وہ ان بچوں کو بصیائت کی تعلیم دے کر انہیں اسلام سے بے نظایا جاتا تھا چنانچہ ۱۸۵۶ء کا واقعہ ہے کہ حیدرآباد سندھ کے ایک مدرسہ میں مسلمان بچوں کو عیسائی بنایا گیا اور دوسرے ہی دن دوسو بچوں نے تعلیم چھوڑ دیا..... یہ تھے وہ حالات

جن کے تحت یہاں شیخ سلیم کا جہاد ہوا اور وہاں آنگھوں نے نافرمانی اور بدعت منعمہ اور ایک رکعت کے مسلمان ان حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور کچھ سوس کر رہ جاتے تھے لیکن اس وقت بھی مذک کے یہ بندے تھے جو مسلمانوں کی تعلق بہانہ کیوں اور احادیث سے نہ دیکھ سکتے تھے چنانچہ حضرت شہداء الغزویہ کی زیارت اس تحریک سلیم کی بنیاد پر ہی جس کو تاریخ میں "توغیب صمدیہ" کہتے ہیں یہ آگے چل کر بحیثیت علماء اپنی اور آپ کے ہمساتہ گروہوں میں حضرت محمد اسلام ہونا نامہ نوتوی رحمت اللہ علیہ نے ۱۵ محرم الحرام ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۶۶ء یوم پنجشنبہ ہندوستان کی مسجد بڑی بڑیوں میں درالسلام اور اہل ہندو تائیم کی اس شجر شوبلی کی شاخیں بظرافض اور نفاذ آسمانی سے گذر کر ان کے ہر پرتھ گین جو حضرت نوتوی کا ہمتائے نظر تھا، نلفہ الحمد والمنة۔

الزام دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانون اور موبوں نے انگریزی پڑھنے سے روک رکھا اس لئے یہ قوم سلیم میں پچھے رہ گئی لیکن مذکورہ بالا واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے پھر فیصلہ کیجئے کہ مسلمانوں کو تسلیم سے روکنے والے موری تھے یا ایک منظم سپریم تھی؟ حضرت شہداء الغزویہ صاحبے تو اپنے زمانہ میں برفوتوی سے روکے دیا تھا۔

انگریزی پڑھنا علوم جدیدہ کا حاصل کرنا اسلام کی روایات اور روح کے اکل مغان جزئہ ۱۰۶۶ھ
 لیکن جسے کہ کسی عالم نے یا چند موبوں نے حسب عادت اس طرح کافوتی دیدیا ہو مگر حمان کسے ہوا لانا تو وہ غیر عم علماء حق کا تعلق ہی اس شرح کی باہن تھا ہے بنیاد ہیں، یہ علماء نہ تو ملک کے سینڈ آمان کی توار سے خوش نہ وہ ہوئے اور نہ ان کو ہندوؤں کی مدد کی اکثر تھیں، اس پر مجبور کیا کہ وہ اس کی زد سے بچے کیسے مکتوب دیکھے اور ان کر میں پناہ ڈھونڈتے بلکہ انھوں نے کہاں تو اور اعتمادی اور الہیمانہ تھیکے ساتھ مسلمانوں کے ذہنی اور دماغی تربیت کا کام شروع کر دیا اور انھار شہداء الغزویہ نے ان کو کاہن بی بھی ہونا،

کانگریس اور علمائے حق کے نقطہ نظر میں فرق

یہ خیال بالکل غلط اور حقائق سے چشم پوشی کے مراد ہے کہ ملک کی آزادی کا اولین سنگ بنیاد کانگریس کا قیام ہے، حالانکہ کانگریس کی ابتدا ۱۸۸۵ء کے بعد ہوئی جس کے اولین مقصد میں ملک کا آزاد کرنا نہ تھی بلکہ کچھ انگریزوں، دو ہندوستانیوں میں باہمی اتحاد پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو یک کرنا تھا۔

(۱) ہندوستان کی آبادی جن مختلف عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد و منفق کر کے ایک قوم بنانا،

(۲) اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو، اس کی دماغی، اخلاقی، اور اجتماعی صلاحیتوں کو بیدار کرنا،

(۳) ایسے حالات کی اصلاح ڈیزیم کرنا جو ہندوستان کے نئے مقفان کا باعث اور غیر منصفانہ ہوں اور اس طرح ہندوستان، اور انڈیا میں اتحاد و یکجہالت کو استوار کرنا، اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں،

۱) مسلمان اور ہندو اور دوسرے مذاہب کے اہل باب نظر نے ۱۹۰۷ء کے بعد ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ انگریزوں کی حکومت مضبوط اور دیر پا بنانے کے لئے ہندو اور مسلمانوں کے مذہبی اختلافات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کیا، اس بنا پر انہوں نے کانگریس کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی قرار دیا تھا کہ ہندوستان کی سب قوموں کو ملا کر ایک ہندوستانی قوم بنایا جائے،

۷۷) کانگریس کے تمام کام مقصد، نگریزوں سے ملک واپس لینا نہیں تھا بلکہ، رائی اور رعایا دونوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنا تھا،

پیر کیف کانگریس کے عالم وجود میں آنے سے بہت پہلے ۱۸۳۳ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز برصغیر اور دیگر علماء کی رہنمائی میں، ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو ہندوستان کو نگریزوں کے اقتدار سے نجات دلانا پنا فرض سمجھتی تھی،

علماء کے لقب، عین کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت کو ہمیشہ جمہوریت کے اصول پر چلنا چاہئے تاکہ حکومت ہر مذہب و ملت کی خدمت کا ذریعہ بن سکے نہ کہ تنہا اور جبر و تشدد کا۔ - فرآئی دعوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسانیت کو اس کے نشوونما میں مدد دینا، خدا کی پاک زمین سے ظلم و ساد کی گندگی کو دور کرنا، عدل و انصاف کا رواج قائم کرنا، اس کے حق دار کو پہچانا، خدا کے مختلف المذہب بندوں میں خلوص اور محبت، ورطخ و استی پیدا کرنا وغیرہ چنانچہ جب تک سلطنت منلیہ قائم رہی اور وہ پارہ پر علماء کا اثر و اقتدار رہا سلطنت، انتظامی معاملات میں کسی عدل و انصاف کے اصول پر عمل نہ رہی، جس کا اعتراف مشہور مقررہ آئین مذکور نے پارلیمنٹ میں کیا کہ عیسائی بادشاہوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے قانون میں بدرجہا منصفو جان میں اس قانون کی شرح کرنے والے علماء یا قاضیوں کا طبقہ موجود ہے جو اس کا محال نظر نہ دیا گیا ہے اور اسکی رو سے بادشاہوں تک کو حقیقی اعلیٰ طاقت حاصل نہیں ہے ... (دہلی نیند) ستمبر ۱۸۸۵ء

حضرت شیخ الاسلام کے اجمالی حالات

حکایت مدنی آن بلو دکنواز کنیم باین سادوگر ٹر نو د اور از کنیم شنبہ
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی عمت فیوضہم کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ کو در شنبہ روز

کی دینیانی شب میں بوقت اوجے بر مقام پاکیزہ صبح آتا میں ہوں، جہاں آپ کے والد احد و لطف حسب
 دخیفہ بوز مولانا فضل الرحمن صاحب مدرس تھے، تاریخی نام چرخ محمد دکھا گیا، ایک بسا سنی سید
 مسند میں جب آپ کے والد ماجد بضمہ حیرت سے اہل دیناں عازم حجاز ہوئے تو حضرت داماد کو
 بھی اپنی ہیبت سے سرفرازی بخشی، اور اس ناطقہ ماجربین نے حجاز مقدس چپکے چپکے حجاز میں مکہ اور
 کو اپنے لئے لایا اور میں سمجھا اور وہیں پر اقامت فرمائی اس طرح حضرت دلا کو سبقت از دیکھنے لگتا
 فیض نبوت اور تحصیل بجز و شرف کے وہ گرن تدریحات معاف فرمائے جو سب کو نبین ملا کرتے صرف ان ہی
 کو بخشے جاتے ہیں ضمن اشارہ تعانی اپنی حرکت کے لئے مخصوص فرمائے، اس وقت مدینہ منورہ میں اور کتنے
 غیر ممنون اہمیت رکھتے تھے، ایک کتب خانہ شیخ الاسلام اور دوسرے محمود بن ددون ہی کتب خانوں میں علاوہ
 مطبوعات کے مختلف علوم و فنون پر نیاس تھی کتابیں بھی تھیں جن سے حضرت کے استفادہ کا پورا موقع ملا
 عسرت اور سببیت کی نگلی تمام مدینہ میں آپ کے سائل حال رہی اس لئے بیشتر ایسا بھی ہوا کہ آپ نے کتابیں
 نقل کر کے اپنی سببیت کے ساتھ لیا فرمائے، اگر کوئی ایسا ذریعہ اختیار نہ فرمایا جس سے اپنی خودداری
 اور عزت نفس کو نہیں لگے، مدینہ منورہ میں آپ کا خانہ اور تیرہ افراد پر مشتمل تھا مگر صرف بارہ چھٹانک
 مسود کے پانی پر یہ تمام حضرات قناعت فرماتے تھے

دیانت کی کجلی آپ نے مدینہ منورہ کے سردار ایب مولانا شیخ انندی عبد الجلیل برادہ سے پہن پر
 فرمائی جو ملائے حجاز میں اپنی اہمیت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے، مکمل علوم کے بعد آپ نے
 مدرسہ کی خدمت شروع کر دی اور تقریباً اٹھائیس سال تک مسجد نبوی میں اس حدیث دینے رہے۔
 نشنگان سوم وین ہزار دن کی تعداد میں آپ کا سیراب ہوئے، حرمین اور نجد و حجاز دیگر مقامات پر آپ
 ہی آپ کے تادم کی ایسی عامی تعداد موجود ہے، مسند میں حضرت شیخ الحدیث بھی حجاز و شریف نے
 دو اگلی حج کے بعد بار نبوت میں حاضری دی، اسی سال جمال پاشا اور پانچ ناموں میں اور ہر سال

میں مامری دینے آئے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد شریف حسین نے انگریزوں کی شہزادہ اور پرنس پر سازش میں آکر نرگون کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، حضرت شیخ احمد نے اپنے خدام اور تھاوا کی ہیبت میں اس موقع پر نرگون کی حمایت میں سرحدی قبائل کو آراستہ کیا، نور پاشا اور جمال پاشا کو نقشہ پور کی تشکیل میں کافی مدد پہنچائی، حاجی ترنگ نڈی مرہم، مولانا صفی الرحمن، مولانا نفل ربیلا، مولانا نفل محمود، مولانا محمد بیان عرف مولانا محمد منصور، مولانا ایدہ اللہ سیدھی، اور دیگر شخصیات سے اس موقع پر بہت کچھ کام لیا، مگر شہیت کسی اور ہی نقشہ کی تشکیل کر رہی تھی، اور عرب کی بساط سبب لٹ جانا اقلے بہر میں چکا تھا اور بدھران مردان کار کے سے اتوار روزہ میں کئی راہ میں مازہ پوری نہیں، مگر نرگونی چاہیں گے کہ یہاں ہو گئیں حضرت شیخ احمد، ٹیپن سائے چارہریں سے دیگر نفاذ اولادہ میں بن حضرت شیخ الاسلام مولانا مانی، مولانا نرگول، مولانا عبد الوحید منلی مقید رہے۔

اسارتِ مالٹے پانی

بالآخر ۲۲ جادی ۱۲۳۵ھ کو حضرت شیخ احمد نے اپنے خدام کے مالٹے سے پابکے گئے یہ روز نامہ تھا کہ شہرستان میں تحریکِ خلافت اور استقامت و وطن شہر و ساہو چکی تھی، حضرت شیخ الاسلام اپنے شیخ محترم کی ہر کالی بن ہنہ وستان آئے، حکومت مذکورہ جنگِ عظیم سے پہلے دولِ عظمیٰ میں شمار ہوتی تھی اس کو نام نہ ہو چکا تھا، اس کے مالک فرانس پر مشتمل جرمنی کے ہر ایک حصہ صوم کو روپ کے کفن فروزون نے تعمیر کر لیا تھا، تھامز، عروق، شرق اردن کے علیہ، و علیحدہ پاکستان بنا کر بے طاہری توہست میں دیدینے گئے تھے، حضرت شیخ الاسلام کے نزدیک آزادی شہادتِ اسلامیہ کے نزدیک ہے، ملکِ مسولی کی آزادی کا ہر ذریعہ تھا، اس لئے آپ نے اپنے مہینہ بیسہ جانا مقصد نہیں سمجھا اور صرف کار ہو گئے جیسا کہ ایک عربی کتب میں درج ہے، نامت ہند متراخ ہوتی ہے، دانی ایما حسب اکاداد تھا

آکالاہیتہ مسافرہ الی اقصی الدیار الهندیہ) آپ بفرمیں اعلا رکعتہ الخیاریہ من مقدمہ سے آزاد
 ہند کا پروانہ بیکر دار و ہندوستان ہوئے اور کارکنان ثقافت و قدر کے فیصلہ آزی کے مطابق حضرت
 شیخ الہند کی تحریک اور آپ کے مشن کی کامیابی کا سہرا شیخ الاسلام کے، صیۃ جمال احمدی کا طفراسے، مینا
 بندہ ملحقہ الحمد والمہد۔

امام ہند لانا آزاد کے اہل علوم کلمہ کی تصدیق

حضرت شیخ الاسلام پر اپنے شیخ اور مرشد کی اطاعت و محبت کا وہی قلبہ ہے جو سلفین میں
 علامہ بخاری کا ابن حجر کے ساتھ اور علامہ ابن قیم کا ابن تیمیہ کے ساتھ اور علی بن شیبہ کا اپنے شیخ غزالی
 کے ساتھ تھا، علامہ ابو یوسف کو بڑا دھوکا ہو، کہ انھوں نے حاشیہ نشی اور حاضر باشی کا نام اور اس وقت
 حال کلمہ کی تصدیق کا عیار لامت شامی، جو کلمہ ضابطی اور مرضی جو بکے سامنے تسلیم و رضا کے سوا اور دوسری
 اور کوئی چیز نہیں ہے، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بجائے شیخ الاسلام کو دارالعلوم کلمہ کی تصدیق
 سے نوازا، اور کلمہ رضعت کرتے وقت شیخ الہند نے شیخ الاسلام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھی
 تکون سے لگایا، یعنی سے چنایا اور تمام بدن پر اس کو پھیرا اس وقت کا عالم ہی اور تھا جو ان
 ناسوتی آنکھوں سے در اور اور او قفسین روز طریقہ کے نزدیک عطا فرموس روحانی کی خاص صورت
 تھی جس کے شواہد سلف سے متواتر ہیں، حضرت شیخ الاسلام کو قدرت شیخ سے جدا ہونا نہ
 اور حشاق تھا جس کے لئے سب کچھ قربان کر چکے تھے زندگی کے آخری لمحات میں اس سے
 جدا ہو کر دنیا گیزا سمجھا، بعض حضرات جو شیخ الہند سے خصوصی تعلق کے دعویٰ دیتے تھے، جب
 شیخ الہند نے مامور فرمایا چاہا تو یہ غدر کر کے جان چھڑائی کہ اس حالت میں جو رہائی شیخ سخت
 سوا بن و در ہے، حالانکہ اس وقت اس میں اس مفارقت کو خذہ پیشانی سے برداشت

کر چکے تھے بلکہ بعض تو وہ تھے کہ انھوں نے دولت آئینہ جہد و جہد کر کے خطرہ زناقت سے جان بچائی تھی۔
 یہ دو اقسام صرف شیخ الہند کی جائیشہ کی غازی کرتے ہیں بلکہ انہیں ہیں کہ آپ کے سوا کسی اور پر یہ
 منصب بدھوا تو آیا اور نہ پچا بیٹے تھا، چنانچہ آپ کی ہی بداندہ زندگی، غم و غم، شہداء و عداوت،
 حق پرستی، فریخ و صلگی، بندہ منی، تو، وضع و خاکساری اور آپ کا علم و عمل زبرد و تقویٰ و فیروہ ایسے
 دو صفت کہاں تھے کہ جو لوگ شیخ الہند سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے حضرت جانشین تیار کیا، پڑھ
 ہے یہ زبرد بند ملا میں کوئی گناہ و غیبت شاعر گناہ ہے سے

بجد کا بجد کل بجد و ماجد لا بجد بجد

ہر طرف کی بزرگی کوشش سے حاصل ہوتی ہے نہ اس وجہ سے کہ اس کے باب و اور بزرگ تھے اور نہ کوئی
 اور بزرگی کے بغیر، اور اپنے کے قابل ہے،

سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ علیہ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کے پہلے تک ملک میں کام کرنے والوں کا ایک
 جاکا طبقہ تھا، اور مذہبی مسلمانوں کا طبقہ تھا، ۱۸۵۷ء میں علی گڑھ قائم ہونے سے اس وقت سے
 جدید و قدیم تعلیم کا فرق ہونے لگا ہے، جہاں اسلام مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے، اس حقیقت کو پہلے
 دن سمجھا تھا کہ ہندی مسلمانوں کی خیر نہیں ہے، اور ہندی دماغی اندہ ہی، اور سبھی اس اعتبار سے
 ہندی مسلمانوں کے بھانست بن، بسا فرق ہو جاتا گا، اگر بروقت علی گڑھ کے قیام کی تحریک میں
 اصلاحات نہ کی گئیں تو آئندہ چل کر نہ صرف ملک کے حصے بجز بے جو جاؤں گے بلکہ دیوبند، علی گڑھ
 کی وہ کشمکش پیدا ہوگی جو پھر ہندی مسلمانوں کے سب سے بھرم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گی مولانا
 ناتوئی کی فرمائش، بہانی اور نثار و مرد مومن کے سامنے ہندوستان کی پچاس سال قبل دور

اور پچاس سال لہد کی سیاست تھی اس لئے آپ نے سر سید مرام سے خط و کتابت شروع کی اور
 چاہا کہ جدید و قدیم تعلیم کے فرق کو بچ سے نکال کر صحیح اسلامی فکر کو ہوں تسلیم کر کے میدان کو چھت
 لیا جائے، کیونکہ زمین کی بنیاد صحیح علم و عمل پر ہے اور علم نام ہے خود شناسی اور حد استناسی کا نتیجہ
 مرام اس بنیادی اسس کے خلاف تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ سر سید اپنے خیالات پر سختی سے اڑ گئے اور مولانا انور
 کو مشترک اور تعاون کا خیال چاہا، جس کا قصہ طویل ہے،

اس چیز کو کبھی نظر انداز کرنا چاہیے کہ حضرت شیخ الہند محمد امجد علیہ حضرت مولانا قاسم کی
 اس کمانی تھے کہ جو علوم و فنون انکار اور خیالات میں اپنے استاد حقیقی کے جانشین اور چھوٹے ہوتے
 کا ہون کے پورے کرنے والے تھے، یہ شیخ الہند تھے کون؟ ایک عالم ربانی و عادت یزدانی تھا جو
 اپنے کام و دہن میں نہ بوا نکلام کی زبان رکھتا تھا، نہ ہاتھ میں شیخی کا ٹھم، اس نے نہ انقلاب فرانس کی
 تاریخ پڑھی تھی اور نہ روس اور نیشکو کے انقلاب انگیز لڑ پھر کا مطالعہ کیا تھا وہ نہ کھید شنون کے
 مجوزہ تواریخ سے واقف تھا اور نہ ملٹن اسپنسر کے افکار و نظریات سے اس نے کسی دل کشی کا خطا
 اٹھایا تھا اور نہ عشرت کہ از رنگ کی کسی قدرت سے کام چوٹی کی تھی، ان سب چیزوں کے برعکس
 ان کا شیرازہ حیات قال اللہ و قال الرسول اور اس کی زندگی کا خیر، تباہ سنت نبویہ تھا، اس کے
 نکر و نظر کا تار پودہ احکام لئی کے انوار سے بنا اور شریعت اسلام کے آفتاب و چراغ تباہ کی شاعری
 سے گوندھا گیا تھا، سینہ میں مبر و استقامت کا ایک کوہ گران رکھتا تھا، بظاہر وہ اپنے
 گوشہ نشینت میں سب سے الگ تھا لیکن اس کی نظر جان بن بن زندہ کی تمام کر دین اور لیل و نهار
 کی تمام گردشیں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں ہنسل کا اگر میں حکومت سے حقوق طلبی کی
 جنگ لڑ رہی تھی لیکن شیخ الہند یہاں اس حکومت کا تختہ الٹ دینے ہی کا ہنشتہ تیار کر
 رہے تھے (مدنیہ)

جم کو تسلیم ہے کہ مولانا شبلی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد کے زبان و قلم نے عظمت کدہ سبد کے
 خص و خاص خاک میں آگ لگا رکھی تھی لیکن حریت طلبی کے ذوق کی غامی کار بھی یہ عالم تھا کہ نیک کی سب سے
 بڑی ترقی پسند جماعت کا تدم بھی حقوق طلبی کی منزل سے آگے نہ بڑھنے پایا تھا مگر علاوہ حق آنے وال
 جنگ آزادی کے لیے خاموشی سے بسا اور سپاہی تیار کر کے بھی علم میں مصروف نہ تھے۔ ان کا نصب العین
 نہ تو دین و دنیا ہم آئین تھا اور نہ ان کا مشیخ نظر دور مع ادھر کیف دور تھا بلکہ ان کا ہر اہم و استیوار
 باتو نہ ساز و تو بازمانہ تیسر پر تھا۔ اور ان کے نزدیک دین کا مفہوم ایک مکمل نظام زندگی تھا جس کی چھائی
 اور وسعت کا ایک گوشہ زمین و آسمان سے

اور پر گزر چکا ہے کہ مولانا نانوتوی نے چاہا تھا کہ جس تعلیم و تہذیب کے زریعہ مسلمانوں میں اختلاف
 کی رونق پیل پڑ رہی تھی، اس پر پہلے ہی دن ہمیشہ جلاوین اور ملی گڈے دو بونہ کے بنیادی تضادم کو ختم کر دین
 گزرا کامیابی ہوئی، حضرت شیخ احمد چونکہ حضرت نانوتوی کے ساتھ پر داختہ اور پوری اسکیم سے واقف
 تھے، رہبانانہ کے بعد ملی گڈے کے طلبہ نے مسلم یونیورسٹی قائم کرنی چاہی تو صدارت کی ذمہ داری
 شیخ احمد نے قبول فرمائی اور چاہا کہ کسی طرح ایک کو دوسرے سے قریب لایا جائے اور نصف صدی
 سے جو حکومت پرستی کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے خد پرستی میں اس کو تبدیل کر کے مسلمانوں کے باہمی اختلاف
 و تفرقہ پس کو قرآن کے کھڑے سے سمیر کیا ہے، اس کا روز بونہ کر دیا جائے پوری تفصیل بعد
 حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے میں ملاحظہ کی جائے، شیخ احمد کے خطبہ صدارت کی چند جملہ میں

ہیں اور شاد ہوتا ہے،

و بہت سے نیک بندے جن کے چہروں پر ناز کا نور ہے اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے،
 لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ صدارت جلد اٹھو اور استعفاء کو فرمائیے پھر ان کے ہون
 پر خوف مسلط ہو جاتا ہے خدا کا نہیں بلکہ باپک طاقتوں کا اور اس کے سامان عرب و عجم کا

اُسے دو سالانہ وطن و مہمانی گزرتی تھی جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کی غماز میں سے میری
 بڑی نیکوئی جا رہی ہے اور میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے
 اور وہ اور ملی گزرتی ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے
 اس کے معنی بتائیں لیکن اب نظر کیجئے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے اور اس کو دیکھا ہے

زبانہ علی گڑھ میری طرف آیا (مدینہ، اردو ستمبر ۱۹۸۸ء)

چنانچہ اسی درمیان میں جہانگیر علی کی بنیاد بھی شیخ الحدیث نے رکھی جو اس نظر پر کے بموجب قائم کیا
 گیا تھا کہ علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایسی آواز اور رسد گاہ جو جو گورنمنٹ کی امانت اور اس کے
 اثرات سے بالکل آزاد ہو اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی حقائق اور قومی احساسات پر مبنی ہو
 بلاشبہ شیخ الحدیث کی تشریف آوری پر مسلم نون کے اقبال کا ستارہ گردش سے نکل چکا تھا اور اس
 تھی کہ بند دستار کا نکتہ جلد سے جلد بدل جائے گا اور صدیوں کا دندہ جاتا رہے گا کہ آپ کی دنیا
 نے ہندوؤں کے کام کو بہت پیچھے ڈال دیا اور مولانا محمد علی مرحوم نے روئے ہوئے فرمایا: "آپ کی دنیا
 نے مکر و ثروتی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"

امام العصر اور دیگر مشائخ

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اعلا کلمۃ الحق کی خدمت انجام دیکر تقرب الی اللہ
 کا جذبہ کار فرما اور قرآن عزیز کو سارے عالم پر نکران بنا کر اپنے خدا کو راہنی کرنے کی خواہش تھی
 اس وقت تک ان کی تمام جہادوں میں جان اور روح باقی تھی اور جبکہ دین کے متعلق ان کا
 تصور یہ ہو گیا کہ وہ صرف انفرادی اعمال کی اصلاح اور شخصی نجات کا ایک ذریعہ اور موعظ و مصلوٰۃ،
 اور دو وظائف، خلافت قرآن کی پابندی نہ چہیت کی علامت ہے، اس وقت سے ان کے

اندھ من ادھ جب لدینا اور دہیتا مٹو تھے لے لیا ہے ہم کو مذکورہ بالا امور شریعی کی فرہیت سے اجتناب سے انکار نہیں بلکہ چار ادھایہ ہے کہ مذہب ایک باطنی جذبہ ہے جس کا اظہار زندگی کے جملہ اعمال سے ہونا چاہیے، کہ اسلام کی مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرنے اور دین حق کو غالب بنانے کا بیاد ہی نیکل برد سے کاروائی۔

پس نئی کام بہ بے کر کوئی ذیوی کام جب جذبہ دینی کے تحت اور اسلامی نصب العین کی بخت بن گیا جائے تو پھر وہ دنیا کا کام نہیں رہتا بلکہ دین دینی کام بن جاتا ہے بخلاف اس کے دنیا داری یہ ہے کہ ایک طرف ہم غازیں پر حسین اور داؤد کریم اور نوح کی بخت کو دعویٰ کریں اور دوسری طرف ہم کفر و شرک کی طاقتوں سے مدد ہنت کریں، کہ فراتہ تہذیب کے ظہر پر دینی دہن اور باب اقتدار کی برائیوں اور ناق شتاسیوں کو خاموشی سے دیکھا کریں کہ بارہ اظہار حق سے زمین نفع میں پٹکا جائے تو یہ ذیوی کام ہے اور ایسی برائی ہے کہ سارے دنیا دہر بر باد گناہ لازم سے ہی کو تیسر کرتے ہیں۔

جو سکتا ہے۔ لیکن سرچرے کو برے مذکورہ و باا سحر و خدات پر اطمینان رہو سون کی نیکوں کے لئے

مرف سورہ توبہ کی چند آیات پیش ہیں ارشاد ہوتا ہے

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِئِمَّتُكُمْ
 وَأَزْوَاجُكُمْ وَعِيسَىٰ تَكْفُرُوا بِمَا آمَنُوا
 بِهَا فَامْتَحِنُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
 وَمَسْأَلُكُمْ فِي الْأَنْفُسِ الَّتِي كَانَتْ
 وَرَسُولِي وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِي فَتَرَوْا
 حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْقَضَاءُ بِكُمْ

و سے رسول کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری باپ تمہارے
 بیٹھے تمہارے بھائی تمہاری بیویاں تمہارے
 اہل خاندان اور وہ مال جنہیں تم نے جس کیا ہے
 اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے
 ہو اور وہ قوم تمہاری جو تمہیں میند میں اگر
 یہ سب چیزیں اللہ اور رسول سے اور اللہ کی

سورہ توبہ کی چند آیات پیش ہیں ارشاد ہوتا ہے

تھوڑے سا تھوڑے آئے،

خود کا تمام بے کر یہ حفاظت کن لوگوں سے کی جا رہی ہے، ان سے جن کی نظریں اور عبادتیں کبھی غور و
 دلچسپی سے سمجھیں، جس کے اعمال صالحہ و فضائل اخلاق دنیا کی ساری تاریخ میں اپنی نظریں نہیں
 رکھتے، باوجود اس کے انھیں چیلنج کیا جاتا ہے کہ اگر زندگی کی محبتوں اور نعمتوں نے دین حق کی راہ میں
 اور علاوہ کلمۃ الحق کی طلب میں ادنیٰ سا رکاوٹ بھی پیدا کی تو خدا کے حکم کے مستطرب ہو، موت جو لوگ
 یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری نمازیں، دعائیں اور ریاضتیں بچاؤ کے لئے کافی ہیں، انھیں غور کرنا چاہیے کہ
 جب صحابہ کرام کو ان نمازوں، دعاؤں اور اعمال صالحہ کے وجود انجام سے اس کے ڈرایا جاتا
 ہے کہ بسا ادا اسلام کی سر بلند می اور دین حق کے غلبہ کی کوشش میں ان کے قدم سست پڑ جائیں تو ہم
 لوگوں کی عبادتیں اور شاہی تعویف کس شمار و قطار میں ہیں جب کہ ہم اے خدا کے دین کو سر بلند کرنے
 اور اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے ادنیٰ ترین قربانی دینے پر تیار نہیں، جی چاہے تو مزادہ توک کے معنوں
 کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے،

خلاصہ یہ نکلا کہ اگر دنیا میں اپنی آنکھوں کے سامنے اسلامی تعداد میں ہی ہوں کیسے پر گویا
 برس رہی ہوں اور آپ سجدوں اور خانقاہوں میں ایسی ایسی تسخیریں جیتے رہیں اور توجہ گزاری میں مصروف
 ہوں تو حقیقتاً آپ کو اسلام سے محبت ہے اور نہ کفر سے نفرت، لہذا پتہ چلا کہ امتحان کرنا چاہو تو
 کفر کی راہ میں تکلیف و مصائب برداشت کرنا، خوش نم میں کٹنی ہے یہ وہ کسوٹی ہے جس پر
 کھرے کھوسے کی تمیز ہو جاتی ہے، چونکہ ہم ہمہ جہت کے کچھ فراسخ اور درجات پر توجہ جو گئے ہیں، اس لئے
 خدا کی راہ میں مصونین برداشت کرنے اور کلام حق کے بند کرنے کے فرق کو نہیں سمجھا، تو یہ ہوا کہ ہر طرف
 کی ترقی کی خوشی سے ہم کو دست بردار ہونا پڑا،

حدیث میں آئے ہے کہ جب تم جہنم کی دم پڑ کر کہیں باڑی پر نہیں ہو جاؤ گے، اور اللہ کی

راہ میں جدوجہد ترک کر دو گے تو خدا تم پر ایسی ذات مستحکم کرے گا جس سے کبھی نہ کھل سکو گے
یہاں تک کہ پھر اپنے دین کی طرف واپس آؤ۔

چونکہ امام العصر کی زندگی کامل تبار نبوی اور صحابہ کرام کی تقلید ہے اس سے آپ میں مقصد
کی ملگن اور غضب و عین کا وہ عشق برکرس کے لئے کوئی قربانی نہ تھی جس کو اپنے گوارا نہ فرمایا ہو اور کوئی
مشقت نہ تھی جس کو اپنے دین حق کیلئے نہ سہا ہو اور کوئی تکلیف نہ تھی جس کا استقبال نہ کرتے ہوئے
نہ کیا ہو یعنی عشق کا وہ جنون ہے کہ جب سر پر سوار ہو تو تہہ تو محبوب کی طلب میں کوئی فراغت فرما
نہیں رہتی اور شوق منزلِ راد کی تمام دشواریوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ غلامیہ کہ امام العصر کی زندگی کا
خیر عشق کی وہ لہر انگریزوں اور چٹان نواز یون سے تیار ہوا ہے اور آپ کی ذات میں ایسا وہ قربانی اور ہر فریب
کی ایک دینا ہوا ہے اور ایسی وہ چیزیں ہیں جو آپ کو دوسرے مشائخ سے ممتاز کرتی ہیں کیونکہ صحابہ
کرام کے اتھاوا و غلامی کا پیمانہ جہاڑنی بہل شد تھا وہی روح اور پکی تڑپ آپ کے اندر بھی ایسا برابر
کام کرتی رہی ہے۔

اس سوتے پر ایک بات کا صاف کر دینا ضروری ہے جو کسی جانی ہے کہ اس باب تصوف و سوتک
اور ادیبانہ کہہ مہ نے اپنے زمانہ کے سیاسی اور تمدنی نظام کو کبھی اپنے انہوں میں نہیں یا بلکہ صرف
دی نماز روزہ اور دو نماز و غیرہ کی مقیم کرتے رہے اور اخلاقی نیعمات پر چلے اور دنیاوی کچھروں
سے الگ تھلا گد سے پر رہی تو جو مرگوز کردی اور دنیا و کرام پر یہ الزام غلط ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ کون
کرام کی نشوونما جس نظام میں ہوئی تھی وہ امت اسلامیہ نظام تمدن تھا، انہاں کہ حکومت کا طرز اور سیاست
کا نظام ضرور بدل گیا حالیکہ معاشرہ و تمدن کا پورہ ڈھانچہ اسلامی طرز پر بدستور قائم تھا اور اسلامی
غیر اسلامی فرقہ و فریالہ نہ تھی کہ تبارت کو نہ سبب ہل م تھا جس کو تقابہ کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن کیا
بند و ستہ؟ ان کے معاملات و ن سے یہ ہیں

یعنی شناسنا نہ دلیرا خطا درجاست۔

بانی رہا امام اسحق کی زندگی پر ملاحظہ الگ الگ گفتگو کرنا ہرے موعوم سے خارج ہے اگر کسی کو شوق ہو تو
اس شعر کو جقدر بھی ممکن ہو دست دے لے آپ کی زندگی سلسلے آتی جائیگی۔

زیستن طفل صفت پاک ز آلائش دہر واسے چون برزدن کار چہ برن کر دن

حضرت شیخ الاسلام کے بعض بیانی کا ناموں کی

مسلمانوں کے تفرق نے عرصہ سے مفکرین اسلام کو پریشان کر رکھا ہے کہ وہ کون سا طریقہ
انتخاب رکھ جائے کہ اسلام کا عروج ہو اور نہ ہی وسیعاً ہی اختیار سے اسلام ایک ہرگز دعوت
پنجانے، علامہ سید جمال الدین افغانی نے اس کا علاج اتحاد اسلامی تجویز کیا، اس بان اسلام اہم
کی خاطر دہر کی خاک چھانی اور اسی دعوت کی سعی بن جان جان فرین کے سپرد کر دی۔ ^{اللہ} وحی
عالیہ سے قریب تر یہی اسی تصور کو لیکر ترکی میں رحمت پاشاہ اور روسیہ زرکتان میں شیخ صدر اللہ
مصر میں شیخ محمد عیسیٰ، شام میں عبدالرحمن کو اسی، شمس اور بہت حد تک کامیاب رہے، اس کے بعد
مصر، ترکی اور ایران میں اسلامیہ کے بجائے یورپ، کی وطنیت کی پیچ پکار شروع ہوئی جس کے
علم پر وہاں دن میں مصطفیٰ کامل اور مفتی زانہ ایران ہونے اور ترکی نوجو، فون نے اسی راستہ کو اپنایا،
سندوستان میں سر سید مرحوم نے مسلمانوں کے تفرق کا علاج تجویز کیا کہ مذہب کے سوا ہر چیز میں
انگریز بن جاؤ، مگر ہندی مسلمانوں پر غم کی بڑی ہمت ہوئی کہ عین تفرق اور سقوط کے آغاز میں
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع نے مسلمانوں کی اصلاح اور دعوت کا ایک بنیاد نام
مرتب کر دیا تھا، شاہ صاحب کی دعوت کا محور و مرکز علم و عمل میں سلف صالحین کا کامل اتباع

تھا، اور حضرت شاہ صاحب ہی کا یہ فیض تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ تلامذہ جو مستشرقین ہو اور مشہور اور بلاور
 بزرگوں میں سے ایک مجاہد اعظم سر فرشتی وہاں نازی کا تصور لیکر مٹاتا ہے جو مجمع تجدید و اصلاح کے
 کے ایک ایسی صلاح جماعت پیدا کر دیتا ہے جس کی تفسیر صحابہ کے بعد آپ تک نہ تو دیکھتے ہیں
 آئی اور نہ سننے میں یہ حضرت یسدا احمد شہید کی ذات گرامی تھی **رحمۃ اللہ علیہما علیہما**
 ابتداء الی یوم الدین

تذیقہ - مصحفین اور علماء و مشائخ نے بے شمار سلام کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں
 اور ہزاروں بندگیان خدا کو ان سے ہدایت ہوئی ہزاروں کو ان کی وجہ سے کلمہ نصیب ہوا ہزاروں
 کے فائدے اچھے ہوئے آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ان سے جاری ہے لیکن ان سب کے
 بعد وہ حلقے اور عمل کے درجے ہیں

حضرت پتہ صاحب نے جماعت سازی کے بجائے افراد سازی فرمائی اور ماحول کی تبدیلی
 پر اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی اور نہ پید کر دیا کہ روحانی ترقی ہو یا کمال باطنی، ذہنی، سیاسی
 ہو یا مذہبی و تعالیٰ بدون ثنوت شادت، لیکن بت پرستی، مجاہدت کی تکمیل سے دست بردار ہو کر
 وہاں بڑی، جہاد و قربانی اور تجدید و انقلاب کی جستجو کے لئے جس روحانی و قلبی توجہ، جس دعا
 و شخصیت، جس اخلاص و ولایت، جس جذب و کشش اور جس جوصلے اور محبت کی ضرورت ہے وہ

بسا اوقات روحانی ترقی، معنوی باطنی، تہذیب نفس، ریاضت و عبادت کے بغیر نہیں پیدا ہوتی
 اس لئے تم کو کہتے کہ تھوڑے، اس میں بعد وہ نہ دانا، نہ کادنا ہے، انجام دینے میں ان میں
 سے اکثر افراد روحانی حیثیت سے بلند مقام رکھتے تھے، ثنوت شادت سے پرہیز تھے ان
 آخری صدیوں ہی پر نظر ڈالو، امیر مہد نقاد، لجنہ نازی مجاہد خزانہ احمد اسودانی، ہمدی سوڈانی
 سیدی احمد اشرفی السنوسی (رام سنوئی) یسدا احمد شہید اور آپ کے خلفاء میں سلسلہ خشیت مبارک

کے نامور شیخ حاجی عبدالرحیم دلائی، پبائی نور محمد چنگھانوی اور اس سلسلہ کے دوسرے حضرات
 مولانا حاجی امداد اللہ صاحب کھٹک، مولانا ماسم ناٹوی، مولانا شہید احمد گنگوہی، شیخ الہند اور شیخ
 الاسلام مولانا دانی کو حضرت پیدائش سے اب گہرا دعائی و جہادی رابطہ ہے کہ جس پر کسی دلیل
 کی ضرورت نہیں ہے۔

ہوتے سیرت میں بن مردانِ دلاور ممتاز ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے جل
 خلاصہ کہ روحانی ترقی اور باطنی کمال میں شوق جہاد اور دوزخ شہادت کو جو دخل ہے،
 قرآنی صداقت اس پر ہر تقدیر بت کر چکی ہے وہ غیر مجاہد کو کون نصیب ہو سکتی ہے، فن
 سو کہ اللہ قوت نسبت میں حضرت حاجی عبدالرحیم مشہور شیخ اور عارف تھے آپ کی شہادت سے
 کہ اگر میں پیدائش سے بہت بغیر مر جاتا تو میری موت بری ہوتی یہ کون سی چیز تھی یا کون
 کسی تھی ہر ہی جذبہ جہاد و املا، کائنات کی کمی، خود حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ تیار ہی جہاد کی بدست
 جو منتدی اور خرد برکت عطا کی اس کے دسویں حصہ کے برابر ان اول مسائل کی تمام خبر و برکت
 کو نہیں پاتا ہوں، (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرت شہید)

سنت کو اس سر تو زندہ کرنا اور خوفِ سلطان دوسرے کو اپنے جوتوں کی ٹھوکروں سے پامال کر کے اور
 افضل الیاء کو حق میں سلطان بنا جا کر مرادنت کو بھرتی کر کے یہاں سے
 عمریت کرانے اور منصور کھنڈت

من از سر نو زندہ نم دار و سن را

دوستویر شاعری نہیں اور قیامت میں، مقدر کرچی کے بیان کے یہ آخری کلمات، اگر گوشت
 نبی زردی چھینے کو تیار ہے تو مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہوں گے اور میں پلا
 شخص ہوں جو اپنی جان قربان کروں گا، اور جو میدان جہاد میں سرکھنڈت لگے گا وہ حسین احمد
 ہوگا مولانا محمد علی مرحوم نے شیخ اسلام کے تدریس کو چوم ہا اللہ اکبر العظيمة قلم سے
 وان یثک لادب ان الموت

نقل مرثیٰ ابوالسیف آمل

(حسین ابن علی)

باتین بنانا، ترک دنیا کا شوق دینا، نفوس و سلوک کی گتھوں کو سلجھانا، سالہا سال اٹکنا، دکھنا
 میں گذر دینا، مراتبات میں لگے رہنا، استغراق و جبل کی زندگی بسر کرنا، خلوت نشینی و غزلت گوئی
 اختیار کرنا، مطالعہ کتب سے بھر پورا کرنا کسی علمی اور دینی تصنیف و تالیف کی قابلیت ہم سہ پہنچنا
 بہت آسان ہے لیکن جو چیز سب سے زیادہ مشکل روح فرسا اور صبر آزمی ہے، وہ میدان میں نکل کر زہر
 و تنوئی، علم و فضل کے ساتھ خدمتِ خلق، انواع انسانی کی ہمدردی، غم و استقلال، صبر و تحمل،
 رہنا و تسلیم کے ساتھ دولتِ عمل، مخلوق کی پچی بھی خواہی جو کبھی مسجد میں بیٹھے جائے کبھی ماتم
 درس میں، کبھی غم پر کھڑا کرے کبھی سیاسی پلیٹ فلام پر کبھی اپنوں کی گلابان سنوائے وہ کبھی
 پانچ زخمیں نازن میں بھائے،

دانون کو تمہا لیل رہا، ان کو با انہما فرسان کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کرے
 ٹواری مسلم کی مشر، بریند کو کونم کرے اور میں اوجاب کو سزا دے گا، از سے بھڑے، اتنی پر

صبح صاوت کی کریمین حکیمین نووہ تہہ و استغفارین ستوں ہو جب آفتاب روپوش ہو جائے تو مخلوق
 اپنی آرام گاہوں کی طرف دوڑتیں، اور اہل و عیال کی جیل پیل سے دن بھر کی کونٹ اور کرن میکن
 یہ بتلانے سوز خلقی، است مرحومہ کا سنا مرتبہ خوان، دور دورہ کے سفر پر جریب مل، اور آزدی نمبر
 کا دوسرے دنیا مردوں کو زندگی بخشنا اور ہر کی خاک چھاننا، اپنے پروردگار کے سامنے سرسجھو دو مہتر
 گریہ و بکا ہوا اور، اپنے طول طویل تبم دیکھو سے راہراہن خشک اور شاہی تصوند کے زمینوں کی تلوت
 خانوں کو شرابا ہوا اور سادے کشتے توڑ کر عشق حق کا یہ تر، نہ گار ہا ہوسہ

بانشہ دروشی در ساز و دادم زن چون پنخہ شوی خود ماہر سلطنت ہم زن

غرض حکیم زہرستہ کو اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ سننا، یا گیا، بنادیکے جرم سے لڑین کو بری قرار
 دیا گیا، سبب زبردغات ۱۰۵۰ اور ۱۰۹۰ (تقریباً) بند حضرت شیخ الاسلام اور آپ کے نام رفاہ کو دراز
 سال تہہ باشتت کا حکم سنایا گیا، اسی سلسلہ میں محمد علی مرحوم نے حضرت شیخ سے ترجمہ قرآن
 مجید پڑھا اور حضرت امام العصر کی زندگی کا اثر محمد علی مرحوم پر بہ خاک بر سر اجلاس حضرت تہہ کو اپنا آت
 کیا اور پھر تہہ اپنا چیتا بھالی کہا کرتے تھے،

جیل نائلون میں حضرت شیخ کا محبوب مشرف قرآن حکیم اور اہل سوک رہا چنانچہ آپ کے ماٹا
 اور کراچی سے علم و توفیق کے ساتھ حفظ قرآن عزیز کی دوستی کر دیں آئے، کتب کراچی اس سلسلہ
 کی بڑی دستاویز ہے، جس میں جلد میں کہیں درنا ہے منصل کتب حیات شیخ، سلام صفحہ ۶۰ میں
 موجود ہے، غرض حضرت انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 سیرت طیبہ سے یہ بات معلوم ہے کہ ان منظم علیہم السلام پر وہ جہانی مدعا ٹپتے تھے اور جس قدر ان پر لوگ
 سب زہریازی ذمیر اوروشی کی اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں نام اتنی بات ضرور ہے کہ دنیا میں کسی کو اتنی
 اذیت نہیں برداشت کرنی پڑی تھی حضرات انبیاء کو تو کوئی وجہ نہیں کہ جو منصب، است پر فائز رہے

نیابت دور، شکی مقام پر تھکن، تجدید و اصلاح کا علمبردار ہو اور وہ پندرہ سو سے گزدارے مجدد ہو جا
 بڑی غلط بات ہے کہوں کہ: نبیاء علیہم السلام کی سیرت کا جزو لاینفک حریت اور جماد کا ایسا رہا ہے ^{حظ} پھر
 مکاشفات یہ زمانہ اگر ایسا اور ان کے جانشینوں کی زندگی سے جہانی مصیبتوں کا اٹھانا، جان پر کھینٹنا، سزوں
 ہونا نکال دیا جائے تو پھر فی صبی یا بختی کے ساتھ تو جی یا الصبیور اور فانیہ عنی لشکر و الصبر علیہ سا
 اصابت کی حقیقت کس طرح جلوہ گر ہو سکتی ہے اور ان نفس ایما کہ معنی کا منظر کون ہو گا؟ وہ جس کو
 دار و دین سے رزہ آئے یا وہ جو کراچی اور اٹاک کے قید خانوں میں، نبیاء کی زندگی کا ثبوت پیش کر رہا ہو
 پھر باگیا ہے

نازنین جان نازناوش شد نہ
 کہ گدائے تو با ناز و گری ناز و
 پارسیان ہم تازند بزہد و طاعت
 اکس ندیم است کہ برد امن ترمی ناز و

شیخ الاسلام اوزیر اسلام

اسلام ایک، برکرم تھا اور سلخ خاک کے ایک ایک چہ پر پر سا لیکن فیض بقدر استعداد و سپہو پنجا
 میں خاک میں جس قدر تابیت تھی اسی قدر زیادہ وہ قینباز ہوئی اور ایک ایسی نفسیاتی غلطی ہے
 جو بین اسلام اور تو سبب مذہب کے، اسباب کو ظاہر کر رہی ہے کیونکہ اسلام ہر کرم سے پریم و حرمت
 اخلاق اور رواداری ہے، خلوص اور طبیعت ہے، ہمدردی خلق اور نئی نوع انسان کی خدمت ہے
 تو وضع اور خاکساری سے جی پرستی اور جی شناسی ہے، پجائی اور ایمان داری سے یہ اوصاف انسانیت
 کا زور، جذبہ کشش، اگر وہ لگی دھیلاں طبع کے وہ سہیما رہیں جن کا نہ کوئی روک ہے اور نہ جن کے
 جو عمل سکے کوئی حربہ کارگر ہے، بس میں طریقے سے اسلام ہندوستان کے مختلف حصوں میں
 پہنچا ان میں علامتی اور صوفیاء کرام کی زندگی کو سب سے بڑا دخل ہے، اگر یہ کہا جائے کہ حکومت

کے زور و زور سے اسلام پھیلا تو اتنا کہہ دیتا اس کی تردید کے لئے کافی ہو گا کہ دینی، اگر وہ اور کائنات، محمد اور احمد، بار و غیرہ کے نواسح میں جو صدیوں مسلمانوں کی حکومت کے مرکز رہے اب بھی مسلمانوں کی تہذیب اور دوسری قوموں کے مقابل میں کم تر ہے مالاکنہ مسلمانوں کو زیادہ ہونا چاہیے تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی باہمی بیشتر و علاقوں میں ہے شمال مغرب یعنی صوبہ سرحد، سندھ، کشمیر، پنجاب اور شمال مشرق یعنی بنگال اور آسام میں بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کی بکراؤ ہے؛ سائے جو اب ہے کہ یہ اسلامی تنظیم کا اثر ہے چنانچہ بالابار، بکرات، کچھ، اور شمالی ہندوستان کے بعد بڑے پٹے جس علاقے میں اسلام پنچاؤہ بنگال اور آسام سے یہ علاقہ قطب الدین بہک کے مدھی میں بنیاد رکھی، نے فتح کر لیا تھا جس سے پورے بڑے جوڑی چھوڑ کر بنگال گئے، وہ مولانا جلال الدین تھا میرٹھی تھے جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور میرٹھی نسل کے تھے بنگال میں آپ کی ذات سے بڑا فروغ ہوا ہیں بلکہ آپ کی خاندان سے وہاں پہلے بت خانہ تھا ایساں کے تمام پجاری آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے، آپ کی وفات ۱۲۶۵ء ۶۲۲ھ میں ہوں فرزند سلسلہ میں ہے،

شیخ الاسلام کی تہذیب کا سب سے اہم کار صوبہ بنگال اور آسام ہے یہی صوبہ حضرت تہذیب شہداء اور آپ کے خاندان کے دائرہ رشتہ و ہدایت کا بھی مرکز تھا، چنانچہ مولانا کراست علی جو پوری اکاون سال تک ان صوبوں میں ہدایت کرتے رہے اور وہیں رنگپور میں رحلت فرمائی ان اکابر کے یہ صحیح ثابت نے بھی اس علاقہ کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا، جہاں سے گمشدگان روہ کو دولت اسلام دی جاتی اور روہروان معرفت کو وہاں زندگی عطا کی جاتی تھی۔

۱۲۶۵ء سے ۱۲۸۱ء تک تقریباً سال آپ بنگال میں اور سلطنت آسام کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دینے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس علاقہ کی اصلاح

کے لئے آپ کا قیام رحمت خداوندی اور نایب شہی تھا، اس عرصہ میں درس و تدریس کے علاوہ آپ کا
 نرسنگ، تبلیغ و اصلاح تھا، جو ہر آسام کی مرطوب آب و ہوا میں کافی اجناس کے بغیر صحت کا باقی رکھنا
 بالخصوص غیر سنجالی اور غیر ساسی کے لئے امر محال ہے، نہ یوں، نالون، اور سیلاب زدہ، شہی زمینوں کا
 سلسلہ ہے جس کا نام آسام اور بنگال ہے، قدرت نے گویا اس کو طوفانوں، سیلابوں، ڈبار، شون
 کے لئے بنایا ہے، مگر انسان نے زبردستی رہنا شروع کر لیا ہے اور سطح زمین نہیں اتنی اونچے آب پر کشتی
 کے سینہ ہی کو سکھ بنا رہا ہے، ایسی سرزمین میں کسی خشک ملک کا باشندہ کس طرح صحت باقی
 رکھ سکتا ہے، مگر حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کو خداوند عالم نے فوق انوارت بہت عطا فرمائی ہے
 آپ نے پتہ سنا تک وہاں قیام ہی نہیں کیا، بلکہ سطح آب کو سطح زمین کی طرح تبلیغی دوروں کا
 گواہ بنایا۔

دہندی اور ناسے جو ہر آبادی کے گردا گرد ہیں اور ایک آبادی کو دوسری آبادی سے جدا کرتے
 ہیں اور بسا اوقات ایک ہی آبادی کے سینہ کو چاک کرتے ہوئے گزرتے ہیں گویا شہر کی گلیاں
 تھیں جن کو بلا تکلف حضرت شیخ الاسلام آگے دھت ملے کر کے قرب و جوار کی آبادیوں میں پہنچتے
 اور غلط تبلیغ فرماتے،

ایسا بھی ہونا کہ ان خطرناک ندیوں اور نالوں کو طے کرنے کے بعد جس گاؤں میں پہنچتے وہاں
 شہی بھرانوں ہی کا اجتماع ہوتا، مگر آپ مجمع کی قلت سے کسی بھی کبیدہ نکالنے ہوتے اور سات
 آٹھ آدمیوں کی مجمع کو بھی سی بنائش کے ساتھ، شد کے احکام سناتے جس سرت اور دوار کے
 ساتھ ہزاروں کے مجمع کو ان مجاہدات کا اثر بہت خوشگوار ہوتا، تھوڑے عرصہ بعد ہی سلت اور کچا
 ریفر کے مصالح، آپ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ کے اخلاص و انصاف سے متاثر ہو کر حلقہ اور دت
 میں داخل ہونے لگے، چنانچہ یہ علاقہ جہاں میں سالہ پیشتر دو چار عالم ہی ہوں گے، بفضلہ تعالیٰ

گلشن علم بن گیا ہے اور اردن کے قریب عربی مدارس صرف ضلع سلط بن قاسم ہونگے ہیں جن میں ہزدون بچوں کو نہ صرف یہ کہ روایات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ بعض مدرسوں میں عربی کی انتہائی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ تجوید، درقرأت، تیسیم کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ اس علاقہ کا ہر ایک بچہ متوسط درجہ کا قاری ہوتا ہے، ہاگما وغیرہ کے مدرسوں میں کئی کئی سولہ تعلیم پاتے ہیں جن کو تیسیم کے ساتھ، خاکار اور پڑھی سکھائی جاتی ہے اور نوٹ وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

وجہ تشریح الاسلام

فریضہ آزادی ہند

آزادی ہند کا فریضہ نام ہندوگان ہند سے زیادہ مسلمانوں پر ضروری اور لازم تھا۔ اس نے ہندوستان کی اکثریت و اقلیت دونوں نے اس میں حصہ لیا اور علماء کی اکثریت ہمیشہ پیش پیش رہی اور جب کبھی کوئی کمزوری محسوس ہوئی تو اس کو آگے بڑھنے نہیں دیا گیا، چنانچہ شیخ احمد نے ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الرحیم، اے پورٹی حضرت مولانا محمد من امروہی، حضرت مولانا تھیل احمد ساہنوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو اکٹھا کر کے زمانہ کی موجودہ ضرورتیں ان کے سامنے پیش کیں۔ سب نے موافقت فرمائی اور صرف مولانا تھانوی نے صنف تذب کا نذر کر کے معذرت کر دی، (ملاحظہ ہو علماء حق صفحہ ۱۷) اس طرح مولانا منظور نعمانی مدظلہ نے حضرت مولانا تھانوی کی خدمت میں حاضر فرمادی تو اور باتوں کے ضمن میں موجودہ دور کے نشوون کی توت اور مسلمانوں کی موجودہ شکستہ مانی وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا: یہ ایسا وقت آگیا ہے کہ اگر کوئی شخص مائیت کی انتہائی خرابی کی وجہ سے ایسے ہو جائے اور اس لئے اصلاح حال کے واسطے وہ کوئی بڑا اور اہم قدم اٹھائے مہبت نہ کرے تو اس کو صاحبِ بخت سمجھ کر سزا دینا چاہئے۔

ہند کا مسلمانوں کے ہندوستان کے ہندوستان کی غیرت و دونوں قوموں کے انسانی
 میل جول اور صحیح فہمی زندگی کے اندر منحصر ہے اور ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کی جنگوں کے
 کا مستقبل روشن ہو سکتا ہے کیونکہ تقسیم سے پہلے قیادت عظمیٰ نے کوئی عمل تجویز نہیں کیا تھا جو ہندوستان
 مسلمانوں کی قسمت پر کوئی بھاری اثر ڈال سکے تقسیم ہند سے ۳۰ برس بعد ہی، ہندوستان اور پاکستان کی
 عورتوں کی ہوئی اس سفر کی کی نظر تاریخ میں فرانس کے بار تقلمی جنگ سے اور پیرس کی گلیوں کے
 خون میں مٹی ہے کہ جس سے دریا سے سین کا پانی لہو بن گیا تھا، خدا کے حضور میں یہ خون ضرور رنگ لائے گا

ایک عارف باللہ کی شہادت

چونکہ امام العصر کا رسم گرائی دور، سما و سہارہ کا مجموعہ ہے یعنی حسین اور احمد شان احمدیت کا
 ذکر اپنے موقع پر ہو چکا ہے، نشان حسینیہ پر حافظہ عطا اللہ بن حضرت مولانا مصلح اللہ شاہ
 بخاری منظر السانی سے بروایت مجددیہ ایک بطریق ثقات پہنچی ہے کہ شہر جالندھر مسجد غلام رسول
 صاحب بن حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری دامت فیہم تشریف فرما تھے اور حج علماء
 اور صحابہ کا تھا حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ بھائی حضرت شیخ مدنی کا ذکر کیا پوچھتے ہو پہلے تو
 ہم یون ہی سمجھتے رہے کہ وقت کی نرا کون اور شہ گاہ آریوں میں جب ہم نے اس مرد مجاہد کو
 آنکھ اٹھا کر دیکھا تو جہان شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر بڑھ دیکھا، جی حضرت اس وقت ہر دو
 منصب پر نائز اطرام ہیں اور ملک و ملت کی خاطر باطل کے مقابلہ میں حق کا اور امن تمام کر میں مرد
 دار صورت میں استقامت اور استقلال کے ساتھ تر با بن پیش فرما رہے ہیں یہ شان حسینیہ
 کا مظاہرہ ہے،

حضرت امام العصر کا صحیح موقف اور مقام نہ سمجھنے کی بنا پر خواہی تک کوادھو کا ہوا اور

، خون نے اپنے اوپر تباہ کر کے جو جی بن آیا کٹھا اور کر دکھایا اور اس پر اصلاح اور توجہ کی ضرورت نہیں
 بھی کہ آپ کی باتوں کو سنتے، تقریریں پر غور کرتے، کیا مدینہ منورہ اور ان کی زندگی قدرت کی طرف
 سے ایک فریگانہ نہ تھی جو آپ کو دی جا رہی تھی، خود مدینہ منورہ محیط وحی اور مرکز اسلام ہونے کی
 وجہ سے اپنے سے اسلام کے مشاہیر اور یگانہ روزگار اشخاص اور مجال کی آمد و رفت کا ذریعہ تھا اور
 امام العصر کو ان سے ہمارے خیرالات کا موقع ملتا تھا، انشا میں غازی احمد پاشا والد امجد غازی انور
 پاشا و امجد جرنی، اور دیگر جرن و ترک ماہرین سے راست سے نہ آکر، جاری رہتا، جن کا لازمی نتیجہ
 تھا کہ انگریز کی اسکیم اور بنیاد اسلام کی بربادی کے تمام منصوبوں اور اردوں کا حقیقی علم حاصل ہوتا
 رہتا تھا، مزید برآں حضرت شیخ الحدیث کی صحبت اور خصوصاً توجہ سے سونے پر مہارگ کا کام کیا اور آپ کی
 انگریز دشمنی کی وجہ سے بڑی وجہ سے جرن تیار پائین اسلام میں اس طرح کی قومی عصیت اور ٹکی وٹیل
 منصب کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ انگریز دشمنی کی وجہ سے ان کے غیر انسانی کارنامے ہیں، جیلا جن نگاہوں
 میں جاہ و جلال محمدی نے گھر کر لیا اور آپ کا دل قدرت لم یزل کی بے پناہی کا نشین بن گیا ہو، وہ
 صولت سکندری و بدینہ خسر و کئی کوئی اہمیت اے سلکنا تیار ہی وجہ ہے کہ امام العصر کی ذات گرامی
 جدید و قدیم روزگار و نظریات کا ایسا سنگم اور جنرل معلومات کا ذخیرہ، شبہ ہے کہ میں کی نظیر خاتما ہوں
 اور اس میں گویا ناپید ہے اور اگر یہ کہا جائے تو خلاف نہ ہو گا کہ شاہ ولی اللہ کے بعد حضرت امام
 العصر نے علماء کے طبقہ میں جس قدر کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور معاش و مواد کو یک نواہیت دیکر
 اپنے اس قومی کو کم کیا جو ^{۱۸۵۷ء} کے بعد پیدا ہو گئی تھی، امام العصر کی ذات گرامی تھی آپ نے قوم و ملت
 کے سامنے معاشی و اقتصادی پروگرام رکھا اور بتایا کہ انگریز نے ملک و ملت کو غلام بنایا کی دولت پر
 لیکن تمہیں ایک اقتصادی اور معاشی لوٹ دوسرے تعلیم کے ذریعہ خیالات میں تبدیل، چنانچہ آپ
 کی شاہد ہی کوئی تقریر اس سے نالی رہی ہو، معاش اور اقتصادی نقطہ نظر سے آپ کی تقریریں ان میں

جو غیر معمولی معلومات اور یہ دو اہمیت ہونی چھین گئے، پنجابی کے بعد اور کوئی دوسری انیسویں لی سکتی
 سوت، پکاس، تلہ کا کیا نوح سلاطین ہند کے وقت میں تھا اور اب انگریزوں کے زمانہ میں
 کہا ہے، ایک مسلسل سلسلہ ہوتا تھا، اس کا مقصد اس کے سوا، اور کچھ نہ تھا کہ غلامی کی زنجیر کو جلد از جلد
 توڑا جائے، سپیکٹرون ناما نسبت اندیش لوگوں نے اعتراضات کئے کہ کہا اہل اکرام قرآن و حدیث
 بھول گئے اور صرف آنے والی کا جہاد ان کو یاد رہ گیا، مگر قدر بہت زیادہ کہ ہندوستان کے یہ غیر مسلم
 جو عداوت پر ہندو پرستی کا الزام لگاتے ہیں، گذشتہ جنگ جرمنی میں انھوں نے عراق، شام،
 ایران وغیرہ اسلامی ممالک کو انگریز کے لئے کیوں تباہ کیا خاص قبیلہ ایمان اور کتبہ سلام پر کیوں
 گویا جان چلاؤ، کیا اس کا سبب زبردستی سبب بھوک اور فاقہ ہے، روزگاری اور تیسہ تسی نہ تھی
 یا ان کے دلوں میں اسلام اور ایمان حرمین شریفین ہو گیا اور ترکوں سے کوئی بغض پیدا ہو گیا تھا؟
 نہ نہ شاہ ہے کہ امام مصر کی ان تقریروں اور تحریروں کا اثر بیکار نہیں گیا اور لوگوں نے
 دیکھ لیا کہ انگریز بڑی ہشیاری کے ساتھ بنا بوریہ ہسٹریا کر پٹا بنا اور شیخ احمد کاشن کامیاب
 رہا، باقی جنھوں نے محض دنیاوی اقتدار کی خاطر سافرش کے بندہ بات پیدا کر کے ملک کا بیچارہ کر لیا،

ان ہی کو مبارک رہے

بیکاری جنوں کو بے سرپٹنے کا شغل
 جب باتہ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کو

سقیفہ چاہیے اس پھر بیکاروں کی کیلئے

وام، مصر کے اوصاف کمال کے چند واقعات آپ کے تو اسے نکری اٹھی کے بہترین ترجمان

ہیں ان ہی پر دوسرے اوصاف اور اخلاق کو سمجھا جا سکتا ہے، نام کے حصر کا مہر

نہیں

(۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے روایت ہے کہ جب حضرت نور احمد فی ثریا حج سے تشریف لارہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن لاہور پر نہرٹ زیارت کے لئے حاضر ہوئے، حضرت کے متوسلین بن صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ بھی تھے جو دیوبند تک ساتھ گئے ان کا بیان ہے کہ رین میں ایک بندو مشیل میں بھی تھے جن کو ضرورت نہرخت لاقی ہوئی وہ دروغ حاجت کے لئے گئے اور اٹے پائوں بادل نافواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی بھی گئے تو آچند سگریٹ کے ٹوٹے بوئے ڈبے اور پانی کا بوتلا لیکر اس پانخانہ میں گئے، وہ اچھی طرح صاف کر دیا اور پھر بندو دست سے فرمانے لگے کہ بجائے پانخانہ تو بالکل صاف ہے شاید آپ کو راست کی وجہ سے کچھ تازہ نہیں ہو سکا۔ چونکہ ان کے کہنا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے پانخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ دٹھا اور جا کر دیکھا تو پانخانہ بالکل صاف تھا بہت سا اثر ہوا اور بھر پور عقیدت کے ساتھ غسل کرنے لگا یہ حضور کی بندو نوزی ہے جو کچھ سے باہر ہے۔

اسی اٹھ گئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس یہودی نمان کی روایت کو سامنے رکھنا چاہیے جس نے رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر اقدس پر گندگی کر دی تھی اور آپ نے دست مبارک سے اس کو صاف نہر بار ہے تھے تو اس پیکر فقی نبوی اور منظر جمال محمدی کی بے نظیر اور نفس کشی کا کچھ سراٹھال سکتا ہے۔

(۲) مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے صاحبزادہ مولوی حبیب اللہ صاحب دہلوی صاحبزادہ میں شریک تھے کسی گستاخ نے ایک دفعہ بھجوا تھا جس کا جواب امام عصر نے دوسری نشست میں نہایت نرم و بیباکی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوستانہ گفتگو کے لئے نکلنا ہے کہ تو اپنے باپ کے نہیں ہے تمام مجلسیں یمنایا ہیں برپا ہو گیا اور ہر طالب علم غیض و غضب میں بھر گیا آپ نے فرمایا کہ خبردار کسی کو غصہ کر بھی ضرورت نہیں میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کر دوں، فرمایا میں غصہ نہیں آبا د نصیب تانڈہ

محمد اشرف پور کا رہنے والا ہون اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں خط نیچ کر
 یا جا کر سمجھ لیا جائے۔ اہل سنت و جماعت کی انتہا ہے اگر جی میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 اس حدیث کو سلفیوں نے رکھ لیا جائے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلا ان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھا ڈوسے
 بلکہ بہادر وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو منسوب کر دے
 (اداکال قال علی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے روایت ہے کہ پوچی بن میری تقریر تمہاری مدت
 کو تین بجے تقریر سے ناراض ہو کر لپیٹ گیا۔ میں اسی وقت داتا گنج بخش کو عرض کیا کہ کوئی میرے بیرون
 کو بارتا ہے۔ میں نے کہا خیر نکو عادت بھی ہے کوئی دوست ہو گا۔ مگر اسی کے ساتھ یہ معلوم ہوا
 تھا کہ یہ مٹھی تو عجیب قسم کی ہے باوجود اس کے چند رخصت ہوتی بارہی ہے سر اٹھایا تو دیکھا کہ
 حضرت شیخ مدنی ہیں۔ فوراً پھڑک کر چار پائی سے اتر پڑا اور نہایت سے عرض کیا تمہاری کیا
 ہم نے اپنے لئے جنم جانے کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کر
 جنم پیچھے رہے ہیں، شیخ نے جواباً فرمایا اپنے دیر تک تقریر کی تمہی آرام کی ضرورت تھی اور
 آپ کی عادت بھی تھی، اور مجھ کو سعادت کی ضرورت، ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا میں نے
 خیال کیا آپ کی نماز پوری نہ جائے تو ہائے حضرت میں سے کیا غلطی کی ہے۔ سچ فرمایا گیا ہے۔

فردوسی است دین رسیدگان کما کہ چون سوار بر منزل رسد پیادہ شود

اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ذات گرامی ایک پیکر
 موم شستی، مگر ہم نفسی و فرساختہ حشی کا مرتبہ حق گوئی و حق پرستی کی جینی باگتی تصویر ہے۔
 جس کی جنبش لب اور عوش اعظم کے دریاں اور سلسلہ ربط اس کی جدیدیت نے قائم کر دیا ہے
 جس کا ہم رویداد سے عقل و علم کی آنکھیں محروم ہیں اور جس کے تسلیم و رضا کے ثبوت نے ہر طرح کو

شیریں اور ہر صہیت کو، رحمت اور ہر آگ کو پانی بنا دیا ہے پس قابل رشک سے وہ سینہ جو اس بارگاہِ کائنات کا تھل ہے اور بارگاہِ جن وہ لوگ جو صحیح عقیدت اور اخلاص و مجربت کے ساتھ آپ کی زیارت اور آستانِ بوسا پر فخر کرتے ہیں کہنا کہ ایسے دربارِ دن میں صرف خادمِ نیت و صدقِ عمل کی نذر مقبول ہو کر تھے۔ اور طبع سکون کا، اس دربار میں طبعِ نہیں۔ لذتِ آشیانِ عشق جلتے ہیں کہ اگر کسی کو شوقِ لقاء ہے تو امامِ عصر کی طرح اپنے آپ کو اس راہ میں فنا ہونے اور مٹا دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے، غرض چشمِ فلک نے شاید دیکھا ہو لیکن، پنے جیسی ہزاروں الائکھوں اور کروڑوں آنکھوں نے حضرت امامِ عصر سا برہنہ، چاکش، بیجا، متواضع، ہنسکرو بے نفس، پاک شرب، بے غرض سلوک کرنے والا، اپنے اندر پورا پورا بھروسہ رکھنے والا، مخلوقِ الہی کا کسی خواہ دیکھا نہیں سکا۔

سے حضرت اللہ ہوں دوما ایتین بمنزلہ
ولقد اتی بھیرن عن نعلہ اٹلہ

زندہ کرامت

کرامت اولیاء اللہ سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن ولایت کا جو مفہوم عام ذہنوں کا سمجھنا ہوتا ہے وہ یقیناً دینِ الہی کے نزدیک منکرات اور کھلی ہوئی گمراہی ہے جس کی کرامت منبر ہے جو امر و نہی شریعی کے تحت صادر ہونے لڑے کہ جس کی ہر ایک حرکت سے نہ سب بیزار اور عقلِ سلامت کٹان ہو۔ حضرت امامِ العصر دامت فیہم السلام کی سیاسی، تہذیبی، تمدنی، اجتماعی خدمات وغیرہ فوق العادہ روحانی قوت اور نوعیت، انہوں کو مسلسل تقریر، صبح کو درگاہ میں پہنچ کر کئی گھنٹہ ڈھالی ہو طلبہ کو درس دینا جس میں ہر استدلال و تاہلیت، مذاق اور شریعت کے موجود ہونے حتیٰ کہ بعض مدرسوں کے سماعت کا پیشہ لے کر آئے ہوں، پھر اسی طرح بعد ظہر بعد عصر اور بسا اوقات بعد عشا ایک دو دن نہیں بکا۔ پیشہ تدریسی مشین چلتی رہتی ہے اور ان صدی ۹۵ طلبہ حضرت اقدس کے گرد و جان

بیکرواپس ہوا کرتے ہیں، زندہ کراہت ہے۔

گلشن مدنی کے چھپچھپے عرف ہندوستان کے نہیں ہوتے بلکہ افغانستان، ایران، چینی ترکستان، تاجکستان اور برما، لاپا، جاوا، وغیرہ جن، رُشرقِ ہند کے ہونے میں تخمینہ یہ ہے کہ اس ۲۶ سال کے عرصہ میں آٹھ یا دس ہزار طلبہ بلادِ اسطہ آپ سے فیضیاب ہو کر تمام عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور ملی خدمات میں مصروف ہیں۔

اس عرصہ میں اگر ہر ایک فیض یافتہ کے سلسلہ درس سے اس طلبہ بھی فیضیاب ہوے تو، بچے بلادِ اسطہ تلامذہ کی تعداد پچاسون ہزار سے تجاوز ہو جاتی ہے۔ اور ۱۸ سال قیامِ مدینہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو ان مشرفین و متوسلین اور تلامذہ کی تعداد لاکھوں سے زیادہ ہو جاتی ہے، جو حضرت امامِ اہم کے مشکوٰۃ المصابیح سے نورِ انوار حاصل کر رہے ہیں و ذَا لَیْلٍ قَسَمَ اللّٰهُ یُوْتِیْہِم مِّنْ رِّزْقِہٖمْ اَیَّامًا مَّعْدُوْمَاتٍ۔ آپ ہی کے بارے میں مشرفِ مدنی بہت پہلے فرمائے ہیں کہ

صورتیں برناتک جان در لامکان لامکانے فوق وہم ساکن

امام العصر پر گرانقدر شاہدین

(۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ عالی۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب بیت شریف جیٹکے ہیں باجوہ سیاسی خلاف رکھنے کے بھی کوئی گورنمنٹ حدودِ اہل سے نہیں بنا گیا۔ (اشرف العلوم)

(۲) حضرت مولانا عبد زکریا صاحب کے نزدیک شیخ الحدیث منظر العلوم سہارنپور کے تلامذہ

میرے نزدیک ابو فیض زمانہ بخاری اور ازہد شہابی عصر حضرت اقدس شیخ انور صاحب دہلی حضرت

مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کے مدح میں کچھ لکھنے والا اور خوشنویس مدرسہ توحید

کامدات ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت کے فضل و کمال تجرنی، اعلم و سلوک سے شاید
 ہی کسی بنی بیسرت کو بھی اختلاف ہو۔۔۔۔۔ اپنے ساتھ لاکھ لاکھ مولانا کی اسارت کی خبر پر حضرت
 مولانا خانوفا نے اس سروے کس قدر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا مجھے
 خیال نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے اور جب حضور عیسیٰ بن سے کسی نے عرض
 کیا کہ مولانا مدنی تو اپنی خوشی سے گرنار ہوئے ہیں تو حضرت نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے اس
 جلد سے قتل دینا چاہتے ہیں کیا حضرت عیسیٰ بن نے آپ کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے مگر
 اتنا تک کون ایسا شخص ہو گا جس کو اس عادت سے رنج نہ ہوا ہو؟

مختصر یہ کہ اس نامہ کے نزدیک حضرت مدنی ہی رشید و ہدایت اور علم و فضل کے درخشاں
 و آفتاب ہیں۔

حضرت علامہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی کا ارشاد۔

"حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب فیض آبادی ثم مدنی آسمان علم و ہدایت کے آفتاب اور
 زہرہ و دریا میں چمکانے والا اور جہاں جہاں انہیں وطن کے ایک ممتاز شہسوار ہیں جنہرستان کے مسلمان
 ان کی ذات گرامی پر جس قدر بھی فخر کریں بجا ہے، وہ علم ہدایت اور سخی منصب نیادت ہیں،
 ان کی مذہبی اور وطنی خدمات سے تمام مسلمانان ہند واقف ہیں، اور ان کے اخلاص و دیانت
 کے خالصت بھی معروف ہیں اور ان کی بے غرضانہ بہت کج لطف دہی ماسل کر سکتے ہیں جو ان کی
 محبت و ہمت سے بہرہ ور ہوں۔"

ACC. 10642

(۴) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دہلوی کا اعتراف ہے۔ ۱۰ ۹
 شیخ العربیہ و دیگر حضرات مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی کے فضل و کمال،
 مرتبہ و مقام پر گفتگو شروع کرے جو خود بھی کچھ ہو۔۔۔۔۔ مجھے ذاتی تجزیہ اور عینی مشاہدہ مولانا

ایک ہی کمال اور ایک ہی کرامت کا ہے اور وہ آپ کی ہے نفس اسادگی، تواضع اور تمکرمی اور خدمت خلق کا عشق ہے..... کتنا ہون اور گونا گوار شہادت میں کھڑا ہو، بیان سے رہا رہوں کہ وہ بہترین اور دست ہیں بہترین رفیق سفر ہیں، جہان ہرے نئے تو آپ کی پیڑ پائی میں اپنے معمولات تک ترک کر دیں گے، اور وہ یہ سپہ کی ضرورت پیش آجائے تو خود فرماں اور ہو جائیں گے لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے لاری کر دیں گے... نہ، نخواستہ سیار پڑ جائے تو بتا دوں گا میں دن رات ایک کر دیں گے، نوکری کی ضرورت پیش آجائے، کوئی متدبر کھڑا ہے کسی امتحان میں پڑ جائے تو سناؤں، اسون میں اور علی دوزر حویپ میں نہ اپنے مرتبہ کا لانا کریں گے نہ اپنی صحت کا اور نہ خرابی کا جس طرح بھی ہو گا آپ کا کام نکلنے پر تلی جائیں گے... ہنہ برنگوں کے ساتھ معاملہ ہو بھی کہے ہوں اپنے خود دن، اسنا کر دن اور مردوں کے ساتھ روش یہ رکھتے ہیں کہ خادم کو محذوم ہی بنا کر چھوڑتے ہیں اعلیٰ کے شر کے منہی اب جا کر روشن ہوئے ہیں سے

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا خاک رسی اپنی کام آئی بست
 سنا ہے کہ یہ شان، محمود حسین شیخ، سندریو بند کی تھی، اگر یہ مجھے تو بانی نشی کا علی ان سے سزا
 کسی کو نہیں پہنچتا..... فرصت میرا تو اس منن کی شرح ہی اپنے قلم سے کرنا، اور پھر نوبت
 شوع پر توشی کی آئی اور ایک محترم اعلیٰ پر کسی کسی مفصل اور مشول تیار ہو جانے
 "ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے سے"

(د) مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی لاہور کی رہائے۔

ترب و عجم کے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی ذات گسی سلی، ان کا نام
 کے لئے نوبت کا ایک بے بہا انعام ہے جو دن رات تک دولت کی طرح دیشہو کی خاطر

صائب و مشکلات میں مبتلا رہتے ہیں..... اس مردِ مجاہد کا سہرا، پر قائم رکھتے

(۶) مولانا انصاریؒ خان صاحب عزیزؒ بی، اسے لاہور کا پتہ آتا ہے۔

امام برحق حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کو لوگ ان کے علم و فضل، و تقویٰ و عبادت

کی بنا پر جانتے اور عقیدت و احترام کا سراپا کے سامنے خم کرتے ہیں..... لیکن مولانا کی کھپنی

عظمت ان کا محض علم و فضل، و عبادت و اشتغال و غیر وہ نہیں بلکہ ان کی پاکیزہ شخصیت میرت ہے اس

سلسلہ میں نہ ہندوستان تو دور کہ گار غالباً عالم اسلام میں بھی ان کی مثال نہ ملے گی.....

جس طرح مولانا مدنی مظلوم کی طرف ال کھنچتا ہے اس طرح کس اور کی طرف نہیں کھنچتا.....

یہ تمام، امین حسین احمد نمبر مرتبہ محمد یوسف صاحب جو سر منظور ضلع بمبور سے ماخوذ ہیں،

خلاصہ یہ کہ جو لوگ علم الاحسان یعنی تقویٰ و سلوک سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ

انسانی شرف و مجد اور کہاں انسانیت کا دار و مدار تو اسے فکری و عملی کے، عندال پرست اور نون سلوک

میں جن اصول و اخلاق سے بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں، اطاعت، بجز و تیزا، سماجیت اور عدالت

آخر اذکر وہ ملکہ ہے جب انسان، فراد و تفریط سے بچ کر نظر و عمل دونوں میں عندال پر قائم رہتا ہے

تو یہ عظیمہ خد و ذی خوش قسمتی سے نصیب ہوتا ہے اس ملکہ کے پیدا ہو جانے کے بعد ایک انسان مجتہد

اشد اور بن جاتا ہے..... لیکن ہر مذہب پر اور ہر فعل کا عمل الگ الگ ہوتا ہے اور اس بنا پر اس میں

موزونیت اور حسن تناسب پیدا ہونا ہے، حضرت امام العصرؒ کی شخصیت کا جب ہم مطالعہ کرتے

ہیں تو آپ کا یہی وصف جامعیت سب کے زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتا ہے، اور اسی بنا پر بلا خوف تردد

کہا جاسکتا ہے کہ امام، بصیر نے جمہور میں انسانی شرف و مجد کے ایک مثالی پیکر میں اور ایسے لوگ اور

روز نشین پیدا ہونے کے بلکہ کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔

پس بقول مولانا سید احمد صاحب اکبرؒ، اے کریم ہندوستان کے باہر عالم

اسلام کے تیسرے علماء اور شاخ سے، دوران کے حالات و سوار سے باخبر ہوں اور ان میں
 میں جن سے محکوم ذلتی طور پر ان بات کا شرف ہی حاصل ہو، ہے اس کے باوجود موجودہ زمانہ میں ہائے
 اوصاف و فضائل کے اعتبار سے، اگر کوئی شخصیت پروردگار نے کے قابل ہے تو میں یقین کے ساتھ
 کہہ سکتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا سید عین احمد صاحب مدنی کی ہی شخصیت ہے۔ لیکن بایں ہمہ مجھ کو آج
 مولانا مدنی سے شرفِ بیعت حاصل ہوا ہے اور نہ شرفِ تلمذ اس بنا پر میں جو کہہ رہا ہوں وہ محض
 بندگی عقیدت کا نتیجہ نہ سمجھنا چاہیے اصل یہ ہے کہ امام العصر دست برکاتہم ان افراد میں ہیں جو اپنی ہائے
 میں ایک پوری امت میں اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے پیچھے ہیں لیکن مرتبہ کے اعتبار سے بہت آگے

ایام الہند و ریح الاہل اسلام

شورشِ غنڈ لیبے روحِ حین میں ہونگا
 در زبیاں کلی کی رست نمی خواب نماز

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے آزادی راے آزادی غیر غلط اور صحیح قیادت کی تہیز کے
 جوہر کا غنڈو ہر جانا غیر معمولی انقلاب اور ایسا حادثہ ہے کہ جس پر تہناتام بھی کیا جائے کم سے اور جو بد قسمتی
 اور خدہ سالوں سے اور ترقی کر گیا ہے جس کو اگر مجرم کی حقیقت میں گناہ نے پہلے دن ماڑیاں تھامنا
 "دل بدل جائیں گے ہم بدل جانے سے"

اگر قائدین کے اعمال پر اسلامی نقطہ نظر سے تنقید کی گئی ہوتی تو صاف نظر آ جاتا کہ جو سائل اسلامی
 میں اعلیٰ بعیرت و رسوخ اور سیاست اسلامی میں تقویٰ اور تدبیر کے ساتھ تعلق و اجتہاد کی قابلیت
 نہ رکھتا ہو اس کو اس کے حوالہ کرنا بڑے گناہ کا کام تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد مسلمانوں کی وہ ستارہ
 تدبیرین کہ جن کی رہنمائی پر ایشیا و یورپ کو ناز ہونا چاہیے اور جس کی سحر نگاری نے ملک کے گوشہ گوشہ
 میں حکومت برطانیہ سے منقاد ہونے کی جرأت پیدا کر دی اور حضرت شیخ الحدیث ضیے عارف کو

اس شعر کا تپنے پر مجبور کر دیا ہے

کامل اس فرقہ زیادہ سے امتحان کوئی کچھ ہم نے تو یہی زندان تدریج غار ہے

برادرانِ وطن اب تو مسلم نہیں کہ ان کی نسبت بیکار اے رکھتے ہیں لیکن دینا جانتا ہے کہ بندہ
یہ دونوں میں سنا مانگا گندھی اور آرزو پہل چاہر لال نمرود مولانا کی بھو بھوتہ تہہ پر اور غیر معمولی شرف کجا
کے نہ صرف تامل بلکہ سفید اور روشہ چین رہے ہیں، ماضی قریب میں کانگریس کی زندگی میں ایسے از
دور سے کہ مولانا ہی کی ذات تھی جو حضورِ نبی اور صحابی صرف ہی ایک ذات ایسی سے کہ اگر اس کے
مشورہ کو ترجیح دی جائے تو حکومت کی کشتی ساحلِ مراد تک پہنچ سکتی ہے کیونکہ نصف صدی قبل
سے ہی کسی قوم میں اتنا بڑا آدمی پیدا نہیں ہو سکا اگر کسی کو شبہ ہو تو اس کو چاہئے کہ مکتب سیاست
بین الاقوامی ہو کر نمرود و تخریب ملک کے فرقہ کو ایمان داری سے سمجھے، اور مولانا آزاد کے تدبیر کی آواز سے
حضرت شیخ الاسلام درست فہم کی ذات گردی اس کا، کدوا ہند میں مشعل ہدایت ہے
عام طور پر علماء اپنی ہیست مزاجی اور غیر ضروری سجدگی کے لئے بدنام ہیں مگر عالمِ اسلام کی یہ سب سے
بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے جس کا سرمایہ کمال محض علم و فضل ہی نہیں ہے بلکہ اس کی
پاکیزہ سیرت ہے اور وہ بول مولاً آزاد جس کا قلب ہر نین صد کی طرف مائل اور چمکا ہوا ہے، آپ
پیش قدم کی زندگی میں جتنے اچھے معلوم ہونے میں اس سے کہیں زیادہ جاذب اور دلکش ہونے
ہیں جب قریب مٹا سکیا جائے غرض ملک کی تیسرا اور حکومت کے غزل و نصب میں ہمیشہ اللہ و لون
کی ردحایت اور فضل و بزرگی کے ساتھ کام کرتے رہے ان میں بجا ہرین ہند کے غیر مرئی باتو اور
شیخ الاسلام کی نہ جھکنے والی روحانی قوت کو سب سے زیادہ ذہل تھا اور ہے، لیکن قوم کے وہیں جلتے
کو مت مے جس طرح کی ٹریننگ دی جا رہی تھی اور جس تمدن و تہذیب کا ان کو نوگر بنا کر لایہ نسبت
پھیلا دی گئی تھی اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اتنی بڑی عظیم المرتبت شخصیت کی اطاعت کے بجائے

اس کے خون کے پیاسے اور آبرو کے دشمن بن جائیں اور اس کی پگڑی کو اچھاننا شروع کر دیا آخرت کا معاملہ اللہ کے ہاں ہو کر رہے گا دینا ہی میں کسٹوں کو اس کی پاداش مل گئی جلا جس قوم و ملک کے پاس ایسی ایسی ستارے ہاں و تدبیر ہو اس کی دس کروڑ تھداو کی بد نصیب قوم تیس کروڑ کی اکثریت سے اس روجہ خائف ہو جائے کہ ملک کے حقے بخرے کر کے چور دن کی طرح بھاگ نکلے اس کا وہ سبب وہی تھا جو اوپر ذکر کیا گیا، اگر ان دو بزرگوں پر ہتھ دکر لیا گیا ہوتا تو خدا کی قسم ہندوستان کا نقشہ اس سے بہتر ہوتا جو آج دن ہے کیونکہ ان ہر دو بزرگوں کو ایک طرف رکھ دو اور دنیا کے علماء و فضلاء اسیں کو ایک طرف تو ان دونوں شہدای عمار ہی کا پلہ رابع ہو گا۔

ماخذ مکتوبات جلد اول

میرزا خاں ہے کہ سب سے پہلے ۱۳۵۰ھ کے رنگ بھگ جناب مولانا حاجی احمد حسین صاحب لاہور نے مذکورہ ایک مطبوعہ شہدائے کرام کے ذریعہ مکتوبات کے جمع و ترتیب کا خیال ظاہر فرمایا تھا مگر یہ ایسا دور تھا کہ کسی ایسی تحریک کے اندر جمہیں حضرت امام العصر کا تعلق ہو گا حصہ لینے سے خائف تھے اس وقت یہ کام آگے نہ بڑھ سکا، لیکن مولانا لاہور پری کا فلو میں ایسا نہ تھا کہ رنگ نہ لانا چنانچہ جس طرح بڑوں کے باقی ماندہ کاموں کو ان کے جوتوں نے پورا کیا ہے، ہر حق کو کرنا پڑا جو فی الحقیقت وہی کر رہے ہیں نہ کہ ناچیز۔

دہریس آئیے طوطی صفحہ داشتند انچہ اجاب کرم گفت بہان می گویم

جو مولانا لاہور پری کی مسلسل بہت افزائی اور ہر منہت اپنے والائے مومن کے ذریعہ مفید مشورے اور بزرگانہ ہدایات شل حال نہ ہوتیں تو بلاشبہ میں اس کام کو جاری نہ رکھ سکتا کیونکہ موصوف کے سوا ایک آدمی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کا ہمت سے اس روجہ عشق رہا ہو۔

اس لئے ناچیز مولانا لاہوری کی قدرت میں پناہ طلبوں کو شکر یہ پیش کرنے پر مجبور ہے اور درجہ است
ہے کہ وہ اپنے کام کو بدنام و جاری رکھیں ابھی ان کی بہت ضرورت ہے۔

اچھے بعد مولوی حافظ زبد احمد صاحب زلف حضرت مولانا وحید احمد مدنی امیر المصروفین نے کتب
کی طرف توجہ فرمائی اور کتابت شیخ الاسلام کے نام سے ایک مختصر مجموعہ پیش فرمایا جہاں کی کتابت
کی بنا پر موصوف اس کی حسب درخواست ترتیب و فرزند کر سکے گزشتہ آٹل کے طور پر موصوف نے ایک مستحکم
رکھ دی جو لائق تحسین ہے اچھے اس مجموعہ سے ناچیز نے ۲۰۰ روپے کتابت پر اجازت پنے مجموعہ کے اندر داخل
لئے ہیں اور اسکا طرح جہاں شیخ الاسلام سے بھی چند خطوط لگائے ہیں۔

مولانا ابوالمنجد علی انصاری کو ناچیز کو مولانا ابوبکر سے شرف ملاقات حاصل نہیں اور نہ موصوف کے
تذکرہ لاہوری کا مجموعہ { مستحق کوئی تفصیلی تذکرہ نہ ان کا تعارف کرنا۔ البتہ تمام موصوف ہے کہ موصوف امام
کے مضمون مقدم میں ہیں اس لئے یہ اسباب سب سے بڑا تعارف ہے۔ اپنے امام العصر کے ان دلائل ناموں کا
ایک مجموعہ فراہم کیا تھا جو بیچے نام ہیں مگر کسی کے ساتھ تمام دلائل و آثار کا بیان بلا توجہ ہو جس سے
لائق حذف اور اکثر و بیشتر تشریح و توضیح کے محتاج تھے چوتھا مولانا بنگالہ سلسلہ وقت اپنے کے بعد بھی خاطر
خواہ کو بالذبح ہو سکی ہم نے اس جلد میں اس مجموعہ کو مضمون جگہ دی ہے اور بہت سے دوسرے حضرات
کے اہم خطوط کو دوسرے جلد کے لئے مؤخر کر دیا ہے کیونکہ مولانا ابجد علی نے غیر معمولی بیارت سے کام لیا
یہ مجموعہ ہمارے حوالہ کر دیا ہم موصوف کے حکم کے مطابق اپنی صوابدید سے اس مجموعہ کو مکمل کر کے شائع
کر رہے ہیں اور تدریس سے شکر گزار ہیں۔ جزا اللہ خیر جزا۔

کتب و کتابت شیخ الاسلام کی پر جلد اول مکمل ہو سکتی ہے اگر حضرت مولانا حفص الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ
جیسے علامہ حضرت مولانا سید محمد میان ناظم جہتہ و حضرت مولانا علی محمد انصاری صاحب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا
عبدالحق مدنی و حضرت مولانا ابوزید عثمانی حضرت مولانا ابوالمنجد علی انصاری و حضرت مولانا ابجد علی انصاری

حضرت مولانا پرفیسر عبدباری ندوی و حضرت مولانا محمد علی لاہوری و حضرت مولانا منت اللہ
خانہاء مونیگر مولانا فتح الدین گیا و عزیز مخرم مولانا حسین سید و برادر مولانا اویس ندوی و مولانا
عبد الرحمن صاحب و غیر ہم کی خصوصی توجہات نہ ہونیں، ان بندگان اور اجنبی کے لئے سہ سے پاس
لفظ و نہیں کہ ان کا سکر یہ، اگر دن بخرا ہم اللہ رحمن الخیر اور،

مکتوبات شیخ الاسلام کی پہلی جلد، امام العصر کے ان مکتوبات کی اہمیت کا تعارف تھا کہ کوئی ایسی سستی
مقدمہ اور بعض ضروری اشارات پر مقدمہ لکھے جو خود احوال و مقامات کی حامل اور امام العصر کی زندگی
پر گہری نظر رکھتی ہو تاکہ مقدمہ کے ذریعہ آسانی سے ناظرین کو مکتوبات تک پہنچا دے، اس ناکر میں تھا
کہ میری نگاہ، نزدیک ایسی ذات گرامی پر پڑی جو علم دین کے موردی مالک، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم
رجن کو دنیا حضرت مولانا الخلیفہ تاجی محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کے نام نامی داسم گرامی سے یاد
کرتی ہے، محمد علی کہ میری درخواست کو آپ کی جنابت شرف قبول نصیب ہو، اور مقدمہ لکھ کر
میری جو صلہ انفرادی فریال گئی، امام العصر کی تخری زندگی سے تاجی صاحب مدد و روح کو جو قرسی
تعلق ہے وہ عملاً بیان نہیں ایک دارالعلوم کی شیخ اور صدر مدرس، دوسرا مہتمم اس راہ ہونے ایک
کو دوسرے سے ملنے جلنے کا زیادہ موقع تھا ہے اور مہتمم صاحب جلد کا مقدمہ خود ان باتوں کا آغاز ہے
یہاں پر جناب مہتمم صاحب کے مقدمہ اطلاق کا رد دل سے شکر گزار ہے اور اس ذرہ نورانی کا دل میں
سچا احترام، ادا، اللہ فصلہ و اجل قدر کا وہ لفظ اجری۔

مکتوبات جلد اول میں خیال تھا کہ مکتوبات کی ترتیب عنوانات کے تحت قائم کی جائے بعض ایسی
کی ترتیب (دشوہ زبان حال ہویں کہ ایسا کرنا ناممکن ہوگی، مثلاً ایک ہی والا نام میں مختلف
سوالاں اور کسی کئی استفسارات وغیرہ، اگر اکثر و بیشتر خطوط حاصل ہو گئے ہوتے تو پھر بڑی آسانی
سے یکجا ہو جاتا، اللہ یہ کام کسی دوسری فرصت میں بقیہ خطوط کے حاصل ہو جانے پر ادا ہوا۔

دنی کے نام سے کیا جائے گا۔ بروقت مندرجہ ذیل صورت اختیار کی گئی ہے،

(۱) ترغیب - حضرت امام العصر کے ایک بیان سے کرا دیا گیا ہے۔

(۲) حکمت فی حلال - امام العصر کے کتب گرامی سے۔

(۳) پہلا عمر بنی مکتوب - امام احمد زولانا آذر اور معارف ہند کے نام سے، اس کے بعد نام

زلی خط و حضرت مولانا عبدالحی دنی کے نام ہیں، معنی خط و کو مقدم رکھا گیا اور ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

(۴) جو کتب بات ایسے تھے کہ نہیں کون خاص اصطلاح تھی یا ایسے جملے تھے کہ جن کی تشریح کے بغیر نفس کتب سے استفادہ دشوار تھا حتیٰ الوسع ان کو واضح کیا گیا ہے، اور دینی دفاری جہات کا ترجمہ خود رقم الطوٹ کا ہے۔

(۵) اور دو کتب بات میں حتیٰ الوسع ان کو مقدم رکھا گیا ہے جن کی نند و زیادہ ہے، اور حتیٰ الوسع سند و ترتیب رکھی گئی ہے۔

(۶) کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ کتب اور کتب الیہ کی اہمیت کی بنا پر مقدم و تاخیر کر ہی گئی ہے۔

(۷) دینا پر میں امام العصر کے عادت اور آپ کی عادات کا ناخود جہ شیعہ الاسلام اور علماء حق و غیرہ سے

(۸) آئندہ جو کتب نہایت فرامیے جائیں سوالات بھی اسی کے ساتھ بھیجئے کی زحمت گوار فرمائی

جاسکے، اور نہ قرب کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور پھر بھی سبب نزل کا پتہ نہیں چلتا۔

(۹) کتب بہر خمیرہ، دین، یک بزرگ مولانا محمد حسین مرحوم تھے، ان کا خیال تھا کہ حج عید

و انعام کی تربیت کا ذریعہ ہے، ہمارے مولانا دینی دوست، ہر کاظم کے بیان ذور حج کے ماستفادہ سے پہلے
پہلے ابوالانامہ مجتہد سفر عشق کے عنوان سے الفرقان نمبر ۱۹۹ میں شائع ہو چکا ہے، ہر سر اور دستا

ورق فنی کا نیکے بیان سند ہے، یہ جانب درج ہونے سے دو ایک نکالنا سزاوار سمجھا جائے گا۔

(۱۰) اگر کسی کتب کے انداز، ذوق و ہوشی میں، حضرت فرد گزشتہ ہو گئی ہو، ہر حکم سے

مطلع کر دیا جائے گا نہ چیز کو اختیار ہے کہ پر کام میرے پیسے طالب علم کا نہیں تھا بلکہ عہد حاضر کے مشائخ
 علماء اور علما کا تھا کیونکہ صاحب کتب ایک وقت بن امام مفسر حدیث، فقیہ، تصوف و سلوک کے آثار،
 شریعت و طہارت کے معلم اور دوہات کے فاضل سب کچھ بن لیکن دنیا ان کو ان حیثیتوں سے قطع نظر جبریت
 نے مسائل زیبائی سے ان میں جس کر دی ہیں صرف ایک میاں سی رہبر پیشوا امینہ علماء کے روبرو گوارا اور باگگر
 کے نقیب و درسا کی حیثیت سے جانتی اور پہچانتی ہے لیکن ان حکایت کے اندازہ ہو گا کہ ان تمام حیثیات کو انگو
 کے ساتھ و عربی کے اویس خادسی کا دانش اس اور اردو زبان کے مشاعرہ دانش پر دار بھی ہیں اور پھر مفسر علم مانی
 و مفسر کے بہترین الفاظ فصیح و بیخ عبارت میں اور اگر نہ ہو بھی تقدیر رکھتے ہیں یہ سارے خطوط مسلم نون کی ایک
 صدی کی جدوجہد آزادی کی ایک کس و قرب تالیف کی جو میری جیسے کم مایہ قلم عمل کے فہم و ادراک سے ماورا اور ہے
 اس لئے نزدیکت کا بہت زیادہ امکان ہے تصور میں کی انادیت ہے کہ کہ روشنی و نور

اس طرح کے علمی کام کرنا ہی راہ بن ہمیشہ نالی نہ جہتیں سدا رہتی ہیں چنانچہ یہ خدمت ترکہ کے طور پر اپنی زندگی
 کا جزا لایعناگہ ننگی اور بیاعت کی صورت اپنے امکان سے باہر ہو گئی ساتھ ہی اپنی خودداری اور کتبات کی
 کا نفاذ تھا کہ سوال سے گریز کے قرض سے کام چلایا بلکہ چنانچہ سب سے پہلے حضرت حاجی شیخ بولی محمد صاحب دہلوی
 جو پورے عمر انفرائی فرمائی اور پانٹو کی رقم عنایت فرما کر مالی مشکلات کے حل کی راہ پیدا کر دی پھر انہی ہی ہمدردوں نے
 سرور میر علی مولانا عبد الجبار اس مولانا عبد الباقی برسا کہیں مولانا محمد اسد و جہند نے کتبات کی جماعت و اشاعت
 میں ہاتھ بٹایا، ہم دشواری بہت مدد کی مگر آخری اگر آئینہ زری کے محمد شہزاد گڑھ کے مجرب سلیب جناب حکیم محمد امجدی صاحب دہلوی کے
 رئیس اور پھر محسن خاص ابو البرص انی تھا اور حضرت مولانا مسعودی صاحب کی فیضیہ ہزار رقم کی سالی شریعتی ادارہ میں تو میری غیر
 تھا کہ گھر گھر بہت سی دشواریوں کے پیکر پہلی عید کا شہت محمد بڑا ہوا اور ہم صرف کی جانے ۵۰ ساتتے زبردت کر سکتے ہیں ان تمام

حضرات کا تہ دل شکر گزار ہوں جنہوں نے دل سے دے دے سکے مدد فرمائی جو بجز اللہ صاحب الجزاہ :
 ہر کچھ نکر تو ان کردین تازہ نوشتہ
 والہ کا مدد ننگ حیات حکم الدین اصلاحی کام اللہ لہ جزوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه

وآلہٖ وسلم اجمعين

اما بعد

بِذِکرِ ارشاد خداوندی و اَمَنَاتِ نِعْمَتِ تَرْتِیْبَاتِ تَحْقِیْقِ مَثَلِ تَحْرِیْطِ اَوْرَاظِهَا رِنْمَا، اِنَّهُ کُوْرُ اَوْجِبِ قَرَارِ
وِیَا سَیِّدِ بِنَابِرِیْنِ حَسْبِ سَیِّدِ نَعِیْمِ اَمُوْرٍ کَا ذِکْرُ مَصْرُفِ مَنَاسِبِ بَلْکَ مَضْرُوْبِ خِیَالِ کَرَامِیْنِ،
اِنَّهُ تَقْدِیْقِی سَیِّدِ اَبِی سَیِّدِ شَاوَرِیْ عَظِیْمِ الشَّانِ اَوِی اَوْرُ مَعْنُوْمِی نَعْمُوْنِ کِی اِسْ خَدُوْمِ دِجُوْلِ
نَیْکِ خَا نَدِیْنِ پَر پَارِشِ فَرَاغِی فِی دِیْنِهِ اَلْحَمْدُ وَ اَلْمَلِیْتُ۔

بِسْمِ اَنْ خَا لَمِ کَر اِبْرُوْ بَسْ رِی کَنْد زِ شَعْبِ بَر سِنِ قَطْرَه اَوِی

ان گرامیہ نعمتون میں سے یہ عظیم الشان نعمت بھی ہے کہ سیدنا، وہ شہان میں جبکہ میں تقریباً
تمام کتب درسیہ اور ان کے آخری امتحان سے فارغ ہوا تھا، اور اسی ایسٹ کی تری آریخون میں حضرت
داد صاحب مرحوم و معذور نے سفر مجاز کا ہوا اپنے جملہ متعلقین کے علان کر دیا تھا، ایشاد حضرت
شیخ احمد قدس سرہ، العزیز و باصر اور اید بزرگ مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم آئنا حضرت تلب
الانقلاب سرگرمہ اولیاء اللہ سید العارین امام زمان مولانا رشید احمد صاحب خلی انصاری چشتی
سایری، نظامی، بھٹنڈی، تادری، سمرودی، قدس سرہ، العزیز صاحب ہوا، اور پوسیدہ حضرت

استاد جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب یونہدی مرحوم و منقولہ استاذ عالمیت طریقت و ارتداد پیش کی
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا چون و چرا درخواست قبول فرما کر سلاسل اور بدمین بیعت فرمایا اور ارشاد
فرمایا کہ چونکہ تو کہ منظر مبارک ہے اور وہ ان حضرت مرشد قطب العالم سید الدانین ہوں ان کا حج ادا کرنا
قدس اللہ سرہ لغزیز موجود ہیں انہیں سے ذکر و شغل کی تلقین حاصل کر لینا چنانچہ اسی روز وہ ان سے
روانہ ہو کر یونہدی ہوا وہن ایوں پہنچا خدا کے فضل و کرم سے اس بیعت مبارکہ کے آثار اسی دن سے
میں اپنے میں پانے لگا، روایا سے صاحب کو کاسلسلہ بھی جب ہی سے شروع ہو گیا۔

چونکہ اس زمانہ میں سفر حجاز کے لیے معرفت بندرگاہ چانگام دہگمال، کھلا ہوا تھا، سوا عمل وغیرہ
پر طاعون کے زور شور کی بنا پر قریظینوں کی بھی سختیاں تھیں اس لیے بہت زیادہ وزانہ کر منظر پہنچے
صرت ہو گیا، یاساتک کہ آخر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ء میں تین ماہ سفر میں گذارنے پر کہ منظر پہنچا ہو
بعد از تنظیم اقامت و ضروریات سنا سکا سید الدانین قطب العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب
قدس اللہ سرہ انگریزی کی بارگاہ میں شرف یابی کی نعمت حاصل ہوئی، حضرت حاجی صاحب مرحوم
مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما کا بیعت فرمانے کے بعد ارشاد و تلقین کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر محمول فرمایا
معد دیگر پنیات ذکر کیا، حضرت حاجی صاحب نے نہایت شفقت فرمائی اور پاس و نفس کی تلقین
کرنے کے بعد ارشاد کیا کہ ہر روز وقت صبح ہمارے یہاں حاضر ہو کر، یہی عمل کیا کرو اس زمانہ میں رُز
تقریباً ۱۰ بجے صبح سے دس گیارہ بجے تک دن عام ہوتا تھا، مولانا صاحب تدریس تدریس شریف
پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حسب ارشاد روز از حاضر ہوتا رہا، صبح و عصر کے سنا سکا سے فارغ ہونے پر، و آخر
ذی الحجہ ۱۳۱۶ء میں بوقت رداگی ناظرہ مدینہ منورہ بعد از نظر حاضر ہوا، اگرچہ وہ وقت عام اجازت کا
نہ تھا، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ میں بلایا، اور جو کہ اس وقت بہت خفیف تھے، پانگ پڑنے
ہی مبارک تھے، پہنچے پر بیٹھ گئے، و نہایت شفقت سے پاس بلا کر میرے اور چچائی سید احمد صاحب

کے سر پر پنے دو وزن ہاتھوں کو پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، چونکہ اس ارشاد پر میں نے سکوت کیا تھا، فرمایا کہو کہ میں نے قبول کیا، حسب ارشاد دو وزن سے وہاں سے نصرت ہو کر تیرے کی جگہ (بیرون) کہ منظرہ جہان پر تاملہ روانگی کے وقت جمع ہوا کرتا تھا، پر پہنچا، وہی تین دن گذرے تھے کہ منزل رو بنی کی شب میں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت باسعادت خرابہ میں نصیب ہوئی، یہ سب پہلی زیارت، حضرت علیہ السلام کی تھی، حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر قدموں پر گر گیا، آپ نے ارشاد فرمایا کیا آگتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت جو کتابیں ہیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں، اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے متعلق اتنی توت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں، آپ نے فرمایا کہ یہ تمہکو دیا، محرم الحرام ۱۳۳۱ھ کی، ابتدائی تاریخوں میں مدینہ منورہ پہنچا، وہاں پہنچنے پر قیامگاہ اور معیشت کے اس قدر انجھاؤ پڑے کہ حضرت حاجی صاحب تیس سالہ عمر، العزیز کے تعلیم کر وہ شغل پڑیں نہ کر سکا، فقط کہ منظرہ کے قیام کی دست میں اس پر عمل پیرا تھا، بالآخر اسی سال ماہ جمادی الثانیہ میں حضرت حاجی صاحب تیس سالہ العزیز کا وصال ہو گیا، اس کے بعد تمہکو شوق مسوک پیدا ہوا، تعلیم کر وہ شدہ ذکر کہ مسجد نبوی صلی علیہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا کرتا تھا مگر چونکہ بن میں حرکت پیدا ہوتی تھی، اس لیے لوگوں کے مطلع ہونے کا خیال اس امر کا باعث ہوا کہ بیرون شہر قریب مسجد اجابتہ بعض افتادہ کھجوروں کی جھاڑوں میں جا کر تنہائی میں بتانگہ جی گئے ذکر لیا کروں، چنانچہ اس حالت پر ایک زمانہ گزرا، اس شانہ میں جو دیاسے مالک اور خاتین پیش آئی تھیں، گنگوہ شریف حضرت رتہ رتہ علیہ کی بارگاہ میں بذریعہ بھکتیب پیش کرتا رہتا تھا، اطاعت لیکن کے ساتھ ہمیشہ حضرت رتہ رتہ علیہ جنابات میں معید ارشادات کے ساتھ اعانت فرماتے رہے، اس اثنا میں ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گیارہ حضرت اولیا، انہ میں سے شریف لائے میں اور فرمایا کہ تمہکو اجازت دیتے ہیں، ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ابراہیم ابن ابراہیم رحمہ اللہ علیہما

ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، میں خدمت میں حاضر ہوا تھا، ایک تہائی گجر کا عایت فرمایا، اور کہا کہ باقی دو ٹمٹ دوسرے شائع طراقت کے ذریعہ سے جھگو دیے جائیں گے، اس قسم کے بہت سے خواب دیکھے، بالآخر ۱۳۱۰ھ کے رمضان یا شوال میں کراچی میں گجراتیوں کو جھگو ایک مہینہ کے لیے لنگوہ آنا چاہیے، اس پر حضرت والد صاحب مرحوم نے ارادہ فرمایا کہ کراچی میں گجراتیوں کو شریفین بھیجیں، جسے بجائی صاحب مرحوم کو وہاں کی ماضی کا بہت زیادہ شوق تھا، وہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ میں خفیہ طریقہ پر بقصد ماضی لنگوہ شریفین روانہ ہو گئے، اگرچہ حضرت والد صاحب کا قصد یہ تھا کہ بعد از حج جب کہ توائل مدیر منورہ سے بدہ واپس ہوں گے، اس وقت جھگو بھیجیں گے، مگر بجائی صاحب کی تہائی کی بنا پر حکم فرمایا کہ تربھی بھی چلا جا، چنانچہ میں براء منج، بجر عہدہ پنچا، تو معلوم ہوا کہ بجائی صاحب مرحوم جازہ لےنے اور حج کے قریب ہو جانے کی بنا پر کہ منظرہ چلے گئے ہیں، اور وہاں ہی منقسم ہیں، بالآخر میں بھی کہ منظرہ پنچا، اور ٹمٹ حج و عمرہ سے فیضیاب ہونے کی تاریخت کے بعد بدہ واپس روانہ ہوئے، مگر وہاں جازوں کا اس سال کرایہ اس قدر زیادہ تھا کہ ہم دو ماہین کے پاس کی مقدار پر گز کافی نہ تھی، بالآخر اوائل محرم ۱۳۱۹ھ میں ادا بانی جہاز اہلہ مسقط جاسنے والا ملا جس نے تقریباً سو مہینہ کے بعد مسقط پنچا یا مسقط سے ہر ہفتہ میں ایک دفعتی جہاز کراچی جاتا تھا، تقریباً ایک ہفتہ قیام کر کے بعد جہاز آیا، دو دو روپیہ فی گٹ پر کراچی پنچا ہوا اور پھر ان کی اداریہ اول میں لنگوہ شریفیت کی ماضی نصیب ہوئی، اس آٹھ ماہ تمام رہے، میں میرے مشاغل سوک برابر جاری رہے، اور فضلہ تعالیٰ روئے سے سنا کر اور مختلف احوال وارد ہوتے رہتے، سوہ تہذیب پنچے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ عنایت فرمائی، والد صاحب مرحوم کے خطوط سے جو کچھ حضرت کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی تھی، اس لیے یہاں انتقال تھا۔

بجائی صاحب مرحوم سہارنپور سے بالا بالا حاضر خدمت ہوئے اور میں نے عرض کیا کہ میں پہلے

دیوبند جاؤں گا اور وہاں سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گا۔ جہاں صاحبِ مرحوم سے صورت
 رحمتہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں کے لیے ہم نے ایک ایک جواز کپڑا تیار کر رکھا ہے، مگر حسین
 کے حاضر ہونے کے بعد وہاں گیا، چنانچہ جب میں دیر بعد سے برادارانہ پیدل حاضر ہوا تو وہ جوڑے
 جو کہ بھی جدید تھے، ہر ایک کو عطا کیے گئے، چونکہ اس میں کرتہ، پاجامہ، ٹوپی ہی تھی، اس لیے جہاں صاحب
 مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت ہم دونوں سے اپنے علمے لاتے ہیں اور پیش کر دیتے ہیں، جناب
 ان کو بھی میں دیدین۔ فرمایا کہ اس کو پھردیکھا جائے گا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شفقت
 خیر شغل سلوک متعین فرمایا، میں نے اپنی اُن روایا کو جو کہ راستہ میں دیکھی تھیں، تذلیٰ میں پیش
 کیا، جن میں سے ایک یہ تھی کہ میں حضرت قطب العالم حاجی اماد اللہ صاحبِ مرحوم کی بارگاہ
 میں حاضر ہوا ہوں، اور اس سے پہلے ایک مقدار کچھ روایا کی حضرت کے بیان منظور یہ
 پیش کر چکا ہوں، تو حضرت نے فرمایا کہ تو خود اگر ان کچھ روایا کو تسلیم کر دے، میں نے عرض کیا
 حضرت یہ کچھ روایا تو میں آپ کے لیے لایا ہوں، میرے بیان تو اس کی دوکان ہے، حاجی صاحب
 نے فرمایا، نہیں میں جانتا ہوں کہ کن مشنوں سے کچھ روایا حاصل ہوتی ہیں، مولانا گنگوہی نے
 یہ جواب سن کر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے کچھ اجازت ہو گئی، مجھے بھی عنقریب ہو جائیگی،
 چونکہ اجازت و مخالفت میرے گمان میں بھی نہ تھی، میں نے عرض کیا، میں تو اس کا ہر مشن
 نہیں، اس پر غالباً سکوت فرمایا، بارگاہِ رشیدی کی ماضی میں بفضلہ منوی نعمتیں بہت حاصل ہیں،
 ایک سبب بندروان کے بعد، بعد عشاء، میں حضرت کی پیشینہ و بارگاہ میں انوارِ اصفیہ کی حالت
 ہوئی، اور ساکر ایک شخص کتا ہے کہ تجھے چالیس دن بعد اجازت ہوگی، اس کے ٹھیک چالیس
 دن بعد حضرت نے بے عرصہ فرمایا کہ اپنے علمے لے لو، جہاں نے دو علمے حاضر کیے، حضرت نے
 ہر دو کو اپنے پاس بھیجا کہ اپنے دست مبارک سے بندھے، اس کے چند دنوں بعد جہاں صاحب

فرمایا، جانتے ہو، یہ کسی دستاویزی، بھائی صاحب نے فرمایا، دستاویزیت تھی، فرمایا، نہیں، یہ دستاویزیت
 ہے، تم دو وزن کو مجھ سے، جارت سے، اس کے بعد کچھ عرصہ خدمت میں رہنا ہوا، مگر بہت جلد فریق
 جہانی کی فوجت آگئی، انوس کہ اپنی تن پروری اور نفس پرستی ہمیشہ میدانِ عمل میں سد راہ ہوتی رہی
 جس کی بنا پر ناقص رہا، دور نہ تھا، لہذا نے کبھی نکل نہ فرمایا، اور حضرت مرشدی قدس سرہ النور کی
 توجہات، اور حضرت شیخ الہند کی برکات نے اعجاز سے کو آہی کی ہے

سو گشت از مسجد راہ بان پیشانیم چند پر خور قسمت دینِ مسلمانی نسیم

از نکتہ متصور شد فہم حدیث لادین و لادینا بیکار نہمانیم

حضرت شیخ الہند کی خدمت میں، اگرچہ زیادہ رہنا نصیب ہوا، مگر باوجود ان کی توجہات کے اپنی
 اناقتوں نے گل کھلانے میں کمی نہ کی، مؤذک میں اپنے اسات اور اکابر کرام کے لیے ننگِ عاری
 رہا، اور حضرت الہا چشت اور دیگر مشائخ اہل طریقی کا مجموعہ معنوں میں بدنام کرنے والا، تاہم مجھ کو
 نضالِ غدِ زدی سے امیدیں ہیں، کوششِ سنگِ اصحابِ کعبہ، جگہ اپنے او میں کرام سے فیوض
 سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے، اور اپنے بھائیوں سے امید دار ہوں کہ عورات
 عاری اور توجہات و ہجم سے اس رو سیاہ کی دستگیری فرمائیں گے، والسلام

ننگِ اسلام، حسین احمد غفرانی
 (ملاسل طیبہ)

مکتوب نمبر ۲

ساوات شیخ پور، مرزا پور، مادھو پور، ضلع سہارن پور وغیرہ کے نام

محترم انعام تہجد کم، اسلام علیکم، درجہ اولیٰ، مرزا شریف، دہلی، نامہ باوجود سر فریدی
 یاد آوری کا شکر گذر ہوں، میرے متعلق نسی حیثیت سے یہ ہونے کا انکار ہی حضرت نے کیا ہے

وہ اس کے ذمہ دار ہیں، میں تو اپنے نام کے ساتھ یہ لکھا ہی نہیں ہوں، جس کی وجہ یہ ہے کہ دارِ بجا
 نسب نہیں ہے، عمل ہے، اگر نبی حیثیت سے کوئی اہل درجہ کا مالی نسب ہے مگر اعمال بیچ ہیں، تو
 مثل پسر نوح علیہ السلام روزِ نذر گاہِ خداوندی ہے، اور اگر چار زادہ یا بیٹگی زادہ ہے مگر
 وہ مسلمان بتتی ہے، تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال رضیب رضوان اللہ علیہما ہے، میرے
 عمل اس اور عاکی اجازت نہیں دیتے، جھکو شرم آتی ہے،

مگر۔ میں اللہ پر، قصبہ نادر، ضلع فیض آباد کا باشندہ ہوں، اللہ دار پر قصبہ نادر کے
 بالکل متصل ہے، تقریباً چار سو برس یا اس سے زائد سے ہمارے خاندان کی جاے سکونت ہے،
 وہاں کے اطراف و جوانب میں ضلع سلطان پور، عظیم گڑھ اور ضلع میمن آباد کے وہیات اور
 قصبات میں صرف سادات اور بڑے ذات کے شیخ زادوں میں بہاری رشتہ دار یاں صدیوں
 سے چلی آتی ہیں، ہمارا آبائی پیشہ زمینداری اور پیری مریہی ہے، شاہانِ وہلی ضلعیہ خاندان کے
 ابتدائی بادشاہوں نے یا ان سے پہلے بادشاہوں نے ہمارے علی مورثوں کو ۲۴ گائون دیئے
 تھے جن میں سے ۱۵۰ تک ۱۳ باقی رہ گئے تھے، ۱۵۰ میں ایک ہندو جرنے جس سے پہلے
 سے عدوت چلی آتی تھی، بڑوں کے انتقال و رد عمل کی شاعت کی وجہ سے سب پر قبضہ کر لیا،
 اور اللہ داد پور لوٹ لیا، ہمارے قدرتی کا فداست وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا ہے، شاہ خزانے اور غلہ اور
 سامان اس نے لوٹے جس کو وہ ایک مینڈ تک گاڑوں میں منتقل کرنا ہوا، اس کے حصہ کے زنا
 میں عورتیں اور نیچے بھیس بہن کر رشتہ داروں کے یہاں تہرانہ کے بعض غلوں میں جو کہ ہوں
 تھے پناہ گزین ہو گئے تھے، اور دوسرے لوگ بھی نوکران اور وہاں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تھے،
 بہر حال اگر کسی کو تفتیش کرنے کی ضرورت ہو تو قصبہ نادر ضلع فیض آباد دور نہیں ہے،
 دین جا کر تفتیش کر کے حال معلوم کر سکتا ہے، ۱۵۰ کے بعد صرف دو گائون ہمارے خاندان

کے پاس آتی رہ گئے تھے۔ جن میں والد مرحوم کا ایک آدھا ٹھکانا تھا جس کو فروخت کر کے والد مرحوم نے حجاز کا قصد کیا تھا

ہمارے مورث اعلیٰ جو کہ لہ واپور میں اولاد پہنچے ہیں ان کا نام شاہ نورالحق قدس سرہ العزیز ہے۔ ان سے سیکرہ تک سترہ پشتیں گزری ہیں۔ سلسلہ حسب ذیل ہے۔

حسین، محمد بن سید عبد اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ نور شرف بن شاہ
ابن شاہ محمد، شاہی بن شاہ خیر اللہ بن شاہ محبت اللہ بن شاہ محبت اللہ بن شاہ محمود بن شاہ لہ سن
ابن شاہ قلندر بن شاہ سؤر بن شاہ راجو بن شاہ عبد الوعد بن شاہ محمد زاہد بن شاہ نورالحق قدس سرہ
تعالیٰ اسرار ہم

یہاں تک ہمارا شجرہ نمبر موجود ہے، اس کے بعد کا شجرہ طریقت ہے۔ یہی موجود نہیں ہے
شاہ نورالحق صاحب خلیفہ ہیں شاہ داؤد چشتی کے وہ شاہ غائب الدین چشتی کے وہ شاہ نجم الدین
چشتی کے وہ شاہ رومی چشتی کے وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی کے وہ خواجہ حسین الدین چشتی جمیری
رحمہ اللہ تعالیٰ و قدس اسرار ہم کے، اس کے بعد شجرہ میں وہی اسما بزرگان طریقت کے درج
ہیں جو حضرت خواجہ جمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام شجران میں مذکور ہیں۔

ہمارے فائدہ ان کے بڑے میرے تالیف والد امون امون ہر دو بھائی کے ابائی اور
خاندانی مرید خلیع گوندہ سنی گورکھ پور، فہن آباد وغیرہ کے دیہات اور اطراف میں تھے اور اب تک
پلے جاتے ہیں، اکثر رشتہ داروں نے پیری مرید چھوڑ دی ہے مگر جن جن نے اب تک عزت کی وہ
سے اسی پرگنہ دان کر رکھی ہے، اس میں شک نہیں کہ امیر ایام سنی شہ ۱۲۰۰ھ کے قریب ایام میں ہجرت
اور دنیا داری کا ہمارے خاندان پر غلبہ ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ہماری تالیف مرحوم نے جو کہ خاندان
کی نشین، والد مرحوم پر زور دیا کہ تم کسی کامل سے بیعت نہ کرو، کیونکہ اب طریقت کی تعلیم اور

کماں نماذان میں باقی ہیں رہا، چنانچہ ہمارے والدین ماجدین حضرت مولانا نصل الرحمن صاحب
 گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے، اور شرف حاضر بارگاہی حاصل کیا، بہر حال یہ حواں فقیر ہیں،
 و الحقیقۃ عند اللہ، محترم۔ اگر قبولیت عند اللہ نصیب ہو تو بجا و نفع ہے، در نہ سب بیخ ہے،
 اخبار دن وغیرہ میں ایسے مضامین لسنے کی ضرورت نہیں، آپ کو ضرورت ہے کہ اپنی قوم کو
 مسلمان ہونے کی حیثیت سے ترقی دین، نسبی حیثیت سے طر در اؤد کبر بے وقتہ پیدا ہوتا ہے
 وہ ترقی سے مانع ہو جاتا ہے، سادات پر تمام مسلمانوں کی خدمت گذاری ضروری ہے زیر
 سادات تمام مسلمانوں کی پناہ غلام محبین اور ان سے خدمت کی خواہش کریں، تذکرۃ الاولیاء
 میں ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بندہ امین، ایک بڑے مجمع کے سامنے فرماتے
 گئے کہ بجاؤ تم میں سے جو روز قیامت . . . میں اللہ تعالیٰ بخش دے تو میری شفاعت کرنا
 لوگوں نے تعجب کیا، اور کہا کیا ہم آپ کی شفاعت کریں، حالانکہ آپ جناب رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں، تو فرماتے گئے کہ یہی چیز میرے لیے باعث بے حسنی ہے، اس کے
 تمام مسلمان میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمان ہیں اور میں ان کے خاندان کا بچہ
 ہوں، قاعدہ ہے کہ ہمانوں کی خدمت گذاری خاندان کے چھوٹوں پر ضروری ہوتی ہے، اگر وہ
 کوئی کوتاہی کرتا ہے تو صاحب خاندان بہت خفا ہوتا ہے، اور چھوٹوں کی سزا دینا کرنا ہے، اگر قیامت
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تجھ سے سوال کیا کہ بھرم نے میرے
 ہمانوں کی کیا خدمت کی تو میں شرم کی وجہ سے منہ نہ اٹھا سکوں گا۔
 یہ ارشاد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عجیب ہے اور سادات کے لیے بہت عبرت
 کا فرمان ہے، مگر افسوس کہ ہم انتہائی غفلت میں مبتلا ہیں، میں نے جب سے یہ ارشاد دیکھا ہے بہت
 فکر مند رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے

بین فریسی کا موقع صرف اسی وقت حاصل ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور ہمارے
 اذکار و نصرت، اناجان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اس سے پہلے
 یہ مغفرت، جہالت اور نادانی ہے۔

سادات کا فرض سب سے زیادہ اور اولین ہے کہ آقا سے نماز و عید السلام کی لائی ہوئی شکر
 کو زندہ اپنے عمل سے کریں اور آپ کی مسنون پر نہایت مضبوطی سے چلیں اور ہر امتی کا خود
 وہ کیسا ہی غریب اور جاہل اور چھوٹی ذات کا کسمان ہو احترام کریں، اور اس کی خدمت گزار
 کریں، وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جہان اور بلایا ہوا جہان ہے، امیدوار ہوں کہ دعوات
 صالحہ سے فراموش فرمائیں گے اور واقفین پر سان حال سے سلام مسنون کہہ دیں گے۔ والسلام
 ننگ سلطان حسین احمد شہزادہ، دارالعلوم دیوبند

سہ ماہ پورہ، ۱۳۱۰ھ

احمدیہ کتب خانہ، ایک مجلس میں تذکرہ پڑھا کہ مولانا حسین احمد مدنی دامت برکاتہم سید بین یانین، اس
 تذکرہ میں اللہ رحمت ہوئی کہ آپس میں رنجشیں ہو گئیں، وچواب عرض کیا حضور اس سوال کا جواب غایت فرامین
 ہم سب حضور والہ کے دامن سے وابستہ ہیں، مگر ہم میں سے بہت سے اہل سادات کسی دوسری قوم کو فرمائے
 کی بنا پر اپنا رہنا سننے پر تیار نہیں۔ کتب گرامی و شرف صدر ہو کر باعثِ طہانیت ہو اگر حضرت ام المصعب
 دامت برکاتہم کے آباء و اجداد ہم اللہ سید تھے جیسا کہ شجرہ مبارکہ سے ظاہر ہے، یہ مسلم ہے کہ اسلام نے نجات اور
 عزتِ حقیقی کی بنیاد بخش تھی پر رکھی ہے، اس میں انسان کا بڑا جھوٹا یا سزور و خیر ہونا، اذات پات اور خاندان و
 نسب سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جو شخص جنتدریگ نصیحت، نواب اور پیر پیر ہوگا اسی قدر اللہ کے ان عزیز و کرم
 فضائل کے اعراب کے اندر رواجیں طرح پھیلی ہوئی تھی اس سے کون مہربان نظر ذوات ہے، سارا آخر
 فنا خرابان سے لاکھ لاکھ ہونا، تجلید قبلہ فریب کی دکھائیں ہی سجا کر تہذیب حاصل کر رہا تھا، لیکن جب
 (باقی ماہیہ صفحہ ۱۱ پر)

مکتوب نمبر ۳

امام احمد حضرت مولانا ابوالکلام آزاد وزیر معارف ہند کے نام

۱۱) سیدنا المحترم لکڑا المت معا فیکر فی عایت من الامم ثقلاً اعمین

بعد پچھلے سالوں کے قدرت اقدس میں عرض سے کہ خاک و	عب اهداء التکرام والتمجیة اللاتفة المقام
۳ درستان المبارک کی جمع سے انجیر سائٹ ہو چکا	فالمعروض علی سیادہ تکمیر ان الداعی وحیل
جو نگہ رقیات و رسائلات کا سلسلہ مستطیع ہے ایسے	سئلہ فی الثالث من رمضان صبا حاسن
مالات اس کے مقصود ہونے کا عمل رتھ کو خواہ	کل حیر و سلامتہ و حیث ان المواصلات
کی خدمت میں مجھوں بھگا خواب والا کے حسن	اسلکیہ والکتابیۃ الی ہذا الساعة منتظہ
خالات سے امید ہے کہ میری در خواہت پر توجہ	اقتصمت الطروف والاحوال اریسال
فرمائیں گے۔	حاصل العریصۃ الی جنابکم السامی مالوجہ
	من حسن الخافکون لاتفعلوا عن الامعات

بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۱) جب حتی دومہ وقت کی سہا میں چنگین تر فرما اعلیٰ کی ساری گٹائیں چھٹ کر گئیں، کیونکہ انسان کے لیے میاں شرف جو ہر ذاتی اور خود حاصل کردہ علم عمل ہے ذکر اصلاح کی روایات پاریزہ اور سب فرشتہ کا سردر باطل، ہم کو یہ سب پرنا چاہیے کہ ہماری نسبت سے ہمارے خاندان کو لوگ پہچانیں، نیز کہ اپنی عزت کے لئے خاندان کے شرف رزق کے محتاج ہوں، البتہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و سز ز گھرانے میں پیدا کر دے، وہ ایک موروثی شرف و بزرگی ہے کیونکہ وہ یہ تحقیقات و انکشافات اس در پر شاہ عدل میں کہ بہت ہی چیر میں مہر و قی طور پر اشخاص پر حال کے اندر پائی جاتی ہیں اور اس سے انکار ہی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بسا اوقات خاندان کے موروثی اثرات خارج اثرات سے بے نیاز کر دیتے ہیں، اس لیے جس شخص کو

(باقی ماشیہ ص ۱۲)

سیدنا اسد و رکن حدیث اللہ یار	سیدی حبیب بن یونس آیا ہون و ابرہہ تکلیت
لہواری اسمع، لشکوی من جہۃ عدوہ لفقہ	سختا ہون کہ صوبہ آسم میں اسلامی رسالت قائم
الوزارۃ الاسلامیۃ فی القطر الآسافی و النہا	نہیں جو کہ ہے جس کی دہر سے اسلامی مذاکرہ
تسمہ صیغہ کثیر من المحتوی الکلامیۃ	سخت تفقہان بیچ رہا ہے، وطن پرست اشخاص اور
فی ہذا لالہ یار و کل من یقینی من الوطنین	اور کان جمیہہ مجوس سے اس بات کی شکایت کر رہے ہیں
اور باب جہدیتہ یتشکی عن ہذا کلامہ	اور مجھے اس کام کے لیے ترغیب ہے جو ہیں اللہ
وخصی علی الاحتجاج والسمعی حتی یمت	جناب والا اس نغم کو انجام دینے کی طرف خصوصی توجہ
فلنرم توجہ عنہم کما فی حدیث المصالحی	فرمائیں، اس صوبہ کے باشندوں کو اس بات کی توجہ
اہل ہذا اللہ یار یقولون بالشدکاد	خوش ہے کہ اس ملازمین مجالس میں ہوتی تھیں
الوسارۃ الاسلامیۃ فی ہذا القطر تشکل	پھر کیا بات ہے کہ حکومت اور رعایا تو صرف ایک

(بقیہ ماضیہ ص ۱۱) حق تعالیٰ شرافت و نجابت، حسب و نسب کی عزت سے سرفراز فرمائے، سے
 بمقابلہ دوسروں کے اور بھی اصلاح اعمال و تزکیہ نفس و اخلاق حمیدہ کی طرف اہل ہونا چاہیے،
 خلاصہ یہ کہ عادت اور پیشہ سے چل رہی جاری ہے کہ جس کو مرجع طلاق بنا اور منصب اور شاد و
 اصلاح پر شکن کرنا منظور ہو، اور اسکو اعزاز نامزدانی اور شرافت نبی سے بھی ممتاز فرمایا جائے کہ لوگوں کو اس کے
 تبار میں عاجز رنگ محسوس نہ ہو، اور ایسے شخص پر کسی کی درجائت ظاہری کا بجا اثر نہ ہونے چاہیے، گو قبول
 عن اللہ کے لیے شرافت نسب کی بالکل حاجت نہیں اور مذہب اسلام نے اپنے نسب کو بدلنے کی اجازت دی ہے
 کہ فرماؤ تم خود اپنے کو سید، صدیقی، نادوتی، عثمانی، رضوی اور علوی ظاہر کریں، مگر وہ ہے حضرت امام العصر
 کو حق تعالیٰ نے ان کی طرف عقل و فراست، علم و عمل اور خلعت، استغناء، تندرستی اور دوسری جاہ شرافت نبی اور
 وہاں نامزدانی سے ادا کر دیا، "یرزقہم اللہ من دہان یرزقہم" اللہ جل جلالہ علی محمد و علی آل محمد

على ثلاثة مجالس مجالس الحكومة و
 كليات لوطنيين يقصرون على مجلس واحد
 فقط لا يبد لهم من الاكمال. وان موكلات
 محمد ابراهيم بجتولى ايضا انشاء الله
 تقوم لقرائن الحكومة بالجد النظام
 والحداثة والادب لوكن ما هن في اللغة
 الانكليزية. واما مولوى عبد الرشيد
 فتخصص عن احواله وذكر من جهته
 بآية الحداثة في جميع الفروع ^{صحة} المنفردة
 كذا انك اللغة الانكليزية

المسئلة الثانية مسئلة المهاجرين
 الى اسام من سكان سكال فانها انقلب
 مسئلة مهمة فالرجوع من انضالكم ان
 تعلمونها بان من شر هذا الدنيا
 مسئلة يترك ههنا ولا يخرج ههنا
 قد وجدت الفتن والاذعاج من
 هاتين المسئلتين في الياسة الموجودة
 وههنا مسئلة ثالثة وهي انتخاب
 المسلمين في مناديب حزب الوطني

بمجلس کے قیام پر گفتگو کر رہے ہیں بلکہ ان کو تیار
 پوری کرنا چاہیے اور مولانا محمد ابراہیم صاحب
 اگرچہ نگریزی کے فاضل نہیں ہیں پھر بھی
 دانش، اند اپنے کار نہیں گو پوری ہمارت
 اور انتائی جدوجہد سے انجام دین گے۔
 لیکن جہاں تک میں نے مولانا عبد الرشید
 صاحب کے حالات کی تحقیق کی تو سب
 بڑے تجربہ کار اور نگریزی سے بھی کافی
 واقف ہونے کی وجہ سے اپنے تمام زرائع کو
 باحسن اور انجام دے سکیں گے۔

دوسرا مسئلہ ان مہاجرین کا ہے جو بنگال جنوں
 آسام آ رہے ہیں یہ مسئلہ نہایت اہم اور ناگوار
 ہے امید کرنا ہے اس کو جلد از جلد حل فرما
 کر جو شخص اس سے بہتر نہیں سمجھتا تک اگر
 آباد ہو گیا ہے اس کو یہاں رہنے دیا جائے
 یہ دونوں سیاسی مسائل سخت تر وہ اور کشمکش کا
 باعث ہیں یہاں تک یہ مسئلہ بھی پر حتمی کار
 کے مندوبین کیلئے مسلمانوں کا انتخاب
 یہ مسئلہ بھی مسلمانوں کے لیے سخت پیچیدہ ہے

اختی الکانگریں نا تھا عادت ... مثلاً

عویصۃ المسلمین جدا فان ابناء

الوطن لا یرکون مسلماً یفوضہ بمرتبہ

ما فی المجلس الوطنی ولا یرکونہ مندوبا

فی المجلس الکبیر فان لمرقصہ المجلس

محموقۃ المسلمین یکاد یتقطع ^{لہم} و

یہا ثریا سیدی اطلب منکم السلام

فیما اجترأت فی الیلۃ جعلکم اللہ

سلاذ الامال والامانی ما یرکانہ

ماد متد

محمودکم

حسین احمد عہدہ من بلدیۃ سلطت

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

۹ رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ

کیونکہ انبیا و اولیٰ مسلمانوں کو اس بات کا سوت

پر گزردین گئے کہ وہ کانگریس کے کسی

عہدہ پر نائز ہو اور نہ کوئی مسلمان کانگریس

کے ایسی ٹکمان کا رکن ہو سکتا ہے، اگر کوئی

میں مسلمانوں کی پیشین محفوظہ کی گئیں تو

پھر مسلمانوں کا ان کو ہٹوں میں جانا ناممکن

ہو جائے گا

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

کتبہ اشرفیہ

مولانا عبدالحق مدنی مدظلہ مسجد شاہی ہرا و آباد (یو۔ پی) کے نام،
الی اللہ المحترم زادت معالیہ آئین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ حجاز اور ابن سعود کے برسے میں جو حالات

پیش آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایسا مختصر صورت بیان

ہی ان کی حالت ہی نہیں تو اس لیے کہ

لما واقع فی مسئلۃ الحجاز و ابن سعود

فعمدہ صفا شہدۃ متخالفہ البجدین منہم من کان

مخالفا لہم تو غلہ فی البدع و اختلافی فی ہذا

الا امر عظامۃ التي وقعت في الظلم
 و بما وقع من هدم القباب وغيرها
 ومنهم من كان مستمدا الى الشرب
 ولم يكن محمد سبيل الا ظهار ومضراته
 و الا لان وجدنا ان الاك طرفا نصار
 يشيع بينك المظالم والعقائد لرجوع
 النام الى الشرف وقد وقعت
 المكاتبات بيني وبين بعضهم وانا
 اري انه لو اقيم هناك الشيخ
 السنوسي تندسوا كثر ابواب الفتن
 والا لحكومة ابن سعود ايضا بها
 صلاح لكن من الامور السياسية
 وان كان ريكتم على خلاف ذلك انا
 رى ان سائر العربان مسرورهم
 وغير مسرورهم من الالوة والهدايا
 والهبتور وغيرهم حجازهم وتمامهم
 بينهم و نجابهم وغيرهم عناقير
 منه كالعشر من الدواب فلا يمكن
 نشي من هذات الاعمال ان تطيبها

وہ غالب بڑھی ہیں اور اس کے یہ خون سے
 ان مظالم کو جو ظالم میں ہوتے ہیں اور جو
 بنے وغیرہ ڈھانک گئے ہیں بہاڑ بنایا ہے کچھ
 لوگ شریف حسین کے حامی ہیں جو اپنے خیالات کے
 اظہار کا موقع نہیں پاتے تھے اب ان کو موقع
 مل گیا ہے وہ لوگ نجد یون کے ان مظالم اور
 ان کے عقائد کی اشاعت اس لیے کرتے ہیں تاکہ
 لوگ شریف حسین کی تائید کریں ان حضرات میں
 سے بعض سے خط و کتابت ہی میری ہے
 کہ اگر شیخ سنوسی کو وہاں کی ذمہ داری دیدی جائے
 تو اکثر فتنوں کے دروازے بند ہو جائیں گے
 ورنہ پھر ابن سعود کی حکومت میں سیاسی اصلاحات
 کے سلجھانے کی صلاحیت تو موجود ہی ہے
 اگرچہ آپ لوگ اس رائے کے مخالف ہیں،
 میں تو دیکھتا ہوں کہ تمام عرب، اردی، شہری
 و لہذا ذیل حجازی، تہامی، یمنی، نجدی وغیرہ
 سب کے سب ابن سعود سے اس طرح ڈرتے ہیں
 جیسے بحری بھرتیے سے ڈرتی ہیں اور یہ قابل
 بہ عرب پر ایسی دست درازی میں آسکتا

عن العصب كما كانت تسئل في حكمة
التصنيف وكنهاك السفهاء بسكرة و
المدانيه وعبيد الاثلاثون بيل
الاثلاثون ايضا لا يقدر ان عسى
ان يؤذوا احد او كذا الله ما كان في
المدينة المنورة من تعداد الحكام
وجريان الاحكام القروشية فيها
وميلان كل حاكم الى من طارعه و
قدام له ما يشتمه وتساط العربان
داولاد الحارة على الناس وكنهاك
المصادرات الباهصة والجمارك
الثقيلة التي كانت على التجار واصحاب الاموال
يكنهاك الخيل الباطنة التي كانت تصطاد
بها اموال الحجيج ويقدم البعض الى التبريد
بعض الاحوال على بعض الطرفين ويشتم
وعبروا الله من الاموال النسيعة ارجوان يحصل
بحكومة كلام الجمع من واحد ثم احان انا
ايضا من تشدداتهم المتجاوزة من
الحديث الديانات ان يحصل ما لا خير

جیسے شریف حسین کے زانہ میں کرتے تھے اور
اب کہ دین کے جملہ اشرف اور اولیٰ بھی
کسی کو کوئی تضر نہیں پہنچا سکتے۔ یہی طرح اذ
بہت سی خوبیاں نجدی نظام حکومت میں
دور ہو گئیں۔ مثلاً دینہ شہرہ میں حکام کی کثرت
قروشی قوانین کا نفاذ ہر حاکم کی عجا حیات اور
پادری ان اشخاص کی عیون کی خوشامد اور
اطاعت کرتے تھے۔ یہ دن اور محلہ کے لوگوں
کے لوگوں پر مظالم، اجروں اور سرمایہ داروں
پر محامل اور ٹیکسوں کی بھاری بھاری
سے زمین وصول کرنا، کچھ شریف کو دینا کچھ حاکموں
کو تذر کرنا، کچھ معلوم اور شیوخ کی جیب بھرا،
میرا خیال ہے کہ بن سود کی حکومت ان تمام
خرابیوں کو بیک وقت دور کر دیگی۔ ان بجے
اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ شریف
مسائل اور احکام میں ان کی حدود
سے متجاوزا رہتا ہے بہت سی خوبیاں
پیدا کریں گی۔ کیونکہ محمد بن احمد میں
بندی نہیں ہے بلکہ ان کا یہ طرز عمل لوگوں کے

وانصره تو سطر لایہ صومالیہ عند
 عامہ محمود الک یقر قلوب الناس
 فی غشی نصرۃ الاسلام الا فانی، و یجد
 بن الک اصحاب الہواء سبیل تنویر
 الک عار علی المروءین الشرفین اعدا
 اللہ من ذالک، و کذا الک یحصل بہ
 مظاہر علی الناس کما وقع ما الفالی
 تسلطہم علی الحجاز والمحال ان الی
 یرجی منہا فیہا ما صح واصلاحات
 ذلک الدیانۃ تخرج بین الحسن وایح
 والتشدید غدیر رضی اللہ عنہ علیہ السلام
 وفتحہ اکثریۃ۔ ثم الدولة
 الانکلیزیۃ ترید القاء الفتن بین
 المسلمین فلا اطمینان من جهة
 علی احوانہ اذا حصلوا ما یقرہم
 کما یظہر من بعض الاحیاء۔ والی
 اللہ المشتکی۔

حسین احمد علی

اسلام سے منفکر دسے گا، اور جو پرستوں
 کو اس بات کا موقع دیکھا کہ وہ کافروں کو
 حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کی ترغیب دین
 خدا اس نکتہ سے بچائے، اگر غیبا کا تعلق
 حرم پر ہوگا، تو لوگوں پر مظالم ہوں گے،
 جیسا کہ اسکے قبل ان کے تسلط سے مجازاً
 گذر چکی ہے، غلامیہ کہ نجدیوں کی حکومت سے
 سیاسی مابہت سے فائدہ اور اصلاحات کی
 توقع کیا جکتی ہے، لیکن ترقی نقطہ نظر سے
 انکی حکومت میں غولبی بھی ہے اور برائی بھی، اور
 سنی تو انھرت مسلم کے نزدیک غیر پسندیدہ چیز ہے
 جس سے بہت سے سفر نتائج پیدا ہوتے ہیں،
 علاوہ ازیں انگریزی حکومت مسلمانوں میں ختم
 و فساد پیدا کرنا چاہتی ہے، اس لیے شریف اور
 اور انکے بھائیوں کی طرف سے مجبوراً طینان نہیں
 جب کہ ان کو آتہ، حاصل ہوگا، جیسا کہ خبروں
 سے پتہ چلتا ہے۔ والی اللہ المشتکی

حسین احمد غفرلہ

بالحدود نصھا للخریبین المحاربین
 من اهل اورسا هو لا یدفعون
 العقود الربویة لجماعتهم لتبشیر
 یعنی الیادریین لا شاعة المسیحیة
 اذا المر یاخذوا الربا بالاکاموال
 الربوا علیها. و حیث ان عدم الاخذ
 حیث ان او جب مضدۃ عظیمة افنی
 ارباب الحل والعقد بوجوب احد الربوا
 تصرفها علی فقراء المسلمین تصدقا
 او فی غیر هذا المحل حتی انها لو توخذ
 ثم تجری فی البحر فی خیر من ابقائها
 فی النبوک. اما احد الربوا من
 الھند فالی الساعة اولئک متوفون
 لان اشاعة هذه المسئلة فودی الی
 جریان الربوا بین المسلمین فان
 شاءتہ سکان الھند من المسلمین
 هم فقراء یرجوا حون الی الاستدانة
 الربوا
 و اما الھنوب فانئذک اصحاب

بعض اہل یورپ کے ہیں جو اسلام کے مخالف
 اور دشمن ہیں۔ یہ لوگ سوڈ کی زمین پاویون کے
 عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ان کے تبلیغی ٹیم
 کو دیتے ہیں۔ جبکہ سوڈ کی رقموں کا مطالبہ
 روپیہ جمع کرنے والے نہیں کرتے، اس لیے
 سوڈ کی رقم نہ لینا ایک بڑے فتنہ و فساد کا
 سبب ہے۔ لہذا رباب فتویٰ نے فیصلہ کیا
 ہے کہ سوڈ کی رقمیں ضرور لینا چاہیے۔ اور
 بطور خیرات کے مساکین کو تقسیم کر دینی چاہیے
 یا اور کہیں دیدنی چاہیے، بلکہ سمندر میں پھینک
 دیا جائے۔ ہنگری میں چھوڑ دینے سے بہتر ہے، اللہ بندہ
 سے سوڈ لینے میں اتنا تک علماء کو تذبذب ہے
 اس لیے اور بھی کہ اس مسئلہ کے رواج کو
 سوڈی معاملہ مسلمانوں میں پھیل جائیگا
 کیونکہ ہندوستان کے نام مسلمان
 غریب ہیں اور وہ سوڈ کا روپیہ خرچ
 لینے پر مجبور ہیں۔

ہندو اکثر شہر ایروار ہیں، اور وہ سوڈ پر روپیہ

اموال طائفة لا يحتاجون الى الاستدانة
 غالباً ومن احتاج منهم فاداً حصلت
 الامتاعة لهذه العتوى تكون ذريعة
 لتساق من ارباب الدنيا من المسلمين
 ان يهبوا اموال لضعفاء منهم يربوها
 حلالاً واما الان فحن نقول للمسلمين
 ان اخذ الربوا و اعطائها و كتابتها
 و غير ذلك حرام فامتنعوا عنه
 و قلوا مصارفكم حتى لا تحتاجوا الى
 الاستدانة. و نقول لهم لا تغيبوا
 باموالكم الطائفة اعدائكم الوطنيين
 اليهود او غير ذلك فها هم صالح
 عديده مع ان اليهود بالذيار الحمد
 امر امثلنا فان في نظري و صفة
 القاطنين بالحمد و صفة الاسير
 بايدي اهل الحرب كان احوالنا
 اشبه بالاسير و بناء عليه يحل لنا
 من هؤلاء المخارئين كل شئ سوى العرق
 كما صح بعد الفقهاء و اذا تاملت فيهم

لینے کا چند ن ضرورت نہیں ہے اور
 جب جواز سود کے فتویٰ کی اتاعت ہوگی
 تو زیادہ مسلمان غریب مسلمانوں کے ال
 کو لوٹ لیں گے، کیونکہ مسلمان جائز بھجکر
 ان کو سود دین گے، ہم مسلمانوں کو مشورہ
 دیتے ہیں کہ سود کا لین دین اور معاہدہ حرام
 سمجھیں اور اس سے باز آئیں اور اپنے عزیزوں
 کم کریں تاکہ قرعہ لینے کی نوبت نہ آئے،
 اور مسلمانوں سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تم اپنی
 دقموں اور سرمایہ سے اپنے ہوموں ہندو
 دشمنوں وغیرہ کی مدد نہ کرو، اس کے علاوہ
 سود نہ لینے میں اور بہت سے مصالح ہیں
 ہندوستان میں ہندو بھی مسلمانوں کی طرح
 ہنگریزوں کے خلاف ہیں، میرے نزدیک
 باشندگان ہند کی حیثیت ان قیدیوں کی سی
 ہے جو دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور
 ہماری حالت محض قید ہون جیسی ہے، اس
 بنا پر ان دشمنوں کی ہر چیز ہمارے لیے صحیح
 سود ہے، عورتوں کے جیسا کہ فقہانے اسکی تشریح

الامر و عمل عجل من الله و دعاه لعل
 تامل۔ و ما قلتم ان دفع الفلوس
 الى النبوك لا يحل لاجانة الكفارس
 فهو صحيح و ذاك امر واقعي اجترأ
 عليه اسم باب الدنيا من لا مبالات
 في قلبه للمدين بحيلة انه يخاف
 على نقوده من السرقة و اسم باب
 الصاد و بيان المال اذا كان في صنادق
 لا يحصل له منفعة اصلاح خلاف
 اذا كان في البنك

دائی ہے، غم نہ کرنے پر مشورہ دینا جو جیسے گا،
 البتہ بندہ اس کے ساتھ یہ پڑاؤ جائز ہے یا نہیں
 قابل غور ہے، آپ کا یہ فرمانا کہ بانک میں رقم
 جمع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں دشمنوں
 کی مدد اور تائید ہوتی ہے، تو یہ بھی درست
 ہے، اور واقعہ ہے کہ دنیا پرست لوگ بانک
 ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہی لوگ
 بانک میں روپیہ جمع کرتے ہیں جن کو دین و
 مذہب کی پابندی کا خیال نہیں ہے، اور یہ غدار
 ہیں کہ چوروں اور بدعتوں سے ہم کو خطرہ ہے

نیز جو روپیہ منہ دہی میں بند رہتا ہے اس سے
 کوئی نفع نہیں حاصل ہوتا، بلکہ اگر ہمیں اس سے
 (۳) میں نے تفسیر بیان، تم ان کا مطالعہ کیا،
 اس میں جو عبارت ہے اس سے آپ کا اعتراض
 دور ہو جائے، کیونکہ صنف کا قول ہے کہ جو رقم
 کسی معاملہ کے ذریعہ حالت کفر یا دار الحرب میں
 واجب الادا ہوتی ہے، خواہ معاملہ جائز یا ناجائز
 ہو، وہ رقم اسلام لانے کے لئے اور دار کے ہونے
 کے لئے بھی واجب الادا ہوتی ہے، یہاں پر ایک

(۳) طالعت فی تفسیر بیان القرآن
 فوجدت عبارة الموجودة هنا
 قد نفع اعتراضكم و انه يقول ان ما
 وجب بقصد في حالة الكفر وفي
 الدنيا بالحرية سواء كان العقد
 حلالاً او حراماً يتبع بعد الاسلام
 و بعد انقلاب الله كذا في كتابي

ههنا وجه آخر للرب لمرططين عليه
 بقاء بعض الخدشات وان اراد الله
 والتضح اطلعكم عليه وينبغي ان
 تتوجهوا الى جواب المسئلة وغورها
 لعله يظهر لكم وجهه وجيهه و
 لا شك ان اباحيفه رحمة الله تعالى
 لا يقول بجل الربوا اصلاحا في وقت
 ولا مكان وانما يقول لا الربوبين
 المسام والمخرب ثم فانه لم يرد
 بربوا ونفاذ عن مصداق الربوا
 لانه قال محل الربوا
 والسلافة حسين احمد غفر له

دوسرا جواب بھی ہے لیکن اس میں چند شکوک ہیں
 اس کا مجھ کو اطمینان نہیں ہے۔ اگر خدا نے چاہا
 اور سئلہ کی تردید وضاحت ہو گئی تو جناب کو مطلع کر دیتا
 آپ خود سئلہ پر غور کرتے رہیں، شاید کوئی مقبول
 وجہ زمین میں آجائے، اس میں شک نہیں کہ
 اہم ابو حنیفہ کے نزدیک کسی بگ کسی وقت بھی
 سود لینا جائز نہیں ہے، لیکن امام صاحب کہتے ہیں
 کہ مسلم اور حرجلی میں سود کا وجود ہی نہیں ہوتا،
 وہ یہ نہیں فرماتے کہ سود جائز ہے، بلکہ سود کی
 اس معاملہ میں نفی کرتے ہیں،

والسلام

حسین احمد غفر له

کتوب نمبر ۶

برادر محترم امیر کراچی جو ایش قومی ہے کہ
 رضوان اور غیر رضوان میں ہم آپ بکار رہیں
 لیکن جس چیز سے مسلمانوں کو مانع پہنچے وہ
 میرے نزدیک سنیے زیادہ ممنوع ہے
 اس لیے یہ سنیے ووردیہ از رنگ میں تیار کرتا

اشی المحترمة احب شی
 الی الا اجتماع باک فی رمضان وغیرہ
 ولکن ما یحصل منه النفع للمسلمین
 فاحب من کل شیء من اجل والک
 اخترت القیامیة الایام الثماسة

مع انی فی قلق الی المدینۃ المنورۃ

وصاحبہا واولیہا واخلوی

والسلام

حسین احمد عفا

۱۲۲۲ھ

من تنسکنا - اسامہ

پسند کیا ہے۔ حالانکہ میرا دل دیر سے منورہ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور مکان دینہ اور برادرانِ عمر کی یاد میں

بے چین رہتا ہے۔ والسلام

حسین احمد عفا

۱۲۲۲ھ

(اسامہ)

کتوب نمبر ۱

اخئی المحترم! السیئۃ سیئۃ

وإن کانت من الأماء والاکامہات

نحن لا نحائی ابن سعود علی المعاصی

والفباخر فان کان الامر علی خلاف

ما علمناہ نحنی براء منہ۔ هذا

التہنیف حسین مع شہ فہ البسی

خالقناہ الخالفة الاسلام حکیم

نرضی علی ابن سعود مع الفباخر غیر

ان بعض الشراہون من بعض۔ انی

الآن لم نطہر معینہ مع الامتکیر

واما المداہدت النبی انی ذکرہانی

بجائی جان ابرئی بحرالی بانی ہے۔ حواہ

اس کا صدور اور در کتاب و تدین کی طرف سے

کیوں نہ ہو۔ ہم ابن سعود کی ناجاز و کتوں اور

گنہوں کی آئندہ نہیں کرتے اگر آئین ہمدادی

معدنات کے خلاف ہوں تو ہم اس سے بری

ہیں، ہم تو شریف حسین کے اجداد شرف نسی کے

اسلام کی مخالفت کی وجہ سے مخالف تھے، پھر ہم

ابن سعود کی خرابیوں کو کیوں پسند کرنے لگے،

ان بعض برائی بعض سے نسبت لگی ہوتی ہے،

اب تک یہ بات صاف طور پر ظاہر نہیں ہوئی کہ ان

صدور انگریزوں کے بھی خواہ ہیں جن معاہدات

الحرائد فانها متعلق بالحدود وعقربا
 مما لا تحصى لاحوال هذه حكومة
 في هذا الاصل عاصرا - نعم يلزم ان تنظر
 الى انه هل يعنى على الحكومة الاملاكية
 وهل اعان الكفار على الاملاك وهل
 انفى المسلمين واموالهم واعراضهم
 للاملاك على الاسلام .

وهل وهل
 ساها الى اية الاملاكية بيدا الكفار
 وهل منزه المحرم المحترم وامثال
 هذه الامور كما فعله الله بهن
 قل املا فان كان الجواب فى انفى
 فكيف الاستواء .

اننى المحرم ان اهل الحجاز
 ومنهم اصحاب هذه المكاتب
 ينظرون الى العوائد الحاربية فى
 الحجاز من القديرو الى امور جزئية
 وشرعية والى مصالحها صفة
 بالحما عاصرا والعوائل والى اعمار

کی خرید و بیخارات میں تنازع ہوتی ہیں ان کو تقویٰ
 حدود وغیرہ سے ہے جن سے کسی حکومت کو اس
 زمانہ میں مفر نہیں ہے، البتہ ہم کو غور کرنا چاہیے کہ
 انہوں نے اسلامی حکومت کی مخالفت تو نہیں
 کی، اسلام کے خلاف کفار کی مدد تو نہیں کی، اسلام
 کی جان، اہل و عورت اور آپ کو کافروں پر قربان
 تو نہیں کیا، بلا و سلاسیہ کو کافروں کے قبضہ میں تو
 نہیں دیا، حرم محترم کی توہین تو نہیں کی، جیسا کہ ان
 مور کا ارتکاب شریف حسین نے کیا تھا اگر جو یہ
 نفی میں ہے تو پھر شریف حسین اور ابن سوار
 دونوں برابر کیسے ہوں گے .

بھائی صاحب! یہی حجاز، و زمانہ نگاروں
 کی نظر میں وہ وہ ہیں اور عداوت جو پہلے
 سے چلی آتی تھیں، حجاز کے موجودہ نظام حکومت
 کی چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں اور ایسی باتوں
 و عادات ان کے مفاد، نجدیوں کی حرکتوں اور
 ان کی ریڈیووں پر پڑتی ہیں، البتہ ارکان جمعیت

الجندیب والقرابة منهم واما ارباب
الجمیة والحزبة فيظرون الى
اعمال الاجاناب مع الاسلام ^{تصیر} دارا
وما يصدر من كل يوم صدقاتكم
والمسلمين وبناء عليه فيريدون
العلقة والحماية لكاهن يحصل
سبب اعلاء كلمة الاسلام فلا يرد
باسا في حماية النجم والامام يحيى و
كل من يتفوه بلا اله الا الله ولجب
تفاوت صفا الحزبان نظارة اختلقت
الاتكاف وعلى كل فلا ترضى الا بها
يرضى الله ورسوله.

الحی المکرر! است اعلم باحوال
عالم الکبار من الحجازین اہم
یسجون الجوز ویاتون الناس بوجہین
وینقادون من انھم الخاصة علی
العامة بل علی الدین والتسبیح و
المال علی ائمة بل لا یجوز کل شیء

وفاقت تو صرف انبیاء کی نقل و حرکت پر غور
کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے خلاف کیا کارروائی
کر رہے ہیں ان کے منصوبے کیا ہیں اور اسلام
کے خلاف دوزخ کی کوشش کیا رہتی ہے اس لیے
ارکان جمیہ ان لوگوں کی حمایت اور آغا
کرتے ہیں جن سے اسلام کی شان بلند
ہوتی ہے۔ پس ان کے نزدیک ایران
اور امام یحییٰ اور ہر کلمہ گوئی ناپسندیدہ
ہے، خواہ ان کے اغراض و مقاصد اور
مصالح میں خلط ہی کیوں نہ ہو، پہلا
جو چیز شدہ رسول کو پسند ہے وہی ہم کو
بھی محبوب ہے۔

برادر کرم! آپ کو حجاز کے امراء کا
حال معلوم ہے۔ وہ ادنیٰ اور اہانت کے
کیزوں پر مسخ کرتے ہیں اور لوگوں سے
دور خفا تین کرتے ہیں، ذاتاً اغراض کو
قوی نقاد بلکہ اسلام اور شریعت پر توجہ
رہتے ہیں، حال ان کے نزدیک رسے
ڑھی تھمتی چیز ہے۔

اذا ما للناس جرم لم يبيس
 فانى قد اكلتهم وداقتا
 فلما رء ودهم الراحدا عسا
 ولما رء بيهم الا نفاقتا
 والسلام. حبيب احمد عظمه

اگر کسی شخص نے لوگوں کے معاملات کا تجربہ
 کیا ہے تو میں بھی لوگوں کو چمکے کر اور کیا کہ تجربہ کیا ہے
 میرا تو بھی تجربہ ہے کہ لوگوں کی دوستی کر دینا
 ہے اور ان کی دیندار بنانا اور نفاق ہے۔

مکتوب نمبر

امتنان الامراء كتب الى
 الصوى . ولما قصر في التاكيد
 ولكنى في خصوصية من ساد جيتا و
 عدم تدبير الامور، الا انتدس
 في احوال الحجاز اليوم من وجوه (الملك)
 ما ظهر من فساد اعمال المحدثين و
 الصلوات والامامات والتدريسات
 والامور النظامية وغيرها الداني
 ما ظهر القرض على كثير من الاثمة و
 الخطاء والعلباء لتكبلهم بواحدة
 خلاف ابن سعود وحكومتهم واولاد
 يذون علة شهر عن حسين نصر الدين عوي

آپ کے ارشاد کے مطابق صوفی کو خط لکھا۔ اور
 تاکید مزید کر دی، لیکن مجھ کو آپ کی سادہ بوجی
 اور آپ کے عدم تدبیر پر افسوس ہوتا ہے، آپ نیل کے
 مسائل سامنے رکھ کر حجاز کے معاملات اور حالات
 پر غور کریں، (۱) نجد یوں کے کاموں، نماز، مسرت
 تقسیم، اتنی ہی امور وغیرہ میں خرابیاں
 پیدا ہو چکی ہیں، (۲) ابن سعود اور ان کی حکومت
 کے خلاف جہاں لوگوں نے تنظیم قائم کی ان علماء
 خطباء اور ائمہ کو گرفتار کرنے سے قید کر لیا،
 ان لوگوں کی تعداد تقریباً پچاس سے زائد
 ہے، بغارت اور باسوسی کا الزام لگ کر ان پر
 مقدمہ چلانے کے لیے نجد میں مسجد ایسے۔

البغوة واجبالجواسيس حبسوا
 ونفوا الى بلاد نجد الى اكمة وهذا
 في الموسم فلا ندري ماذا يحصل
 بعد الموسم. (الثالث) ان السياسة
 يوما يوما تزاد احترافا وحمية
 وتشادا والله اعلم اني ما يرضي الخا
 (الرابع) قلة الخيل والاسباب المحصل
 هنالك وهل يكفيك لقيام المدينة
 المتورة ثلثون رمية. (الخامس) عدم
 الحرمة في التعليم والكتب المدرسية
 وان العلماء قد اجتمعوا على ان يحفظوا
 حلقه عالمهم ولا يتكلموا في المباحث
 ومثل هذه امور ما كنا نطيق انما
 تحصل وكلنا نهي الايام يظهر لنا
 امور نقتصر معها الخلود فاذ هذا
 حالنا فماذا سكتنا على التشديدات
 والتكبريات والمدح فكلنا به فنته
 في الدين وان تكلمنا مع علماء
 الجهادي كفي به غنة في الدنيا

یہ تو راج کے وقت کا قہر ہے اس کے بعد
 کما نہ معلوم کیا ہوگا، (۳) نجد ہی انتظامات
 سیاست میں روز بروز جو قح سختی اور بیت
 اتری، امتداد اور تشدد پڑھانا ہے،
 انجام کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔

(۴) اسباب و ذرائع معاش کی قلت کیا
 قیام دینہ منورہ کے لیے تیس روپے
 کافی ہونگے؟ (۵) تعلیم اور دینی کتابوں
 کے پڑھانے میں آزادی نہیں ہے، علماء
 مجبور ہیں کہ وہ نجد ہی علماء کی مجلسوں میں
 شرکت کریں اور بحث و تحقیق میں حصہ نہ
 لیں، ان انتظامات کی خبر تھی کہ وہ
 ظہور پذیر ہوں گے، اُمید ہے کہ وہ
 گذر تاجار ہے ایسے حوادث پیش
 آ رہے ہیں کہ آپ لرزہ پر اندام ہو جائیں
 اگر ہم دینہ منورہ آئیں تو یا ان کے ساتھ
 تکفروں اور بدعتوں پر حتم پڑیں تو یا
 ہماری رہنماداری میں رونگٹا لگیں، اگر کسی کو

مع ان الحجائین اقل استماعانی القوتۃ
 العملیۃ والناشر فیہم عدیم تقویٰ
 کما هو معلوم لریک الا ماشاء اللہ
 بخلاف الھند وامثالہا تغلب علی
 اھل یتلک الدیار محبۃ الدنیا
 ویضجون لہا کل شیء وانما المقصد
 رضوان اللہ علیہم وعلیٰ اولیہم
 علیہ السلام وخدمتہ الدین
 فانہما حاصلہ المقصدان المراد
 ولذالك فارتقت الصحابة والاتباع
 رضوان اللہ اجمعین المدیۃ المنورۃ
 مع منادۃ محبتہم بالمدينة المنورۃ
 ورضا حقہا علیہ الصلوٰۃ والسلام
 وعلیٰ اقل یرم علیہا ان نصبہ
 ایام حقہ یتعین لنا ان الجمل علی ای
 متقی یرک وعلیٰ ای سوال ینسب الشیخ

والسلام

حسین احمد عثمانی

ان پر چون و چرا کریں تو دنیاوی ساد اور پریشانی
 میں گرفتار ہوں، نیز ان حجاز کی قوت علیہ
 مردہ اور بے حس ہونے سے، ان میں کسی تحریک اور
 اصلاح کے قبول کرنے کی صلاحیت منقطع ہے
 جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، الا ماشاء اللہ۔ یہ حال ہند
 اور دیگر ممالک کا نہیں ہے، ان عربی ممالک
 کے باشندوں پر حسب دنیا غالب ہے، دنیا
 کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔
 ہمارے پیش نظر خدا ورسول کی خوشنودی
 حاصل کرنا اور دین کی خدمت کرنا ہے جہاں
 بھی یہ مقصد حاصل ہو، ہم کامیاب ہیں۔
 اسی خدمت دین کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم
 واتباع کرام نے باوجود حب رسول وحق
 دین کے مدینہ منورہ کو چھوڑا، ہر گیت پہاڑ
 فرض ہے کہ کچھ دنوں صبر کر کے دیکھیں کہ
 اوش کس کو کٹ بیٹھا جو اور کپڑا کس طرز پر بنا جائے

والسلام

حسین احمد عثمانی

مکتوب نمبر ۹

اظن انکمرا تمتم امر الامت و
انفصلت التصدیه مع الشیخ . . . وانا
اقبح عنکم کیف خیرت علیکم الفریضه
دان المسئله لاهی رذیة ولا عائله
فان المصفی لکم و الثلث للاموال المسئله
للشیخ . . . فان اولاد الام لا یحرمون
مع وجود الام و هذا من الشواد التي
یرت فیها الفرج مع وجود من تدلی
بها و الا خمس فی التقسیم بالقیمه بها
یحکم و ذود و بیوت و تراضیتم به
نعم الفاظکم و دل علی سقدۃ الخیر
والاندماش و هذا امما لا یلتق بکم
اسما الرجل جبل لا یحرمه شی من
العواصف ولا یرول عن مکانه با
لن کلامی ای اسی کی صہولۃ قویاً
ماضی العربیة متخلد استقل المزاج
کما هی دیدان الرجال

میرا خیال ہے کہ میراث کا عالم شیخ علی کریم
جو گا اور عالم نانا صاحب نے نہ گیا ہو گا۔
تجھ کو تعجب ہو کہ میراث کا مسئلہ آپ کی سمجھ
میں کیوں نہیں آیا یہ مسئلہ قرآن میں مذکور
ذمہ میں ہے، نصف آپ کا اور سدس نانا کا ہوا
اجنبی بنی ان کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتا
یہ سنا، اصول ہے جس میں وہ شخص بھی وارث
ہوتا ہے جس کی اصل موجود ہے، جس کی اور سے ذمہ
ورث کی طرف منسوب ہے، بشر تو یہی جو کہ قیمت
جو صاحب بصیرت لوگ نہیں کریں، اسی معیار پر
میراث تقسیم کیا جائے، آپ لوگ بھی رضائے کی
مسئلہ طے کر لیں، آپ کے خط سے آپ کی پریشانی کو
اظہار ہوتا ہے، یہ آپ ہیہ نہیں کہیں یہ
نہیں ہے، انسان پہاڑ کی طرح مستحکم ہو جسے نہ عوا
جشن دے سکے، زلزلہ بلا سکے، ایسے بجائی
دل کو مضبوط، ارادہ کو مستحکم، طبیعت کو متعقل، زور
نہایتے جیسا کہ اولاد اسرار میں سبقتوں کا شہور ہے

اما شذذك بالسلك مع الفصلا
 الله ان يوفيك لما يحب ويرضاه
 وكي يوفقك على الصحبة ولعلك ان تصلا
 تسيد على المهبات ساد الله في دين
 ان الاقامة لدي هذا العلق فلا يجد
 فعنا بقلة بضاعتى وخال جوالى مع
 انافيه من كثرة الاشغال وهجوم الافكار
 ونوالى كاسفار وبعث الاظار وضعف
 الهمة وجمود الطبيعة وخمود الفريضة
 وعسى الله ان يمد يدك سبيل الرشاد
 وان يوكنا محمد صديق صاحب
 المراد انا دى سخن كل خير نعم هو ايا
 موكنا خليل احمد صا موكنا شاعرى
 عز الرحمن صاحب واما علم ميلك
 الى موكنا اتسرت على صاحب فارس كم
 مخطئين فيه والسلام

حسين احمد غفر له

۲۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

آپ کو تصور سے آشنا ہے، ایسا شخص
 ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خوشنودی و محبت
 عطا فرمائے، ایک کچھ میرے ساتھ رہنے پر یقین
 نہیں ہے، اگر آپ کی غیبت ہے تو دیر بقیام
 فرما کر ضروری مسائل اور مذاکرات حاصل کر
 ہیں، مجھ خاکسار کے ساتھ دہنا چند منہ
 نہیں ہی کیونکہ اپنی بے بضاعتی اور کم ہمتی
 کے ساتھ مشاغل اور فکار کا حجم ہے، سلسلی
 طویل سفر میں زندگی بسر ہوتی ہے، طبیعت خرد
 اور دل افسردہ ہے، خوشی باقی نہیں، اللہ تعالیٰ
 آپ کو یہ سب راتے کی ترفیق دے، مولانا احمد
 صاحب مراد اداوی جمع کمالات ہیں، انکے علاوہ
 مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمن
 صاحب گزراؤ، قدر ہستیاں ہیں، اگر آپ اسید
 طبع مولانا، شرف علی صاحب کی طرف نہیں ہے
 تو میرے خیال میں یہ آپ کی غلطی ہے، والسلام

حسین احمد غفر له

۲۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

لہذا اس کتاب سے حضرت امام العصر کے دست نصاب کا موازہ ہوتا ہے۔

مکتوب نمبر ۱

اسی الیوم تاریخ ۲۶ سوال کثرت
 وصلی مکتوبیکر المیت فی دہلی تہا فی
 مضمونہ جانا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔
 عظم اللہ اجرکم وغفر متکم و خلفکم
 بحیر امین۔ احمی المحترم هذه الغریة
 وهذه الاخوان مکلف جانا ان اللہ
 ابنا کتفہ۔ ما نزل بل فائز لہ اللہ
 عز وجل وکن صورا شاکر اللہ ما
 وما اعلی وان الدنيا سجن المؤمن جنة
 للكافر

۱۔ ہر سوال پندرہ کی شام کو آپ کا گری ہو
 وہی میں وصول ہوا، مضمون پڑھ کر افسوس ہوا،
 اناللہ الخ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر سے فرودے۔
 رحمت کی منفرت فرمائے اور آپ کو ان میں سے
 آمین۔ برادر ہم بر غریبہ اور رنج و غم بہت پریشانی کا
 باعث ہیں خدا آپ کا محافظ ہے جہاں بھی آپ
 رہیں، یہ نصیحت اللہ کی طرف سے ازل ہی ہوتی ہے
 آپ صبر و شکر سے کام لیں، اللہ ہی رہا ہے
 اور اللہ ہی نیا ہے، دنیا مومن کے لیے
 اور کافر کے لیے باغ جنن ہے۔

اما قولکمدان اصلاح باطن مع
 الاستغفال بالروحیة لا یکن فلا اکار
 اسلمہ فان الجماع یعنی القلب وینیل
 اللکد ورتة الروحیة۔ وقد قال
 شارح کتاب القاضی عیاض رحمہما اللہ
 تعالیٰ کن شہودا یسود القلب بالجماع
 فانه یزیدہ صغوا۔ نعم ان التفکر

آپ کافر انکارین و شر کے تعلقات کیسے
 اصلاح نفس سماں پر میں اس کو شہید نہیں کرنا
 کیونکہ بیوی کے ساتھ خلوت ہی تب کو صفا اور
 روح کو جلا دیتی ہے کتاب تاغی میں ہے شہاد
 نے کہا جو کہ ہر شہوت دل کو رنگ آ کر کرتی ہے
 سوائے خلوت و عجز بیوی کے ساتھ، کیونکہ اس سے
 غنائی بطن ہوتی ہے، ان فکر مباح،

المعامیة قد منع عن التفریح الا صلاحتہ

الباطن من لا یقدر علی التفریح فلا

یحصل له عن التزوج والا یشغالی

ماطنہ۔ والسلام

والسلام

حسین احمد غفرلہ دہلی

حسین احمد غفرلہ دہلی

۱۰ حضرت امام العصر کا قصہ سلوک بالنبوت ہے، یہ بیانیہ اور قبلی احسان کے منافی ہے، حضرت

عبدالقدوس مسعود سے روایت ہے یا معتزہ لشباب من استطاع منکر البیاء فلیتزوج فانہ اغض

البصر، واحسن الظن ومن لم یستطاع تعیبه بالصوبہ فانہ لہ وجباء۔ بن ہبیر بن ہبیر من ۱۰۱۰

ان یلقی اشد فاحشا مطہرا، فلیتزوج الخراف۔ تصوف اور سلوک کا مقصد اس کے سوا کیا ہے کہ آدمی

کی نظر و فرج دونوں اس کے قابو میں ہو، یہ بدون بیوی کے ناممکن ہے، کیونکہ حدیث مشہور کی بنا پر یہی دونوں

چیزیں لگے ہوں گا سرخیمہ بھی ہیں، اور اسی کی حفاظت جنت کی ضمانت بھی ہے، تاکہ آدمی اللہ سے

پاک و عاف ہو کر رہے، اس راہ میں شادی اور بیوی دونوں مردہ گاہ میں ذکر اصداغ نفس کے مخالف

چنانچہ جانیوس نے کتاب حفظ الصحۃ کے اندر تصریح کی ہے کہ بیوی سے اختلاف مخصوص صاعدا ل کے

ساتھ حفظ صحت کے اسباب میں تو ہی سبب اور بہت سے امرائے کی شفا ہے، کمال النساء میں ہے

ان الحساع داخل فی باب الاستفادات الطبیعیہ اذ کان خروج المنی احد اقسامہ غائبات فی بختا

الیہافی حفظ الصحۃ، نیز قاضی صاحب رحمت اللہ علیہ کے قول کی ذریعہ، میدہانظ ابن قیم نے الطب البصری میں

شرح و بسلا سے کی ہے، لہذا جو چیز حفظ صحت کا ذریعہ اور صفا و باطن کا سبب ہو اس کو ترک کر کے ساکب اور

صولی ہونا تو بڑی چیز ہے بھلا وہی نہیں ہو سکتا ہے

تو ان وقت ہر پے لطفی

کمال است سوری کر و صفا

مکتوب نمبر ۱۱

(۱) ان شرطوں سے کہ آواز بلند ہو، یا کم از کم
 آواز بلند آواز کم و بیش سے، لفظ لا الہ کو دل
 سے نکالے اور رہے کندھے کی طرف منہ کر
 کھینچ لائے یہ اظہار کرتے ہوئے گویا تڑپ
 ہر سمجھو، ہر محبوب، چیز کو سینے سے منجمل کر
 پھینک دیا اور اے اللہ کو دل پر زور دیکر
 ضرب لگائے اور اس کی محبوبیت، دوست
 پر زور دیتے ہوئے، ذکر کے وقت قبلہ رو
 بیٹھے، خواہ چاروں طرف، البتہ سزاؤ کا تو
 جو دل برحقیت محض، گاہی نہ ہو، جو کہ
 ہر دم کے دوستوں، خیالات و افکار سے
 دل کو پاک رکھے، اور اس طرح تہرب
 لگائے، یہیں تکلیف محسوس کرے تو تھکدے
 کے خیالی سے بالکل ذکر کرنا، وقوف د
 کرے، بقرہ سے کہ خوش آواز ہے،
 ذکر کرے، در اثبات، تو یہ کے وقت تقریباً
 یہ دل پر زور ڈالے،

(۱) نعم ان تسترط ان یکون
 جہلاً واقلمہ ان یکون بصیرت
 یسمع نغمہ۔ ان ینخرج لفظ لا الہ
 من القلب حارہ الی مسکبہ الا یمن
 محضاً الہ استخرج من قلبہ کل معنی
 و محبوبہ و لقاہ و ہر اظہر لا وان
 یصر بہ لفظ الا اللہ فی القلب منما
 معودیتہ و محبوبیتہ فقط وان یکون
 لدی اللہ کر متوجہا الی القبۃ متربعا
 او کحسۃ الصلوۃ وان یتوجہہ
 بغلیہ الی المعنی مفرغاً نفسہ عن
 الخطیات و احادیث النفس کما
 استطاع ولا یصلح لہ ان یتربک
 الذکر من سائر غیر بعض ذالک
 و ینفعی ان یحسن الصوت مال الذکر
 و تقوی الظہر علی القلب لک
 الاشیات

(۲۷) نعم یحب الجهم ولكن بحیث

لا یؤذی احدًا

(۲۸) قد علم سابقا

(۲۹) نعم دافع الخطرات وقطع

احادیث النفس بالخصوص فان

برزخ الشیخ له تاثیر عجیب بغیر

ان یكون للتجفد علم بذاتک اوراد

لا یصال المنافع للمریء وتوجه

الیہ ودالک من اکامور الفطریة

الشی جعل الله تعالی ذریعة قومیة

لدفع آثار الشیطان ومیزابیاتی

لجلب برکات الله عزوجل وحیث

ان العامة یتنلقی اقدامہانی هذا

المیدان وبناء علیہ حکماء اکامور

یختاطون فیہ فان له مساع تدری

وثبوت من السنہ وطریقہ ان یوجہ

الی برزخ الشیخ فتصورہ فی صورۃ

الشی کان فی الدنیا لدیہ عینا او قدامہ

ادنی بلدۃ الشیخ ومکانہ شد

(۳۱) ان ذکر ہری ہتر ہے بشریکہ کسی

کو ضرر نہ پہنچے

(۳۲) پہلے معلوم ہو چکا ہے

(۳۴) تصور شیخ دوسرے اور پریشان خیالات

سے بچاتا ہے۔ تصور شیخ سے عجیب و غریب

کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور شیخ کو خبر بھی نہیں

ہوتی اور نہ وہ مرید کو کوئی تعلیم یا نفع پہنچاتا

چاہتا ہے۔ اس کی توجہ مرید کی طرف ہوتی ہے

بلکہ یہ نظری سوچرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

شعیبی فی دوسو سو سے بچے کا ذریعہ بنایا

ہے۔ اور برکات بزدالی کے نزول کا باعث

گردانا ہے۔ چونکہ عوام ان اس کے قدم

اس راہ میں لغزش کرتے ہیں اس لیے

حکامے امت اس سلسلہ میں احتیاط سے کام

لیا ہے۔ ورنہ شرفاً اس کی اجازت اور

روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

یہ ہے کہ وہ شیخ کی زندگی کو اپنے وہ اپنے

یا سامنے تصور کرے۔ یا اس کے مکان

اور شہر میں تصور کرے اور ذکر کی طرف

یوحنا ۱۰: ۱۰ کہ تمہارا دل مشغول
 مالدارانہ سائنسی الحیرت میں بدلیہ
 رہی ہو۔

۱۰ قد علم سابقا غیرتہ فی
 ابتداء الامر لا یلعی للطالب ان
 یتوش یا یخطبات واحلیت النفس
 فتمت الذکر علی الاعمال من کل
 ذلک یجری علی ذلک - ولغیر القرائن
 فی آخر الیل فی اثناء الصلوة تاثر قوی
 فی تصیة القلب - یا اذا كانت القرائن
 طویلة یتمد برادمانی

۱۱ لا یترک شیئاً بحدہ تغیرات
 یعنی ان باتیں بھول جائیں، من الذکر فی الصلوة
 والذکر لا یسعیان ایا اللہ من الشیطان
 الرحیم، ومعتن من انی اللہ عز وجل
 محضوہ القلب انک تدری انی لم
 اعلمہ بحدہ الفساد ولا فرق فی
 ذلک بینہ ملائکہ دیلا انقطاع و
 من یصل لہ الا انقطاع احیاء بعد

اس طرح شوق ہو کر اپنے دل میں تصور کرے
 کہ میں ذکر میں اسی طرح مشغول ہوں جس طرح شیخ کے
 ماہی نے اس کے مات بونٹ ہونے کے مطابق ذکر کیا

(۵) پچھلے معلوم ہو چکا ہے ان مرد کو ابتدائی
 منزلوں میں خطرات، وسوسوں اور پریشان کن خیالات
 سے دلگیر ہونا چاہیے، انہ اس سے گھبراکر
 ذکر کو ترک کرنا چاہیے، بلکہ حسب معمول ذکر میں
 مشغول رہے، (۱۱) لکھو، آخری شب میں نماز کے
 اندر قرآن کی تلاوت کرنا، تکرار تلب کے لیے
 سب سے مفید اور موثر ہے، خصوصاً اس وقت
 جبکہ قرأت لمبی اور فکر و تدبیر کے ساتھ ہو۔

(۱۱) خیالات سے گھبراکر وہی نیت کو ترک نہ کیجئے
 نماز ذکر و تلاوت اور وظائف حسب معمول ادا
 کرتا رہے، اور اللہ تعالیٰ سے شیطانی وساوس سے
 بڑا ہانگتا رہے اور ساتھ ہی مصمم قلب پارگاہ ایزدی
 میں معافی و معذرت بھی کرتا رہے اور کہنا ہے کہ
 اللہ میں دنیاوی اغراض کے لیے بیک عمل نہیں
 کرنا ہوں، اور وسوسوں کا اتنا تو ہر شخص کیسے لادتی
 اس کام پر موافقت کر لیں، اور اس شخص میں کئی ز

وإن مرتضى يبيع نفسه وأصلها عن الرضا
والسنة بعد قطع العمل فقد قال
السلف إن ترك العمل لحاولة الرياء
إيضاً ثم

(۱) إذا أحس أن تكون الرواتب المذكو
بوضوء وفي مكان يتفزع القلب المحضوء
وإن فات ذلك فيأتي كغفاهمكن ولا
يتذكر ربهما

أخى لا تترك شيئاً بالخطرات
والوساوس وهذا الخشية ترجمان
تكون حسنة مع الوبة الأتري التي
قوله تعالى وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا
وَقَافُوا فِيهِمْ وَحِكْمَةُ الْآيَةِ. فان الفردوس
والاعتقاد على شئ من العبادات مما يخشى
عليه جداً. إعاد الله وإياكم من
كل ما لا يرضيه أو يحط العبادات.

والسنة
حسين احمد اعظمی

جس سے کبھی کبھی رہا ہے، البتہ یہ بات مذموم ہے
کہ ان اعمال کو مطلقاً چھوڑ دے اور انکو کرتے ہوئے
بیاذغیرہ سے اپنا ترکہ مذکور کرنا جائے، کیونکہ سلفین
فرمایا کہ اگر ایسے خوف سے عمل کا ترک کرنا بھی شرک ہے

۱) نیز یہ اشغال؛ وضو ایسے مقام میں آئیے
جائیں جہاں سکون قلب حاصل ہو، اگر ایسے
مواقع حاصل نہ ہو سکیں تو جیسے بھی ممکن ہو عمل کرنا
چاہیے، قطعی ترک بہتر نہیں ہے،

میرے بھائی! دوسو سو اور پوریتان خیالات
کی بنا پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو، کبھی کبھی یہ خوف نہ رسا
نیک نتائج کا پیش خیمہ، درحقیقت بننے ہیں جیسا کہ
بیت شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نیک لوگ نیک کام
کرتے ہی جاتے ہیں اور دل میں ڈرتے ہی رہتے ہیں
کیونکہ عبادت پر اعتماد اور گمنان کرنا خطرناک ہے، اللہ
تعالیٰ ہم سب کو ایسے کاموں سے بچائے جو اپنے
ذہن یا اعمال کا باعث ہوں،

والسلام
حسن احمد غفری

مکتوب نمبر ۱۲

وقد جاء في الوثائق من الذخيرة

ان سبب التجهيز هو انك تريد

تصدر الحكومة الموجودة القانونية

وتسعى في عوائق الحرب فاجبت عن

ذالك ان الحرية من فرائض الانسانية

عند العالم اجمع وقد اقرت

بفرضيتها الحكومة ايضا. وهذا

عقيدتي وسعيي، ولكنني لا اري

والاشياء في هذا السبيل فلم ات

بعض في عوائق الحرية، ومن اخطر

بدن الله فهو كاذب فلا جد من اطلاق

سماحي عمارة فلمريات جواب بود

هدا والاموية سيد الله.

هذا والله ختام

حسن احمد غفر له

انگریز و بالوں کی طرف سے میرے

پاس نوٹس یہ ہے کہ تمہاری گرفتاری کا سبب

یہ ہے کہ تم موجودہ انٹرنیشنل گورنمنٹ کی جنگی

کڑا چاہتے ہو، اور جنگی کارروائیوں میں

دکاوٹ پیدا کرتے ہو، میں نے اس کا

جواب یہ دیا ہے کہ قیام عالم کے نزدیک

آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے، اور

حکومت بھی اس فریضہ کو تسلیم کرتی ہے

چنانچہ اسی پیدائشی حق سے یہی نکلنا

اور تکریم ہے، لیکن میں اس مقدمہ کے حل

کرنے کے لیے ہنگامہ اور زیادتی کو پس نہیں

کرتا، ورنہ میں نے جنگی کارروائیوں میں رکاؤ

دیافت کی ہے، میں نے خبری روک کر تاجر

لہذا مجھ کو فوراً رہا کرنا چاہیے، مگر یہ سب

نہیں آیا، اختیارات انسانی کے تحت

والسلام

حسین احمد غفر

مکتوب نمبر ۱۳۳

نشرت بخطابکم المفصل الذي
 ارسلتم من مبني شكرت الله على
 فتحكم على وصول المکتوب وعلى
 فوساكم في الخطبات وامامنا انتم به
 في السلوك سررت به جدا حيث لم
 اكن اتدكر كثيرا مما ذكره في حق
 الواجب الا ان التمرين في النفس
 حتى يكون مجرى الذكوب الطبع وغيب
 القصد اي اذا دخل العس فتحدث
 لفظا الجلالة واذا اخرج لفظه هو
 بغداد في حركة اللسان او النسخة و
 بغير الصوت فتمت نوايه في اوقات
 الليل والنهار فيما رجعوا الى الخب
 واجعلوا له ايضا بالخصوص وقتا فاذا
 صباحا او مساء وقت خلوت بمقتدا
 ساعة او قريبا من ذلك وليكن التذكر
 اقل من ساعتين حسب قوله تعالى

آپ کا مفصل گرامی نامہ دراصل نبی پاکر
 شرف حاصل کیا، آپ کی صوت درمی اور
 یاد فرمائی، خطبات میں کامیابی کا خیر سکر
 شکر نہ اچھا لایا آپ نے سلوک میں جن
 باتوں کا ذکر کیا ہے اس سے بچد مسرت
 ہوئی، بہت سی باتیں جو آپ نے لکھی ہیں
 نیچے یاد تھیں، ان میں سے اب ضرور کام ہے
 کہ سانس کے ساتھ اور شوق و ترمین جاری رکھیں
 تاکہ یہ ذکر و فکر لایعینت ہا نہیں بن جائے اور
 پھر بغیر قصد و ارادہ کے جاری رہے، یعنی
 جب سانس بند ہو جائے تو لفظ اللہ حسب
 اہر نکلے تو (تلق) بغیر لبوں کی حرکت
 کی جنبش اور بغیر آواز کے نکلے، جسے ہر
 رات دون اکھڑے بیٹھ کر اور سانس
 شوق و عادت جاری رکھیے، تمہارا کثر و
 ایک گفٹہ مخصوص طور پر انگٹہ میں کے لیے
 نکالنا ضروری ہے کہ اور ترمین ایک گفٹہ ایک

هُوَ الْوَالِدُ وَالْأَخِيرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
 یعنی النفس الذی یاتی من الخارج
 یعنی انہ تعالیٰ مع غایۃ تنزهہ
 عن جمیع لوازم المادة و انصافہ
 بجمیع کمالات موجود فی الظاہ
 کہا یلیق بشارتہ تعالیٰ و النفس
 الخارج من الباطن یعنی انہ تعالیٰ
 موجود کن اللفظ فی باطن القلب
 الروح و احتتمد وافی ہذا التمری
 عسی اللہ ان میں علیکم بما من
 بہ المخلصین من عبادہ ووادیک
 علی اللہ لعنہ۔ واما ما کان حضرت
 الشیخ امویہ من تصویح الکتابۃ
 الذہبیۃ فلا حاجۃ لہ الا ان
 یوجد ما اشتہر بالذہب فان
 د اللہ اول قدم فی السلوک و
 الحمد للہ قلنا نجا ورتبہ عنہ۔

تک غاموش مراتب کیجیے اور اس وقت تصور قلبی
 حسب ارشاد باری ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اول ہے
 آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، یعنی جو سائنس اندر
 جاننے وہ ظاہر کرے کہ اللہ تعالیٰ مادی و جسمانی
 لوازم سے پاک و منزہ ہوتے ہوئے جلا اور سادہ
 و کمالات الوہیت کے ساتھ ظاہر میں موجود ہے
 اور جو سائنس اندر سے باہر ہے وہ بھی اس عزوجل
 کو ظاہر کرے کہ ذات باری ان ہی اوصاف کیستے
 باطن میں موجود بھی ہے، آپ مسلسل سنی باری اور
 ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ پر فیوض و برکات کا
 نزول فرمائے، جو اس کے اپنے غلص بندوں کے
 نشان ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بڑا کام نہیں۔
 لیکن شیخ نے جو لکھا ہے کہ نقش زین کا تصور کرے، تو
 اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ اب آپ
 ذکر النفس میں مشغول ہو چکے ہیں، اور تصور شیخ
 لہ تصرف کی اجتمائی منزل ہے، اور آپ اس
 آگے نکل چکے ہیں،

لہذا بہت زہد و سادگی، تعلیم پر جو کہ تمہاری کیلئے چستہ اور تازہ دیکے یہاں تقسیم دیکھائی ہے کہ خدا اللہ ہونے کے پانی سے کلاما
 ہے و تصور کرنا چاہئے کہ قلب میں اس طرح لفظ اسم ذات مرقوم ہے۔

واما التسميات ۱۳ فان كان المراد
 من ذلك الذكر المحمدي بالنفس والابن
 اعني كآله كآله الله ما تبينوا الاثبات
 المحض اسمياته واسم الالهات
 المكرر مستحان فان تيسر ذلك دائما
 فيها ونعت وان كان الاله واحد
 على ذلك غير متيسر فاتركوه وان قصر
 على النفس فاذا صار الذكر بالنفس
 دينا فاعيا جاري الخيود ميكون
 الا شغال باسماهي انشاء الله

واما ان كان المراد من التسميات
 آياتنا عشرية في سبحان الله مائة والحمد
 لله مائة ولا اله الا الله مائة وغيرها
 من التسميات الستة صاها واهساء
 فاعلموا التسميات اليكم وليس فيها من
 اذكار المسانين بل من اذكاره -

واما ما ذكره في مسائل الخبايع
 ورواها في كتب النساء في غير موجوده
 لانها وانما كان اسمها في المذاهب

وہ گنیں ۱۲ تسمیات، تو اگر آپ نبی اور رسا
 سے ذکر بھی کرے چاہتے ہیں یعنی لا الہ الا
 اللہ سو بار، اسی وقت محض چار سو بار اور کم ذات
 چھ سو بار، اگر برابر اس کی پابندی ممکن ہو
 تو بہتر ہے اور پھر کیا کہنا، اگر دوام نہ ہو تو ترک
 کر دیجئے، اور صرف ذکر ظنی مزب و التعمیر کیجئے
 جب یہ ذکر ظنی آپ کی نظرت اور طبعی
 فعل بنجائے گا تو پھر نشانہ شد دوسرا
 شغل جاری کیجئے گا۔

اگر تسمیات سے مراد بار و تسمیں ہیں یعنی
 سبحان اللہ سو بار، الحمد للہ سو بار اور لا الہ الا
 اللہ سو بار، چھ تسمیات صحیح و شام تو یہ
 آپ کی سہولت پر موقوف ہے، یہ
 اذکار ملوک میں سے نہیں ہیں، بلکہ عام
 اور او دو وظائف ہیں،

آپ نے جامع مسابہ اور ان کے اوقات
 کا مسئلہ دریافت کیا ہے، تو شواہد کی کتابیں
 میرے پاس موجود ہیں، میں نہایت غور

۲۱. انوریتہ تدریساً کلا اذتاء و انما الصدقہ
 لدیکم الرضوخۃ التفتہ و کتب ابن حجر
 والرمی دلا ادرسی هل هذه المسئلة
 تجد فی هذا الکتب امرکلا و ابن حجر
 و ابن حجر ان تکتبوا صورة السؤال ثم
 ترسلوها الی السیدنا زکی العزیز نجی
 بالیوسطة الهوائیة۔ و تدرکس و
 الرضوخۃ الفاسدة و العوائب کما سئل
 صدر احدی و ورقه اخری فان یتعین
 لا یتیکس اتیانہ فی السؤال و لا یتیزر
 ان تدرکس و اخصوصیة و جامعها
 و اکد و اعلیہ باسراع الخواب فان
 حرر فی دالک تصویب الحجہ المتعینة
 علی ان کان الخوام

و انما علماء الہند نقلاً افقوا
 یحی رصوف اوقاف المسجد اذ اکان
 المسجد الموقوف علیہ مستعیناً علی غیر
 اوقاف علیہ من المساجد بل افقوا
 یحی رصوف علی وجہ اخر الصائغین اما
 حلاً

میں درس و تدریس میں معروف تھا۔ فتویٰ
 نہیں دیتا تھا، الرضوخۃ التفتہ شواہد کی مستند
 کتب پر اور ابن حجر دہلی کی کتاب میں بھی ہیں۔
 معلوم نہیں یہ سدا ان کتابوں میں ہے یا نہیں
 اور کہاں ہے گا، میرا خیال ہے کہ آپ سوال لکھ کر
 سید زکی بزرگی کے پاس ہوائی ڈاک سے مسجد
 کیونکہ فتویٰ کے اندر تفصیل کرنا ممکن نہیں
 ہے، اور نہ مسئلہ کی مخصوص صورت و کیفیت
 لکھنا کافی ہے، اور تاکید کر دیجئے کہ
 جلد جواب دیں، اگر آپ کا جواب آگے
 تو جامع مسجد کے ارکان پر انجمن مامور
 کرنے والی جنت قائم ہو جائے گی۔

بن علماء ہند نے فتویٰ دیا ہے کہ ایک
 مسجد کے اوقات دوسری مسجد کی عزوہ یا
 میں صرف کر سکتے ہیں بشرطیکہ مسجد کو
 ضرورت نہ ہو، بلکہ غیر ضروری آمدنی کو غیر
 مساجد پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے

وان شئتوا طلبوا نقل ذالک عن
 دار الافتاء بدارالعلوم دیوبند
 فانہ قد وقع هذا فی زمان حضرت
 مولانا عزیز الرحمن صاحب دارالعلوم
 دیوبند علی الامر بواسطة القاضي
 مسعود احمد مجد وبنه انشاء اللہ ،
 ولكن اری ان هذا الامر لا یقنع ارباب
 الجامع . وکذا الکلام فی اجزائنا
 المرغوب من المخروجات الذک وان
 المسئلة عند الجمعية بیئنة فان ابا
 حنیفة رحمه الله تعالی یجوز الذک فی دارالعلوم
 للصابین والذکر لرحمة الله تعالی ولكن ذاک
 ذکره هذا الصواب لیس الذک فی دارالعلوم
 بنص وبندها لثابتة ایضاً الذک واما
 فقد افتوا جوازہا بوجوبه عند المرغوب من البی
 الرضی بحدیثہ التي بالذی یسأل الجمعية
 وانہ لا یجوز ترکہ شیء من الذک
 وقد شاع قبل فتوی الجمعية بذالک
 لعلمک تصالوب البیہاقی وفتوی الجمعية

دیوبند کے دارالافتاء سے اس کی سند
 منگائیے ، کیونکہ اس قسم کے فتاویٰ
 حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دارالعلوم
 کے سامنے رازدیر وغیرہ سے آئے تھے ،
 اگر تاحضیٰ سعود کے ذریعہ اس کی تلامش
 کرائیے تو ایشاء اللہ علی ہائے گامین
 ارکان مسجد کو اس سے تشفی نہ ہوگی ، یہی
 حال بانک کے سود کا بھی ہے ، یہ مسئلہ بھی
 خفیہ کے نزدیک واضح ہے ، کیونکہ
 امام ابو حنیفہ نے دارالحدیب میں انکا
 اجازت دی ہے ، صاحبین اور ائمہ تلامذہ
 حلاف ہیں ، اگر آپ ان منگائوں کو
 سید ذکی بزرگجی کے بیان لکھ بھیجیں تو
 بہت ممکن ہے کہ وہ مذہب شافعیہ کے
 مفوض آپ کے پاس بچہ دین ، علماء احناف
 نے نہ صرف جواز ہی کا بلکہ ان بلکوں سے سزا
 لینا واجب قرار دیا ہے ، جو انگریزوں نے
 دارالحدیب میں قائم کیا ہے ، نیز اسود کی رقم زرگجی
 جوڑنی جائز نہیں ہے ، اور ذمہ کا فتویٰ پیلے تاریخ

او عند المصی کدایت اللہ وکناری ان
هذا ایضاً یقع اسباب الخرج

یعنی تعجبت من الاشکال الواقع
فی الذکر النفسی واطن اسکم سیمتم

الطریق الذی تبین لکم الاصل فیہ
ان الانسان اذا ادخل النفس فی

الباطن یقل بنفسه لفظہ الخلق
بعبر صوت ولا تحریک شفتہ او لسان

وانما تحدث ساعتئذ صوت خفی
بالنفس فقط یعلمہ الذکر النفسی

لا غیر واذا اخرج النفس من الباطن
فلیحدث بنفسہ لفظہ (هو) بغیر

صوت ولا تحریک شفتہ ولسان
وحيث ان بعض الناس لا یقدر

ساعتئذ علی منع اللسان من التحریک
امر اسباب الفتن بالصاق اللسان

بالحنك الر علی او الاسفل وليس
ذالك الا تمنع اللسان من التحریک

فان حصل كما تمنع بغير الصاق اللسان

و فرجیتہ سے آپ کو مل سکتا ہے یا نفسی کتابت
صاحب مگر اس سے بھی راہیں سجدہ کر تہل نہ ہوگی

بہائی پچھے ثوب ہے کہ ذکر حق سے آپ کی مشکان
پیدا ہو رہا ہے غالباً آپ کو اس کا دلخیز طریقہ فراہم

ہو گیا ہے اصل یہ ہے کہ جب انسان سانس اندر لیتا
تو جی میں (اللہ) کے بغیر آواز نہ سکے اور بغیر

حرکت کے صرف دل سے اس وقت ایک
خفیف آواز پیدا ہوگی جس کو صرف ذکر

محسوس کریگا اور کوئی نہیں اور جب سانس باہر
نکلتے تو دل سے لفظ (ہو) نکلتے بغیر آواز و حرکت

لب و جنبش زبان کے، چونکہ بعض لوگ حرکت
زبان کو روک نہیں سکتے اس لیے اور آواز

نہ نے حکم دیا ہے کہ زبان کو تالو سے ملا
تا کہ زبان کو جنبش نہ ہو، اگر بغیر الصاق

کے زبان کی حرکت رک جائے تو جہاں
یہ جبکہ منہ سے سانس بے اور جس وقت

تاک سے سانس لے تو منہ بالکل بند ہو
لب اور زبان کو جنبش نہ ہو اور صاق

کی آمد نہ کورہ الا طریق سے ہوتی رہے

ماخذہ فہو المراد وعد اذا كان النفس
 من الفم وما اذا كان بالانف فیسند یسعی
 ان یسند الفم بالکلیۃ ولا یفترک اللسان و
 الشفتان ویحوی الفم حیثما ذکرنا ما فان
 یحدث لفظ الجلالۃ (اللہ) بالنفس الذ
 ولفظ (ہو) بالخارجین ان النفس بالفم
 کما یضرب بالذراع. وما النفس کما کتف
 ربنا یورث الیومس فی السماع اذا کتوت

وینفی مع الذکر ان تصور فی
 العلب معہوم الطاہر والباطن من آیۃ
 (ہو الاول والاخر والظاہر والباطن)
 اسی تصور بالنفس المدخل الخائل بنظ
 الجلالۃ ان اللہ ہی اسانہ موجود والظاہر
 کما یلیق شانہ مدہا من الاول ان
 والاربع اص والمادۃ وجمیع القاضی
 اللہ کما یلیق شانہ متصف باشیاء کمالا
 وغایۃ الخلال والنفس الخارجین
 انہ تعالیٰ موجود فی ماطن القلوب الریح
 کما یلیق شانہ وینفی ان یکون الذکر

یعنی نفس داخل سے (اللہ)
 دو نفس خارج سے (ہو) نکلتا رہے
 ان منہ سے سانس لینے میں وارض کو
 ضرور نہیں پہنچتا، البتہ ناک سے سانس
 لینے میں وارض میں خشکی پیدا ہوتی ہے
 جبکہ ذکر زیادہ کیا جائے

ذکر میں (ہو الاول والاخر والظاہر
 والباطن) کے مطابق ظاہر و باطن کے
 مفہوم کا قلب میں تصور رکھیے، یعنی جب
 سانس اندر جائے اور لفظ (اللہ) سچھے
 تو تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ خارج میں موجود
 ہے، جیسا کہ اس کی شان ہے، وہ اور جن
 انواع، مادی اوصاف و عیبوں سے نفس
 سے پاک اور صفات کمالی و جمال سے
 متصف ہے، اور جب سانس باہر سچھے
 تو ظاہر کرے کہ اللہ تعالیٰ تو دل اور روح
 میں حسب شان جلالیٰ موجود ہے، اسکی طرح

هكذا كل يوم على الرقل زهاء ساعة ^{ملا} كما
 متوضاً مستقلاً للقبلة في مكان يطمان
 فيه الخاطر في اوقات الاخرة ينبغي ان
 يداوم على ذلك فيما رجعوا واضطجبا
 وعلى الخشب ومشياً وسكوباً في سائر الاجا^{تا}
 حتى لدى الغوط والبول فان الذكر
 النفس لا يمنع في حالة ما فان كانت
 العوائق تمنع عن الذكر المحمدي فاقنع
 على هذا الذكر النفس. فانه حتى لا يطعن
 عليه احد ولا يحتاج الى مجلس وداوم
 عليه حتى يكون ديدنا طبعياً بعد احتياج
 الى الادامة ثم لا اشتغال بالندرس
 والمطالعة فمن اهم الامور فاشغل
 فيها وليحتهد في تفهيم الوقت للذكر
 قدر ما يمكن

نعم ينبغي ان يكون المقصد من الذكر
 والجهدي ذلك ارضاء الله سبحانه والقيام
 بشكر نعماته بالخير
 ينبغي ان تكالغ في اوقات الفراغ

روزانه ایک گھنٹہ ذکر کرنا چاہیے اور جو
 قبلہ رو یا پر سکون جگہ میں اور دوسرے
 اوقات میں بھی دوام رکھے۔ گھر کے
 بیٹے، بیٹے، چلتے، پھرتے، سوار، پیدل
 ہر آن میں۔ یہاں تک کہ حالت بول بپرد
 میں، کیونکہ ذکر خفی ہر حال میں جائز ہے
 اگر ذکر علی میں دستواریاں ہوں تو ذکر
 خفی پر اکتفا کیجئے، اس سے ذکر خفی
 ہوگا۔ اور نہ مجلس کی ضرورت ہے، اسی پر
 مواظبت کیجئے تاکہ یہ طبیعت تائید بن جائے
 اور بلا قصد و ارادہ صادر ہو، درس و
 تدریس کا شغل بھی رکھیے، اور جس قدر
 ممکن ہو ذکر و فکر کے مواقع بھی پیدا کیجئے

ذکر و شغل کا مقصد خوشنودی اور
 اور شکر ہونا چاہیے۔

۱۲ حضرت کے اوقات میں یہ شہید کے

الصراط المستقیم بل فرطات حضور السید
 الشہیدہ اللہی جمعہا مولانا اسماعیل الشہید
 رحمہما اللہ تعالیٰ، وکذا لک امداد السلو
 ما عا کتابان حلیان فی السلوک، واما
 الخطرات والوساوس فلا یجہک امرها
 واجتہد فی دفعها قدر ما أمکن فقد
 قال سبحانہ وتعالیٰ ان الدین اتقوا
 اذا مستہم کایة، وقال سیدنا رسول
 صلی اللہ علیہ ان العبد اذا قام فی الصلو
 اتاہ الشیطان یقول اذکر کذا الحدیث۔
 فان اقلک الخواطر واحادیث النفس
 فعلیک بتکرار سورۃ الناس کل یوم
 مائتہ ما عا کبیرۃ الایہ انشاء اللہ،
 واما القیام من آخر اللیل فاجتہد
 فی طہر فان لم یتیسر کجمل المشاغل
 العلمیۃ فلا یمیز فان النیۃ لذ الایہ کا
 تخلو عن شراتہا، نعم قبل النوم لو اتیت
 برکتین باو اخر البقرۃ تکفیان انشاء اللہ
 عن القیام حسارہ، فی الاحادیث الخیرہ

مغویات کا مطالعہ کیجئے، جس کو مولانا
 شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے، اور
 امداد سلوک بھی، یہ تصوف کی سند
 کتابین ہیں، وسوسہ وخطرات نفس کی
 نکر نہ کیجئے، حتی الامکان ان کے رفت
 کی کوشش کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد
 خداوندی ہے جن کے دل میں ڈر ہے
 جہان پر گیا ان پر شیطان کا گذر چونک گئے
 پھر اسی وقت ان کو سوجھ آتی ہے، اور آنحضرت
 نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز کیلئے کھڑا ہوا ہے
 تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور وسوسہ دلاتا
 اگر دوسو سوں سے زیادہ ترود پڑھو تو سورۃ الناس
 کا وظیفہ کیجئے، یہ اکبر اعظم ہے۔
 آخر شب میں تہہ کی بھی کوشش کیجئے
 اگر مشاغل کی کثرت سے موقع نہ ہے
 تو چند ان مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ جس
 نیت بھی مفید نتائج پیدا کرتی ہے، اگر
 سو وقت در رکعت سورہ بقرہ پڑھو کر ایک تو پڑھو
 تو کافی جوان رہو، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں مسطور ہے

ثُمَّ الصَّلَاةُ فِي اللَّيْلِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الرَّهْرَةَ
 فِي أَمِي وَقْتِ كَانَتْ هِيَ الْفَتْحُ جِدَانِ يَهَا
 تَوَلَّى الْمُهْرُ دَبْعًا الْفَرَاغَ عَنِ الْمَطَالَعَةِ
 قَبْلَ النَّوْمِ لَوْ صَلَّيْتَ كَانَتْ هِيَ مِنْ قِيَامِ
 اللَّيْلِ وَإِنَّمَا حَسِبَ لِنَفْسِي فَلَا تَجْعَلْ فِي
 ذَالِكَ وَهَرَمَ نَفْسِيكَ بِالذِّكْرِ النَّفْسِي
 أَكُنْ حَتَّى يَجْرِيَ وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفِخَ
 بِنَادِيهِ إِلَيْهَا

وَأَمَّا مَا بَشَّرَ بِهِيَ مِنْ حَرِيَانِ
 الَّذِي كَرَّ النَّفْسِي وَالْمَدَامَةُ عَلَيْهِ
 فَشَكَرْتَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى ذَلِكَ وَعَسَى
 أَنْ يَكُونَ الْإِسَاءُ دِيَادِمَتَكُمْ جَسْمَانِيَسَ
 فَإِنَّهُ الْفَوْزُ بِالْمَرَادِ

هَذِي الْمَكَامِ لَا تَعْبَانِ مِنْ بَيْنِ
 شَبَابِهَا فَكَانَا بَعْدَ الْوَكَا
 وَالْتِكَامِ خَامِ

حسین احمد غفہ

مارچ ۱۹۵۳ء

۱۳۷۴ھ

نیرشا کے بعد کسی وقت نہ پڑھا تھا ہے
 کیونکہ اس میں ترکِ نِوْمِ ہے، اگر طالع
 سے فراغت پانے کے بعد قبلِ استراحت
 دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی تمہیں
 ہو جائے گی، ہاں جس دم کے یہ
 عید کی ذکر کریں، ذکرِ حنی کی مشق کریں تاکہ
 آسانی سے عادت پڑ جائے، امید ہے
 کہ آپ کا یہاں رہیں گے،

اور آپ نے جو ذکرِ نفسی کے جاری
 اور برابر ہونے پر خوشخبری سنائی ہے تو میں
 بھی خدا کا شکر اس پر ادا کرتا ہوں اور امید ہے
 کہ اس میں زیادتی حسبِ موقع ہوتی
 رہے گی جو مقدمہ اعلیٰ ہے۔

یہ مبارک ہیں، اپنی سولہ ہر دوام کے یہاں

کریں گے بعدِ شباب بخانا ہے،

والسلام

حسین احمد غفہ

مارچ ۱۹۵۳ء

۱۳۷۴ھ

مکتوب نمبر ۱۴

مولانا مظفر صاحب یونہد کے نام

امام اذکر تعین الدکر وشاہدۃ القلب
 قیامہ راد اللہ ہذہ المسامی - و
 المشاہدات ویغنی ان لا تلتفتوا الی
 غیر المقصود والمحبوب الحقیقی - واجتہدوا
 فی تطیع الخطلات واحادیث النفس و
 ادامۃ الذکر مہما امکن ولا تیسوا
 من روح اللہ -

ذکر اذکر تعین الدکر وشاہدۃ القلب
 ہے، اللہ تعالیٰ ان مسامی اور شاہدات میں
 زیادتی عطا فرمائے، مناسب یہ ہے کہ مقصود حقیقی
 اور محبوب حقیقی کے سوا دوسری طرف التفات نہ
 کر دو اور انکی پوری کوشش کرو کہ خطرات اور وساوس
 بالکل بند ہو جائیں اور بچہ تنگ مکن جو ذکر کے سلسلہ کو جاری
 رکھو اور خداوند عالم کی رحمت سے امید مت روٹو
 باقی رہی وہ تو ہم جیسے عاجزون کے
 امکان میں دعا کے سوا اور ہے ہی کیا
 حضرت سعدی فرماتے ہیں ..

وامام اذکر تم من الدعاء فن امتنا
 العن ماذا یمکن غیر ہذا اول نعم ما قال
 حضرت سعدی

لہ مولانا مظفر صاحب کے نام جو والے نامے حضرت امام الصمدت فیہ نسیم نے لکھے ہیں جن میں یہ تحریر فرماتے
 ہیں انہوں نے کہیں خاص طور پر نہیں لکھا اور وہی آموز ہیں اور ان سے یہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امام صمد
 کے کس لی مشاغل کیا تھے اور کس طرح جاری رہی مولانا مظفر صاحب بھی کسی دوسرے میں یہی نظر نہ تھے، ان کتوبات
 کو حیات شیخ الاسلام سے نقل کیا گیا جو - ذکر کے طریقہ میں کہ جب تک شیخ سے بالمشافہ نہ بھی جائے اور شیخ کی تحریر
 میں نہ کی جائے، تحریر سے ذرا بیڑھی کھینچے، عادت رہی فرماتے ہیں،

ہر کہ ادب ہر شد سے در راہ مشدہ اور غولان گروہ دور چاہ مشدہ

جزیادوست ہر کئی غرضت است

دوست کی داد کے ساتھ کچھ کرتے ہوئے ضائع کر رہی ہو

جز غرضت ہر کئی بظاہر است

راز عشق کے سوا جو کچھ پڑھتے ہو بیکار ہے

سعدی بٹوئے لوح دل ز نقش غیری

اسے سعدی غیری کے نقش سے لوح دل کو دھو ڈالو

عسے کر رہی ز نماید بھالت است

جو ظلم حق کی پہنائی زکرسے وہ بھالت ہے

تعلیمک یا انی بتوجیہ القلبی الی اللہ

لہذا برادرین تم پر لازم ہے کہ خاص ذات حق جل جلالہ

البحر مہما ممکن فان ذکر اللسان تعلقہ

کی جانب جہانگ مکن پونتاب کو شوجہ کرو

و ذکر القلب وسوسۃ و ذکر الروح

کیونکہ زبان سے ذکر کرنا اگر زبان ہلاکت اور قلب

ہو الی ذکر ما رزقنا اللہ و ایاکم و ایاء

ذکر و سوسہ برادر حقیقی ذکر رزق کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ بھلا

و ما ذلک علی اللہ بعزیز

اور ذکر ہو کہ رزق عطا فرمائے اور یہ خدا کیسے کچھ مشکل نہیں

اذا غارت فی شرب مرہوم

جب کسی عظیم الشان مستند کا رادہ کر دو

فلا تقنع بمادونہ العجوم

تارون سے کم پھ قاعدت کرو

فطم الموت فی امر حقیر

کیونکہ کسی حقیر کام میں موت کا زہ

کطم الموت فی امر عظیم

بڑے کام میں موت کے زہ سے جیسا ہے

وانعتم فذہ لمرصۃ

اس فرست کو نصرت جانو اور اس کو

و لا تضيعها . . . والتلازم

ضائع مت کرو . . . واسام

حسین احمد عسقلانی

حسین احمد غفرلہ

۱۹۰۷ء بیچ الاول سن ۱۳۲۶ھ

۱۹۰۷ء بیچ الاول سن ۱۳۲۶ھ

مکتوب نمبر ۱۵

ذکر روحی قلب کی توجہ کا نام ہے جو

واما بلکہ ذکر روحی صفا ہے

التوجه بالقلب الى الدانت والحقنة
 متفرهته عن الكمد الكيف وسائر
 الرخراض حسا ورو و هو معكم اينما
 كنتم و حسب وفي الضمكم اذ لا تصدق
 و عليكم بالحد في الذكرو سيكون
 للذكرو الرضى مقام عن قروب
 والسلام . حسين احمد عملي

حضرت حق بل بہ ہ کی ذات خاص کی جانب ہو
 جو کہ مقدار کیفیت اور حمد اعراض سے منزہ ہے
 جیسا کہ رشا اور ہانی ہے وہو معکم ایسنا کنتم سنی
 ہاں بھی تم پو خدا تعالیٰ ساتھ ہوا در جیسا کہ رشا ہوا
 خود تھا رسا اندر ہے کہ تم دیکھے نہیں مغزوی کے
 کہ ہر کی کوشش ہو ذکر باری رکوع عقوبت کر ڈھی کا ہر پر بھی

وہاں تو رہے گا

د اسلام . حسین احمد غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

کتوب نمبر ۱۶

نابا س عند شت کے پہنچنے کے وقت آپ بڑے گھر (جیل) ہوں گے، تو شیخ
 مکتور نے ہونے کا افسوس ہوا، فی سبیل اللہ ما لقیتم - ذلک یا ہم لایصیبہم ظلماء
 ولا نصت الایة۔ خوشدل اور مطمئن انما ظرہ کر ان یام خلوت کو غنیمت سمجھیے، اذیر کچھ تو شہ
 معرفت و قربت حاصل کریجیے، اور اس چلہ کشی کو انجام خدا ندی سمجھیے، انکار کو تمام جانب سے
 پھیر کر ایک ہمت آخرت میں صرف کر دیکھیے،

لہ یعنی پرول بن افانہ نے جو تکلیف اٹھا رہے ہر وہاں خدا میں جو سہ سورہ توبہ کی آیت کی طرف اشارہ ہے، اس کا
 حاصل یہ ہے کہ راہ خدا میں جو تکلیف، بھوک، پیاس کی پریشانی کی لاشی ہو، راہ بھی ایسی اختیار کی جائے جو دشمنان
 کے سے غیظ و غضب اور رافنی ٹھیک کا باعث ہو، اس کے بدل میں عمل صالح کا قواب ملے گا ہم
 آخرت، لگرا آخرت یا مقصود آخرت،

ہمان اسے برا اور ذمہ دار نہ کہے۔ دل اندر جان آفرین بن رہیں۔
 صراطِ مستقیم لفظ نکات حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اہل اول السلوک سے ترجمہ حضرت گنگوہی
 رحمۃ اللہ علیہ از رسالہ کبیرہ کو زیر مطالعہ رکھئے ذکر کو لمبیت ایتہ اور فکر کو نوازۃ و اکمل بنا لیجئے
 (وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ)۔ من ذکر و م شاندہ کہندہ۔

والد اجد کی بیماری سے تشویش ہوئی، اللہ تعالیٰ شفا کامل عطا فرمائے، آمین۔
 ”من یرو اللہ بیک خیرا یریب منہ“ کی بنا پر شکر کا موقع ہے۔ منہ انب و نیا آخرت کے
 مصائب کے سامنے بیچ ہے۔ ”میرید اللہ لست ذہب عندکم الذی منحی اهل البیت و
 یطہم کم تطہیرا“ کی تفسیر ان مصائب اور آلام سے بھی کی گئی ہے، اس لیے حقیقت
 خوشی اور اطمینان کا مقام ہے۔ ”اشد الناس بلاءا الا نساء ثم الا مثل“
 قلب کو ساکن رہا پر لیکر تاکر کہہ کر خلاق لکائات کی طرف متوجہ ہو جیے، یوفقنا اللہ
 و ایاکم لما یحبہ و یرضاه۔ داد العلوم کے حالات معلوم کر کے افسوس اور مدد ہوتا
 ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم کارب ز اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کے شرور سے
 اس منبع علم کو محفوظ رکھے اور فریاد ترقی عطا فرمائے، عسی ان نکروہ سبتا و هو
 خیرکم۔ بہر حال یہ مصائب فی سبیل اللہ ہیں، جن پر عظیم نشان دہندے ہیں، اللہ تعالیٰ
 ان کا مصداق کرے اور افعال علیہ لیسیت ہمارے قول و عمل میں باکمل الوجہ عطا فرمائے۔
 حضرت حافظ صاحب کی توسیع آنظار ہونے سے مدد مرہوا، ان کی خدمت میں بھی
 نے اللہ تعالیٰ میں کی بتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اسے ال بیت رسول
 اللہ کا ارادہ جو کہنا ہے جس کو رو کر رہے اور انکو پوری طرح پاک صاف کرے، جسے تمام نوز میں سبب زیاد
 سخت اور ایسے نیا جسم اسلام کی ہوتی ہو، جسے درجہ بدرجہ جو فضل جو انکا اور ایسے بقایا ہیں جسے بہت تک
 تم کسی چیز سے کہہ سکتے اور وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

سلام سنوں عرض کروں۔ میری رفاقت میں تین مسلمان اس بارک میں ہیں، اور سرگرم ہیں چلنے
سات آدمی نماز جماعت سے ادا ہوتی ہے، بھگد اللہ مطہر الخی طہاروں، والسلام
تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ امروجب

مکتوب نمبر ۱۶

آپ کا اپنے مستقر پہنچا معلوم ہوا، کیا عجیب ہے کہ روٹن ورجیم کے بیان کوئی بڑی
خیر نغمہ ہو، حضرت سیل تشریحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اگر بلا از طرف حق تعالیٰ نہ ہو دوسے بندگان
طریق الی اللہ ہی بود
اگر بندگی کا جانب مصیبت اور آزارش نہ
ہو اگر کسی تو خدا کیسے پہنچنے کا راستہ ہی منظور ہوا۔
ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بنا سے خدا تعالیٰ بحیثیت و تحفہ و دیدہ و تحریک
سلسلہ مصلحت مضمونہ است
مصیبت و آزارش بحیثیت اور ناشتاقی مونا
تحفہ اور دیدہ اور پرشیدہ تعلق کی سلسلہ جنبانی ہے۔

دویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
عالم از بلا استغاثہ کی کنہ و صرف ادوی خواہ
و عارضہ بلاوات میگردد و ہرگز کشف ادنی خواہ۔
وینا مصیبت سے زیادہ کرنی ہوا اور چاہتی ہر کردہ ہوا
چاہے، مگر عارضہ اس سے لذت حاصل کرتا ہوا اور
اس کے ازالہ کی خواہش نہیں کرتا۔

چہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
بلا و عارضہ ماضیہ و تفسیر مہربان است و بلا
عاطفین
مصیبت عارضہ کیسے چراغ جز مہربان اور وہ سونگ
راہ و کیسے تفسیر ہوا اور غافلوں کیسے بلاکت ہے۔

میرے محترم! اس جگہ میں اہل عقل و انصاف خوش ہوتے ہیں، ضررِ بے الحیب
ذہیب "شہور مقالہ ہے، بالخصوص اس فراغت اور خلوت کی بنا پر جس کے ذریعہ سے آپ
بہت زیادہ اجاست مع الحیب کر سکتے ہیں سے

اعز مکان فی الدنی سرچہ مساجد
یزد نازگور کی دین دنیا میں سب سے زیادہ اعلیٰ جگہ ہے
و خیر جلیس فی الوجود الخیر
اور بہترین مجلسیں خداوند عالم ہے۔

انا حلّیس من ذکر فی ۵
بفرغ دل زمانے نظر سے بہا، روسے
فاغذیم ایما الرجھد العاصمۃ، وکے ترضیعہا بقیل و قال وسمالہ یمن فان
العمر قصیر والطریق طویل والعوائق کثیرہ ۵

کیف الوصول الی سعادہ و درکھا
سعادہ محبوبہ کا نام ہے کس طرح رسائی ہو سکتی ہے
قلل لیلال و د و نحن حنون
ورائیکہ ایک راہ میں پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹی ہے
الرجل حافیہ و مالی مرکب
کہ اس چوٹیوں کو رکھ کر تے کرتے ن موت کا شکار ہو
والکف صف و الطریق مخوف
یاؤلہ برہہ کوئی ساری میرٹھیں، ہاتھ خالی اور دستے

فاجتهد قدر ما یسکن فی الذکر
لنہ اجتماعی ممکن ہو ذکر اور ذکر کی طرف توجہ
رحس التوجہ الی المذکورہ۔ و د اقا
علی ذلک فقد قال نعانی و الذین
ما دمت رکھو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، جو چاہے
جاہدا و فیہا لہد ما یتیمہم مسبلنا
بارے میں بوری کو تشریح کرنا جو ہم بقیہا کیسے اپنی راہ میں

لہ دوست کی راہ میں بھی محسوس ہے کہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اسکا ہمیشہ ہوں جو کھلوا کر ہے
تک تھوڑی دیر کیسے دل کو فراغت کیسا تم مجھ سے پر نظر ڈالنا چتر شاہی اور ہا اور ہو کہ بہت بھرے گئے لہذا بارہ سن!
اس نعمت کو عینیت بناؤ، اسکو قبل و قال وینما ذہ باقون من ضائع مت کر دیکو کہ اگر تھوڑی بڑا د راست لہا کر و شکر

فَانظُرْ اِيَّاهَا كَا لَمْ يَمِيَا فِي حَانِبِ
 الشَّرْطِ بَشِيْءٍ مِّنَ الْمَوْكِدَاتِ وَعَايِدًا
 عَلٰى ظَلْبِ لَكْتَعَةِ وَالشَّمَاةِ. وَا مَا فِي
 حَانِبِ الْجَزَاءِ فَقَدَا فِي بِاللَّامِ الْمَوْطِنَةَ
 لِلْقِسْمِ. وَبَوْنِ الْجَمْعِ. بِفَعْلِيَةِ الْجَمَلَةِ
 الْمُبْدِوَةِ عَالِيَا الْمَضَارِعِ الْاَدَاةِ عَلٰى
 الْاَسْتِمْرَارِ التَّجِدِ دِي. فَالْوَيْلُ الثَّقِيْلَةُ
 وَجَمْعُ لَفْظِ السَّبِيْلِ وَاصْفَاةُ اِلٰى ضَمِيهِ
 جَمْعُ الْمُتَكَامِرِ لِعَظْمٍ مِّنْهُ. فَهَذِهِ لَهَا
 بَيِّنَةٌ لِّهٖ تَعَالٰى اِنَّ اِلٰهَهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ وَكَأَنَّ
 يَخْفَى مَا فِيْهِ مِّنَ الْمَوْكِدَاتِ وَالشَّارِطِ فَلَا
 لَاحِدًا اِنَّ يَلِيْسُ مِّنْ رَّافِعَةٍ تَعَالٰى بِعَالِيَةِ عَجْرِ
 نَصَبِهِ. وَعَلُوْرُوعَتِهِ تَعَالٰى فَعَلِيَّتِهِ بِمَبْدَا وَمَا
 قَرَعَ بِابِهِ تَعَالٰى فَا ن مِّنْ دَاوُدَ قَرَعَ
 الْبَابَ الْاَمِيْدَا اِنَّ يَفْتَحُ اَنَّهُ وَكَأَنَّ عَجْمًا
 عَلِيًّا ظَهْرًا الْكَيْسِيَّاتِ وَالْمَلَانَةِ فِي
 اَسْمَاءِ الْمَا كَرَحَا هَا اِلَيْتِ بِمَقْصُوْدَةٍ
 تَا هَا اَمْرًا تَرَفِيًّا بِهَا اَطْمَالِ الطَّرِيْقَةِ
 وَا مَا الْمَقْصُوْدَةُ الْوَحِيْدَةُ رِضَاةً

برادر من! اس آیت کریمہ کی لفظی ترکیب پر
 نظر ڈالو شرط کی جانب میں یعنی پیسے جہ میں تو ہوتے
 یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے اسے میں چوری
 کرکشی کرتے ہیں۔ یہاں صرف چوری کرکشی کا
 تذکرہ ہے اور کوئی تعلق نہیں اور جملہ کے ذکر
 حصہ کی تاکید اور تقویت کیلئے اولاً ہم لایا گیا ہے
 جو تہذیب ہوتا ہے جو صحیح حکم کا نون لایا گیا اور جملہ
 فعلیہ لایا گیا جو اکثر اور تہذیب پر دلالت کرتا ہے۔ نون
 تہذیب لایا گیا لفظ سبیل کو صحیح کیساتھ بیان کیا گیا
 اور اسکو صحیح حکم کی غمیر کی طرف مضاف کیا گیا جس
 داستون کی عظمت کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد
 یہ ارشاد فرمایا کہ اگر خدائی اعمین کیساتھ تو ہوتے
 کی تہذیب تقویت کی گئی، پھر عربی نحو کے لفظ سے
 اِنَّ اِلٰهَهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ میں جو ہو کہ ات اور ہت
 ہیں وہ بھی نفی نہیں، لہذا کسی کو بھی خدا کی رحمت سے اس
 وہم کی بنا پر یار میں نہ ہونا چاہیے کہ وہ جان اور کرکشی
 اور ناجیز سے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و ارادہ کو لایا ہے
 تھا واکام ہے کہ اس کی ہم کے ہر وارہ کرکشی سے
 کہو کہ جو ہر وارہ سے ہر دستک تہذیب ہوتا ہے ہر اکھ لایا

تبارک و تعالیٰ

پتا ہے اور تم اس سے ہرگز پریشان نہ ہو کر سناؤ

میں کیفیات کا نظریہ نہیں ہوتا یا بذت نہیں ہو سکتا

ہوتی، کیونکہ یہ مقصود نہیں۔ یہ تو ایسی چیزیں ہیں

کہ وہ طریقت کے بچوں کو ان سے بہلایا جانا ہی مقصود

حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اسکا فضل ہے

کامیں ہر دو لولیاں و امن خوب ہی شام

کہ حیف باشد از وغیر ازین تنائے

حسین احمد غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۳۴۰ھ

.....

دنیا و آخرت را بگذارتی طلب کن

فراق و وصل پر خواہی رضا و دست طلب

مکتوب نمبر ۱۸

آداب شیخ کے بارے میں جو کچھ ارتقا فرمایا ہے اور جو کچھ امدان سلوک میں تحریر کیا ہے

یہ حقیقی شایخ اور اہل کمال کے لیے ہے، ہم جیسے ناکارہ و ناماتی برام کنندہ، کونمان، انگلستان

لئے حقیقی شایخ اور اہل کمال کی تمہیں نہ کرنے کی وجہ سے امت سے نقصانات اور ناہوسے جن کی تفصیل کا

یہ مکتوب نہیں، حقیقی شیخ کمال وہ ہے جو عقائد میں ملت اہل سنت و اجماعت کا ہم عقیدہ ہو، کیونکہ یہ حقیقی

شیخ ہرگز شیخ کمال نہیں ہو سکتا، اور جو یہ ہے کہ سلاسل صحابہ کرام پر فتویٰ ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ صحابہ کی زندگی

کمال نورانی صاحب تربیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور شریعت نے یہ بات و احکامات پر

جس قدر نکیر فرمائی ہے اہل علم پر پرتیدہ نہیں، حتیٰ کہ بدعتی کی امامت اور روایت حدیث میں بھی کام ہے،

دوسری چیز حقیقی شیخ اور اہل کمال کے اندر تواضع انرومی، عاجزی، انکساری اور بے نفسی ایسی ہو کر ہر ایک

کے فضل و کمال کا عیر حقیقی سے مسترنا ہو، اس لیے کہ کبر کیساتھ مسترنا صحیح نہیں ہو سکتی اور نہ اس گناہ

(باقی ماہیہ صفحہ ۵۶ پر)

کب مستحق ہیں، ہم تو اس شعر کے مصداق ہیں۔

تھارک یا سفور سمی و غفلۃ

و لیلۃ نوہ و الردی لاک لاکم

و شغاک بہا لیس یفینک مشغلہ

کن لاک فی الدنیا تفتیش البھائم

لے دھوکے میں پڑے ہوئے تیرا دن غفلت و سرکشی

رات سونے میں لہذا تیری تباہی لازمی ہے،

بیچارہ اور فضول باتیں تیرا مشغلہ ہیں،

دنیا میں بہانے کی طرح رہا کرتے ہیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ کی مغفرت کی امید ہے جو کب سے پیدا ہو، آدم و ابلیس کا قصہ سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یوں تو

نفس سے کوئی انسان خالی نہیں لیکن کمال تو اسی میں ہے کہ بہیت پر حکمت غالب ہو جائے، یہ کمال کہ

نفس مغلوب ہو جائے اور اپنے کو جسکے بیچ منظور کرے بدون صحبت شیخ کمال ممکن نہیں، مرنا اور مرنے

بیچ نہ کہہ نفس را جز نسل پیر

دا من آن نفس کش راحت گیر

قرآن حکیم رشد و ہدایت کا مجموعہ اور ہر طرح کے احوال کا ہر باب و اٹنی کے لیے رحمت اور شفا ہے، اور

سب کا سیب سلب اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس کی صفت یا سند بارگاہ اصریت پر عطا ہوئی ہے جو

یَتَلُو عَلَيْهِ آیَاتِهِ وَيُكْفِيهِمْ رُوحَهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِکْمَةَ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ شیخ اکبر نے

کس طرح فرمایا کہ شیخ میں دین انبیاء کا سا جو اور تدریس اہل کمال کی اور ریاست بادشاہوں کی کسی تو یہی کہوں،

کہہ دیا جائے کہ شیخ نوز جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا جبکہ اتباع سنت نبوی ہی میں سب کچھ ہے، خوب بات

فرمان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں نے اپنا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم میں

کا پیردی میں اسی جگہ رکھا جہاں اپنے رکھا تھا، الا قدم نبوت۔ سبحان اللہ حضرت بایزید بستانی نے

اور پردہ ہٹا دیا ہے، اور شاہ جہاں ہے کہ روایت کی نہایت نبوت کی روایت ہے، تفاعل میں الانبیاء

والارباب کا سند بھی عبادت ہے، خلاصہ یہ کہ حضرت امام العصر دامت برکاتہم حقیقی مشائخ اور اہل کمال

میں ہیں بہتر حکم کمال کی جستجو ہو، اور نہ کہ جن تک و اگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنی امتوں کو چھوڑ کر رہیں ہوں گے نہ

و دیم تراہ شیخ مقصود عثمان

گر انہ رسیدیم تو خود را برسان

ہاں آپ حضرات کی اوجیہ ممانجہ سے اگر اصلاح ہو جائے اور ہم کسی لائی ہو جانے میں صلح
 بیٹے ڈاکو کی اصلاح مریدوں کی دعوات اور توجہ سے ہو گئی تھی، تو مضائقہ نہیں۔ بلکہ یہ موصوف
 کا دوسری مرتبہ محراب سناؤ صرف موجب ذمت دوسرے ہے بلکہ موجب ہزار ہا شکر ہے۔ اور اولاد
 صالحہ یعنی عورتوں کے چارہ اور خیرات دائمہ ہے، آج جبکہ بڑے خاندانوں کے اپنی اولاد
 کو انگریزی اسکول کی تعلیم دینا کر ان کو روزگار کا کندہ بنا رہے ہیں اور دنیا کے لالچ میں
 ان کو بے دینی اور بھلاؤ کی تعلیم دینا کر ان سے برگشتہ اور اسلام کیلئے ہمارے دشمن بناتے
 ہوئے اپنی اور ان کی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ دنیاوی زندگی میں کفار کی غلامی کی لعنت
 کا پڑ اپنی اولاد کے گلے میں ڈال رہے ہیں، آپ کی اولاد کا دیندار، حامل قرآن، اور
 حافظ دین متین ہونا لازماً اور عظیم الشان نعمت ہے، قسم زور بارگ۔

پھر بچہ یا شاہد اصلاح پذیر اور سعید ہے، امید ہے کہ نئے خاندان ہو رہے ہیں ہمیشہ
 ہوئی چاہیے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً يَا قُرْبٰنُ اَعْيُنٌ وَاَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ
 اِمَامًا۔" اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے، کلمہ کی
 نعت اور کریم کو پرہیزگاروں کا پیشوا۔

یقیناً اولاد کا صالح اور دیندار رہ کر ناتون پر گذر کرنا، ڈپٹی، کمشنر، وکالت اور
 بیرسٹری پڑھیں وغیرہ کی انپکٹری وغیرہ عہدہ اُسے غلامی کفار سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے،
 دیدہ عبرت کھونا چاہیے، ہدانا اللہ، وایاکھدالی ما یجبلہ ویرصناہ و یجعل لنا
 ولہم جیبعا الاخرۃ خیر امن الاولیٰ، آمین

حسین احمد غفیر لہ

۱۱ شوال ۱۳۳۵ھ

مکتوب نمبر ۱۹

مولانا سید محمد میاں صاحب خان نامی جمعیۃ علماء، مراد آباد

محترم، تقام زید مجدکم۔ اللہ تعالیٰ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تصرف کا ضروری اور مضبوط اصول جو کہ نفس پر شاق بھی بہت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بطنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، اسی کے تحت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "سرفت خداست قالی برآں کس حرام است کہ خورد از کافر رنگ بہتر و از نکیست از کافر دین" اپنے نفس کے کید و کمر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے، "وانک تعرف کیدا المنعم والحقکہ" و ما ابرئ فی نفسی ان النفس لا تمنا بالشر۔

پس جو حضرات پہلے سے متفقہ تعلیم ہیں یا جن کے افعال و اقوال سائل خاصہ کے سوا مرضی بند یہ ہیں ان کے ساتھ بد اعتقادی وغیرہ نہ چاہیے، حسن ظن رکھنا چاہیے، ہمارے لیے مشاہرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین درس عبرت ہیں، لیکن ہے کہ ان حضرات ہی کی آراء صحیح ہوں، اگرچہ غلبہ ظن ہی ہے کہ ہمارے آراء اور اعمال بالکل حق بجانب ہیں، لہذا نہ زبانِ رازمی چاہیے نہ بد اعتقادی بلکہ ان کے اور اپنے لیے دعا کرنی چاہیے، اللہم ساما الحق حقاً و اسر قماً اتباعہ و اسرنا الباطل باطلاً و اسر قنا اجتنابہ، ذکر سے غافل نہ ہوئیے، دلت کو غنیمت چاہیے، گیا وقت پھر ہاتھ آتے نہیں، آج کچھ کر لیجئے، کل کو کرنا ناممکن ہو گا، جاکش بنیے، آرام و راحت آخرت کے لیے چھوڑیے۔

ناز پروردگار شکر نہ پر در راہ بدوست
عاشقی شیوہ زندان بلاکش باشد

من نہ کرویم شامد رکنید

ہر نقیق پر سان حال سے سلام سنون عرض کر دیجئے، والسلام
نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۲۰

کچھ تفصیلات۔ مجلس شوریٰ معلوم ہوئیں، بچہ شہداء نعین اور اہل شہر کو کہ سپاہی نہیں ہوں
اور آپ کی مساعی بار آور ہوئیں، جزاکم اللہ خیر الجزا۔ اگر چہ طلباء کا داخلہ یا نقل نہیں ہوا،
اور ذی العقده تک اس کو موخر کر دیا گیا، مگر قوی امید ہے کہ اکثر داخل ہو جائیں گے اور
ان کو ترقی بھی حاصل ہو جائیگی، ٹوڈیوں کے جو ارادے اور گورنمنٹی جو چاہیں تھیں، بچہ شہداء
کا کام رہیں، واللہ الحمد وجزاکم اللہ تالی خیر الجزا۔

آپ کو اپنی تعلیمی اور مدرسہ شہداء کی ضروریات کو انجام دینے کی پوری جدوجہد کرنی
چاہیے، اس وقت میں کوئی تعمیری خدمات تو میہ انجام نہیں دیا جاسکتیں، شاہی کے دور میں
اس وقت جیل میں ہیں اسوقت آپ کو صرف تعلیمی فرائض انجام دینے چاہئیں، اور اسفار

دعا تہ کتب سمر، ایڈمیٹن حریہ، اور کوہ استقلال، جو عربی قہر، نمون کے سلسلے ہر موقع پر لیا، آئی، اور بے باک الیٰ علی
پیش کرنا، لیکن جب خود ہندی اور حمدانی کا دہر پید ہوتا ہے تو توہم و اکسا، کہ حالت ہر کارنگ کو بھی اپنی ستر گئے لکھ
مال اور خد نہ کراچی وغیرہ کی تقریریں ملاحظہ کرنے کے بعد جب اس کتب گرامی کر پڑھایا، ہر ذی فہم کار پڑھے

ور کتبہ جام شہر دستور کئے صدان عشق
ہر جو سنہ کے نذرانہ جام و سندانہ پاشن

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو جیانت شیخ الاسلام ص ۲۰۰ تا ۲۰۱

دعویہ جن سے تعلیم پر برا اثر پڑے اس سے بالکل کنارہ کشی کرنی چاہیے۔ گذشتہ سال آپ نے اپنی کتابوں کے ربیع یا ٹمٹھ ہی کر پڑھایا یہ غلط کارروائی ہے..... اسباق اور طلبہ کا ہرگز ہرگز حرج نہ کیجئے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفَعُوا كَافَّةً اَللّٰهُمَّ كُوِّرْ نَفْسِيْ
 رُكِّلْ رَانَ نَفْسِيْ دِيْنِيْ كُوِّرْ نَفْسِيْ اِنِّجَامِ دِيْجِيْ، اللّٰهُ تَعَالٰى اُپْ كِيْ مَدُوْ فَرَاغِيْ، آمِيْن
 والسلام، سنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۵ شوال ۱۳۲۵ھ

مکتوب نمبر ۲۱

مندرجہ امور کی طرف توجہ ہونی چاہیے،

۱۱، مسلک مصالحت حکیم انظار احمد صاحب نے کیے ہیں ان سے ان مصالحت کی مقدار معلوم کیجئے، اور میرے متعلق جو نقد آپ کے پاس موجود ہے اس میں سے ادا کیجئے، اگر وہ خرچ ہو گئے ہوں تو قاری اصغر علی صاحب کے روپے طلب کیجئے، حکیم صاحب موصوف پر ایک پائی کا بھی پارہ ہرگز ہرگز نہ ڈالیے، اس فہرست میں مکن ہے بعض چیزیں رہ گئی ہوں کیونکہ میں اپنی یاد سے لکھی ہے، ان سے پوچھ کر ان کو بھی لکھئے، اور اس کا حساب ادا کیجئے،

۱۲، ان تین طالب علموں کے متعلق جو کہ باوجود گرفتار کیے گئے ہیں ابھی تک اپنے کوئی معاملہ نہیں کیا، حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ میں ان کے متعلق پوری کارروائی انجام دیکر سفر کروں گا۔

دعوتیہ مکتوب نمبر ۲۱، ۱۳۲۵ھ کے ہنگامہ میں پولیس نے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم سے نکالتی کی کچھ طلبہ تحریک میں حصہ لے، ہمیں اس کے نتیجہ میں دارالعلوم کے لیے خطرات کا بھیاں تک نقشہ پیش کر دیا، اور دارالعلوم جو بے بجائے آدی تھے اس سے متاثر ہو گئے، اور طلبہ کی ایک متحدہ تعداد کو خارج کر دیا، اور یہ تمام، دیکھا کہ اس وقت اس وقت سے پہلے ختم کر دیے جائیں، اس واقعہ میں اسی جانب شہرہ جو باقی تفصیلات اور جگہ میں

(۳) مولوی غلام حسین بھاگلپوری اور شیخ انعام اللہ مراد آبادی کو کل حکم سنا دیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ایک سال قید، پچاس پچاس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم اور اپنی تین تین اوتیہ ہوگی، ثانی الذکر کے متعلق بھی جاپان کا فرہنگا پریس بھی تامل بالنتیجہ ہے، پھر دونوں کو بڑے سزا دینا، درہر ایک کے لیے اتنی بڑی مقدار مقرر کرنی بہت زیادہ سختی ہے، اس لیے ان کی نگرانی ضرور ہونی چاہیے، نگرانی میں اس قدر زائد مرقہ بھی نہیں ہے جس کے نقل کا خوف ہو، اگر دوسرا ذریعہ مصارف کا نہ ہو تو میرے ڈیفنس کے روپیہ باقی ماندہ سے اس میں خرچ کیجئے،

(۴) مدرسہ شاہی کے اوقات اور اسباق کی سختی سے پابندی کیجئے،

(۵) مولانا بشیر احمد صاحب مجتہد کو زور و اثر طریقہ پر لکھیے کہ وہ دیوبند جا کر صدر مقرر ہوں گے، سچے سچے کلام سے موم بنائیں اور آمادہ کریں کہ وہ تمام محضرین طلبہ کو بلا استثنا واصل فرمائیں اور اپنے احکام کو واپس لے لیں، کیونکہ انھوں نے عائد محمدیہ دوست اور مولانا حفیظ الرحمن صاحب سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں کسی سے انتقام نہیں لوں گا اور ذخارج کروں گا، اور طلبہ ان دونوں حضرات کے حکم کے پابند ہو گئے تھے اور اس وعدہ کو ان دونوں حضرات نے مجمع عام میں بھی طلبہ کو سنا دیا تھا، بہر حال مولانا بشیر احمد صاحب ذرا جائیں اور صدر صاحب کا حصہ ٹمنڈا کریں، اگر ایسا نہ کیا تو مولانا بشیر احمد صاحب کے کلمات دو ٹوڑی کے رہ جائیں گے، والسلام

تنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۲۲

نیز احمد صاحب کو شکر یہ لکھ دیجئے اور منسلکہ بیضہ بھیج دیجئے، آپ کا یہ فرمانا کہ سٹائی
 واجب کے متعلق یہ شرط ہے مگر اس کا لگا صاحب قول مولانا اسماعیل صاحب نہ دے گا
 ہانا ہے، کیا ابواب شکر میں یہ شرط کہیں آئی ہے، ^{لہ} وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ -
 لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ - وہ فرماتے ہیں کہ وہ تقیاً
 جو مجاہدین فی سبیل اللہ کے مصداق حقیقہ ہیں اور اُرْدُو وَا فِی سَبِيلِی اور اٰخِرُ حُوْمِی
 دینا یہ ہمراہان پر صادق آتا ہے، ایسے مجمع کو کھلائے میں مال مشول کرنا بہت ہی زیادہ
 نا انصافی اور ظلم ہے، اور خوف ہے کہ کہیں بخل، ور بدترین بخل کی نشانی نہ بنجائے،
 (ادکما قال) آداسی دا دا و د و د و د من ابخل - والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ، ۱۰ دینورہ

مکتوب نمبر ۲۳

جناب صہبیدار صاحب . . . آپ کے حفظ قرآن میں صرفت ایک منزل میں
 کامیاب ہونے پر صدمہ ہوا، امید تو یہ تھی کہ اس مدت میں آپ ربیع سے زاید پر کامیاب
 ہو چکے ہوں گے، بہر حال آپ باہر آنے سے پہلے کم از کم فیض آباد کی پنج ماہہ عہدہ
 ضرور بار آور کر لیں اور آخر شب میں یا اول شب میں اس کا مستحب حصہ نوافل میں ضرور
 (دائشہ مکتوب نمبر ۲۲) لے اور تیرے رب کا جو حمدان ہے اسکو بیان کر لے اگر حمدان انوں لے گا
 شکر ادا کرے گا تو تم کو اور بھی دو شکر لے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا پورے پورے
 چاہتا ہے یہ مخالفت سے بھکر ہر کون سوری ہے،

پڑھ لیا کریں، ہمت بلند رکھیں، انشاء اللہ وہ خداوندی شامل حال ہوگی، یہاں سے بھی لوگ بڑے پیمانہ پر اُبھر رہے ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ آج بھی تاریخ ہے دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے، القلوب بین اصبع الرحمن۔ بہر حال ماہرہ المونی قصو الاحسن دعو الاذنی۔ بین مشن ہوں اور الحمد للہ احسن حال میں ہوں، انفضال خداوندی کا شکر گزار ہوں، ذکر میں عالی ہستی اور استقلال سے کام لے رہے ہیں، انفضال خداوندی سے مایوس نہ ہو جائے، دفع و سانس و خطرات کے لیے سورت، ناس، اکیس ہے، روزانہ ایک سو مرتبہ یا کم زکم چاہیں مرتبہ خیال پڑھ لیجئے، صاحبزادہ صغیر کے لیے دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ آپ کی صحت تریست سے وہ بھی طریقہ تدریس پر آجائے گا۔ والسلام

نگ مسافر جمین احمد بخفرا، ۱۴ رجب ۱۴۲۳ھ

کتب و سبب نمبر ۲۴

جناب صاحبیدار صاحب۔ زید مجدہم المعروف بقیود الاسلام۔
 دیر سے رائے صاحب نے جواب دیا، نگ تھا، غالباً وہ تاخیر کی بنا پر عبوس و نظر پر ہو گئے
 مگر نظر دوا حوالہ کی شکایات سے یہ تاخیر کرادی، میں نے جواب میں تاخیر نہیں کی، مجھ کو جناب
 حافظ صاحب، درستی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے، ان علی حیثیت سے ابن اسکو
 نہایت مشکل دیکھتا ہوں جس کا احساس ان دونوں حضرات اور دیگر اہل الرائے اہل علی و
 حافظ صاحب جناب حافظ محمد یوسف صاحب بنیر، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 مراد ہیں، اور مفتی صاحب حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند مراد ہیں، یہ دونوں حضرات
 دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے کبرستے،

کو ضرور ہو گا۔ ایسے امور میں مجھ سے پوچھنا غلط ہے، مذکورہ بالا دونوں حضرات اور آپ
حضرات کی آراء ان امور میں ہم جیسے ناکاروں کے لیے واجب التسلیم ہے، آپ کی زیادہ
حفاظت ان مزید جدوجہد ہم ناکاروں کے لیے بہت زیادہ سرور بخش اور امید افزا ہیں،
اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، آمین، ع

علی قداہل العزم تاقی النائم
فاجتهدوا کما تیسر من روح اللہ
مومن ابشیر احمد صاحب کی غیبی بیت تعجب خیر ہے، اللہ تعالیٰ بہتر کرے، مجد اللہ میں
بغیر دعائیت و آرام و سکون سے ہون، کیم نوبر کے واقعہ سے تاثر غلط ہے۔
در منزل یسلیٰ کہ خطر است بجان
شرط اول قدم است کہ مجنون باشی

عشق میں اسکے کو غم سر پر لیا جو جو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو جو سو ہو
والسلام

بقضاء الجند نکتب المعالی
ومن امر العلیٰ سمعہ اللیبالی

سن نہ کروم شمار غدر کہنید

فلا تکسل وکاتبنا من ولا تکمن من الفنا نظین

داعیکم المجرور فی ۱۰ من الحجۃ ۱۳۳۲ھ

لے جو سہ اور عزم کے ٹانگے بخش دے انام بھی ہوا کرتا ہے، کہ شش کرتے رہو اور اللہ

کی مرہانی سے ایسے زبوں

۱۰ اس شعر کا ترجمہ وہ ہے مکتوب میں آتا ہے،

مکتوب نمبر ۲۵

جناب گورنر صاحب ... ۲۴ مارچ کا ڈال نامہ مفصلہ باعث سرفرازی ہوا، بجز اللہ
خیر و عافیت سے ہون، یہاں اجتماع عظیم ہے، بمثل کہان نصیب ہو سکتا ہے، نمبر امین
جدا تقریباً دو سو ہے، شاہد صاحب، منظر صاحب بھی اسی احاطہ میں ہیں، ان کے علاوہ
پانچ سو عدد اور بھی ہیں، ہر طرح سے آرام و راحت ہے، مسل کا واقعہ معلوم کر کے صدمہ ہوا
کاش روانگی سے پہلے آجاتی، تقدیرات الہیہ میں کیا چارہ ہے،

صدیقی صاحب کا مفصل والا نامہ بیان آیا، جو کہ صدر صاحب کی روانگی ورنہ کے
جماعت کی نیرنگیوں کی مفصل داستان ہے، آپ کے اور گورنر جنرل صاحب کے ملاحظہ کیے
بیچ رہا ہوں، دیکھیے اور عبرت پکڑیے، قدرت کے کارنامے ہیں، استغفار کے الفاظ بھی
وغریب ہیں، مگر اس کو نہیں سمجھتا، بہر حال چار پانچ گنٹے درسون کے ذریعہ سے وارہ العلوم
سنجھال لیا گیا،

امور سولہ کے جوابات (۱) نوگری میں بصورت سانسپ گھنالی چیز کا ٹکنا بہت عمدہ اور

(دعا شیعہ مکتوب نمبر ۲۵) اس مکتوب گرامی میں بعض اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، جو تحریر سید
کے زمانہ میں برتی گئی تھیں، گورنر صاحب کے مراد مولانا سید محمد میان صاحب ہیں، اور صدیقی صاحب سے
مراد مولانا عبدالوحید صاحب فاضل پوری جنرل سیکرٹری تھے، جن جو اس وقت دارالعلوم کے سبب تنظیم کے
انچارج تھے، اور صدر صاحب کے مراد مولانا شہیر احمد صاحب عثمانی مرحوم تھے جو دارالعلوم کے صدر
تھے، اور گورنر جنرل سے مراد حافظ الرحمن صاحب مراد ہیں، ابو جعفر حافظ سادات حسن کی گیت ہے،
لے واقعہ یہ جو کہ مولانا محمد میان صاحب کے خواب دیکھا کہ ایک کالا سانپ میرے اندر سے نکلا ہے،
یہ باتی حاشیہ میں لکھی ہے

سفید ہے، اس کے پر سنی ضروری نہیں ہیں کہ خاص بالکل جدا ہو گیا، ہاں اس کا کوئی اثر کم ہو گیا، وہ ذکر کی برکتوں سے ایسا ہونا ضروری ہے "وَمَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا" شیطانا لھو لہ قریب سے معلوم ہوتا ہے کہ غفلت عن الذکر کی بنا پر جو شیطان مسطہ تھا وہ بوجہ ذکر جدا ہو گیا، اب وہ جدا تو ہو گیا، مگر کیا صرت ایک ہی تھا کہ اس کے جدا ہونے کے بعد پیدا بالکل خالی ہو گیا، یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا، اتنے دنوں کی غفلت نے خدا جانے ان شیطان کے کتنے اندھے بچے پیدا کر دیے ہوں گے، ذکر پر مدد مست انشاء اللہ آہستہ آہستہ صفائی ہو جائیگی، نیز نفس تو جدا نہیں ہوا، وہ ساہما سال کی مصاحبت سے جو رنگ حاصل کر چکا ہے وہ دو چار دن میں کہاں جائے گا، وہ اپنا رنگ لانا ہی رہے گا، بہر حال مردانہ دار کام کیجئے اور ان سویات کی طرف دھیان نہ کیجئے۔

(بقیہ ماشیہ ص ۶۵) جس پر گھنونی چیز مثل رطوبت کے موجود ہے جس سے طبیعت سخت متوحش ہوتی ہے اگر یہ چیز میرے اندر لگتی ہوتی تو کیا حال ہوتا، حضرت امام العصر باہمت برکات تم نے جو، جو تعبیر ارشاد فرمائی ہے وہ قرآنی روشنی میں خواب کو داتھ بنا دیا ہے، یہ حضرت اقدس کا ادنیٰ کمالی معرفت اور ادب اور بیان کا معلوم کرشمہ ہے، مولانا محمد بیان نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑا اعاطہ ہے، اس کے وسط میں ایک بوسیدہ کمرہ ہے، جس کی زمین زرد رنگ کے سنگریزوں سے مٹی ہوتی ہے، اس وسیع اعاطہ میں ایک بہت بڑا آڈر ہے، اس طرح زمین میں گھب ہوا ہے کہ جس طرح درخت کی جڑ کا کچھ حصہ ٹوٹا سا کبھی زمین کے اوپر آجاتا ہے، آڈر بے کار رنگ زرد ہے، بارہ گریبا اور ایک گرنے قریب جوڑا ہوگا، طول اور ضخامت کا حصہ ایک جگہ سے، تاہم ابر سر سے کچھ کم و زہری جگہ ہے، اس آڈر کو دیکھ کر مولانا کو بڑا حیرت ہوا، کہ اس کا ارد اور نکالنا و دنوں شکل ہے، اس پر امام العصر باہمت برکات تم نے یہ ارشاد فرمایا، وہ تعبیر بھی صاف صاف بیان فرمادی،

(۲۱) میرے ان الفاظ میں کوشش کیجئے کہ معانی کا تصور اور قلب کا تسبیح از ابتدا تا
 انتها ہو جائے۔ اس سے تو یہی مقصد تھا کہ جو الفاظ زبان سے یا قلب سے (ذکر قلبی میں) یا
 سانس کے ساتھ (پاس الفاس میں) نکلنے ہیں، ان کے معانی کا تصور قلب میں قائم رہے،
 یہ نہ ہو کہ زبان سے کچھ نکل رہا ہے اور قلب غافل ہے، یا کسی دوسری طرف متوجہ ہے اور
 بربذبان تسبیح دروں گا و دوزخ کی صورت کو دفع کرتے رہے، مثلاً لا الہ الا اللہ کہتے ہو
 کوشش کیجئے کہ معانی محبوب اکمل اللہ قائم رہیں، اور لفظ لا الہ کہتے ہوئے خیال قائم
 ہو کہ اسوی اللہ کو قلب سے نکال کر پس پشت پھینک دیا، اور اکمل اللہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ
 کی محبت کو ضرب لگاتے ہوئے دوزخ سے دل میں گاڑ دیا ہے

خواہم کہ بیچ صحبت اختیار پر کنم در بارغ دل رہانہ کنم جز نہاں تو
 از دل بردن کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے ذکر بود یا حیاں تو
 خطرات و سادس حدیث نفس و غیرہ کو حتی الوسع دفع کرتے رہیے، انشاء ذکر میں

ابتداء سے انتہا تک یہی کوشش ہماری رہنی چاہیے ہے

حضور ہی گم ہیں خواہی از ذغال شونا متنی، مالتق من تھوری، ع اللہ سبحانہ و اعلمہا
 گر آپ دوسری طرف دوڑ گئے اور جناب باری عز و مجد کے تصور، درکلمات شریح
 و رسم اللہ میں الجھ گئے، محض ما جو کچھ عقیدہ اہل سنت و جماعت سے ہے اور جو کچھ دلائل عقیدہ و تقلید

لہ الفاظ اہل سنت و جماعت پر ہم کسی قدر بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس کا صحیح معلوم و واضح ہو جائے
 اور گمراہ جماعتیں ہمیں سے کام نہ لیں سکیں، اس میں تین الفاظ ہیں (۱) اہل، (۲) جماعت، (۳) معتقد ہیں
 اتباع، اور ہر دو کو کہتے ہیں۔ (۱) سنت عربی میں راستہ کو کہتے ہیں یہاں سنت سے تصور عام سنت
 نہیں بلکہ وہی اصطلاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اور طریق عمل کو سنت کہتے ہیں۔ (۲) جماعت
 (۱) اہل حدیث میں (۱) ہے

سے ثابت ہوا ہے، وہی حق ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزتاً ذوقاً اور ناز اور ناز اور شکل و صورت وغیرہ تمام اعراض و جزاہر سے منزہ اور پاک ہے، اور تمام صفات کاملہ ناقصہ بذاتہ اس کے ساتھ قائم ہیں، اور اک ذات بحت اعلاط علم بشر سے خارج ہے، صفات کاملہ ثبوتیہ اور صفات سلبیہ ایک اور اک بشر پہنچتا ہے، اس لیے اس کی ذات بحت کے تصور کے لیے موجود حقیقی کمالین نشانہ منرہا من جیسے انقائض و مساوات المرادال متصفا بجمع صفات
الکمال والجلال، در کہ میں لانا، ضروری ہوگا۔ ۵

و در بیان بارگاہ است غیر ازین پے نبرہ اذ کہ بہت

اسے برتر از خیال و قیاس گمان و دہم دزیر چہ گفته اند شنیدیم و خواند ایم

و بقیہ حاشیہ ص ۶۶) کے سنی گردو کے ہیں، یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہ ہے، لہذا اہل سنت و الجماعت کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات وغیرہ کام کر پیغمبر علیہ السلام کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اثر مبارک ہے، پس اہل سنت کے مذہب کا مدار اور مشی و اصول ہیں، (۱) داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقائد اور اعمال کے متعلق، اپنی امت کو کچھ تعلیم اور تمکین کی اس میں ایک ذرہ زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی، (۲) عقائد یا خدا کی ذات اور صفات کے متعلق قرآن نے جو کچھ بیان کیا یا آپ نے جو کچھ بتایا اور جس سند کی جس حد تک قرآن نے تشریح کی صرف اسی پر ایمان لانا واجب ہے، اپنی عقل و قیاس و استنباط سے اس کی تشریح و تفسیر صحیح نہیں لانا، اس پر ایمان لانا، اسلام کی صحت کے بے ضروری ہے، بلکہ ممکن ہے کہ وہ گمراہی اور ضلالت کا موجب ہو، غرض جو دعویٰ فرستے آج پیدا ہو گئے ہیں اور اپنے کو اہل سنت و الجماعت بلکہ حنفی اہل سنت وغیرہ کا ٹائٹل استعمال کرتے ہیں وہ برعکس نمونہ نام رکھی کا ذوق کا مصداق ہیں، (۱۱) عبد الجبار صاحب ^{احول} میں ۱۱۰ م، ایک کا عقیدہ بتاتے ہیں، عقائد میں گفتگو کرنا پسند کرتا ہوں، اور ہمیشہ ہمارے شہر مدینہ ^{دعوتی} حاشیہ ص ۶۹

لیس مکتبہ شیخ اس کے لیے ذریعہ تلم ہے، ان اس کی تجلیات الازار مختلفہ اور صور
کاملہ تشبیہ وغیرہ میں ہو سکتی ہے جن سے وہ ذات مقدسہ دراز اور ہے، اکتاب آئینہ ہائے مختلفہ
میں متجلی ہو سکتا ہے، اگر وہ اپنے مقام پر لاکھوں میل دور ہے یہ آئینہ منظر شمس ہے، عین شمس نہیں
اس منظر میں شمس حقیقی موجود نہیں، اس کا عکس ہے، اس کے عکس کو عین شمس نہیں کہہ سکتے جیسے غیر
بھی من کل الوجہ نہیں کہہ سکتے، چونکہ ذات بلاکینت و بلاکم کا سبھی نا لوگون کو بالخصوص ابتدا میں
شکل ہوتا ہے، انورہ وغیرہ سے در کر میں استقر کر لیا جاتا ہے سے

ہست رب الناس، باجان ناس اقصا لے تکلیف لے قیاس

(تبیہ ماشیہ ص ۶۸) کے ظل و اس کو ناپند کرتے رہے ہیں اور اس سے روکتے رہے ہیں، میں بحث و مباحثہ
ان امور میں ناپند کرتا ہوں جن کے تحت میں کوئی عمل ہو لیکن خدا کے متعلق عقائد اور خود خدا کی ذات
میں سکوت میرے نزدیک پسندیدہ ہے، امام طریقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں و علی
المؤمن ابلع السمۃ والجماعۃ فالسنة ما سئل رسول الله صلعم والجماعۃ ما اتفق علیہ
اصحاب رسول الله صلعم فی خلافۃ اکثمة اربعۃ الخلفاء الواصلین (عبیۃ الطاہرین)
مخدوم رہے، کاموں پر واجب ہے کہ سنت و الجماعت کی پیروی کیے، سنت تو وہ ہے جو آنحضرت صلعم کا
طرز عمل اور روش تھی اور جماعت وہ کہ جس پر اصحاب رسول اللہ صلعم خلفاء ربوہ کے زمانہ میں متفق رہے،
چنانچہ شمار اصحاب اور جملہ اہل سنت اور وہاب ملوک کے عقائد ایک ہی ہیں، جبکہ صاحب یا من الرئاسۃ
نے اس عقیدہ کو مخدوم ختم تکمیل بیان کیا ہے، اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی جانب حضرت امام انصاری
وامت برکاتم نے اپنے اس کرامت نامہ میں اشارہ فرمایا ہے، باقی معتز لہ کہہ کہنا کہ صفات میں ذات
خدا ہیں اور حجاب کا یہ حقیقت و کہ صفات غیر ذات ہیں، در اشعار و تالیف یہ کا یہ خیال کہ وہ زمین
غیر ہیں، ان شریعت سے عدل اور ترویج از تہوں برابر ہیں، اس لیے کہ ان میں شریعت نے کسی کی
(بابی حاشیہ ص ۶۸)

آپ است، اللہ عالم نبل اور نامنزل ہے بدل ہیں، آپ اس حقیقت پر پہنچے کہ توئی در کہ
 کو پوری سزوات و تقدیسات کے ساتھ عامل اور عالم کر سکتے ہیں، وہ ذات ہے چون وہ پہلے
 مذکور میں قائم رکھنی اور عظیم ہمت الصدور اور اقرب الیہ من حلل الوساید اور ہو معکم
 ایہنا کقدر تصور کرنی آپ کے لیے مشکل نہیں، اس کے اعطاء منزہ عن الاعراض و کیفیات
 کا تصور کرتے ہوئے ذکر نفی و اثبات محض میں حمد و جہد فرمائیں اور تدریجی ترقی کریں، اللہ اللہ
 آہستہ آہستہ کامیاب ہوں گے: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** اور **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**
 انجسیتوں نہایت ہی عمدہ ہے، ایسے ہونا اس کی رحمت عامہ سے کفران ہے، اس فرست
 کو غضبیت جائیے، اور نعمت الدین **لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى صَوْلَاتِهِمْ** دائیوں سے فیضیاب ہونے کی کوشش
 کیجئے، نعم الملوئی و نعم النصیر کی مدد ضروری ہے، بجز مہر انبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و آلہ الامجاد۔

(۳۱) ہر شخص جس راستہ سے فیضیاب ہوا ہے، اس کا گیت گاتا ہے، اور اسی کا مذاق
 و مذاخاں ہوتا ہے، اور یہ اس کا فریضہ ہے ورنہ لطف خداوندی منحصر کسی خانوادہ اور کسی طریقہ
 میں نہیں ہے، ان ازمنہ مختلفہ میں اسی طرح تبدیل ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ کاشفکار کبھی کسی نالی کو
 پانی جاری کرتا ہے، وہ کبھی کسی نالی سے، فیض مبداء و فیاض بھی اسی طرح الٹ پلٹ کر جاری ہے

(تفسیر مشیہ ص ۶۵) تفسیر نہیں کی ہے، خوب عور کر لیا جاوے،

جو اس سوال نمبر ۲۰ کے متعلق مولانا امجد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ صورت یہ ہوئی کہ باوجودیکہ
 اظہر من الشمس ہے، مگر عورت تک یہی گھنوارا کہ حضرت نے طریقہ بیداری میں بیت کیا ہے، اس مذاق
 میں علیؑ کا نام دار انسی جلد اول مرتب کیا، جس میں حضرت امجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے، اسی
 اس مرتب کے لئے مکتوبت کی تینوں بیداریوں اور اس سلسلہ کے اکابر کے تصانیف و کتب پر پوری حضرت امجد صاحب
 نے اس راہ کے پیروی پر اپنے کتب و کتابت میں تنقید کی ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ پر شاذ دار انسی میں عقیدہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے طریقہ کا گیت گاتے ہیں، وہ سچ فرماتے ہیں، ان کو وہاں ہی فیض تم حاصل ہوا، اور اس زمانہ میں توجہ اور عنایات ازلیہ سے طرفت بہت زیادہ بند دل تھی، مگر ہمیشہ پہلے تھی اور زہد کو ہوئی، ہمارے اسلاف کرام پر عنایات الہیہ سلوک چشتیہ میں بہت زیادہ بند دل ہوئیں، جو کہ ازمنہ اخیرہ میں دوسرے طرق میں اپنا شیل نہیں رکھتیں، وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ ہم جملہ طرق اور ان کے شاخ کے سبکے دیوزہ گر ہیں، مگر اپنے باپ کا گیت گانا اس سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں جتنا کہ چچا یا یوں حتیٰ کہ، جیادہ کرام کا، جس کا کھائے اس کی گائے، بشہور مشل ہے، ہمارے اسلاف کرام قدس اللہ اسرارہم اگرچہ سلوک چشتیہ میں بہت زیادہ چست پالا اور گارن ہیں، مگر عمل کی حیثیت سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم ہیں۔ وہ رکھے جیسے شریعت رکھے مذاق عشق ہر جو سنا کے نہ واندہام و سندان باختم (بقیہ مشیعت) کر دی ہو، ۱۹۲۲ء کی زحمت میں جب اجتر کو موت ملا کہ حضرت شیخ زلال العالی سے استعارہ کرے

ترجمت منکشف ہوئی کہ حضرت طریقہ چشتیہ میں یقین فرماتے ہیں، بڑی زحمت ہوئی، اپنے بچہ حق نے ایک طریقہ میں زحمت کو خاتم کر کے ہوئے معذرت چاہی..... حضرت نے ملکوت فرمایا اور شفقت بزرگازہ خطاب پر غائب آگئی، اس موقع پر ایک بات کا صاف کر دینا ضروری ہے وہ یہ کہ حسب تحقیق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کہ رحمہ اللہ طریقہ چشتیہ میں وصولی بطریق جذب ہونے سے اجتر سلوک نہیں اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی، کیونکہ اتباع سنت کا قرہ بوجہ تشبہ بالمحبوب کے محبوبیت خدا اللہ ہے اور محبوبیت کے لیے جذب لازم ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کی جانب حضرت انام اللہ زحمت برکت تم تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف کرام پر عنایات الہیہ سلوک چشتیہ میں بہت زیادہ بند دل ہوئیں، جو کہ ازمنہ اخیرہ میں دوسرے طرق میں اپنا شیل نہیں رکھتیں۔

یہ نعمت غیر ترقیہ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب دلاستی سے شروع ہوتی ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ پہلے ذہنی یا دوسرے اس سے خالی تھے، مگر اعتبار غلبہ کا ہے، ہر طریقہ میں غلط کار، نقل، پست ہمت، روٹی کھانے والے نفس پرست، نام کے بندے ہم بھی ہو سکتے ہیں، جس کی وجہ سے ظاہر میں طریقہ پر حروف اعتراض زبان پر لاتا ہے، مگر یہ غلطی ہر کسی تنگ اسلاف کی وجہ سے اسلاف پر تنقید نہیں کی جا سکتی، لہذا زمانہ موجودہ کے شیعوں کی حالت سے نفس طریقہ پر حروف تنقید لانا غلط تھا، کسی مقصد یا حال میں ناکامی کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس شخص سے ارتباط اور تعلق پیدا کیا گیا ہے وہ بذات خود لائق اور سخت ناقص ہے، جو کہ واقعی امر ہے، نیز حسب ارشاد شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ تطوق الوصول الی اللہ بعدد النفس الخلابیٰ طابع کا اختلاف پیدا نہیں بھی ہوتا ہے۔ ہر حال جدوجہد جاری رکھیں اور کسی کامل اور مکمل رفیق طریقہ کی تلاش کریں، ازمنہ موجودہ میں اگرچہ ان کی کمی ہے مگر معدوم نہیں، لایزال اللہ نفرس لہذا اللہین غوسا (ادکما قال) کاتر ال طائفة من امتی الحدیث کسی ناقص کو چھوڑ کر کامل کو اختیار کرنا ممنوع نہیں، بلکہ یہی سمجھ کی بات ہے، اور دیکھنے والا کیا ہے۔

۴۔ پاس انفس میں کامیابی موجب حمد شکر ہے، اللہ عز و مجد، بقاء و بقص
 عظمت بشری کا تقاضا ہے، مایوس نہ ہونا چاہیے۔

(بقیہ حاتیہ ص ۷۰) ام المصرا کاشورہ کئے جا م شراہت افخ کر امی کو تیر پڑھا اور نفس زہا زہری منویہ رکھنا اور ان ہی بزرگوں کا کمال ہو کر سوکھنے بندہ و چشمہ دونوں کو جمع کر کے انکا عہد نکالنا یہی باقی رہ گئی یہ بات کہ جس طریقہ ملوک سے وابستہ ہو تعلیم بھی اسی طریقہ کے مطابق رکھی جائے، تاکہ نسبت بھی اسی طریقہ کی باقی رہے کسی مذکورہ بات صحیح ہے، لیکن مقصود نہیں، کہ یہ مقصود نہ تھا، انہی اور خود خود ہی ارادہ ہے اور یہی (دلی مقصود ہے)

(۵) سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو مشائخ طریقت میں ہیں، وروہ شریف ان کے لیے غامض ہونے کے ساتھ ایصالِ ثواب بھی ان کے لیے ہو ہی جاتا ہے، بہر حال اگر آنحضرت علیہ السلام کے لیے کوئی خصوصی چیز یہ کہی جائے تو اس میں کلام ہی کیا ہے، جبکہ جناب علیہ السلام فرماتے ہیں:

کلا یخضر ن جاسہ ک الحباس تھا اور پڑھی گو دیر دینے میں خیر نہ جانے اگر
 دلفریس شایقہ ایک مکڑ بھری کے کھر کا بیج (تردی)

اور مشہور مقولہ ہے، "الهدایۃ علی تدارکھدیھا" تو کیوں قلت ہدیہ سے شرم آئے، کچھ حصہ تو ہماری ہر عبادت میں لگا ہوا ہے، خواہ ناز ہو یا ذکر ہو مانی عبادت ہو یا بدنی دلیل ہو یا کثیر پھر اس میں لگ جائے گا اختیاری و اضطراری دونوں طرح سے،
 بحمد اللہ میں ہر طرح خیر و عافیت سے مطمئن انی نظر ہوں، جب کبھی کوئی خیال آتا ہے تو مجاہد آیت سامنے آجاتی ہے۔

دقیقہ حاشیہ عشاء سوگ سے حاصل ہوا اور تہذیب و تہذیب قلب جس صورت سے ممکن ہو کرنا چاہیے، فضل خداوندی کسی طریقہ سے منحصر نہیں ہے، بلکہ راستے مختلف ہیں انہیں ایک (جو بہ نیرم) اسی میں لفظ قبض و ربط استعمال فرمایا گیا ہے، جس پر صاحب طووف در شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح فتوح الغیب میں مفصل کلام فرمایا ہے، صوفیہ انکو دو حالتیں تعبیر کرتے ہیں، یعنی ترقی کے بعد بندہ پر خوف اور وہ جا کی حالت طاری ہوتی ہے، وہ وزن میں فرق یہ ہے کہ خوف وہ جا کا تعلق مستقبل سے ہے، اور قبض و ربط اور حاضر سے تعلق رکھتا ہے، تبغی بطن سے زیادہ مانع ہے، کیونکہ بطن میں عجب کا خطرہ ہے۔

و جب غیر (عقول نامید) میں صاحب کو یہ ہدایت تھی کہ ذکر شروع کرنے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر متوجہ کر دیا، ایصالِ ثواب کیا جائے، اس پر مولانا موصوفی

فَاَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ يَا أَيُّهَا
اور ترجمہ: غم نہ کرنا، یہ حکم کا ترجمہ ہے،

ہنگاموں کے سامنے ہے،

()

ترسکون ہو جاتا ہے، ماسا اکا المولیٰ فقو اکا وئی۔

دو روز ہوئے ڈاکٹر کپڑے چھوڑ دیے گئے، وزن تقریباً ۴۰ پونڈ کم ہو گیا تھا، تجربہ وغیرہ کی شکایت تھی، وہ اور آر بیس، پنڈت اور ٹنڈن صاحب اور دوسرے پانچ چھ آدمی اسے کلاس میں اس وقت تھے، جبکہ ہڈیشن میں بسٹی میں سوال اٹھا تھا، اور اب تک ہیں، اس کلاس والوں کو گرمیوں میں باہر سونے کی اجازت ہے، اور غذا اور میووں وغیرہ میں مراعتیں ہیں، میرا ٹکٹ اب تک وہاں سے نہیں آیا، اگر آجانا تو ٹھیکوٹی کچھ محتاج کا موقع مل جاتا، خانہ صاحب اور گورنر جنرل صاحب، ابو جعفر صاحب اور دوسرے حضرات سے سلام مسنون عرض کر دین، والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

(۲۲)

مکتوب نمبر ۲۶

قاعدہ ہے کہ ہینڈ میں کلکٹر مسائے جیل کے لیے آتا ہے، اکتوبر میں جب آیا تو نمبر ۲ میں حسین سی کلاس کے سیاسی قیدی ہیں اور نمبر ۱۰۰ میں جس میں ۱۲۹ اور ۲۶ کے غیر مسلم سیاسی قیدی ہیں، دیواروں پر انگریزی میں لکھا ہوا تھا کہ "ہندوستان چھوڑ دو"۔ اس پر وہ (بقیہ صفحہ ۷۷) شہد ہنس کیا کہ بارگاہِ عظمت بناؤ، میں یہ بڑی بہت ہی کم ہے، کبھی کبھی ایصالِ قیام کے وقت نامت بھی محسوس ہوتی کہ، میں بھلا تو مزاجاً تان، بارگاہِ عالی پر نسبتاً دور ہے

خفا ہوا اور کہہ گیا کہ لکھنے والوں پر مقدمہ چلاؤ تحقیقات ہوئی، چند شخصوں نے اقرار کیا، ان پر مقدمہ چلایا گیا، اور ان کو دفعہ ۲۷ کے علاوہ ایک ایک سال کی قید کر دی گئی، دورہ سی کلاس نمبر ۲ میں بھیج دیے گئے، کتب پرین جب آیا تو وہی عبارت لکھی بھی گئی، اور جب وہ نمبر ۲ میں آیا تو وہی آواز بلند بھی کی گئی، بوز بند کرنے والے چھ آدمی تھے، اس نے چپ کر لیا مگر وہ نعرے لگاتے ہی رہے، پھر جیلر، ڈسپنڈنٹ نے بھی چپ کرنا جابجا مگر انہوں نے نعرے لگانے بند نہیں کیے، وہ خفا ہو کر واپس لوٹ گیا، ہمارا مقدمہ نمبر ۲ کے بعد اندر کو ہے، غصہ کی وجہ سے ہمارے حلقہ میں آیا، اس کے بعد وہ نمبر ۹ میں گیا، وہ لوگ جھنڈے کا گیت گارہے تھے، اس نے کہا شور مت مچاؤ، وہ چکے ہوئے تو پوچھا کون لوگ تمہیں کر رہے تھے، دو آدمی اُگے بڑھے کہ ہم جھنڈے کا گیت گارہے تھے، اس نے ان کو حکم دیا کہ ان کو تھمائی گئی کوٹھری میں بھیج دو اور مقدمہ چلاؤ، اس کے بعد اس نے کہا کہ کون کون اُگے آتے ہیں، شور مچانے میں ہیں، آدمی اُگے اُگے، ان سب کے نام درج کر لیے، اور حکم دیا کہ ۶ آدمی نمبر ۲ ان کو بند رہ بند رہ بید لگائے جائیں، اور ان میوں پر مقدمہ چلایا جائے، چنانچہ اسی وقت دفتر میں میٹنگ پولیس کو بلوایا کہ باہر موجود رہے اور مجسٹریٹ آئے اور مقدمہ دائر کیا جائے، چنانچہ سٹی مجسٹریٹ عبدالقیوم خان لائے گئے، اور مقدمہ دائر کیا گیا، مجسٹریٹ جو میں، باہر سے کوئی وکیل کسی کا نہیں لایا گیا، مجسٹریٹ نے فیصلہ چنڈ آدمیوں پر نمبر ۲ کے لیے پندرہ پندرہ بید کا، اور نمبر ۹ کے دو نوٹ لیدر دن پر بھی پندرہ پندرہ بید، اور ایک ایک سال قید کا، اور باقی ۲۰ پر صرف ایک ایک سال قید کا کیا، مگر ابھی تک ان میں سے کسی کو بید لگائی نہیں گئی، ان لوگوں نے بدبلی مقدمہ کی درخواست کی کہ اس کلکٹر کے غیر زیر اثر مجسٹریٹ کے بیان ہمارا کیس ہو مگر کلکٹر نے اجازت

ہیں دی، اب ان صاحبان کا مقصد اپیل ہے۔

اس سے پہلے چند سیاسیوں کو بید پندرہ پندرہ یا اٹھارہ اٹھارہ لگا لگتی ہیں وہ لوگ ہیں جن پر پولیس نے ایسی دفعات ہی عائد کی تھیں جس میں موجودہ آرڈی سنس میں سزائے بید مقرر ہے، تار کاٹنے، ٹائٹن توڑنے یا ان کی ترغیب دینے کا جرم، اس سے ان کو بید لگانا گئی اور چھوڑ دیے گئے، مولوی غلام حسین اور شیخ انعام اللہ کا تو فیضان ہو چکا، اس کی نقل لیجئے اور کام کیجئے، مولانا بشیر احمد صاحب کے متعلق مولانا عبدالحکیم صاحب نے فرمایا کہ وہ گیا سے آگے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ گیا نہیں گئے، ہمارے سسٹے واپس ہو گئے مولوی حبیب اللہ صاحب کا خدیج جکا ہیں، مولانا اسماعیل صاحب کی رائے ہے کہ اپیل کے متعلق نئی نیا صاحب انشاء اللہ اچھا کام کر لیں گے، دیگر امور کے متعلق مولانا ابوالقاسم کل لکھ ہی چکے ہیں، اور اب ان کی دوسری تحریر زیادہ روشنی ڈالے گی،

حکیم صاحب کے ہالی بار کا پورا خیال رکھیے، آپ فرماتے ہیں کہ روزہ بخشنا لے گئے تھے نماز سر پر نہ لگتی، تو جناب حکم شرعی تو دونوں ہی کا ہے، دن کو روزہ رکھو، اور رات کو نماز پڑھو، مرض اللہ علیکم، صیامہ و سننہ لکم، قیامہ، الحمد للہ، دونوں کو ہی وہ کرنا چاہیگا

والسلام

انگہ اسلامت حسین احمد غفرلہ

کتوب نمبر ۲

میں غالباً اٹھارہ سوال سے پہلے دیوبند نہ پہنچ سکوں گا، مجتہد بشیرہ کے

۱۵۰ حکمتِ سلیم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دن کے روزے تم پر فرض کر دیے اور یہی تمنا دیکھ کر سوتے تھے،

مجلس میں اس وجہ سے ہرگز تاخیر نہ فرمائیں، خبر اللہ علیہ۔ جس قدر سادہ و سہل کے
موافق ہو ضروری ہے، ہمارے لیے حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ بلند قدس اللہ سرہما
کے کارنامے مشعل راہ ہیں.....

ذکر بارہ تسبیح سب ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، یہ معلوم نفی اثبات یعنی ذکر
لا ایلہ الا اللہ کے متعلق آپ کو کیا شبہ ہے، لفظ اللہ اللہ میں رفع ہی ہوگا، اور وہ
بھی رفع معرفت، اور ضرب معرفت اولیٰ پر ہوگی، اور ثانی ساکن ہوگا، تیرہویں تسبیح میں عز
پوری ہوگی، صرف کم ذات ایک ہی مرتبہ ہوا کرے گا، ذکر پاس انفاس میں اس کا خیال
رہے کہ زبان اور ہونٹ کو حرکت نہ ہو، سانس جب معمول کی حالت سے لیجائے اور اسے لینے میں
ہے کہ دماغ پر کچھ اثر ہو۔ والسلام

شک اساتذہ میں احمد غفر

مکتوب نمبر ۲۸

مولانا احمد حسین صلالا ہر پور، ضلع سیتاپور کے نام

محترم انتظام زیر عنایتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جماعت اور اذکار سے تعلق باعث افسوس اور تعجب ہے، ہمیشہ تکامل اور
تخلت کو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کیجئے، مردانہ وار جماعت ہونی چاہیے، یہ چند نون
کی زندگی ہے، اور پھر اس میں قوی کی طاقت اور بھی اتنی ہے، جس قدر بھی ممکن ہو زیاد
برائے داد آخرت اس میں تیار کر لیجئے، محبوب حقیقی کے یہاں جاہ و عزت حاصل کر لیں، وہ
کتا ہے فاذا ذکر ذی اذکر کلمہ، وہ حدیث تدرسی میں فرماتا ہے، انا مع العباد اذکر فی

وہ دوسری حدیث تہیٰ بن فرات ہے، من نقب الیٰ شبرا نقبت الیہ ذذاعاً۔ لفظ

یعنی مہینہ دن کہ ان شاہ نگو نام برست سر پر یہ میاں و پر حیا م
 ، اصل جہت بلند رکھے، غفلت پر لغت کیجئے، جس قدر ممکن ہو اپنے سانس اور احصا
 دارکان کو پروردگار حقیقی کے نام یعنی میں صرف کیجئے،

ع " من ذکرہم شاہد بکینہ "

خدا کی رحمت سے ناامید مت ہوئے، اس کی ستائش اور سخاوت سے مغرور مت ہو
 اور نہ اس کی بگڑ سے کسی وقت مطمئن ہوئے،

کارکن کارگزار، ازگفتار کارذوین راہ کاردار و کار

میرے محترم، جس طرح آپ پاس انفاس کرتے ہیں یعنی باہر سے آنے والے سانس

کے ساتھ لفظ اللہ پیدا ہوا اور اندر سے نکلنے والے سانس کے ساتھ ہو گا بلاصوت و

حرکت جسمانی پیدا ہو یہی معنی ارشاد مرشد کے بھی ہیں، غور کیجئے، اور یہی طریق عمل میں نے

آپ سے عرض کیا تھا، اور یہی طریقہ تھک جو تھک عالم حاجی ادا اللہ صاحب قدس اللہ

سرہ الخریز مصنف ارشاد مرشد نے بتایا تھا، اسی پر عمل دے آئیے کیجئے، کتاب کو دیکھ کر آپ کو

بلا پوچھے عمل کر لینا بہا اوقات ضرور سامان ہو گا، لہذا اس سے اجتناب کیجئے، بوقت ذکر

نور کا خیال چھوڑ دیجئے، وَالنَّاطِقِ وَالنَّاطِقِ كَالْخِيَالِ رَكْبَةٍ بَارِعَةٍ جَانِبِ

لفظ اللہ پیدا کرتا ہوا خبر دیتا ہے کہ حج سے باہر خداوند کریم (بلا ہم و جانبیت و بلا کیف و کم

و غیر) اسی معنی کا لہ کے ساتھ منفی اور تمام صفت نقصا سے منزہ ہوتا ہوا موجود ہے،

اور اندر سے نکلنے والے سانس لفظ ہو پیدا کرتا ہوا خبر دیتا ہے کہ وہی ذات پاک پاکیت

و کم ہر سے اندر اور قلب میں موجود ہے، وہ نور اور نار اور جہاں جو ہر سے پاک اور منزہ ہے،

وساوس اور خطرات جو کچھ پیدا ہوں ان کا خیال بھی نہ کیجئے، اپنے کام میں لگے رہئے،

ذکر قلبی

روزانہ صبح کی نماز کے بعد یا تہجد کے بعد، جس وقت بھی فرصت ہو اور دل لگے نہالی جگہ پر بیٹھ کر قلب کی طرف متوجہ ہوں، اور تصور کریں کہ لفظ لفظ اللہ منارت عاشقانہ چھپنی کے ساتھ دل سے نکل رہا ہے، کیونکہ سب کا محبوب حقیقی وہی ہے اس میں عیس و م نہ ہو، اس امت میں رہا میں انفاس کا خیال ترک کر دیجئے، وہ اپنی حالت پر حسب عادت جاری رہے، قلب کا خیال کیجئے، اور بجائے ایک تسبیح کے ۵ تسبیح بہ ذکر قلبی کیجئے، انشاء اللہ کل کو شجرہ بھی رواذ کروں گا، گھر میں سے کہہ دیجئے کہ ان کو بیعت کر لیا گیا، نماز کی پابندی کا خیال رکھیں، شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کا جہان تک ہو سکے خیال رکھیں، حقوق العباد سے حتی الوسع بچیں، تمہارے زیادہ کریں، صبح و شام الحمد للہ - سبحان اللہ - لا الہ الا اللہ - اللہ اکبر ایک ایک تسبیح پڑھا کریں، اور ایک تسبیح درود شریف اللہم صل علی سیدنا وولنا محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم بعدہ کل شیء معلوم ہائے اور اسی طرح ایک تسبیح استغفار استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ اکبر الخ التوب والیقین والحب لیلہ وولون کو صبح و شام پڑھا کرے

والسلام، از ریہ بند علی سہارن پور استاد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

سنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

دراستہ کتب میر (۲) ذکر کی اہمیت پر قرآن و حدیث صحیحہ شاہدین، ذکر قلبی کے تیسرے ذکر کی نوعی و معنوی خوبی و حقیقت یا نہیں جان سکتی، ذکر کے معنی یاد یا اور اشتہا ہی کے ہیں، کیونکہ جب کسی جھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا ہوتا ہے تو اسکی طرف قلبی یاد دہنی طور پر متوجہ ہونا پڑتا ہے، یاد نام پر ذکر کہ لفظ سے یاد کرنے یا توجہ باطنی کا۔ یہ جان لیں کہ تسبیح استغفار کا تسبیح معنی ذکر اللہ یاد دہ کر نہیں لیا ہوتا، سزا کرنے میں اور ذریعہ عین اللہ کی یاد ہے، یہ چیز تیسرے ذکر کی نوعی و معنوی خوبی پر پھر ذکر تیسرے میں یاد دہنی باطنی کے معنی میں توجہ کی طرف متوجہ ہوں، مگر حسب عادت ہمارے ذہن و قلب کی نگہداشت پر رنگ بدلتے کیونکہ ذکر قلبی و ذکر نام نہیں دیتا ہے، ایسے محققین ضرور یہ ہیں اللہ کے نام کی یاد پھر براہ سطر، ام کے ذات کی بار بار یاد کرنا اور سطر

مکتوب نمبر ۲۹

اور مستفسرہ کا جواب لکھتا ہوں، پہلے والا نامہ میں تحریر ہے کہ ذکر قلبی سانس کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ابتدائی حالت ہے، آپ کو تو بے قلب کی طرف رکھنی چاہیے، اگر خود بخود سانس ڈاکر ہو تو کچھ حرج نہیں، جو حالت وہی میں ہوئی تھی اگر اس کی حفاظت کی جاتی تو قائم ہو جاتی، مگر افسوس کہ اسکی حفاظت میں کوتاہی ہوئی، خیر ذکر دوام انشاء اللہ العزیز مفید نتائج پیدا کرے گا، ماہر مس نہ ہونا چاہیے، خداوند کریم کا ساز ہے، تدریجاً حالت درست ہوتی جائے گی، بہت عالی کہنی چاہیے اور جن کشی و استقلال اللہ سے دینا چاہیے

یقین می وہاں کہ آن شاہ کونام ہشتا سر پریدہ می وہ جسم
اس نام اسباب میں جو ثمرہ اپنی کوشش سے حاصل ہوتا ہے وہ دیر پا اور کثیر النفع ہوتا ہے
دوسری طرف متوجہ ہونے میں اگر بالفصل جو بیان ذکر نہیں ہوتا تو کچھ باک نہیں، آپ اپنی کوشش جاری رکھیے، خداوند کریم پوری طرح جاری کر دینگا،
عظ من شکر دم شہا ذر یکیند

شجرہ ارسال خدمت کر چکا ہوں، طریقہ اور وہی عبارت سے بھیجیں گے، اس کے پڑھنے کے بعد محبت، اختیار سے صفائی، اور نذر معرفت سے قلب کی روشنی اور حصول رضا، باری عزوجل کی دعا کریں، اور اس کا، اور سیاہ بنام کتھ، انکو نامے چند کو دنا کے ساتھ یاد کریں، کیا عجیب ہے کہ خداوند کریم آپ بھائیوں کی دعوات صاحبہ کی برکت سے اپنے فضل و کرم کے سایہ میں بیٹے، گھر کی بیماری باعث تفریح ہے، دعا کرتا ہوں خداوند کریم، ان کو جلد صحت پانے فرمائے، آمین، اور آپ کے رشتی اور ریزی مقاصد کے حصول کے لیے بھی دعا کرتا ہوں، انکے

بادگاہ رب العزت میں مجھ جیسے گندہ کی درجہ مقام قبولیت کو پہنچ جائے۔

جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے اور چونکہ خلاف شرع ہوتا ہے اسلئے اولاً ان کی اصلاح ہونی چاہیے، اگر یہ ممکن نہیں تو آپ ان کے ان افعال میں شرکت نہ فرمائیں، ان اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے آپ کی ایذا کے روپے ہوں گے یا تقصیب وغیرہ میں پڑ کر اس سے زائد گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازو گرم ہو جائے گا تو شریک ہو جانا جائز ہے۔

۱۔ اس مکتوب گرامی میں حضرت امام العصر نے عجب عجاوب فتویٰ دیئے ہیں اور عداساں اعتقادی کا جو مل تجویز فرمایا ہے اس سے انکار منکر کے چار درجے سمجھے جاسکتے ہیں، اور جس میں فرق نہ کرنا چاہو سب سے مرعیان اصلاح و ارشاد کو ٹھوکر میں کھانی پڑیں، ہم ذرا اس کو اور عفات کن چاہتے ہیں تاکہ حضرت کے مدعا کو سمجھنے میں رحمت اٹھائی نہ پڑے، سو جانا چاہیے کہ انکار منکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ منکر کو زائل کر کے اس کی جگہ سرف کو قائم کر دیا جائے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ منکر کو بالکل زائل نہ کیا جائے، تاہم اس کو گھٹا دیا جائے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک منکر کو اس طرح مٹا دیا جائے کہ دوسرا منکر اس کی جگہ قائم ہو جائے، چوتھا درجہ یہ ہے کہ ایک منکر کو مٹانے کی کوشش میں اس سے بدتر منکر قائم ہو جائے، ان میں تو پہلے دونوں درجے تو شروع میں اور جب ان دونوں میں سے کسی کی امید ہو تو انکار منکر ضرور کرنا چاہیے، تیسرے درجے میں اجتہاد کا موقع ہے، اور چوتھا درجہ تو وہ ممنوع ہے، مثال کے طور پر اگر تم رکھو کہ اہل خور و مشق نظروں میں نہیں ہیں، تو ان کو محض زبرد تو بیچ کر ناکلمت اور بصیرت کے خلاف ہو گا، عقلمندی یہ ہے کہ ان کو بیسے کہیں میں لگاؤ، جو خدا اور رسول کو پسند ہے، مثلاً تیز ازادی اور گھوڑ دوڑ وغیرہ، ایک جگہ تم دیکھتے ہو کہ فساق و فجار کا مجمع ہے اور ٹولہ بھرا ہوا ہے، یا تقصیب و سرود کی محفل گرم ہے، اگر تم ان کو کسی نہ بہرے سے عبادت یا فعل خیر کی طرف منتقل کر سکتے ہو تو ضرور کرو، لیکن اگر ان کو منتشر

اپنی جائیداد کا انتظام نہایت بیداری اور جفاکشی سے کیجئے، تاکہ قرضہ بھی اور ہوا اور ہر ماہ
کی ترقی ہو، کارکنین اور ملازمین پر بھروسہ کرنا اور خود غافل ہو جانا بہت سے روسا کو برباد کر چکا
ہے، ان کو توکل کرتے ہوئے سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی میشت کے اسباب درست کرنا اور خود نگاہ

دبقیہ مانتیہ میں ۱۰۰ کر دینے کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اس سے بزرگاموں کیلئے فارغ ہو جائیں تو انکو اسی چھوٹے دہ
کے فتنے میں مبتلا رہنے دینا زیادہ بہتر ہے، کہ وہ چھوٹی برائی ہی انکو بڑی برائی سے روکے ہوئے ہے، ایک شخص کو تم
دیکھتے ہو انسانہ فرسے کا کتا ہیں بڑھ رہا ہے، اگر اسکو ایسی چیزوں کے مطالعہ سے منع کرنے کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ عیبت
اور گمراہی اور سحر کی کتابیں پڑھنے لگے تو اسکو انسانہ فرسے ہی میں چھوڑ دینا اولیٰ ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے
تھے کہ ایک مرتبہ آثار کے زائد میں میرا گزرا آثار یوں کے ایک گروہ پر ہوا، جو شراب نوشی میں مشغول تھا، میرے
ساتھیوں نے ان کو امت کرنی شروع کیا، مگر میں نے ان کو روک دیا، اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب سے
اس بے شیخ فرمایا ہے کہ ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے، مگر یہاں شراب انکو نفل لغوس اور تہیب اسمان اور
عظم و تم سے روکے ہوئے ہے، لہذا ان کو ان کے حال ہی پر چھوڑ دو، اس میں یقین کرنا سارے دیکھتے ہوئے ساتھ
صدی کے شیخ الاسلام اور چودھویں صدی کے شیخ الاسلام و امام العصر کے توفیق علیہ پر غور کرنا ان اگر ظن
غالب ہو کہ وہ لوگ اسی کی وجہ سے آپ کی ایذا کے روپے ہوں گے یا نقص دعیہ میں پڑ کر اس سے زیادہ
گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا سنی فون میں اتراق کا زہر لایا بار اوگرم ہو جائیگا تو شریک ہونا جائز ہے، تو
معلوم ہے کہ کس قدر تکمیل نہیں اور خار نکتہ ہے، مگر یہ فتویٰ ہی ہو گا، زار صوفیوں اور ملازمین کا کام نہیں ہے،
بلکہ ان علماء کا فریضہ ہے جو علم و عمل کیساتھ معرفت و شناخت ہی کے امام ہیں۔

(حاشیہ میں فرمایا) اے خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اور محض اسباب پر تکیہ نہ کرنا چاہیے۔

اللہ کی قدرت اسباب کی ابتدا نہیں، اللہ اسباب اس کی شئیت کے تابع ہیں، بچا سمجھ کر لکھی ہے،

اسی کی جانب امام احمد نے ایک خاص انداز میں اشارہ فرمایا ہے۔

سے نافل نہ ہونا ضروری امور ہیں،

وغن میں سواک کسی لکڑی کی بوجاڑ ہے، گردہ لکڑیاں جن میں کڑواہٹ یا کھٹاپن ہو وہ
مغذ تر ہوتی ہیں اس لیے ان کا استعمال اشد ہے، پیلو کی سواک سب سے افضل ہے، گردہ و سحر کا
لکڑیاں بھی جڑیں اشد کر اور قبیلہ کے وقت میں اگر لکھن ہو تو وضو و زخم کر کے سوئیں،
یہ لکھنے کے لیے ہے کہ وہ اپنی کر دت پر قبلاً، دینیں، یہ حالت ابتدائی ہے، پھر جس عرت بھی انسان
کر دت بہ لی لگا جائز ہو جائیگا۔

دوسرے والا نامہ کا جواب

شجرہ کا درود بہتر ہے، جس وقت فرصت ہو کر لیا جائے، نماز باجماعت اور تہجد کی مدد مست

لئے شجرہ کا درود بہتر ہے، مگر حضرت امام احمد کے اس فقرہ پر کسی کو کچھ شکوک و شبہات پیدا ہونے سے
دشمن معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح من حدیث میں مذکور ہے کہ صرف اسی کے ذریعہ ہر دینی کام کی نسبت
بہتر معلوم تک صحیح طور پر معلوم کی جاسکتی ہے، بیشک اسی طرح سلسلہ عونیہ و شجرہ کے درود سادہ و تصوف
جسکو حدیث جبرئیل بن احسان سے تعبیر فرمایا گیا ہے، جانا اور بوجا جاسکتا ہے، اس میں بھی یہی ہوتا ہے، مثال
کے طور پر سمجھ کر کہیں ایک بزرگ سے بیعت ہے، اس بزرگ کو دوسرے بزرگ سے اور یہ سلسلہ آخر میں اس بزرگ
پر فتویٰ ہوتا ہے جس کے نام سے وہ سلسلہ مشہور ہے، حدیث میں بھی تو یہی ہوتا ہے، چنانچہ اہل نظر و گفت ہیں کہ
جب حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نیتا پر تشریح لے گئے تو مانع حدیث امام ابو زہرہ و امام ابو مسلم
طوسی نے خدمت میں حاضر ہو کر امام محمد رحمہ اللہ کے آبا و اجداد کرام کے سلسلہ سے روایت حدیث کی درخواست
کی، حضرت محمد نے اپنے والد ماجد سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر فرد روایت کی، جب شہادان کا یہ
درود دین کا کیا گیا تو جیسا کہ اس میں دامن حاضر ہائے گئے، چنانچہ اسی سند کے متعلق، امام ابو جریج نے تصدیق

تعمت الہی ہے، اور ذکر کی مداومت حتی الوسع بھی لگا کر نہایت ضروری امر ہے، بلا غدر ناغہ نہ کیے،
تضار عمری پڑھنا بہت زیادہ ضروری امر ہے، آپ نے بہت اچھا کیا کہ نوافل کو ترک کر کے عین
اشتغال کیا، خداوند کریم توفیق عطا فرمائے،

اشنا ذکر وغیرہ میں وسوسہ کی وجہ سے ہرگز دست گھبرائے، اپنا کام کیے جائے، ان کو
کیے، حتی الوسع بھی اسی طرف لگا رہے، یہ نواز چار یوں کا بھی ہے، دنیوی مصائب گھبرانا
نہیں چاہیے، نہایت، استقلال سے خداوند کریم کی طرف لو لگانا چاہیے، قرعہ سخت مصیبت ہے
خصوصاً سودی تو زہر تاقی ہے، اگر ممکن ہو تو کچھ حصہ جائداد کا کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر کے
اس سے بیکدوشی اختیار کیجئے، اگر مسلمان خریدار نہ پیدا ہو تو کافر ہی کے ہاتھ فروخت کریں اور
ہمیشہ احتیاط رکھیں کہ قرعہ خصوصاً سودی ہرگز نہ لیں، والسلام

از دیوبند، ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ

(بقیہ حاشیہ ۸۴) حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، "وَلَوْ تَرَىٰ هَذَا كَاتِبًا عَلَىٰ حَبِيبٍ كَلِمَاتٍ
مِنْ جَوْنَةٍ تَلَا بِرَبِّهِ كَمَا اسْتَدِينُ اِيَسِي بَدْرُ كُونَ كَا نَامِ اِيَا كَامِ كَرَاهِي بِي كَرَجِي كِي بِرَكْتِي سَلْمِي بِي،
مَرُورِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ اِيَا كِي بِرَكْتِي سِي بِمَنْ كُونَ كَا نَامِ، بِنَحْتِي كَا، چنانچہ اسی بنا پر جب قولی امام ابو الفتح قشیریؒ
جب یرمنہ بعض امر اسانہ نیک پنہی تراغول نے اس کو اب ذر سے لکھا، اور وصیت کی کہ ان کے ساتھ
اسکو بھی قبر میں دفن کروا جائے، چنانچہ یہ کیا گیا، اور پھر ان کو خواب میں اس نے کہ بندہ لکھا گیا اور پوچھے وہ
نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کہا سفرت فرمائی، اور وہ انسا کی ان شرح لکیر علی الجارحہ العنبر
قبر میں شجرہ رکھنا بہترین ہے، البتہ شجرہ کا ورد برکت کے لیے صوفیہ نے جائزہ لکھا ہے، اسی کو
حضرت امام العسکریؒ نے بہتر فرمایا ہے،

مکتوب نمبر ۳۰

مردہ بچہ کی ولادت کی کیفیت معلوم کر کے مدد ہو، میرے محترم! اور ان کی محبت یوں تو طبی
 ہے، مگر طبی بات بھی عقل کے ذریعہ سے زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے، چونکہ اولاد سے مختلف قسم کے نتائج
 ذریعہ کی امید ہوتی ہے، اس لیے ان کے مرنے سے بہت زیادہ حد مرہ ہوتا ہے، مگر ذرا عقل کر گام
 میں لایا جائے تو مرنا اور خصوصاً اس زمانہ میں زندہ رہنے سے زیادہ خوشگاہ باعث ہے، زندہ رہنے
 والی اولاد بہت سے بہت دنیاوی زندگی میں کامیاب ہو سکتی ہے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ اولاد
 صالح اور قابل ہو، جو کہ اس زمانہ میں بہت نادر ہے، دیکھا ہی جاتا ہے کہ اولاد بڑے بڑے
 کے بعد بھی ان باپ کے لیے سوہان روح رہتی ہے، مگر ذرا مرنے والی نابالغ اولاد کی طرف نظر
 اٹھائیے، حسب ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ نہایت صحیح اور مستند احادیث اور حدیث
 کے مضامین سے مفہوم ہوتا ہے، نابالغ مر جانے والے بچے ان باپ کے لیے روزِ خیر سے بچا لینے
 والے اور حجاب ہون گے، یہاں تک نہ لایا گیا کہ جو گل سا قط ہو گیا ہو وہ بھی اپنے ان باپ کے لیے
 خداوند کریم سے جھگڑا کرے گا اور بالآخر رحمتِ الہی حاصل کر کے اس خطاب کا مستحق ہوگا ایما السلف
 المرادم سبہ احوج البرید من الناس یعنی اسے ساتھ ہو جانے والے گل اپنے پروردگار سے
 بہت جھگڑنے والے جاو اور اپنے ان باپ کو روزِ خیر سے نکال لے، اس مضمون کی کثرت احادیث
 موجود ہیں، جن میں صبر اور شکر کی بھی بعض مقام پر شرط ہے، اب خیال کیجئے کہ آخرت کی زندگی ایک
 پائدار اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی ہے، اس کے حصول کے لیے یہ روحانی اولاد یا مخصوص جبکہ
 صبر اور شکر سے کام لیا گیا ہو، تریاق کا کام دینے والی ہے، اور آخرت کا عذاب وہ عذاب ہے کہ
 دنیا کی حمد و ثناء کی تکالیف ایک طرف اور آخرت کے عداویوں کی ایک قسم کی تکلیف چھوڑ دینا

کی ایک طرف جو قریرِ آخرت والی تخلیفات اس پر بلا جو جائے گی، اور یہ مر جائے والی اولادِ آخرت کے جملہ خدا بوں سے بچانے والی ہے، لہذا میں تو بھتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا میں بچپن میں ایک یا زباً اولاد کے مر جانے کی صورت پیش آگئی ہو تو اس کو بہت خوش ہونا چاہیے، کہ الحمد للہ ہماری نظر کا سامان خداوند کریم نے پیدا کر دیا اور یہ اولاد ہماری پیش خیمہ بنکر ہم سے پہلے ہر گاہ انہی میں پہنچ گئی، ہمارا خاتمہ خداوند کریم ایمان پر کد سے تو اس سے بڑھکر ہمارے لیے کوئی نعمت نہیں ہو سکتی، ایسی نعمت پر اولاد کو دنیا میں باقی رہنے کی نعمت ہزار مرتبہ قربان ہے، اگمال عقلمند مسلمان کو تو یہ ایمان فقط خیرِ بشری کا انتقام ہے،

(۲) بات خود کی یہ ہے کہ اگر کوئی ہمارے پاس امانت لاکر رکھتا ہے تو ہم پر بہت بڑی ذمہ داری پڑ جاتی ہے، اور جب تک اس کی امانت اس کو رہنمائی کر دینا چاہیے تاکہ جو کچھ ہیکہ نہیں ہو، تا جب ادا ہو جاتی ہے تو کچھ دار اور امانت دار طبیعتیں بہت زیادہ خوش اور ہلکی ہو جاتی ہیں، اور یہ خیال کرتی ہیں کہ آج ہمارے سر سے بہت بڑے پادشاہ کا پرچم اتر گیا، اسی بنا پر وہ حمد و شائستگی کرتی ہیں، ہاں دروغ گو ابے اطمینان، غائن طبیعتیں رنجیدہ ہوتی ہیں اور وہ داد دیا کرتی ہیں، ہم کو جو کچھ اس دار فانی میں عطا کیا گیا ہے، وہ سب خداوند کریم کی امانت ہے، خصوصاً اولاد جن کی پرورش، تعلیم وغیرہ ہم پر لازم ہوتی ہے، درکی کرنے کی صورت میں مواخذہ کا کٹنا ہر وقت سر پر ہے، اس امانت کا رکھنے والا جب اپنی امانت کو واپس لے لیتا ہے تو ہم اگر رنجیدہ خاطر ہوں تو آپ ہی فرمائیں کہ کھانے کے سختی ہوں گے یا امانت دار، اور کیا ہم عتاب کے سختی ہوں گے یا ثواب کے؟

افیس ہے ہم کس شدید اور تیش غلطی میں مبتلا ہیں، ہم امانتوں کو اپنی ملک اور کفران کو شکر، اور احسان کو کفران سمجھ رہے ہیں، غرض کہ ہمارے لیے اولاد کے مرنے پر خوشی کا انتقام تھا

رنج کرنا سر غلطی اور قیح ہے، ہانسہ لکھنے والے نے جو امانت پائی رکھی ہے اس کی ذمہ داری کو
 محسوس کرتے ہوئے اس کا اور جس امانت کو ہم سے واپس لیکر بہار سے لوجھ کو
 ہٹا کر دیا ہے اس پر بھی شکریہ دیکر اپنا بیجا ہے۔

(۳) بندہ اور غلام کا فرض یہ ہے کہ اپنے آقا کی خوشنما اور اس کی رضامین قنا ہو، دن رات
 یہی دماغ رہنی چاہیے، اور جس بات میں اس کا آقا خوش ہو اسی کی دن رات کو خوش کرنی چاہیے،
 اور نہ برابر کی اور ہمہ سہری کا دعویٰ شہرہ زد گویا کسی، عمر امن کو ظاہر دینا، و ذل کا غم آورد پناہدگی
 اور عہدیت کے بالکل ہی خلاف ہے، پس جبکہ کسی نیچے یا کسی نعمت کو آتائے ہم سے لے لیا
 تو اس کے اس فعل سر تا پا حکمت پر صد مہیا، راضی کا اظہار ہونا نہایت زیادہ سبب، دنیا اور
 گت خنی کی بات ہے، ہمارا فرض یہی ہے کہ دل اور زبان سے یہی کہیں

راضی ہیں ہم سائیں خدا ہیں کہ ہے تیری رضا

ہم کو اجنبیا، علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا ہر ایک وقت میں خاص طور سے اتباع کرنا
 ضروری ہے، انہوں نے اس وقت میں نہایت سبب متعطل سے کام لیا ہے، آپ دونوں
 عاصیوں کو بھی یہی چاہیے، ان اسلاف کرام کا اتباع باعث رحمت ہے، دشمنوں سے محفوظ
 رہنے کے لیے فجر کے فرض اور عت کے درمیان میں چالیس دنہ سورہ فاتحہ اول و آخر درود
 میں بار پڑھ لیا کریں۔ والسلام۔ از سہت خلافت آفتن، ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

نگاہ اکابر حسین احمد غفرلہ

(ناشر: مکتوب نمبر ۱۳) ام سلمہ از سبب ارتقا، مکتوب اور محمد کیم کے سیم اتحال کے بعد محمد نعیم ۱۱ء کا سبب اور
 اسپتال میں پیدا ہوا، اور عدم سے عالم وجود میں آتے ہی یکہ چرخ کے ساتھ آپ بھائی ہونے سے جانا، اپنا
 میں ۱۱ء کا سبب مختلف اور پریشانی میں کھٹے گئے، مگر میں سجدہ کر کے تعین اور ہر وقت تلب جہ جہ کے
 (۱۱) فی جامعہ ص ۱۱۰

مکتوب نمبر ۳۱

محترم! آپ کا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین اور قیام مدینہ منورہ زید شہر ثابت رہی نیک نال اور مبارک امر ہے۔ کون سلمان ہے جو ایسی مبارک بات پسند نہ کرے گا، مگر ضروری ہے کہ انجام اور احوال پر غور کر لیا جائے، ہندوستان میں رہتے ہوئے شوق مدینہ منورہ میں بیقرار رہنا اور اسی عشق میں فنا ہونا بہتر اس سے ہے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر ہندوستان کے لیے پیہمی ہو۔

پیر سے عمر مدینہ منورہ میں بہت ہی تحقیق پیش آتی ہیں، جن پر صبر کرنا مشکل ہو جاتا ہے عالی ہمت اور مستقل ارادہ حضرات پھسل جاتے ہیں، پھر عورتوں اور بچوں کا قائم رہنا ناممکن ہی دشوار اور مشکل امر ہے۔ آج وہاں کی خفیوں کی یہ حالت ہے کہ پتہ پتہ پشت سے وہاں کے باشندے دوسرے ملکوں میں، رے، مارے پھرتے ہیں، آپ کی جائداد مقروض ہے اور پھر وہ قرضہ سودی ہے، اس کا دہا کرنا بہر حال نہایت ضروری ہے، اور جلد از جلد جس طرح بھی ممکن ہو عمل میں لانا چاہیے، اور آئندہ عہد کر لینا چاہیے کہ کسی بھی ضرورت ہوگی قرضہ اور خصوصاً سودی قرضہ ہرگز نہ لوں گا، اس کے بعد اگرچہ فرض ہے توجہ کے ادا کرنے کا ارادہ کیجئے، یعنی اگر جائداد کی آمدنی، آپ اور آپ کے متعلقین کے سالانہ اخراجات سے زیادہ ہوتی ہے، یا آپ کے پاس اتنا نقد یا زرہ سامان موجود ہے کہ جس سے کہ منظر کا سفر ہو سکتا

(باقی حاشیہ ص ۸۷) غلطہ تھا، ڈیڈی ڈاکٹر کی زندگی سے تقریباً اسی ہجرت ہو چکی، بچے کے مرنے کی صورت پر، زیادہ برا اثر ہو رہا ہے، اتنی پریشانی میں حضرت زین العابدین کی خدمت میں عرض کیا، مال کی ہمت سے پیچھے گر کر خیر خواہی، اور میں ہرگز نہیں (حاشیہ مکتوب نمبر ۳۱) ۱۳۳۱ھ میں مجھے نہایت جوش تھا کہ کسی طرح مدینہ منورہ (ارادہ شہر تھا) میں مقیم رہوں (۱۱ ص ۹۹)

تو زانیہ جاندار کو چکر یا زائد فقو کو لیکر چکر کرائیں اور ان جا کر چند مہینہ قیام کر کے نشیب فراز
پر غور کیجئے، اعلان کو خوب چکر ملاحظہ کیجئے، پھر اگر عبرت نہ ہے تو وہ ان جا کر قیام کا ارادہ کیجئے،
پھر ہی عبرت کی نسبت مت کیجئے، مگر تمام باید اذکر چکر جانا یا رہن رکھا جائے یا متوکلاہ زندگی
وہ ان برابر کرنے کا خیال کرنا میری سمجھ سے باہر ہے، آپ بذات خود اگر ایسا یقین و ایمان رکھتے
ہیں کہ ذرا بھی قدم پھسل نہیں سکتا تو چکر ہرگز اطمینان نہیں کہ عورتیں اور بچے ایسا یقین رکھیں گے،
ع کر عشق آسان نمود اول دے، غناء شکر

حضرت عائشہ کرم اللہ وجہہ نے مجاورت مدینہ چھوڑ دیا، ہزاروں صحابہ کرام اور کردار
اولیاء اللہ غیر عرب میں ہوئے اور وہیں مرے، کیا ان کو عشق نبوی نہ تھا؟ کیا ان کو ایمان
اور طہرت ایمانی نہ تھی؟ وہ ان رہنماؤں میں نہیں واجب نہیں، مقصود اصلی رضا الہی ہے، جہاں بھی
حاصل ہو جائے وہیں کارا رہے، اور اگر ہمارا قدحہ شریف مطہرہ میں ہے اور خدا نخواستہ
رضاء الہی اور مغفرت کا سامان نہ ہو تو وہ ذمہ برابر قابل اعتبار نہیں،

میرے محترم! اس فیصلت یا سنت کو حاصل کر کے خرافات اور واجبات کو ترک کریں!
محرمات اور مکروہات کا ارتکاب کریں، کس شریعت میں جائز ہے؟ لوگوں کی لڑائی یا تھپیلے
ریاستوں یا اہل دنیا سے فرض لینا، جاندار کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنا وغیرہ، سو کسی
طرح بھی میری سمجھ ناقص میں نہیں آتے، وحید و آباؤ میں شتم صاحبان سے کوئی امید ہو سکتی ہے
ازر نہ دوسرے دوسرا، وہ بجم سے کوئی فائدہ حاصل ہو، لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ بہرہ گیری روئی چسپہ کشی اور کجاہیہ کہہ سکتے گنہ و لہر تبارت و لہ و لہ

حضرت یونس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہاں کی طاعت و خدمت میں حضور گاہ نبوت علیہ السلام
و السلام کبہ ترک کر دیتے ہیں، اذیر عشق و جذبہ نبوت کی راتھی واد دیتے ہیں امید الایمان، اور دنیا

ہوتے ہیں حضرت عمرؓ جیسے صحابی کو اُس نے دعا حاصل کر لیا ارشاد ہوا کہ جو حالاکہ دیتا نبویؐ کو تمہارے ہونے کے

دل بہت آدھ کر چھ کبر است از ہزار ان کعبہ یک دل بہتر است

میرے مہر مہر انہ کعبہ کی زیارت تقصیر او مقدم نہیں تھا۔ خانگی زیارت سے تو اونہ ہم جہاں کر شان ہوا

ماز پور درہ تنگ نہ پور واد دوست عاشقی شیعہ نندان باکش باشد

کوشش کیجئے صلح باطن میں دن رات عرف کیجئے پھر وارو دیار کبھی قصہ کیجئے، دسا دس
میں مست پڑیئے، وقت اندھ عمر عزیز ضائع نہ کیجئے۔

ہر نفس بہر تیسرا بیست چست گزرداری پاس او از نسیل مست

ابن جنین انفاں خوش ضائع کن غفلات اندھ شہریان مشائخ کن

من نکر دم شاہد رکبند - والسلام - از دیوبند - ۵ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

تنگ اکابر حسین احمد خضر لہ

دعا شدہ مکتوب میرا ۱۳۲۴ھ میں بھی نہایت جوش تھا کہ کسی طرح دہلیز سوردہ (زاد اللہ شرفاً و تقیاً) سے متعلقین

ناشر ہو جائوں اور وہیں پرستو کا زنگی بسر کروں میں سے عجم اداہ کر لیا تھا کہ کل جاؤ اور زور دخت دار میں کر کے

میں ہندوستان سے ہجرت کر جاؤں یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سرحد کہ دریاخانہ میں سوردہ کی بڑی اور بڑی اور جگہ کیوں

دیر سوردہ کی آبادی قابل برداشت سمجھتے تھے اور وہاں کے باشندے دوسرے ملکوں کو ہجرت

کر رہے تھے میں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضرت والادامت برکاتم سے کیا، جس پر یہ عجزت برکت شرف

صدر ویاہ فقط احمد حسین، لاہر پوری،

حضرت اور میں ترقی رضی اللہ عنہ قبیلہ مراد سے تھے، جو تہج کی ایک شاخ ہے، صدر رسالت میں

موجود تھے، اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کی وجہ سے، جو ایسا تھیں، وہ بار نبویؐ میں حاضر ہو سکے، اس وجہ

صحابیت کے تہ بہ تہ خدمت رہتے، لیکن ہر اتفاق صلحا اور موفیہ کو ہم ان کا وہ چہ زہد و تقویٰ کے لیا تھا

(۱۱۱ ص ۹۱)

مکتوب نمبر ۳۲

ذکر جو کچھ کرتے ہیں برابر کرتے رہتے، وقت یہ ہے کہ ذکر کرنے کرتے جب چھوڑ دیا جاتا ہے تو قلب میں ایسی تسکوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد ذکر کرنے میں پہلی حالت زیادہ دنوں میں عود کرتی ہے، ان اگر انسان کے باطنی جزاء ذکر سے پوری طرح باہین ہو چکے ہوں تو پھر ترک کرنا محض نہیں ہوتا، بلکہ وہ ترک نہیں ہو سکتا، دوسری بات یہ ہے کہ ذکر میں مختلف اذکار و خیالات کا چھایا جانا ذکر کی برکت اور اس کے اثر کو کم نہیں بلکہ بسا اوقات بالکل زائل کر دیتا ہے، اس لیے آپ کو

دابقہ ناشیہ ص ۹۰) آئین میں جتے جھک رہے، مقرر کا بیان سے کہتے ہیں میرا آنے تو میں سے اور میں ہیں چیز زہد تھی ہو گیا، ان سونے جنت میں لکھا ہے کہ اب میں شہر میں گوان سے کوئی حدیث مروی نہیں، لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اویس کو باصطلاح محدثین فی اسنادہ نظر لکھ کر فرور کیا ہے، امام ذہبی نیز ان کے اعداؤ میں درج ہے کہ اویس نے تو کوئی روایت ہی نہیں کی ہے، جو انکی ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی بحث اٹھائی جائے، گرام بخاری نے انکو صفا میں لکھا ہوتا تو میں تھا، اس کا ذکر ہی ذکر کیا، کیونکہ وہ اولیاء و اہل بیتین میں سے ہیں، امام مالک وغیرہم حضرت اویس قرظی کے منکرین، لیکن بقول امام ذہبی علم عدم علم پر مریع ہے، لیکن ہر ان منکرین کو انکی اہمیت علم نہ پہنچا ہو، حالانکہ غیر بن جابر کی روایت مسلم میں تین طرف سے مروی ہے، جو ادریس کے وجود پر سبب ضرورت شہادت ہے، ہر کیفیت بزرگوں سے دعا کی درخواست کرتا ہی کہ بڑوں کا چھوٹوں سے دعا کرنا، جو حقیقہ ہے، اور بڑوں سے دعا کرنا، درخواست کرنا تو عام بات ہے، اجابت دہا سبب بڑی کرمت ہے، سبحان لدعات ہر بزرگوں کی ایک ہی فریست ہے، جو انبیا سابقین اور اولیاء صالحین گذر چکے ہیں، ان کے مشفقانہ نصرت مسلم کے در شاد است کافی سے زیادہ موجود ہیں، توحید، بحلی، زہد میں انکی حکایتیں موجود ہیں، اہل بیت اور اباب سلوک، اسی امر میں مختلف ہر

استقلال کے ساتھ کار بند رہنا چاہیے، اور ذکر تے وقت حتی الوسع حدیثِ نبوی اور خیالات دنیا کو
 زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، خدا کو منظور ہے تو اثر ظاہر ہوگا، تاہم مقصود محض ذاتِ الہی اور
 اس کی رضا ہونی چاہیے، کوئی لذتِ روحانی یا مرتبہ معنوی وغیرہ کا طلب کرنا درست نہیں، سب کے
 زیرِ کلا، کھینچنا چاہیے، ان آیتوں کا مقصد یہ نظر رکھنا چاہیے،

یقین میدان کہ ان شاہ کونام پرست سر پریدہ می و بد جام

من حاد و جد مشورہ در متبر مقولہ ہے، وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبْنَا مِنْهُمْ سُبُلَنَا
 ارشاد قرآن ہے، والسلام

نگاہ پر حسین احمد غفرلہ، از دیر بند جمادی الثانی

بقیہ حاشیہ ص ۱۹۱) اصل نہیں، البتہ سید سے دیر ہے کہ دعا کا بھی ایک خاص زمانہ اور وقت ہوگا جو بہترین ہوتا
 اس وقت دعا کرنا چاہیے، مثلاً اول کے اندر خود نما اور رغبت صادق دعا کرنے کی طرف زیادہ ہو اور طبیعت میں شگفتگی اور
 اور نیست، اما کی طرف بھی جائے، اور غاشمی کا بھی ایک وقت ہوگا جو کہ اس وقت دعا کرنے کو ہی نہیں چاہتا، مثلاً یہی
 وقت یہاں جگر دل کے اندر خوف و ہراس اور اتنا ہی غم ہے جو تو دماغ کا ناہنجاری بہتر ہے، لیکن حق یہ ہے کہ دعا کرنا حکم کتابت
 سنت میں اسد، چہرہ کرنا ہی اولی اور افضل ہے، سکوت یا کہیں حکم نہیں ہی چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کا ارشاد ہے کہ
 دعا کا قبول نہ ہونا چھوڑنا زیادہ شاق نہیں جتنا کہ دعا کا نہ کرنا، احوال کا باعث ہے، دعا کے آداب پھر
 ہیں جو امانت میں مروی اور کتب ادعیہ میں مرسوم ہیں، ان میں سے صدق مقال اور اکل حلال اہم
 دکن ہے، دعا میں احتیاجی، مفصل ہے، حضرت مولانا تھانوی نے دعا اور تقویٰ میں مجرب انداز میں
 جمع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ تقویٰ میں کے پستی نہیں کرمانے نہیں، بلکہ عزم یہ رکھے کہ مانگے پر بھی نہ
 لاتر اس پر راضی رہوں گا، اور نہ مانگے کا امر فرمایا جاتا۔

(تجدید تقویٰ، سلوک صفحہ ۲۱)

مکتوب نمبر ۳۳

سہل و لون سکے ورپے نہت اتفاقون نے مجھ پر کیا کہ میں رمضان المبارک یہاں
 کروں چنانچہ کلمہ رمضان کو بیان پہنچ گیا، انشاء اللہ العزیز سوال کی ۳ یا ۴ کو یا اسی کے تریب
 یہاں سے روز ہو جائوں گا، ذکر پر یاد دست کیجئے، لذت مطلوب اصلی نہیں ہے بعض فریب ہے
 مطلوب اصلی محض اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا ہے، لطافت کا جاری ہونا مقصد اصلی نہیں، اگر

لہذا رمضان کے معنی و تنویدی کے ہیں اور اوہب تصوف کے نزدیک، نگار راحت میں بندہ کا اپنے خدا سے راضی رہا اور
 اس کا مرضی پر تسلیم فرما دینا، سکا اذہ قرآن مجید کی آیت *وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تَرْضَىٰ وَرَضُوا لَهَا* اور حدیث جاری کہ جس میں
 تبتہ اشرف و بہر اول جنت کا ذکر ہے، شایع عراق اور شایع فرسان بن احنان ہو گیا ہے کہ رضا یا مقام ہے یا احوال
 بنانا چاہیے کہ سادہ سلوک کے لئے کرنے کے بعد انسان کے اندر متعدد روحانی اور مادی پیدا ہو جاتے ہیں جنکو تصوف کا
 اور تبتہ سے یہ مقامات اور احوال سے تفسیر کرتے ہیں اگر ذرائع اور صفات لکھتے ہیں کہ بدلیں پانچ ہیں اور ان میں تبتہ
 ذکر و ذکر اور احوال اور اوقات سے سو سمجھ کر تبتہ ہیں، پہلا اہل خراسان رضا کو مقام کہتے ہیں، چنانچہ اسی بنا پر رضا کو تبتہ
 کی اتنا کا نام دیتے ہیں، البتہ اہل عراق کہتے ہیں کہ رضا صامت کا نام ہے جو بخل بندہ میں برکبہ، ایک خاص چیز ہی
 جدول کے اندر آجاتی ہے، امام شیری ان دونوں میں تفسیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بخت، رضا بخت ہے، اور وہ
 مقامات میں سے ہے، اور انکی اتنا جلد احوال میں ہے جو کتب نہیں ہے، حضرت دقان کا ارشاد ہے کہ لاکا احساس
 نہ ہو اسی کا نام، رضا ہے، حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ رضا نہ ہے سے افضل ہے، اس سے کہ زیادہ راستہ میں کہ اللہ تعالیٰ
 بنا ہوا ہے، حضرت علی کا ارشاد ہے کہ جو مجلس علی بساط الرضا نہ نیلہ مکروہ، غرض اگر مذاہن فریق میں ہو تو دعوت

میل میں سے وصال میں اوسے فراق ترک کام خود گرتے تبتہ برابر کام دوست

لہذا حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے لکھتے ہیں کہ بہت زور دیا ہے، لکھنے کی ترجمان پر ہی کہ وہ دو تبتہ اشارہ
 (یعنی ص ۲۰۰ پر)

نتیجہ دہی ہے تو ریشیا بھی حاصل ہو جائیگی سے

ایم اور دیا نیایم جستجو سے سیکھم بشنود یا شنود من گشتو سے سیکھم

ان اشیا کا قصد کرنا بھی کہیں غیر کی طلب نہ ہو یا اسے اندامت کے ساتھ دل لگانا کر
بزرگ ذکر جاری رکھیے۔ ... عکات نہایت عمدہ اور موکد سنت ہے جس کے سنی ہیں کہ

سائل اور محتاج غلام اپنے آقا کے دروازہ پر اور اس کے گھر پر آپسے اور کئے کہ جب تک میری
حاجت براری نہ ہو جائے گی میں اس رے نہ جاؤں گا، کھانا اپنا، سونا چھوڑ کر دن و رات

اسی کے در کا ہو جائے، ظاہر ہے کہ اس حالت میں آقائے کریم کے عظیم شان الطاف اسکو
مورد الطاف کیوں نہ بنائیں گے، موصوفیہ مبارک عبادت ہے گناہوں ہی کے ذرا کیلئے

کیا بنا ہے، اس لیے گناہوں کی عکالت اور کثرت کی وجہ سے اس کو چھوڑنا نہ چاہیے، بلکہ اور
اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے، حقوق العباد کی سمانی سے کیلئے بھی رسائل اس کے ذریعہ سے

دالب کرنی چاہیے، اور پھر اس سے توبہ میں جو ضروری امور ہیں ان کو انجام دینا چاہیے۔
..... قرضہ اور وہ بھی سودی نہایت خطرناک اور مملکت چیر ہے، اس کی ادائیگی کے لیے

جستجو بھی ممکن ہو جلد از جلد علاج کیجئے۔۔۔ میں حسب ارشاد و عا کر تا ہوں، اور

ذبیقہ حاشیہ ص ۹۳) پھر میں تو آئے لیکن عبادت اور الفاظ میں بیان نہ کیا جاسکے، جیسے علوم و ادب وغیرہ حضرت مجدد

الذات آئی کے نزدیک انسان، ایک مجموعہ اجزا عشرہ یعنی اور بر عناصر و نفس ناطقہ، قلب، روح و سرخشی و شغلی ہے، ذرات کی

طوائف عشرہ بھی کہتے ہیں، اور بر عناصر عالم خلق کلا جزین ہیں اور طوائف عشرہ یعنی قلب، روح و سرخشی و شغلی و عقل عالم ہے، جن

اور جزو تو ہے انسان اس ہی جزا کو کہتے ہیں، اور یہ اجزا اور بر عناصر کلا جزو کلا جزو کے کہتے ہیں اور اس طرح طوائف عشرہ

طوائف عشرہ نفسیت کہتے ہیں، سلوک پروردی میں بعض خلفاء، طوائف پر زور دیتے ہیں اور بعض میں سترہ عشرہ ہے، اس کو

نہیں دیتے، چنانچہ حضرت امام احمد رضا نے یہ لکھا ہے کہ طوائف کا جاری ہونا مفید نہیں ہے بلکہ ریلو پر خوب کھانا

اور کہوں گا، اللہ تعالیٰ کوئی سبیل مفید پیدا کر دے، (مگر یہ کیا اور میری دعا کیا) در اسلام
از سلسلہ خلافت اقصیٰ، ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

نگہ اکابر حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۳۳

والا انہ عین منتظار میں پہنچا، عزیزم محمد امین سلمہ کی طرف سے فکر اور انتظار تھا، خدا کا ہزار ہزار
شکر ہے کہ اس نے شفیق معنی اللہ تعالیٰ عزیز مذکور کو اور دوسرے بچوں کو صحیح و سالم طویل العمر و شیک و
صالح کرے، آمین

محترم، تمام: میں خود ہی ایک سنگ تلافی، رو سیاہ، ناکام، نامراد، سگ دنیا ہوں،
تجھ کو خود ہی اپنی حالتوں پر شرم آتی ہے، تجھ کی کب منرا وار ہے کہ ان امور کا مستعدی رہوں، جو کہ
اہل اور اکابر کے شایان ہیں، آپ حضرات کا حسن ظن ہے کہ ایسے نالائق کی نسبت اچھا خیال رکھتے
ہوئے انہما سے عیندہ کیسے ہوسکتے ہیں۔ شاید ان ہی امور کی بنا پر فضل الہی شامل حال ہو جائے،
عظیم جو کچھ ہے وہ بے سود عمل ہیں سو خراب ہے

سودہ گشت از مسجد اہل بیتان پیشانیم چند بر خود تہمت دین سلفی ہنم
رسوم و بدعات کی چیزوں کے متعلق اچھا یہی معلوم ہوتا ہے کہ، جب باب و اعزہ کو مطلع کر دیا
چلتے، خواہ لوگ شکر کہیں یا ستواضع، ہاں انکے ساتھ میل جول، محبت اور خوش خلقی میں کمی نہ کیے
..... مگر رائیگر شہ وادوں کے طعنے اور بدزبان پر زیادہ تحمل کریں، اور جانتے ہی نہیں جو قطع
طلاق اور سخت گوئی کو پورا کرنے آئے ہیں، ان کے مطالب کو بغیر غصہ و کینہین، واثلام

نگہ اکابر حسین احمد غفرلہ، از دیوبند، ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مکتوب نمبر ۳۵

لَا تَعَادُوا عَلَيَّ إِلَّا تَعَدُّوا لِعَدُوِّانِ اِمْرٍ ہے اور وہی پر عمل ہونا چاہیے، مگر حیب مجبوری ہو تو حیتہ، خنزیر، خرگوشی، علال ہو جاتے ہیں، دیوسے کے کٹوں میں، پارسلوں میں، لگانوں میں، تجارتوں میں، کیا اور نقد نہیں رکھا گیا ہے، اس لیے جب کہ فی زمانہ اسلحہ شد ضروری ہیں، بدرجہ مجبوری کم سے کم مقدار دیکھا سکتی ہے۔ والسلام

نگاہ اسلاف حسین احمد غفرلہ، جو بقیہ ہفتہ

مکتوب نمبر ۳۶

آپ کی روزگاری بقصد مراد آباد اور پھر خیر و نجات جناب مولوی نیر الدین صاحب تعلقہ دار دیوہ معلوم ہوئی، مرحوم کی تعزیت میں آپ کا شریفانہ لے جانا از بس ضروری تھا بہت اچھا کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پیمانہ دن کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔ آپ کے مرحوم پینچ گئے، میرے محترم! انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ مرضی پر خوش و خرم اور شاکر رہے، ارضا بالقضاء، اصولی مسئلہ ہے، یہ تو عیدیت کا تقاضا ہے، اور منزل عشق میں تو رضا، محبوب میں عاشق کا فنا ہونا از بس ضروری ہے، حادثاً فرماتے ہیں

فراق و وصل چہ خواہی رضا، دوست طلب

ایسے کسی قسم کی پریشانی ہونی! لکل خلاف اصول ہے خصوصاً جبکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ ہمارا اور تمام عالم کا رب ہے، عربی جو کچھ کرتا ہے ڈبڑائے تربیت اور درپردہ بھلائی کیلئے کرتا ہے لہذا اس کی تجزیہ کے وقت دارقضا وغیرہ میں کچھ رقم دینے کا جواز نہیں، لہذا اس سے بچنا چاہتا ہے۔

اگرچہ پروردگار تعالیٰ کو تکلیف ہو

الاجابة من اخي النبليه فذلرحسن الطاب خفيه

اس لیے آپ کو وہ تمام اجاب کو کسی قسم کی ہرگز پریشانی نہ ہونی چاہیے، خصوصاً جب کہ فرمایا گیا ہے: **اشد الناس بلاءاً الا بنبياء**، خدا کا مثل فاکا مثل: آپ کو معلوم ہوگا کہ ۲۰ جولائی اور ۲۱ جولائی اور اس کے پہلے ۳۰ جون کی تاریخوں میں استغاثہ در اسکے گواہوں کی گواہی اور جرح میں اور پھر صفائی اور اس کے گواہوں کی گواہی اور جرح میں واقعات پیش ہوئے، ۲۳ جولائی بحث کے لیے اور ۲ جولائی بحث کیلئے مقرر ہوئی ہے، استقامت کے لیے دعا فرمائیے، اور اطمینان خاطر رکھیے، جبکہ بفضلہ تعالیٰ زکچہ تکلیف ہے اور نہ اضطراب

نہ استقامت کے سنی مید جان کے ہیں، اور اصطلاح کتاب و سنت میں اول سے اللہ تعالیٰ کا آواز کرنا اور اکی بر بیت و الیت میں کسی کو تشریح نہ بھرانا، اور اس آواز و یقین سے متے دم تک ہٹنا، اور جو کچھ زبان سے کہنا اس کے مقتضی پر عمل و اعتقاد ہے، رہنا، اور جو عمل کرنا خاص اللہ کی خوشنودی اور شکر گزار کیلئے کرنا، عرض ماسوائے نہ ہو کر کسی کے جو رہنا وغیرہ، اس کا نام استقامت ہے، یہ دولت جسکو حاصل ہو جاتا ہے اللہ کے فرشتے دنیا و آخرت کی زندگی میں اس پر اتارتے اور تسکین و شرح صدر کا باعث بنتے ہیں، آیت سورہ عم حجہ **ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا**، الخ کی تفسیر ظفار اور ہر ضی اللہ عنہم سے مروی ہے جس سے آیت مذکورہ کی دہیت و وجہ گری پر روشنی پڑتی ہے، ایضاً حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ خدا کا کسی کو شریک نہ رہا، برابر بھی نہ بنایا جائے، یعنی میں استقامت کے، حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ادا اور نواہی شریعہ پر قائم ہو جانا، آیت کی تفسیر ہے، حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں خدا کے لیے خالص طور پر عمل کرنا، استقامت ہے، حضرت علیؓ فرمے اللہ وجہ کا ارشاد ہے، تمام فرائض کا ادا کرنا، تقاضا کی تفسیر ہے، صوفیہ میں ابو علی شہرستانی کا قول ہے کہ میں نے سنی اللہ کو خوب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کا ارشاد سے مستثنیٰ ہو، وہ کہ کسی چیز (باقی صفحہ ۹۷)

متعلقین اور احباب پر سان سال بالخصوص مولوی محمد میان صاحب سے سلام سنون عرض کر دیئے،
والسلام۔ یہ ان آنے کا قصد نہ کیئے،

ننگ مساف حسین احمد غفرلہ

از ڈسٹرکٹ جیل، مراد آباد

۶ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ

(یہ حاشیہ ص ۹۰) جس نے آپ کو یورہ کر دیا، کیا بنیائے کے قصص اور امتوں کی ہلاکت و تباہی اور کچھ
آنحضرت سے فرمایا کہ پرچہ میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاَسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ۔ اسی لیے لوگوں نے فرمایا ہے
کہ اسے اکابر کے دوسرے کو استقامت کی طاقت نہیں، فقیر صاحب کتاب رسالت سے یہ بات واضح
ہو جاتی ہے کہ وہی استقامت موجب کرامت ہے، جس میں دوام ہو، قرآن میں وَان تَوَاسْتَعَاوَا
عَلَى الْاَنْطَرِیْتِهٖ لَا تَسْقِنَاھُمْ مَّاءَ عَذَقَا وَاِیَّا سَقِنَاھُمْ نَبِیْنُ فَرَدَا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ
اگر کسی حق کی سیدھی راہ پر جا رہے تو ہم ان کو، بیان و اطاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات
سے سیراب کر دیئے، اسی بنا پر جو زبان فرماتے ہیں، کن صاحب الاستقامۃ کا طالب الکون
فان یصلک متحرکۃ فی طالب الکرامۃ و ساریک یطالبک بالاستقامۃ۔ غلام
یہ کہ استقامت ایک ایسا درجہ ہے کہ جہل امور اور تمام نیکیوں کا حصول کہاں اور نظام اسی پر موقوف
ہے، کیونکہ جو شخص اپنی حالت میں مستقیم نہیں، اس کی ساری کھان اور کوشش ضائع اور وہ خائب
و خاسر رہے گا، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ترقی نہیں کر سکے گا، الاستقامت خیر من اللک
کتنی سچی بات ہے،

حضرت امام العسکریؑ مت برکاتہ کے مختصر لفظ استقامت کی یہ مختصر تشریح ہے سچی
طرح سمجھ لیا جائے

مکتوب نمبر ۳

عزیز محمد امین بھی بجزیت پہنچ کر اپنی مالتوں سے داد دین اور اعزاء کے لیے دعوتِ طہانیت ہوئے ہوں گے، آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ سٹیشن سے پہلے فیصلہ کی مسوختی ہو کر صرف چند ماہ قید محض باقی رہ گئی، میں نے دوستوں کے مشورہ سے تخفیف عدالت کے لیے شہادت بھی لے لی جس میں خاص رہا رہتین ہیں اور امید ہے کہ ایک ماہ سے کچھ زیادہ تخفیف ہو جائے گی، اگر فیصلہ سے پہلے ہی دفترِ جیل میں دفعہ ۲۹ کا وارنٹ صادر ہو، اس احتمال پر آگیا تھا کہ کہیں سچی سے رہائی نہ ہو جائے اور اب دفعہ ۲۹ بھی آگیا ہے، ع

دشمن اگر قوی ست مہربان قوی تراست

جیسا سے نئی گرفتاریاں ہوئی ہیں، لوکل حکام نے ہماری ملاقات اور اجراء وغیرہ بند کر دیے ہیں، باقی امور حسب سابق ہیں، بجز اللہ نہایت المینان اور خوش و خرمی سے یہ دن سپر ہو رہے ہیں، اب اس وقت حافظ محمد ابراہیم صاحب، مولانا حفیظ الرحمن صاحب، مولانا محمد بخش صاحب، صاحب منجلی وغیرہ آٹھ حضرات یہاں موجود ہیں، ان کے ساتھ کھانے ہیں، اب جیل جیل نہیں رہا، اور اللہ۔ آپ کی حالت پر مجھے سخت افسوس ہے، ذکر پر داد و ست تو درکنار احکام شرعیہ ضروری پر بھی آپ کی داد و ست نہیں رہی، چنگاڑ جہالت کی پابندی نہیں فرماتے ہیں، نماز میں دل نہیں لگاتے، دنیاوی جھگڑوں میں منہمک رہتے ہیں، حقوق اللہ میں اس قدر بے پروائی اور کھلم کھالی ہے، اور حقوق العباد میں بہت زیادہ کوتاہی ہے، آپ کے ذمہ دربابِ خمس اور شہہ داروں کے بہت زیادہ حقوق ہیں، ان میں باریک بینی سے دیکھیں اور یہ ہیں آخر آپ کو اپنے انجام کی رستہ نگاری کس طرح حاصل ہوگی؟ میں پہلے بھی بارہا تمہیں کہہ چکا ہوں

اور عرض کر چکا ہوں کہ حقوق العباد نہایت زیادہ خوفناک ہیں، حقوق اللہ تو تو بہ صادق سے معاف بھی ہو جاتے ہیں، مگر حقوق العباد تو برے سے بھی معاف نہیں ہوتے، ارشاد دارون پر صلہ رحمی اور احسانات تو آپ کیا کرتے، ان کے حقوق واجہہ میں بھی آپ بہت زیادہ فرد گداشت کرتے رہتے ہیں، بلکہ ان کے عادی ہو گئے ہیں ارشاد دارون کے خطوط، آپ کی شکایات اور حتیٰ تفسیرون سے بھرے ہوتے ہیں، دعا پڑنا جائز و باؤ وغیرہ سے تحریریں بھری ہوئی ہیں، آخر آپ کو یَوْمَ یَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّهِمُ الْعَالَمِیْنَ میں کس طرح نجات حاصل ہو گئی، کوئی عجت دنیا کے حکام کے سامنے آپ کو نجات دلا دے، مگر عالم السرد و تھا یا سے کس طرح نجات دلا سکتی ہے، صلہ رحمی سے بے پروائی، صنعا اور کمزور دن پر تدمی کے ملک سٹیک و نیرت اور اخرویہ مصائب لانے والے ہیں، ان سے خلاص کس طرح ہو گی، آپ کو اپنی حالت نہایت جلد درست کرنی چاہیے، ورنہ عواقب نہایت زہریلے ہیں، میں بارہا متنبہ کر چکا ہوں، کہ دنیا میں جن پریشان کن حالات کا بار بار سامنا ہوتا رہتا ہے وہ ان فرد گداشتوں اور غلط کاریوں کے نتائج ہیں، جن کے آپ مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور متنبہ نہیں ہوتے، مَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ عید متنبہ ہو جینا اور اپنی غلط کاریوں کو چھوڑنے ہوئے ارشاد دارون اور ارباب حصص کو راضی کیجئے، مظلوم کی بددعا میں اور اللہ تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوتا، جناب رسول اللہ صلعم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یوں کا گورنر بنا کر رخصت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اتقوا دعوة المظلوم فانه لیس ینہا و میں اللہ سبحانہ، یہ بددعا میں توپ کے گولوں، رزینک اور شہین گولوں کی گولیوں کو زیادہ ضرر رسان اور ہلاک ہیں، جاگیے اور تیاری کیجئے، خداوند کریم ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو پتہ خفہ اور غفہ سے بچائے، والسلام، سنگ اسلام حسین احمد غفرلہ، سو شعبان ۱۳۸۶ھ۔

مکتوب نمبر ۳۸

والانامہ مورخہ ۲۰ جمادی الاول و ۲۳ جمادی دوم نون ایک ہی وقت میں بتاریخ ۲۰ جمادی الاول موصول ہوا ہے۔ مولانا محمد میاں صاحب مرحوم کے انتقال سے صدر ہوا اور فرمائے ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت خاصہ اور رضوان سے نوازے۔ آمین۔ پندرہ دن کو صہریا

دعائیہ کتب لبر ۳۷ حضرت مولانا اراستہ پر کاظم نے اپنے ان تندر والوں میں جو مولانا محمد حسین صاحب لاہور پوری کو لکھے ہیں حقوق العباد پر سخت زور دیا ہے اور بلا طوفان لومہ لاکھ دو ٹوک فیصلہ فرمایا اور خیر خواہی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، واقعہ یہ ہے کہ اچھل نماز بھی پڑھی جاتی ہے، بیس و وظائف میں بھی کمی نہیں کی جاتی ہے، لیکن جہاں تک معاملہ اور حق و سہاد کا تعلق ہے اسکو نہ تو ادراک جاتا ہے اور نہ معاف کرایا جاتا ہے، حالانکہ کتاب و سنت میں حقوق العباد کو تمام حقوق اور واجبات پر اہمیت دی ہے اور جس کے نتائج دنیا میں بھی سامنے آتے رہتے ہیں، مگر یہ جو غفلت تہہ نہیں ہوتا ہے، عربی کا ایک فقرہ ہے يعرف الناس بالمعاملة۔ مطلب یہ ہے کہ جس کے معاملات صاف ہوتے ہیں ہر چیز مدح جاتی ہے، اور آدمیت و ان نیت صحیح طور پر سامنے آجاتی ہے، اور اب ملوک اور تصرفات سے حقوق العباد پر خصوصاً توجہ فرمائی ہے، مانڈا شیرازی فرماتے ہیں سے مباشرت و سے آزاد آنچہ خواہی کن۔ کہ در شریعت اسسج ازین گن ہے نیست۔ کاجا بانی پہلو خدمت خلق اور سنی پہلو مردم آزادی ہے جو زیادہ تر حقوق العباد ہی سے متعلق ہے، بقول حضرت امام العصر مظلوم کی آہیں اور بدعالمین توپ، ڈینگ اور شیش گنوں سے زیادہ ضرور سامان ہوتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنی برکات پر چھائے اور حق تعالیٰ سے پکائے آمین۔ پچ زایا حضرت سید سلیمان صاحب مدد فرمائے ان زمانہ فظ اور ہل میں جو جس سے زیادہ کیا ہے وہ اتنی اور صلحا کا وجود ہے اور المعروف اور نئی عن الکر جو علماء کا فریضہ تھا وہ شامت اور مہمیت میں رہتا ہے اس سے ہم برائیاں دیکھتے ہیں بدعات بڑھ رہی نظر گذری ہیں

اور اجربزیل عطا فرمائے۔ ان کی جاری کردہ خیرات دائمہ یعنی مدرسہ تجوید القرآن کی اکیساری اور اسکی ترقی اب آپ کے ذمہ ہے، جہاں تک ممکن ہو اس کو بڑھائیے اور حوم کے لیے اور آپ کے لیے یہ بہت بڑی نعمت اخروی ہوگی، نیز مسلمانوں کی چہالت اور بے دینی کے دور ہونے کا ذریعہ تو یہ ہوگا۔ بچوں کی تجوید اور قرآن کی تعلیم کے ساتھ کچھ دینی اور دیکھنے پڑھنے کی بھی تعلیم ابتدائی جاری رکھنی چاہیے۔ تعلیم الاسلام حصہ اول و دوم و سوم و چہارم حصہ منہ معنی کنایت اللہ صاحب اسکے لیے بہت مفید ہیں، ترجمہ قرآن شریف بہت ضروری اور مفید ہے، مگر وہ بڑی عمر والوں کے لیے کار آمد اور ضروری ہے، اللہ تعالیٰ امین سلو کر اس قابل بناوے تو انشاء اللہ وہ آپ کے خاندان کے لیے اور مسلمانوں کے لیے چمکتا ہوا ستارہ ہوگا، آپ نے ہزاروں روپے برباد کر کے جن رشتہ دار بچوں کو طاعت، اکر بنایا ہے، ان کے نفع کو اور اس بچ کے نفع کو آخرت میں موازنہ فرمائیے گا، آج تو غریب کے پردے پڑے ہوئے ہیں، مگر کل کو جب یہ پردے اٹھ جائیں گے تو حقیقت معلوم ہوں،

(بقیہ ماقبہ ص ۱۰۱) مگر سوسائٹی کی تاثیر کبھی مصلحت کا خیال کبھی بیرون کی بڑائی اور اکثر حسب جاہ اور طمع و ناگہمگی کے، ہمارے ہاں دکھتا ہے، اور ہمارے علماء و مومنین کی وہ کمی جو جس سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں۔ دنیا آبرو سی منتہی۔ ایسے وقت میں اگر ہمارے درمیان کوئی ایسی سہی موجود ہے تو وہ خدا کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ حضرت امام العصر کا وجود العلماء و مشائخہ اکابر بنیاء کا میجر مصداق ہے، خلاصہ یہ کہ سوک میں قدم رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سب گناہوں سے توبہ کیجئے، اور اگر اس کے بعد لوگوں کے حقوق ہیں تو ان کو، اور اپنے کی طرف سے لگ جائے، یا حق و رومی سے معاف کرانے، کیونکہ جن اس کے کو حق والوں کے حق سے بچا ہو، اگر عمر بھر محنت و مشقت کرے گا، ہرگز ہرگز ایشیہ تک نہ پہنچے۔

(تصدیقیں)

ذکر میں کوتاہی نہ فرمائیں، اگر ہو سکے تو ان آفات سے تحفظ کے لیے روزانہ زور و توجہ تیار رہیں۔

ترجمہ پڑھا کریں۔

والسلام

۷ چھٹی تاریخ ۱۳۶۲ھ۔ دعا گو سے تہنیم

چراغ محمد مغرلہ

مکتوب نمبر ۳۹

والا اسے مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ میں ملا، واقعہ یہ ہے کہ اسفار کی کثرت جنگوں میں مجبور ہو کر
 کر رہا ہوں، اور حدیثِ مفروضہ جرات نامی درجہ کو پہنچی ہوئی ہے، اور ابھی کس جس سے سمجھتا ہوں
 ہوں یہ امور جس طرح بھگوانی اصلاح اور خبر گیری سے منہ ہیں، اسی طرح کرم فرادوں کے خطوط
 کے جوابات سے بھی منہ ہیں، اور درجہ جو یہ نام پورے کے متعلق جو احوال جناب سے درج فرمائے ہیں، انما
 افسوس ناک ہیں کسی درس تجویز کے متعلق کوئی تجویز دیو بند ہی پہنچ کر کہہ سکتا ہوں، ان دنوں
 پہنچ کر اولین فرحت میں اس کام کو انجام دینے کی کوشش، شاہ اللہ کروں گا، آپ کی بیماری
 اور دیگر کالج سے ناکام واپسی اور اہلیا کی ملاجی جدوجہد کے عدم افادیت سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ
 شفا و ماحل عطا فرمائے، آمین۔ مقدمات کی حالت سے بہت زیادہ افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ
 درو فرمائے، آمین۔ اس میں کامیابی کے لیے جو اور دو تہائے گئے تھے، افسوس کہ آپ نے

لہ اور درجہ یہ ہے: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ**
صَلُوٰةً تَجْمَعُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، وَتَجْمَعُ اَلْاَحْوَالَ وَاَلْاَمَانَاتِ وَتَقْبَلُ لَنَا مَا يَجْتَمِعُ الْاَحْبَابُ فِي تَقْبُلِهِ لَدَائِمًا مِّنْ جَمِيعِ
اَنْبِيَاةٍ وَرَحْمَةً مِّنْ جَمِيعِ اَعْمَالٍ، وَاعْلَمْ اَنَّ رَجَاةً وَتَبَلُّغًا بِمَا اَنْصَبْنَا فِيهَا النَّبَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي
الْخَيْرَةِ وَجِدَّةِ الشَّيْءِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ان کو چھوڑ دیا،

آپ کا ذیقعدہ کا والا نامہ جس کو آپ نے ہسپتال سے لکھا تھا، پہنچا تھا، مگر عدیم الفرستی کی بنا پر جواب نہ دے سکا، یہ بات بالکل غلط ہے کہ علم حدیث کی تدوین تین صدی کے بعد ہوئی علم حدیث کی تدوین تو آنحضرت علیہ السلام ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپ نے احادیث کے لکھنے کی اجازت دیدی تھی وہ لکھا کرتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ سچی زیادہ احادیث نبویہ کا حافظ کوئی دوسرا، بجز عبداللہ بن عمرو بن العاص نہیں ہے، اور انکی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور دین لکھنا تھا (بخاری)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجۃ الوداع میں منیٰ میں اپنا نہایت جامع اور فصیح خطبہ پڑھا جس میں جہاں نام شریعہ اسلامیہ کو ذکر کیا گیا تھا تو ابوشاہ نے اس کے کھوا دینے کی امتدعا کی، آپ نے ارشاد فرمایا اس کو لکھ دو۔ (بخاری)

ذکوٰۃ حیوانات اور نقود وغیرہ کے تعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلات اپنے عالمن کو لکھوا کر دیں، جو کہ کتاب ابن حزم وغیرہ کے نام سے مشہور ہے، دیت کے اقسام اور ان میں اونٹوں کی عمریں وغیرہ درج ہیں، جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں لکھا، آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے؟ فرمایا کہ نہیں، اگر جو کاغذ ہماری تلوار کے میان میں موجود ہے، پڑھا گیا اس میں کیا ہے، کہا دیت کے اونٹوں کی عمریں وغیرہ اور احکام اہل ذمہ وغیرہ۔ (بخاری)

غرض کہ تو یہ احادیث زمانہ نبوی علیہ السلام میں شروع ہو گئی تھی، جو کہ صحابہ کرام کی توجہ سے ترقی پذیر ہوتی رہی، (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو منضبط کر دینے کی بنا پر) پوسہ اطمینان اور رونق کے ساتھ اس پر توجہ ہو گئی۔ مگر یہ تحریریں محض یادداشت اور

مسودہ کے ظہور پر تحقیر، کوئی ترتیب نہ تھی اور..... اسلام کی نشر و اشاعت کی
 مصروفیت اور اشتغال؛ پہاڑ کی شدید جمعیت کی بنا پر صحابہ کرام نے اپنے اپنے ماحفظ پر اعتماد کر رکھا
 تھا، مگر اسی زمانہ صحابہ و رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تابعین میں اہل قلم اور اہل حفظ ایسے ایسے
 نشوونما پاجاتے ہیں جنہوں نے ان متفرق مسودوں کو محفوظ فی الصدور احادیث کو اہل باب
 پر ترتیب دینا اور بڑے بڑے وفات پر کرنا شروع کر دیا تھا، ابن شہاب زہری اور محمد ابن
 ابی بکر بن حزم اور ان کے معاصر بڑے بڑے ائمہ تابعین ہمہ مرکز میں بکثرت موجود ہیں۔
 حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ خلافت سو بھری ہے، یعنی بعد وفات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نوے برس پر، انہوں نے بہت سے صحابہ کرام جو علم حاصل کیا تھا، بہت بڑے علماء و طبیل القدر
 خلیفہ راشد ہیں، انہوں نے اپنے عہد خلافت میں نشر و اشاعت حدیث کا نہایت عظیم الشان
 اور غیر معمولی انتظام کیا، ان کے زمانہ خلافت میں علم حدیث کی بے بہا ترقی ہوئی، اور اس وقت
 علم حدیث کی تدوین کتابوں کی صورت میں شروع ہو گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ کی جو کہ ۹۲ھ میں پیدا ہوئے، محمد بن اسحاق اور واقدی وغیرہ کی
 کتاب المغازی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق کی ضخیم ضخیم تصنیفات نہایت کثرت سے فقہ اور
 حدیث میں لکھی گئی، امام محمد رحمہ اللہ کی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کی تصانیف بھی
 اسی زمانہ کی ہیں جن میں فقہ کے ساتھ احادیث بکثرت مذکور ہیں، امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی
 مؤطا اور کتاب الآثار اور سیر کبیر و سیر صغیر مسودا وغیرہ کتب ظاہر الروایت ملاحظہ فرمائیے،
 اور امامی رحمہ اللہ علیہ کی تصانیف، نیز سفیان ثوری، عیسیٰ اطری وغیرہ نے نہایت بڑی بڑی
 کتابیں لکھیں، ان کتابوں میں یہ بات ضرور تھی کہ احادیث نبویہ (صلی علیہم السلام و آلہ
 کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور نادی بھی بکثرت ہوتے تھے، فقہی استخراج

اور اسدالات بھی ہوتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الامام اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ماتی وغیرہ ایسے مصنفین سے بھری ہوئی ہیں، یہ حضرات سن ایک سو پچھری کے بعد عملاً ابتدائی صدی میں یہ ذخائر جمع کر دیے ہیں، پھر اسی دوسری صدی کا آخری زمانہ آئے جس میں ایسے بڑے بڑے اور عظیم حضرات پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ ان سابقہ مولفان کو چھٹاتے ہیں اور فقط صحیح اور مرفوع احادیث کو جمع کرتے ہیں۔

امام بخاری سن ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، امام احمد بن حنبل ان سے بہت پہلے پیدا ہوئے، امام بخاری نے الجامع الصحیح مشہور کتاب تصنیف کی، امام احمد بن حنبل نے اسناد میں انہوں نے اپنے سنہ کو خاص طور پر ترتیب دیا، اور اسی دوسری صدی کے آخری زمانہ میں امام طحاوی، علی ابن المدینی، ابن سعید، یحییٰ بن سعید القطان، ورمی وغیرہ ہیں جن کی تصانیف کثرت سے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ نویں صدی کا ابتدائی دور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی حرب الحکم شروع ہو جاتا ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کی ترتیب کے بعد اس میں ترقی ہو جاتی ہے، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام طور پر ترویج اور ترتیب ابواب جاری ہو گئی، اور روز افزون ترقی کے ساتھ آخری صدی تک ابن ثریٰ بڑی کتابیں ترتیب اور منبہ چوکرو وجود میں آگئیں، ہر حدیث کے علم کے یہاں اٹکا طریقہ جاری تھا، ان محدثین کی جو کہ پہلی ہی صدی اور زمانہ صحابہ کرام میں مشہور باروایت اور تدریس حدیث میں تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے، صرف یہی طریقہ نہیں تھا کہ احادیث جمع حدیث میں سنوی جائے اور ان کی تفسیر کر دیا جائے، بلکہ عموماً ائمہ روایات در کاغذ ہر طالب علم کے پاس استاد کی روایات کا ایک ضخیم خزائن جمع ہو جاتا تھا، جس کی یادگار معجزات ہیں، مجمع صغیر و کبیر اور مسالطین کی کسی کی

یا دگا۔ میں زبان ان کلمات میں استاد کی جملہ روایات رطب و یابس لکھی جاتی تھیں، امام مالک نے اولیہ قدم تھا یا کہ ان روایات کی چھان چھوڑ اور کاٹ چھانٹ کی اور اسی وجہ سے انکی کتاب موطا زعیذ محمد بن یزید بہت زیادہ مقبول ہوئی، اور عام شہرہ ہو گیا کہ راصح الکتب تحت ادیم النساء بعد کتاب اللہ الموطا مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بنا پر کہ اس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور فتاویٰ اور تابعین کے اقوال بکثرت درج ہیں، اور اس وجہ سے کہ اس میں عموماً روایات حافظہ میں مندرجہ کی ہی پائی جاتی ہیں، دوسرے تصنیف کی ضرورت سمجھی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ طور پذیر ہوئیں، جو کہ تیسری صدی کی ابتدائی یا دو گارہیں ابہر حال یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ تدوین حدیث تیسری صدی کے بعد ہوئی۔

علم حدیث کی تعریف

۱۔ علم حدیث کی تعریف حسب ذیل ہے "علم يعرف بہ احوال ما نسب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا وفعلا وادباً ووصفاً"۔ علم حدیث وہ علم ہے جس سے ان چیزوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیے گئے ہوں بطور قول کے یا فعل کے یا تقریر کے یا صفت کے، یہی تعریف جامع اور عمومی ہے، بعض حضرات نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی داخل کیا ہے، اور ان کے اقوال و افعال کو بھی حدیث میں شمار کیا ہے، عوامی صحابہ کی تعریف اس قول پر ہے،

۲۔ جبکہ قرآن شریف میں دار ہے، وَمَا يَنْتَظِرُ مِنَ اللَّهِ مِنْهُ إِذْ هُوَ يُدْعَىٰ بِرَسُولِهِ (سورۃ فتح) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ (سورۃ قیامہ) پھر اس میں داری وغیرہ کی روایت کی کیا حاجت ہے کہ حدیث کے وحی ہونے میں اس کو تلاش کیا جائے، اور اس کی صحت و عدم سے بحث ہو، جو کچھ نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قسم تفسیر کلام اللہ اور از قسم و بیانات

ارشاد فرمائیں گے۔ سب وہی ہے۔ ہاں میں وہی اس قسم کی ہے کہ جس کے الفاظ بھی، الفاظ نہ گئے
 ہیں، اور میں وہ ہے جس کے معنی الفاظ کے گئے، اور الفاظ میں اختیار ہو گیا، ان معانی کے جناب رسوں شہ
 علی، شہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں اور فرماتے ہیں، پھر وہ الفاظ و قہم کے ہیں، بعض وہ ہیں جن کی
 نسبت جناب باری عزائمہ کی طرف ہے، اور اگر وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزوجل کی طرف
 نہیں، اول الذکر قرآن ہے، ثانی حدیث قدسی ہے، ثالث عام حدیث قولیہ ہیں، سب واجب القسیم
 ہیں، مگر فرق ثبوت کے درجات میں ہے، قرآن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو براستقوال
 ہے، یعنی اس کو نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر نفوس کثیرہ رہے ہیں جنہیں جھوٹ بولنے
 یا غلطی کرنے کا احتمال باقی نہیں رہتا، اس لیے اس کا منکر کاثر ہے، اور اس کو یائنا عقلاً و نقلاً
 ضروری ہے، اور احادیث خواہ قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ ان کے نقل کرنے والے اتنے کثیر نفوس
 نہیں ہیں، اس لیے ان میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے، اس لیے قطعی الثبوت نہ ہوں گی، اور
 ان کا منکر کاثر نہ ہو گا، یہ تو فرق ہمارے لیے سے صحابہ کے لیے نہیں، ان کے لیے قرآن اور
 ارشادات نبویہ سب قطعی الثبوت ہیں، وہ اگر ایک حدیث کے بھی سننے کے بعد منکر ہوں
 تو کفر لازم ہو جائے گا۔

پھر اگر ایسے لوگ ناقل اور راوی ہیں جن کے احوال ایسے پاکیزہ اور عمدہ ہیں جن
 جھوٹ کا احتمال بالکل چھوٹ جاتا ہے، تو غلبہ ظن سچائی اور واقعیت ثبوت کے پیدا
 ہو جانے کی بنا پر اس حدیث کو مقبول اور صحیح یا حسن کہا جاتا ہے، اور اگر ان کے احوال
 ایسے نہیں ہیں تو حدیث ضعیف یا مردود قرار دی جاتی ہے، پھر اگر صحیح احادیث ہم معنی متواتر
 طریقہ پر ہوں اگرچہ الفاظ میں تو اثر نہ پایا جاتا ہو تو اس حدیث کو متواتر بالمعنی کہا جاتا ہے، عدا
 قیر وغیرہ کی روایت ایسے ہی ہیں، انہیں میں سے اعداد و کثرت وغیرہ کی روایت میں ان

ایمان لانا واجب ہو گا اور انکار کفر ہو گا۔ اگر یہ الفاظ کا انکار ایسا نہ کرے گا۔
 جو ارشاد استنبویہ حسب عادت بشری ہوں، ان کا تعلق دینیات اور تفسیر کلام اور
 تبلیغ عن اللہ نہ ہو، جیسے روزمرہ کے بشری کاروبار و دنیاویہ وغیرہ میں کلیت ہوتے رہتے
 ہیں، ان کا تعلق وحی سے نہ ہو گا، وہ حسب طبیعت بشریہ مثل دیگر بشر آپ سے صادر ہونگے
 نہیں کہ کچھ اور کے متعلق دانی حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ائذ لا اعلمہ سوا موسیٰ کہ
 بر حدیث کی وحی کے لیے نزول جبرئیل علیہ السلام ضروری نہیں، وحی کے اقسام آٹھ
 یا نو ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں۔
 الہام اور کثت بھی وحی ہے، ان کے دل میں کوئی بات من جانب اللہ آجانی جس کو
 ان کو بتا دیا جائے کہ من جانب اللہ وحی ہے، وغیرہ وغیرہ

اس وقت ربی میں جلدی میں پر تحریر لکھ سکا ہوں، امت سے خطوط کے جوابات میں
 اس کی وجہ سے حرج ہو رہا ہے، اگر کافی ہو نہا، اگر اس پر کوئی شبہ ہو تو لکھیں، جو وقت فرصت
 اس کے لیے بھی کچھ عرض کر سکاں گا۔

(حاشیہ کتب نمبر ۳۰) ذہانت و حافظہ خدا کی بخشی ہوئی وہ تو تین ہیں جلا پر تاریخ ہمیشہ یاد کر لگی، چنانچہ ہر حدیث
 میں بزرگان دین پرستان اسلام مدیم انبیر دل و دماغ، حافظہ و ذہانت کے ایک تھے، اور آج تک
 تو ت حافظہ کی شہادتیں رحمت اپنے بلکہ غیر دیے پر مجبور ہیں، حضرت امام العصر زلفہ العالی کے دماغ اور سر
 کی ساخت سے فرمایا جو جس کو اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ میں غیر معمولی عقل و فہم لگی اور حافظہ کی تین
 موجود ہیں، جن لوگوں کو آپ کے دماغ اور تقریرون میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس
 بجز مکران کے علم پتہ کے سامنے علم سینہ کی کوئی حقیقت نہیں، وہی معلومات کا تو کتا ہی کیا؟ امتدادیات
 اور مسابحات میں کون ہے جو زبان کھیل سکتا ہے، سرگوشی کے آنکھائی کے بیانات کر حضور سے سا اور
 (بانی صفحہ ۱۰۹)

گھر میں اور دیگر متعلقین اور احباب پر یہاں حال سے سلام سون عرض کر دین، والسلام

تنگ اسلامت صغیر احمد غفرلہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

رقبہ حاشیہ میں (۱۱۹) پر حابہ وہ حضرت امام اسعمر کی وسیع معلومات کی ذرا دیکھنے پر نہیں رہ سکتا، احادیث جیسے خشک موضوع پر محض اپنے حافظہ کی مدد سے گفتگوں جوتے رہنا اور سزا و کجی کرنا صرف آپ کا واحد کارنامہ ہے، یوں تو آج ہر طفل دبستان میں کو ایک بات بھی سن کر علم کی تائید یا تردید نہ کرے، امام بخاری سے اپنے کو کم سمجھنے پر خوش نہیں، حالانکہ حدیث کا پڑھا دینا اور بات ہے اور فی حدیث کا نہ شاید دن خدا اور حافظہ و فراست، یہاں کے نا ملکن اور محمول ہے۔ سستے نمونہ اور خرداوست اسکے طور پر صرف اسی ایک خط کو جو تاریخ ترویج حدیث وغیرہ حاصل بھی ہیں، شاپر مشتمل ہے غور کرنا چاہیے۔ مغربین ٹرینوں پر تلم پر دانشہ ایسی تحقیق چند نمونوں میں دنیا کے سامنے رکھ دینا کوئی معمولی بات نہیں جو یہ وہی کر سکتا ہے عوامی حدیث ہو، اور غیر معمولی شجر رکھتا ہو۔

تو حدیث مفصل بخوان از میں کمال

اس مکتوب گرامی سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ تہ دین و تحریر احادیث انصاف و علم کے نام میں شروع ہو چکی تھی، اگر یہ تحریریں محض یادداشت اور مسودہ کے طور پر تھیں، کوئی ترتیب دینی صحابہ کرام شمولیت بہادر اور شاعت اسلام وغیرہ کی بنا پر اپنے حافظہ پر عثمان رکھتے تھے، لہذا کو آئین نے بڑے کثرت احادیث بہرہ کو ترتیب کرنے کی طرح ڈالی، اور محدثین کو انہی الفاظ اور مجتہدین جناب سے کسی کی طرف توجہ نہ دیا، اور اس نظر کو رد کیا، اور دنیا سے تحقیق ان بارگاہوں کی مصوری پر حیرت ہے، لہذا یہ تامل بالکل غلط ہے کہ تہ دین و تحریر احادیث دوسری یا تیسری صدی کے بعد ہوئی، خوب سمجھ لیا جائے۔

علم حدیث کی تعریف میں (۱) و (۲) کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن منقول ہوا، اس لیے اس کا منکر عقدا و شرمانا لازم ہوگا، حدیث تو وہ قدیمہ ہوں یا غیر قدیمہ، عقلی الحدیث، جو تھی اور ان کا (۱) و (۲) ہے۔

مکتوب نمبر ۴۴

... جو شغل آپ کو تعلیم کیا گیا ہے اس کو پاس انگاس کتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی سائنس آمدنی و رفتنی ذکر خداوندی سے خالی نہ ہو، اور اس کے ساتھ ذکر قلبی کا بھی رابطہ حاصل ہو، جو اوقات صبح و شام اس کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، وہ محض مشق کرنے کی غرض سے ہیں، انسان کوئی کام خواہ دنیاوی ہو یا دینی، جسمانی ہو یا روحانی جب شروع کرتا ہے، طبیعت پر جو عدم عادت اس سے گھبراتی اور اٹھتی ہے، پھر آہستہ آہستہ اس سے مناسبت پیدا ہوتی رہتی ہے، اور آخر کار اس سے العفت پیدا ہو کر طبیعت تانیہ کا ظہور ہو جاتا ہے، اعتدال اور ثبات سب سے زیادہ ضروری ہے، خش و خاشاک پر نظر ڈالنے سے پیمانہ ضروری ہے، اس ذکر کو چلے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت جاری رکھنا ہے، صبح و شام خصوصاً خلوصاً اللہ کے اوقات میں اس خیال تعلیم کردہ کے جمانے اور اس ذکر کے مشق کرنے کی ضرورت ہے، اگر شام کو جوہر اشغال دنیاویہ فرصت نہ ہو تو صبح ہی کو اس کا انتظام رکھیے، اگر حتی الوسع نام نہ ہونا چاہیے، جو سابقہ اور مذہب میں ان کو بالفعل ترک کیجئے، تنقلاً بیعیات چہارگانہ اور درود شریف و استغفار

(بندہ جاتیہ ص ۱۱۰) مگر کام ہو گا، یہ فرق ہمارے لیے اصولاً جو ہے اللہ صبح کرم کیلئے قرآن اور شادانہ بنوہ سب قلبی ایشورت ہیں، دارنہ، عادیث، اصول حدیث میں فصل موجود ہیں، ان جو ارتدادت ہوی حسب نادت بشری ہوں، ان کا تعلق دنیاویات، تغیر کلام اللہ اور تبلیغ سے نہ ہونہ وہی ہونگے در نزد حسب العمل ملکہ انکی حیثیت در مرہ کے ہستی اور دنیاوی کاروبار کی ہوگی، اور دوسرے انسانوں کی طرح آپسے ہی مدار ہوں گے، جیسے تاجر کھجور کا دانتہ اور آب کا فرازا کہ "تم اپنی دپا کے کاموں کو کھج سے زیادہ ہانتے ہو"۔

ایک ایک شیخ روزانہ عمل میں رکھے، قرآن شریف روزانہ ایک پارہ پڑھ لینا اگرچہ بلا معنی ہو معیند ہے، اور اس کی تاثیر خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم قطع ضرور ہوتا ہے، اگر ان اور ذکر کردہ سابقہ اور تلاوت کی بھی فرصت نہ ہو تو ان کا ترک کر دینا مضائقہ نہیں رکھتا، مگر ذکر مذکور کے اجراء و انہماک میں کوتاہی ہرگز نہ کریں، اور معنی **هُوَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ** کا تمیز میں حسب تعلیم قائم رکھیں۔ استغفار یہ تھا **استغفر الله الذي لا اله الا هو** **الحق القیوم والتوب الیہ**۔ اور در شریف یہ ہے **اللهم صل علی سیدنا محمد و علیٰ** **محمد و آلہ و صحبہ و بارئک و سلم و بعد**۔ کل معلوم لک۔

ہر چند سادگ کو ذکر کی کیفیات اور یہ کہ وہ کس طریق کا ہے، پوچھنا نہ چاہیے، بل نصیحا کہ

لے کسی کو دھوکہ نہ ہو کہ حضرت مولانا دست برکات تم نے کتب ہدایں یہ کیسے تحریر فرمادیا کہ تلاوت کی بھی فرصت نہ ہو تو ان کا ترک کر دینا مضائقہ نہیں رکھتا، مگر ذکر مذکور کے اجراء و انہماک میں کوتاہی ہرگز نہ کریں، کیا قرآن کی تلاوت ذکر نہیں ہی پڑھو ذکر کے اور کیا معنی؟ معلوم ہونا چاہیے کہ بیان ذکر سے مقصود محض ذکر کی تلبی یا یاد یاد اذیت کے ہیں، جس کے مختلف درجہ ہیں، (۱) اللہ کے نام کا یاد کرنا (۲) بواسطہ نام کے ذات کو یاد کرنا (۳) ہر کام کا بھی واسطہ نہ ہے، ذات ہی کی یاد پر قادر ہو جائے۔ لفظ ذکر میں اس معنی کے علاج کو پانچ بی اتارہ جو۔ یعنی بون صلاح حال کے جو ذکر کرنا ہے گویا وہ ذکر نہیں

۱۱۵ اس کتب گزری میں حضرت امام احمد و دست برکات تم نے ایک لفظ سادگ کا ارشاد فرمایا ہے، لیکن اس وقت میں ہم مناسبات سلوک کی کچھ ترویج کریں، یہاں لفظ سادگ بتا چاہتے ہیں۔ موتیہ کی اصطلاح سادگ وہ ہے جو خدا کی زندگی میں چاہے اور عقل معاشی میں رکھتا ہو یا، عاقل و غافل سادگ وہ ہے جو بی عقل تصور اپنے حال سے تمام کوٹے کر رہا ہو، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ایک پڑو اور غیر پڑو دربدیانی ایوان کے حصول کا پیدا ہو جائے، اور وہ مرتب اس تعین و یقین پر قائم نہ رہتا ہے

(۱۱ ص ۱۱۳ پر)

دو ایک مسئلہ ضروری ہے۔ اس کی کیفیت وغیرہ سے سوال کرنا اپنی اہمیت، تاہم اس امر کے ظاہر کرنے میں کوئی نخل نہیں ہے، یہ شغل طریقہ ہستیہ تاریر کا ہے، آپ کام میں مشغول ہوں۔ سو اسے ذات خداوندی کسی چیز کی ہوس نہ ہونی چاہیے۔

دنیا و آخرت را بگذر حق طلب کن
 کین بود لویاں باسی خوب می شناسم
 جس سے تعلق ہو محض خدا کی وجہ سے اور جس سے نفرت ہو محض اسی کا وجہ سے
 قول کم ہو حال زیادہ ہو۔ پرسان حال سے سلام کہدیں۔ والسلام

حسین احمد غفرلہ

سودھ ۲۰ اکتوبر ۱۳۱۱ھ

مکتوب نمبر ۱۱۱

ہماری قدیم رشتہ دار شی سادات یا شیوخ سے پتی آتی ہے اور شیوخ بھی وہ شہداء
 رہے ہیں جس کا سلسلہ نسب اعلیٰ رہا ہے، پرانے کا خدمت میں بننے لفظ یہ لکھی دیکھا ہے
 دقیقہ حاشیہ میں (۱۱۳) جو وراثت میں ملا ہے یا منقحی اور عقلی و اولیٰ کے ایسے جو میں یہ کھڑا ہے، روئے کی صورت
 اور نفس کی استقامت کے اعتبار سے یہ رغبت اسان سے اور برہمنی و ہندی کے یہ مانا کہ اس میں ایک بندہ یا بنو
 اس امر کے لیے پیدا ہونا، جو کہ وہ اپنی ذات کو ذوقی طور پر پہچانے چاہئے کہ تم رکھتے ہی اور ہر وہ بنو ہجرے
 گئے ہیں میں یہ ایک مشن کے واسطے میں چاہتا ہے جو منقحی اور عارفانہ ہوتے ہو، عقیدت و مسوکت کے کام میں جو کہ
 اور اپنی شان کی رغبت میں اس امر کی بہت رکھنا، جو کہ دوسروں کی تعلیم و تربیت کرے، جس کا منقحی نہیں ہے، جو منقحی
 تعلیم کے منقحی خدا کی زندگی و عبادت و ریاضت میں زندگی گزارے گا، وہ عبادت کی تہذیب اور عبادت میں جو منقحی
 کی زندگی کا ایک کڑی ہے، اس کا ایک کتے پن کا گرام تہذیب میں پیدا ہوگا۔

والد صاحب کے جوابات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں، پرانے لوگوں سے بھی یہ ہونا میں نے
سن لیا تھا، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی والد مرحوم کو جبکہ وہ بانسگر سر
میں ہیڈ ماسٹر تھے اور مولانا سے بیعت ہو چکے تھے، ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ میان یہ تو بڑے
خاندانی ہیں اور پرزادے ہیں ان کے ہمدردی شاہ نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات سیر
پاس آئے تھے، اور مجھ سے درخیز دست کی کہ حبیب اللہ میری اولاد ہے، ان کی طرف خصوصی
توجہ کرو۔ اس کے بعد سے حضرت مولانا مرحوم خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے، اور پرزادے وغیرہ
کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے، یہ بات صحیح ہے کہ بادشاہان دہلی کی طرف سے تقریباً چوبیس
گانوں ہمارے اسلاف کو ملے تھے، باؤن گانوں کی تقسیم میں خاندانوں پر ہوئی تھی جن میں
سے یہ مقدار ہمارے اسلاف کو ملی تھی، یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ گانوں خاندانہ کے مصارف
کے لیے دیے گئے تھے، ۱۸۵۶ء میں انہیں سے ۲۳ یا ۲۴ گانوں ہمارے اسلاف کے پاس
باقی تھے، مگر راجہ بھٹی نے ٹوٹا اور ان پر قبضہ کر لیا، متحدہ وجہ کی بنا پر ان کا واپس لینا ممکن نہ ہوا،
یہ صحیح ہے کہ راجہ جیو رام کا یہاں قلعہ تھا، اور وہ مسلمانوں کو تنگ کیا کرتے تھے، حضرت شاہ نور الحق
صاحب مرحوم نے کراتات سے راجہ کو زیر کیا، اور وہ قلعہ چھوڑ کر اپنے اراکین دولت بھاگ گیا،
اس قلعہ پر حضرت شاہ نور الحق صاحب مرحوم قابض ہو گئے، اس قلعہ کے نشانات اب بھی
ہیں، اسی قلعہ میں ان کا نژاد ہے، اور ہمارے مردے اسی میں دفن ہوئے ہیں، حضرت شاہ
نور الحق صاحب نے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے درمیان شجرہ طریقت میں غالباً
تین یا چار واسطے پڑتے ہیں، مگر سلسلہ طریقت حضرت ابانزید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے
سے نہیں ہے، اس سلسلہ طریقت کی نقل میرے پاس موجود ہے، جس کو میں نے پرانے
کاغذات سے نقل کیا ہے،

یہ بھی سننے میں برابر آیا ہے کہ ہمیشہ اس نانا میں اہل اللہ اور اربابِ کرامت موجود رہے ہیں، اور اسی وجہ سے شیعوں کے دورِ حکومت میں اودھ میں نشیخ سے یہ خاندان محفوظ رہا۔ آصف اللہ نے زور ڈالا، مگر اس وقت کے موجودہ بزرگوں کی کرامت نے اس کو عبور کیا، والد صاحب مرحوم سے میں نے بارہا سنا ہے کہ آخر میں دو تین پشتیں ایسی گذری تھیں کہ جن میں دنیا داری غالب اور علمِ معرفت سے محرومی پیش آئی تھی، سلسلہ طریقت صرف اسکا باقی رہ گیا تھا، پیری مریدی بھی کرتے تھے، مگر ذرونی کمالات سے خالی تھے، اسی بنا پر والد مرحوم حضرت مولانا گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے، اور ہم ناکار دن کو حضرت گنگوڑی قدس سرہ العزیز کی غلامی کا شرف حاصل ہوا، نانی صاحبہ مرحوم صاحبِ نسبت و صاحبِ کثرت تھیں، انھوں نے والد صاحب کو عبور کیا کہ جب تک تم کسی کمال سے بیعت ہو کر منہ سلوک طے نہ کر لو، میرا تمہارے لیے آخرت میں وبال ہوگا، تم اس راہ سے نارِ وقت ہو تمہارے لیے یہ سلسلہ جاری کرنا ناجائز ہے۔

کراچی جیل میں ہم نے پھر نئے پھرتی کے خلاف صدے احتجاج بند کی تھی، اور نیکو پر بھی اعتراض کیا تھا، مگر نیچے نیکو ہم کو باسانی مل گئے تھے، والہ پھر نئی مخالفت کر کے پرسزائیں دی گئیں تھیں، میں اکیلا اس پروٹسٹ میں نہ تھا بلکہ تین بند مسلوں سے رام دولت رام سماجی کرشنا نند وغیرہ بھی تھے، ہم کو وٹا سزاؤں اور دست کو ہتھکڑیاں لگان گئی تھیں، پھر جب ہم نے نہیں مانا تو جیسے کھانے کے کاٹیج (ٹیکین) حریرہ جوار کے آٹے کا) دیا جاتا تھا، پھر جب ہم نے نہ مانا تو بیرون میں زنجیر وار بیڑیاں ایک مینڈک کے پیٹے دی گئی تھیں، اور دست

لے، اخلاقی قیدیوں کے ساتھ یہ طریقہ اب بھی باقی ہے کہ جب اپنی شفقت سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے اور
میں وصل دیتے ہیں تو اسکے کمروں کی تلاشی لیجاتی ہے تاکہ کبھی ان کو برباد نہ بھی کر دیا جاتا ہے۔

ختم نہ ہونے پائی تھی کہ خبر باہر نکل گئی اور گاندھی جی کے ایک اندر یا میں مضامین سننے تو ہم
سزا میں اٹھائی گئیں اور صورتاً اہل جیل بدن کو ہتھ لگا کر چلے جاتے تھے، یہی تھی حیرتانی ہم سے
نہیں بیجاتی تھی، اسلئے لٹکانے کی کبھی نوبت نہیں آئی یہ بالکل غدا سے، اور یہ سزا جیل میں
میں ہے بھی نہیں، ان یہ سزا ہے کہ ہتھکڑی لگا کر اونچی چیز سے ہتھکڑی باندھ دیتے ہیں
جس کی وجہ سے قیدی بیٹھ نہیں سکتا، تمام دن کھڑا رہتا ہے، مگر کچھ اللہ اس کی نوبت ہی نہیں
آئی کہ مضامین شائع ہوئے اور سختیاں اٹھائی گئیں۔

اذان کا وقت عرصہ کے بعد ظہور نہ پیر ہوا تھا، اس میں ہم نے ہنگر اسٹرائک کیا تھا،
تین بند اور آٹھ مسلمان اس میں شریک تھے، اس میں ہم کو فقط کوٹھڑیوں میں بند کیا گیا
تھا، چھ دن کے بعد فیصلہ ہو گیا تھا، اور پست آواز سے اذان کی اجازت مل گئی تھی، اس
میں کوڑے کا واقعہ بالکل غلط ہے، کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔

والسلام

تنگ اسلات حسین احمد غفرلہ

۳ صفر مطابق ۱۱، ۱۲، ۱۳ ستمبر

از پنجاب میل قریب ہرودلی،

مکتوب نمبر ۳۴

مولانا عبدالماجد صاحب بی اے، دریا داؤد ضلع پارہ پنکی کے نام
محترم المقام زید محمد کم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مراج مبارک، آپ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ آر۔سی۔ دت کی تاریخ تصدیقات
کا ترجمہ اردو میں ہوا ہے یا نہیں، اور پراپر س برٹش انڈیا ہنڈلنگ کمپنی کا تمام کتاب
بھی ترجمہ ہوا ہے یا نہیں، اگر یہ دونوں مترجم ہو کر چھپ چکے ہیں تو کہاں سے مین گے،
ثانی الذکر کے دو باب کے مترجم چھپے ہوئے اراقی میرے پاس ہیں،

مجھکو نہایت تعجب ہے کہ آپ میرا تجربہ کار زمانہ کی گری اور سردی سے واقف حساب
علم و شعور ایسی صحیح غلطی میں پڑے جو کہ انفا ذیل سے نمودار ہو رہی ہے،

”عصر سے اپنی اصلاح نفس کی غرض سے خدمت والا میں حاضر ہو کر ادا کرنا پڑا“

میرے محترم اصلاح نفس کے لیے کسی سنگ و نیا، نفس پرست، ناکار و نالائق
کے پاس جانا کیا معنی رکھتا ہے، پیاسا دریا کا قصد پیش کرتا ہے اگر آتش کا قصد نہیں
کرتا، اور زردیوار سنگ و کسار کی طرف نظر نہیں اٹھاتا، این عطفیہ کہت ہوں اور میں نچا
ہوں کہ میں اپنی سیاہ روی اور سیاہ کاری سے خود شرمندہ اور ادم ہوں، اور بہا ہوتی
دیتا ہوں، میری واقعی حالت اشخاص و شاہد سے بدتر نہا تو ذکر کر، اور ذل حیوانات سے
بھی بدتر ہے۔

نکین الناس بن خیار و اولیٰ لشرا الناس اذن، نہ بیعت شنی

مولانا محمد، اگر اس کمال کے اعظم و اکابر نے بھی نہ جوڑتے تھے تب بھی بچہ بیٹھے

سگ دنیا بنام گندہ گونا مان کی طرف نظر اٹھانا جائز نہ ہوتا۔

کس نسیا پر بڑیر سایہ بوم
 وہاں از جہان شود معدوم
 پھر خیال اصلاح نفس ایک فن پرور سے یا طعوب اس سے یہ مقصد نہیں کر
 پنجاب کو تشریف از ذاتی فرمانے سے روکنا منظور ہے، حاشا و کلا، جناب کا تشریف
 لانا سراور آنکھوں پر ہے، اگر اپنی حالت بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے، بعض حضرات کو دھوکا
 اس امر کا واقع ہو رہا ہے کہ چند مقدس ہستیوں کی خدمت میں چونکہ اس کو زیادہ تکباریائی
 کی نوبت رہی ہے، اس لیے ضرور بالضرور لائق ہو گا، مقدمہ اولیٰ بیشک صحیح ہے، مگر مقدمہ
 ثانیہ غیر لازمی ہے، و نعم امیل ہے

تھی دستار قسمت را چہ سودا ز بہر کامل
 کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر
 والسلام۔ از دیوبند۔ ۱۰ اردیبہد ۱۳۲۶ھ۔ آستاد حضرت شیخ مندوجوم

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۳۳

س
 مونا عہد الہاری صاحب ندوی کا خطا ملا تھا، اور حقیقت میں اس نے سورت تلوٹ

پیدا کی، ہم ناکاروں اور روسیاموں سے سوا سے اس کے دور کیا ہو سکتا ہے، کہ بارگاہ انبیا
 میں ایٹھال اور تضرع کریں، اعلیٰ اللہ عالی عیول المسکین۔ وہاں گریوں کا وظیفہ بخش
 دیا گئی ہے، جو جناب نے خواب میں ملاحظہ فرمایا، وہ جناب کا اخص اور تہمت
 اس طرح سے ظاہر کیا گیا ہے، جس طرح بیٹہ دیکھنے والے نے چہرہ کو ظاہر کرتا ہے۔
 بہر حال، ملائت رہا نہ پاپ کے مدد معاون ہو سے، اور بارگاہ رب العزت سے

دعا ہے کہ رہی ہمیشہ نامرود و دگاد رہیں۔ آمین

میرزا سنان و یون بخلہ دینگ سور کے ایک نامی امر کی طرف زیادہ توجہ پرتی ہے، وہ کہ مسلمان شادی اور بیاہ کی خصوصاً اور موت اور حقیقت وغیرہ کی وہ رسوم جسکے مصداق سے ان کو پروردگار ہے ان کو عموماً ترک کر دین، اس کے متعلق میں نے فیض آباد وغیرہ میں بھی کوشش کی، اور خصوصاً ملکی نائڈن جو کہ ہمارے عرف میں شرفاء سے تیسرے کے جاتے ہیں

سے اسلام کا اصول اصلاح و ارشاد و تبلیغ کا طریقہ اور رسم و رواج کا مفصل ایک ماحصا میرا کے تحت لکھی ہوا ہے جو وقت کی اسپرٹ سے جنگ کرنا نہیں ہے، بلکہ وہ تدریجی اصلاح کا قائل ہے۔ قرآن میں ہے
 وَاسْتَعِينَا عَشِيرَةَ مَدْيَنَ الْاَكْثَرِيْنَ
 یہی اور ان سے پیسے اپنے اقارب کو تنبیہ کیے کہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے، افراد کی ذاتی اصلاح اور گھریلو پریت کا وہ مدار بہت زیادہ گھروالوں کی اصلاح پر ہے، اور ویسے ہی آدمی کی صداقت و حقانیت، آقا کے صحابہ سے رکھی جا سکتی ہے، چنانچہ ہر سفیر اور ان کے ہائیلوں نے اس پر اثر اور دیا ہے، آدمی کی طبیعت رسم و رواج کے متقابل ہی کو یہ کہنے سے اسنے کے لیے تیار نہیں ہوتی کہ یہ حق ہے اور یہ ناجی ہے، لکن ہر چیز بچوں میں علمی تعلیم سے اور بڑوں میں مباحول کے نمونہ سے پیدا ہوتی ہے، مگر، امت نے اپنے وقتوں میں درانتا دنیا کے فرائض انجام دیے، کسی نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی اصلاح فرمائی، اور اسی میں ساری زندگی ختم کر دی، کسی نے امور معاشی اور عمل روگ کو دور کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دی، اور عقول و طبوت، رسم و رسم میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، حضرت امام العصر دست بردار ختم نے اصلاح رسم و رواج میں اپنا ہم کار بنا رکھا ہے، جس کو ہم کتنا دوسرے موقع پر مفصل لکھیں گے، اللہ والوں کی دنیا میں اگر کوئی چیز جینا تو صلا اور باادبی کو، امام العصر کے غیر معمولی دن یہ کلمات کو کبھی یاد کر لینا چاہیے، اسی سے زیادہ کا مشورہ میرا نہیں ہے،

اور جن کا حالت روزانہ پڑھنے سے پتہ چوری ہے، ان کے رسوم کو منسوخ کرنے کی سعی جاری رکھی،
 تانزدہ مین، اس کے لیے بار بار کوشش پر قدرے کامیابی ہوئی جس کی بنا پر میرے ایک
 رشتہ دار نے مجھ سے پوری عمدہ آمد کی نیاری خواہ کی، مگر شرط یہ کی کہ میں شریک عقد ہوں،
 اسی بنا پر میں وہاں گیا اور بفضل ایک بڑے درجہ تک کامیاب ہوا، چونکہ ٹھیکو اوتار کے
 دن راد پینڈی پہنچا تھا، کیونکہ وہاں کے جلسہ کی آخری تاریخ میں ٹھیکو تقریر کرنا تھا، اس لیے
 میں لکھنؤ سے پنجاب ریل میں سوار ہوا، دو سہارہ پور کے سٹیشن پر وحید کی اہلیہ کو اس کے
 حوالہ کر کے، اسی گاڑی میں راد پینڈی پہنچا، شب پھر قیام کر کے دو شنبہ کو وہاں سے روانہ
 ہو کر شہنشاہ کو دیوبند پہنچا، تو مولانا عبد الباقی کا دارالافتاء ملا، بہر حال خدا کا ہزار ہزار شکر
 ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو شفا بخشی، خداوند کریم آپ کی عمر میں درازی
 جسم میں صحت، ارادہ میں قوت، قلب میں اپنی عفت، اعمال و اقوال میں اپنی رضا و
 خوشنودی عطا فرماتا، سو اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح و خدمت عطا فرمائے، آمین
 بہر حال جب بھی جناب تصدق فرمائیں، انشاء اللہ اس روسیاء، رنگ، بکیر کو نامہ پانچنگے
 اگر ممکن ہو تو چند دن پہلے وقت اور تاریخ سے بھی مطلع فرادیں، تاکہ مزید احتیاط
 عمل میں لائی جائے، والسلام۔ از دیوبند، محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

نگ اکابر حسین احمد

مکتوب نمبر ۴۴

وسط شبان میں جبکہ مبارک دہولانا عبد الملیم صاحب لکھنؤ جانا ہوا تو انہوں نے
 ذکر فرمایا کہ آپ حج کے لیے تشریف لائے تھے، مینا، اور اسی بنا پر مولانا سیہان صاحب

آپ کو رخصت کرنے کے لیے پیشکش لکھنو تک گئے تھے، اس کو سن کر تعجب ضرور ہوا تھا کہ ایک ایسی کس طرح ارادہ کر لیا گیا، مگر کوئی وجہ نہ تھی کہ مولانا موصوفت کے قول پر یقین نہ کیا جاوے، ان انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اولاً حیدرآباد تشریف لے جائیں گے، پھر وہاں سے براہ راست حجاز تشریف لیں، انہیں گے، ۲۰ فروری کو جبکہ بن ایک ضرورت سے سہارنپور گیا ہوا تھا، وقت صبح معلوم ہوا کہ حافظ محمد یوسف کو آپ کے سہارنپور تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے، اس کو سنکر میرے تعجب کی کوئی انتہا باقی نہ رہی، کیونکہ دونوں خبریں میں میں منافات تھی، تاہم میں نے بحیثیت حافظ صاحب موصوفت اور ان کے بڑے بھائی حافظ یعقوب صاحب حاضری کا ارادہ کیا تھا، اور اسی بنا پر حافظ یوسف صاحب کی دکان پر آیا، موٹر موجود تھا کہ خبر آئی کہ آپ کے بھائی صاحب کو رستہ پٹے گئے، اس لیے ہم سبھوں نے ارادہ فریج کر دیا، اگر یہ معلوم ہوتا کہ آپ موجود ہیں تو ضرور حاضر ہوتا، اسی روز شام کو جب دیوبند پہنچا تو وحید نے کہا کہ آپ کا خط آیا ہے، کہ آپ سہ فروری کو دیوبند آنے والے ہیں، اس لیے میں نے اس دن نفل و حرکت بند کر دی، بندہ کہ اس نے بتا یا کہ وہ فروری ہی تھی، اس نے غلطی سے سہ فروری پڑھا تھا، اس کے بعد غالباً سہ فروری کو سہارنپور گیا، اور آپ کے بھائی صاحب کے کوٹھی پر ملائی ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ دریا باد تشریف لے گئے، میں رمضان شریف سہٹ کر دن گا، یہاں کے لوگوں کا بید تھا تھا، باوجود ڈھانے کے جب کوئی صورت نہ ہو سکی تو مجبوراً ۲ شعبان کو وہاں سے روانہ ہو کر کم رمضان کو یہاں سہٹ پہنچا، ایکسپریس راجہ راستہ میں فوت ہو گئی، یہاں ہی آپ کا وانا ملا، اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ نقشہ بھی ملا، اس سے پتے ہوئے ناعبدالہی صاحب ندوی کا وانا ملا، حیدرآباد سے آیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ روانہ سفر کر رہے ہیں، خداوند کریم ہم سب کے لیے مبارک فرمائے۔

ایسے امور میں اجازت کی کیا ضرورت ہے اور خصوصاً مجھ جیسے نابکار و نالائق ننگ شان سے۔
 اس سفر میں آپ کا چپکنا موجب تعجب اور عجب ہے، ان اہل دل بزرگ کا جو آپ
 بھی میرے نزدیک نہایت گرا ہوا ہے، مگر جب آپ کو اس سے اطمینان ہو گیا اور طبی جہالت
 پیدا ہو گئی تو پھر اس میں کوئی گفتگو ضروری نہیں۔ مقصد اصلی ازالہ اضطراب و جس مقام و محلہ اللہ
 حاصل ہو گیا، تاہم میں مختصر طور پر کچھ عرض کرتا ہوں، اگر سمجھ میں اس کی مناسبت اور افادیت
 آئے تو بہما درز کا لاسے پریشاں خاوند۔

محترم! جناب باری عز و جہ کی وہ صفات جو کہ تقضی عبودیت ہیں، ان کا مرجع و بانی
 کی طرف ہوتا ہے، اول مالکیت نفع و ضرر، دویم محبوبیت۔ اول کو جلال سے بھی تعبیر کیا جاتا
 ہے، اور ثانی کو جمال سے، مگر یہ تعبیر ناقص ہے، جمال محض مالکیت ضرر پر متفرع ہوتا ہے جس طرح
 جمال اسباب محبوبیت میں سے ایک سبب ہے، وجوہ محبوبیت علاوہ جمال کے کمال ترہ
 احسان بھی ہیں، سبب اول یعنی مالکیت نفع و ضرر کا اقتضا عبودیت حد و عقل میں رہ کر ہونا
 ضروری ہے، اس عبودیت میں تاہد کی ذاتی غرض چونکہ باعث عبادت ہوتی ہے، یعنی
 طبع یا خوف یا درون۔ اس لیے یہ عبادت اس قدر کمال نہ ہوگی جس قدر وہ عبادت جس میں
 محض رضا، عبودیت، مقصود ہو، تاہر ہے کہ محبوب کی جو کچھ طاعت اور فرمانبرداری کیجاتی
 ہے، اس سے محض اس فی رضا مطلوب ہوتی ہے، لہذا ضروری تھا کہ دونوں قسموں کی عبادت میں
 دین کمال میں ملحوظ ہوں، قسم اول پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول نماز و
 زکوٰۃ ہیں، اور قسم ثانی پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول روزہ اور حج ہیں،
 روزہ محبوبیت کی منزل اول اور حج منزل ثانی ہے، تفصیل اس اجمال کی ہے کہ عاشق
 پر اور نہیں فریضہ ہی ہے کہ اختیار سے قطع تعلق کیا جائے جو کہ روزہ میں ملحوظ رکھ گیا ہے

دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا اور، خیرین، عسکانت نے اگر ہر سے تعلقات
 کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حکم مَن شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ تَلَصُّمَهُ اور من نامہ رمضان ایماناً
 (الحدیث) اگر استیجاب صوم رمضان کا پتہ چلتا ہے تو حکم اجتناب لیلہ ومن صام رمضان
 (الحدیث) وغیرہ استیجاب قیام رمضان کا بھی پتہ چلتا ضروری ہے اور چونکہ کہاں عمومی
 کے لیے محض مالوفات نکلائے گا جو کہ اصل الاصول میں ترک مطلوب نہیں، بلکہ ان کے علاوہ
 مہامی اور شہتیاہت نفسانیہ کا ترک بھی مقصود ہے۔ من لہر مدیغ قولہ الذود، (الحدیث)
 اور رب صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع (الحدیث) اس کے شاہد عدل بن جب
 ترک اختیار کا اثبات (جو کہ منزل عشق کی پہلی گمانی ہے) ہوگی، اس کے بعد ضروری ہے کہ دوست
 منزل کی طرف قدم بڑھایا جاوے۔ یعنی کو پڑ محبوب اور اس کے وار دیار کی جہ سائی کا نذر
 حاصل کیا جائے۔ اس لیے ایام صیام کے ختم ہوتے ہی ایام حج کی ابتدا ہوتی ہے،
 جبکا اختتام ایام عمر افزائی پر ہے، کو پڑ محبوب کی طرف اس عاشق کا سفر کرنا جس نے
 تمام اختیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے عشق کا رسی ہو، عمومی طریقہ پڑ ہوگا، نہ اس کو سر کی
 خبر ہوگی نہ پیر کی، نہ بدن کے ذریعہ و زینت کا خیال ہوگا نہ لوگوں سے جھگڑا اور لڑنے کا
 ذکر دلالت و کائنات و کائنات و کائنات فی الجحہ کہ من عشق اور کمان، پس کے جھگڑے
 اور لڑائی، کمان ظبی اضطراب اور کمان شہوت پرستی و آرام طلبی، زہرہ کی فکر ہوگی
 نہ شہوت اور میل کا وہیمان، اس کو آبادی سے نفرت، جنگ اور جنگی جانوروں سے نفرت
 ہر دی ضروری ہے۔ وَ سَخِرَ قَوْلُهُمْ صَيِّدًا، اَلْمَرْيَا دُ مَنَعَهُ حُرْمًا، سِرْدُ شُكْرًا، كَرَامًا
 ہے، ایسے عشاق اور بغض نظر غم سے کے لیے بچہ نفرت کی چیز ہوگی وَ اِذَا صَدَّقُوا فَاَصْلَافُ
 اس کا تو دن و شب کی سرگرمی معشوق کا یاد، اس کے نام کی بیٹیا، اپنے تن بدن کو بھلا دینا،

دوست احباب عزیز و آثار بے راحت و آرام کو ترک کر دینا نہ خواب آنکھوں میں
 بھلی معلوم ہوگی نہ لذائذ اہل علمہ اور خوشبودار اور خوش ذائقہ اشرف و البہ کا شرفی ہوگا۔
 بیداری، حواس، فکر، یکتہ سناؤ و عیش و تنگی اکاموس و مختص
 وہ سکی گت خوش اسوہی و نہ بتا رہتا ہے پھر اسکے باز پر وہ پرتی کرتا رہتا ہے، اور تمام حالت
 میں شیخ و فرزند رہتا ہے،

جون جن و بار محبوب اور ایام وصال کی قربت ہوتی جاگی، اسی قدر دلولہ اور نریگی
 اور جوش جنون میں ترقی ہوتی رہے گی۔

وعدہ بھل چون شود نزدیک
 آتش شوق تیز تر گردد
 ۵۔ ان دنوں جوش جنون ہی تری دوانے کو
 لوگ ہر سہ سے چلے آتے ہیں بھانے کو
 خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
 یہ غذا دیتے ہیں باناں تر سے دیرانے کو
 ۵۔ ہر بار است جنون چاک گریباں عدو سے
 آتش افتاد یگان جنش و امان عدو سے

قرب پہنچتے ہیں (میقات پر) تو اپنے رہے سے پہلے کیلے کپڑوں کو بھینک دیتے ہیں
 اس داوی عشق میں گریبان اور دامن سے کیا کام ہے

ہم نے تو اپنا آپ گریبان کیا ہو چک
 اس کو سیا سیاہ سیا چہ کسی کو کیا
 دن و رات محبوب کی دٹ پھینکا کی طرح لگی ہونی ہے (تعبیر پڑا رہتا ہے)۔
 دشت پھر سے یو یو کن سے ہر سے پاتو بدیں سدھارے
 ہر بار برگ سے نمپت جیو اب جن بول پیسپا چو

اگر غم ہے تو محبوب کا، اگر ذکر ہے تو مشوق کا، اگر طلب ہے تو پیو کا، اگر
 خیال ہے تو دلبر کا۔

عشق میں تیرے کو ہم سر پر لیا جو ہو سو ہو
 عیش و نشا تا زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
 کو چاہے محبوب میں پیچھے ہیں تو اس کی درد و ہوا کے ارد گرد پوری فرشتگی کے ساتھ چکر لگاتے
 ہیں اچھو کھٹ پر سر ہے تو کہیں دیوار دن اور پتھر دن پر لب سے
 امرت عین الدیاسہ دیاسہ لینی اقبلہ الجدا سے وذا الجدا سے
 دما احب الادیار شعض ثلثی ولكن حب من مرک الادیاسہ

کسی نے اگر چھوٹی سی خبر دی کہ مشرق کا بلوہ ننان بگہ نمودار ہونے والا ہے تو بے سوز
 ہو کر دوڑتے۔ وہ دن پہنچے۔ کانٹوں کا خیال ہے ذرا سے کے پتھروں کی نگر ہے۔ نگر
 میں گرے، سوز ہے، پہاڑوں کی سفیوں کا ڈھ ہے۔ جنوں بنی، امر کا سماں بندھا ہوا ہے
 بن بن اگر جون ڈھیر دن پڑی ہیں تو کیا پروا ہے، اہل عقل اور اہل زمانہ اگر چھتیاں اڑاتے
 ہیں تو کیا شرم ہے سے

جب پریت بھی تب لانا کمال سنسا رہنے تو کیا ڈھ ہے
 دکھ و زہر ہے تو کیا پلستا اور سکھ ڈر ہے تو کیا ڈھ ہے

اگر نامع نادان مشوق اور عشق سے روکتا ہے تو جس طرح آگ پر پانی کے چھینے اسکو
 در بھر کا ریتے ہیں اسی طرح آتش عشق اور سبک جاتی ہے نادان نامع کو پتھر اڑتے ہوئے
 اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لیے بیابا ہر مانتے ہیں، ع
 اسی رت کر نصیحت دل مرا کھراٹے ہے۔ ۵

وینصحتی یا عاذلی اللالی الذی اصحطت کل الناس فی ارضاءہ

لے ہر تگمیری ہاں اسی رت اور ترون کو جسکے اشوار کھنے کی نون تو میں نے نامہ لوگوں کو اچوش کر دیا۔

اللہ جلون کتا ہرکین میں کے کو پورگہ، ہون قربانی اسی دیوار کو چرنا ہوں، اسی کھی اسی دیوار کو اور میر سے دل میں
 اور دل کو جس کے در ہر یوں۔ سے کوئی بگہ ہوں، ہاں کو گمان، جس کے ہے، وہی سے ۱

تو مناجب کا عیندہ فی الہدیٰ ضمنا بہ و بجمنا بہ

لے ماست گریں ہو چکے ہیں جمال کا تم کھاتا ہوں کہ جس کے لئے میں ضرور تیری انزال کر دینگا (شہنی)

میرے محترم! یہ تمہارا سنا کر کہ چ اور عمرہ کا ہے، اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو

تو زندگی بیخ ہے، وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل و دماغ، روح، اعضاء و ریسے محبوب

حقیقی کے عشق اور دلوں سے خالی ہیں۔ یہاں عقل کے ہوش گم ہیں جس قدر بھی بے عقلی اور شور

ہوگی اور جس قدر بھی اضطراب اور بے چینی ہوگی اسی قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا۔

موسیٰ و آداب و نمان دیگر اند سوختہ جان و روانان دیگر اند۔

کفر کا فردا دین دیند اور ذرہ دردت دل عطار را

عقل و حیا کے عقید ہونے والے عشاق آدم اور راحت کے طلبگار مجسین نبی سچائی

کے اثبات سے عاجز ہیں۔

عشق چون نام است باشد بستا ناموس و رنگ پختہ مغزان جنون را کے جاذب نجر است

اس دادی میں قدم رکھنے والے کو سر فروشی اور ہر قسم کی قربانی کے لیے پہلے تیار

رہنا ضروری ہے، آرام اور راحت، عزت اور جاہ کا خیال بھی اس راہ سمیت ترین ملک

پر ترین میں بدنام کرنے والا گناہ ہے۔

نادر و روتہ تم: پرورہ بد دست عاشقی تیبوہ زندان بلا کشی باشد

یقین کی دان کر آن شاہ کو نام بدست سر بریدہ می و بد جسمام

مولانا المحترم! اس دادی پر غار میں قدم رکھتے ہیں اور پھر ستی کا، سر کے چکر کا

بیماری کا، ضعف کا، تخلیق کا، عزت و جاہ کا فکریہ ہے، افسوس ہے۔ مرد: و اور قدم بچھا

اگر تخلیق سامنے ہو تو خوش قسمتی سمجھے، اگر سامنے جائے تو محبوب کی غنابت جائے۔

میں پر وہ طوطی صفت کون کر رہا ہے، مخدوم کو لیلیٰ کے کاسہ ترڑ دینے پر رقص ہوتا ہے جس سے وہ اپنے خاص نعلی کا اثبات کرتا ہے، اور آپ یہاں چھپکے ہیں کلا واللہ کلا واللہ اللناس بللاء اکالعبیاء خدا کا مثل ناکام مثل قول صادق امین ہے قیمۃ المرء بہتہ

عقدہ الخلد تکاسب المعانی ومن سار العلی سمع اللیبانی
 یہ انداز محنت بند درجات حاصل ہو سکتے ہیں، جو شخص بلند درجہ کا قصد کرتا ہے وہ پربور اور بوجگ ہے۔

سوائے رضا و محبوب حقیقی اور کوئی دامن نہ ہونی چاہیے

دنیا و آخرت را بگذر حق طلب کن کاین ہر دو کو لیا بار من خوب نشان کم

بخوش و بخروش و بپریش و بپریش

مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی دیوانگی کے بڑھینا آپ کا بہت وقت ضائع کیا، مگر کیا کروں کہ اہل پشت کا در پوزہ گر ہوں، ان کی نسبت پینا کیس اور رنگسا دکھاتی ہے، اگر میری عرض غلط ہو، پھاڑ کر پھینک دیجئے، اور ان رنگ حیدر آبادی کے کلمات کو تو یہ جان بنائیے، اور اگر اس میں کوئی جھلک صداقت اور واقعیت کی معلوم ہو تو مولانا عبدالباقی صاحب ندوی اور حکیم عبدالعلی صاحب کو بھی دکھلا دیجئے، غالباً مناسب ہو گا کہ مکلفہ میں سید امین مامم صاحب مرحوم کو آپ اپنا مطوف بنائیں، موصوف حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مطوف تھے، ان کا اگرچہ انتقال ہو گیا ہے مگر ان کی راکیاں ان کے منصب پر قائم کی گئی ہیں، اور ان کے نواسہ سید عقیل عطاس حجاج کی خدمت انجام دیتے ہیں، حتیٰ الوسع پوری خبر گیری کر سکتے ہیں، ان کا کارڈ اس میں موجود ہے، اگر نامنا نہ ہو تو میسرور بیضہ بھی دیدیکئے، آپ سے لوگ لمبئی سے یا کھنڈ سے ... درخواست مطوفی کریں گے، مگر کمزور ہو گون سے تلخ تقریبے حاصل ہوتے ہیں مدینہ منورہ میں

میرے دو بھائی بڑے مولوی سید احمد صاحب اور چھوٹے محمود احمد ہیں، اگر نامناسب
 نہ ہو تو ان سے بھی ملیں، اگر کوئی خدمت درکار ہو تو انشاء اللہ وہ اپنی طاقت کے موافق
 اس میں پورا حصہ لیں گے، مولانا شفیع امین صاحب ٹیکسوی مکہ منظر میں حضرت حاجی صاحب
 قدس اللہ سرہ العزیز کے خادم اور خلیفہ اور حضرت گلگاہی قدس اللہ سرہ العزیز کے حدیث میں
 شاکر و نہایت پاکیزہ شخص موجود ہیں، ان سے بھی ملیں اور میرا سلام عرض کر دیں، دعا کی طرف
 بھی ظاہر فرمادیں، کوشش ہوئی چاہئے کہ دونوں مقدس مقامات اور راستہ میں خدمت میں
 وقت نہ گزرے، خصوصاً عذبات کا دن بعد از زوال نماز ہی غنیمت ہے، اس کا ایک لمحہ
 بھی ضائع نہ ہونا چاہیے، اگر لوگوں کی بالخصوص وہاں کے مکان اور حکام کی زد و گداز
 نظر پڑے تو اس کی طرف توجہ نہ کیجئے، اپنے کام سے کام لے لیں، اپنے اس ملاحی و نابکار
 سنگ و نیار و سیاہ خادم کو بھی دعوات و ملاحیوں یاد رکھیے کیا عجب ہے آپ حضرات
 کی دعائیں نلاج اور نجات کی اسباب بنائیں، بہتر تو یہ ہوتا کہ کچھ دنوں پوری ہمت اور محنت
 کے ساتھ اذکار وغیرہ کر لینے کے بعد حج جوتا، اور زیارت کی مقدس نعمت حاصل کی جاتی تاکہ وہ لوگوں
 کی حقیقت سے انصال کی ثواب آتی، مگر جب قصد کیا گیا تو پورا کرنا ضروری ہے، جہانگ
 جو سکے غفلت کو راہ نہ دیجئے اور ذکر میں مشغول رہیں، عین ذکر دم شاہد رکھیں
 میں انشاء اللہ سوال کی پانچ تک یہاں سے روز بروز جاؤں گا، اور اگر منظور نہیں ہے
 تو وحید بھی حج میں آپ کے ساتھ ہو گا، خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپ سب کو کوئی نعمت حج
 زیارت سے مالا مال کرے، آمین اور ان دعاؤں اور تلقینوں کا سب سے سلام عرض کر دیں۔
 ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ زیارت افس سہٹ۔ سنگ و اکابرین، احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۴۵

(۱۱) سفر حج و زیارت نہایت مبارک سفر ہے، کوئی ضرورت اجازت طلب کرنے کی نہیں، اور بالخصوص حج جیسے نالایتی ذنکارہ سے، اثنائاً لامر میں الفاظ ہی ادا کرنا اور تاہون، تشریف لے جائیں، اللہ تعالیٰ قبولیت فرمائے اور باعث قربت خوشنودی کہے۔

(۱۲) میں پہلے عریضہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں، وہی میرے نزدیک، ان دونوں عبدو تو کے لیے اصل الاصول ہے، اسکی کوٹھ نظر بنائیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کاسرہو میں اٹھارہ ماہ بھی راستہ میں مط نہ کر ڈالیے، سفر حرمین شریفین اور وہاں کی قارت وغیرہ کے مشقت بھی بہت سی معتبر مسلمات حاصل ہوں گی،

(۱۳) اونٹوں کا سفر کوئی مقصود بالذات نہیں، جبکہ موٹر کا سفر بہت مصالح کو کھولتا ہے، تو جہاز اور ریل کی طرح اس کو بھی فیصلت ہی ہوگی، اسکی کو اختیار فرمائیے،

(۱۴) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مسلک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے، دینہ منورہ کی مائتھی محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت

حاجہ ابن تیمیہ کے عقائد میں فضیلت پر جانے کے اور زیادہ تفریحی میں اہل علم مختلف ہیں، چنانچہ ہمیں یہ لکھنا پڑتا ہے کہ یہ تفریحی تفریحی ہے، تفریحی عرف سفر مقصد زیارت کا، کاروبار صاحب مدام نے خود ابن تیمیہ کی عبارتیں نقل کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ محض زیادہ تفریحی کو فریضہ قرار دیا، بلکہ غیر ممکن، غیر مقدر، ورتق، وجود رکھتے ہیں اور عزم زور و اقتدار اور لاف لہذا لہذا زیارتی واقعہ ہے، اسکو خارج سمجھتے ہیں، حالانکہ تفریحی کا زیادہ بہت اہل تربت اور مختلف استجاب یا موجب صیباہ ابن ہبیرہ نے کتاب تفتاح الایمان میں تصریح فرمائی ہے، اتفاقاً مالک و الشافعی و ابو حنیفہ و احمد علی ان زیاراتہ النبی من افضل المساجد و اشد معنی اور بکثرت ہی، ابو حنیفہ و احمد علی کا اتفاق ہے کہ تفریحی کی زیارت سے زیادہ

اور آپ کے توسل کی عرض سے ہونی چاہیے، آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین، شہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے، اور از قفل حیات و نبوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے، آپ سے توسل نہ صرف وجوہ ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا، بلکہ اس پر زخی وجوہ میں بھی کیا جانا چاہیے، محبوب حقیقی تک رسالہ اور اسکی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے، اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے دینہ منورہ جانا چاہیے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصوں کی کوشش کرنی چاہیے، مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے، مگر ادنیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے تاکہ کمال تہجد اکابر یا سنی دینی روایت پر عمل ہو جائے

۱) ذکر میں جو طریقہ اتنا کرتے رہے بہتر ہے، ایسے وقت میں یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ، ٹک کر ٹھننے لگیں تاکہ خیزد جاتی رہے، یہ وقت کی تعیین صرف ابتدا میں ہے، اصلی مقصد یہ ہے کہ خلوت اور جلوت، مدورفت، نشست و برخاست ہر حالت میں یہ ذکر جاری ہو جائے اور کوئی سانس بلا ذکر نہ سکے، تہجد اور عدم تہجد ہر دو حالت میں ذکر جاری رہے۔

۲) اربعہ ماہیہ میں ۱۰۰ ہتھکاموں میں سے کسی اور زیارت شریعہ کو ابن تیمیہؒ جائز فرماتے ہیں یعنی مسجد نبویؐ کی زیارت کرنا اور اس میں وقت و نفل عبادت و سلام جیسا کہ وقت و نفل تمام مساجد کے شروع ہوا ہے، مراد ایسے ہیں، مالا نکلا سپر اطلاق زیارت کرنا نہ ہتھکاموں سے نہ نماز و نفل اور نہ ہی بقول مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کا عجب فائدہ لکھنا جو اکتفا و کمال سے نفع نہیں کیسے، لہذا ہتھکاموں میں اس کی جگہ ہے کہ حضرت امام العصر دست بردار تہجد و تہجد رنگ غلاب سے اور دربار حبیب معلوم ہوتی ہیں فیضیہ ہر نیکانہ ہے، اور نماز عبادت پر کہ یہ منورہ کی کاغذی مہن جناب سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے توسل کی عرض ہوتی چاہیے، اور خداوند عالم سے عقل گوید تہجد بہت واجب ہے تہجد بہت مستحب ہے

عشق گوید بہت واجب ہے ہر اس وقت میں

(۶) نماز میں کسی شخص کا حضور نہ دیکھنا، بلکہ حیا، تلوّب میں نماز کے لیے طریقہ درگیا گیا ہے اس کو عمل میں لائیے، انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی ملفوظات (غیر انفیہ) پنچیس، مگر انیسویں پر کرنا و ذوق، عقیدہ عدیم، لغزستی ہے کہ مظالم کرنا سخت دشوار ہے، ہمارے اسلاف پر نسبت چستہ ہی غالب ہے اگرچہ دوسرے طریقے میں بھی ان کو اجازت ہے، حضرت خواجہ علاء الدین عابدی صاحب قدس سرہ جن کے اصل سلسلہ سے اسلاف کا، کتاب اور سلوک ہے، جس میں بہ نسبت سلسلہ نظامیہ سوز و گداز اور اضطراب و شورش عشق بہت زیادہ ہے اور حضرت محبوب بھائی قدس سرہ الفریزہ و ذوق ایک ہی در کے دو پوزہ گرین، اس لیے اور ایسے کہ سلسلہ نظامیہ میں بھی ہمارا اکابر کا سلوک ہے تہق اور تناب ہونا ظاہر ہے، ائمہ ثانی ان بزرگوں کے فیوض سے فیضیاب فرمائے، بزرگوں کے شہون بھی جدا ہوتی ہیں، امتعات اور توجہ کی حالتیں ملوثہ علیحدہ ہیں، طبعی تناسب کو اس مبارک سفر میں جہان تک ہو سکے دل کو مطمئن رکھتے ہوئے ذکر میں حضور قلب کے ساتھ پوری جدوجہد قائم رکھیں

دینہ منورہ میں کم از کم آٹھ دن ضرور قیام فرمائیں، بعض روز ایٹون میں ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نماز میں اس طرح پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے کھڑے نفاق و درنا سے براہ راست کھچی جاتی ہے، لہذا آٹھ دن اس التزام کے ساتھ فرمائیے کہ مستقل طور پر چالیس نماز میں باجماعت اولیٰ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں ادا ہو جائیں، اور حتیٰ الوسع کوشش کیجئے کہ اس حصہ میں یہ قرائن ادا ہوں جو کہ زمانہ نبوت میں مسجد تھا، اس کی علامتیں ستونوں پر بنی ہوئی ہیں، ہر ستون پر اس صفت ستون کے بالائی حصہ پر لکھا ہوا ہے، بلکہ اگر چوسکے تو قرائن، روضہ میں رباعی الجنتہ کی حد میں ادا کریں، ان ستونوں پر

زیرین حصہ میں قدم آدم تک سنگ و راکھ ہو اسے، نماز اور جماعت کی آسانی کے لیے حرم نبوی صلی
 صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کے قریب مکان، مثلاً زیادہ تر مرد و عوان ہوں گے، بھائی صاحب کو میں نے
 کھو دیا ہے، اگر آپ عبدان سے مل لیں گے تو وہ آپ کی مدد میں کوئی بھی ذکر کریں گے، ان کے نام کا
 یہ لفظ بھی رکھتا ہوں، وہ حرم شریف کے بہت قریب باب النساء کے طرف میں رقیق البدن میں رہتے
 ہیں، لیکن ہے کہ وہ ان کوئی سارے مکان خالی لمبا ہے، یا وہ اپنے ہی مکان میں کوئی خالی قلعہ ہے
 سلیں، تو زیادہ آسانی ہوگی، آپ جس طرح مجھ سے نکلتے ہوتے ہیں وہ ان زبیرین، وہ ان آپ زوار
 ہوں گے، اور وہ لوگ وہ ان کے ہاتھ سے ہو گئے ہیں، شہر سے، زبان سے، ضروریات سے واقف
 ہیں، ان کو آپ کی خدمت کرنی چاہیے، اور آپ کو ان سے خدمت لینا چاہیے، میں ایک دوسرا
 خط شیخ خلیل آغا خوجہ سے حرم نبوی اور خادم حجرہ شریفہ صلی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کو لکھتا ہوں
 اگر حرم شریف میں رات کو رہنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ آپ حضرات کی مدد دینگے اور سہولتیں
 پیدا کریں گے۔

انجناب کی اہلیہ محترمہ کی غیبات بھی آپ ہی کی غیبتوں کی خلال میں میری جو حالت ہو وہ تو ظاہر ہے

بظن الناس بخیر وانی نسأ الناس ان لم یعت عینی

لوگ میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں، لیکن اگر وہ درگزر نہ کریں تو میں سب بڑا آدمی ہوں،

کیا عجیب ہے جب اور بزرگوں کے حسن ظن اور غیبات ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نجات کر دے، والسلام

۱۳۳ھ، خلافت، محرم ۱۳، رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۴۶

مولانا محمد علی صاحب کاتکوہ اور خٹکی سبھاچی، مجھ کو یہ خبر متعدد طریقوں سے ملی تھی کہ پندرہویں دن پہلے سے بڑے زور و لہجہ پر تیار بیان ہو رہی تھیں، اگر ایسے رہنما ان اسرا نجات اور نفع دہن خیرین نمود و نمائش کو نہ چھوڑیں گے تو عوام الناس کس طرح اقتصاد اختیار کریں گے، یونین، ان کی تمام کمیوں کو سر اور آنکھوں پر کھتا ہوں، نشا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر مین دیوبند حاضر ہوں گا، جسٹن مولانا محمد علی صاحب کے بیان عقد تھا، اسی دن شام کو بعد از عشاء مولانا عبد الباقی صاحب کا بھی عقد اچھے گاؤں علاقہ بارہ بنگی میں ہوا، شاہ اللہ انتہائی سادگی تھی، باہر کے لوگ فقط ہم چار آدمی تھے، مولانا عبد الحلیم صاحب، ڈاکٹر عبد الہی صاحب، ایضاً لائق، خواجہ عزیز الرحمن صاحب اور باقی دو یا تین ان کے بھائی اور خود اور ان کے والد صاحب، ہر فاطمی ہوا، کوئی ترک و احتشام نہ تھا، زینت ثانی نے بھی اس کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ طرفین کو مبارک کرے، مولوی حبیب احمد صاحب وقت میں نہایت عجیب فریب بزرگ ہیں، حضرت مولانا، اہل بیت برکاتہم کی خدمت اقدس میں سلام مسنون عرض کر دینا، اور درخواست اوعیہ ساتھ گھر میں بھی سلام مسنون عرض کر دینا، والسلام

اذا شئتم سہارنپور، ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

نگ سنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۴۷

مولانا محمد مجرہ ۱۶ اکتوبر، باعث سرفرازی ہوا تھا، ب تو جناب خاتما میں پہنچ گئے ہو گئے اندازہ کریم، بان کی معاصرہ باعث برکات غیر متناہب کرے، آمین

جو با حسیب شہینا و بادہ پیمانی' : یاد آر حریفان بادہ پیمارا

مجان بادہ لہجو تو می امید ہے کہ جناب وہاں پر اپنے اوقات کو مشاغل حقیقہ میں
عرفت فرمائیں گے جس کے متعلق ہدایت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ایک ضروری
عرض محض اخلاص کی بنا پر کرتا ہوں، اور امیدوار ہوں کہ کسی غیر فعل پر عمل نہ فرمائیں،
میں نے حسب ارشاد حضرت مولانا دارالت برکاتم اور آپ حضرات کے ارشاد پر اس وقت
بیعت کر لی تھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی بدحوالی، روسیاسی، ناکامی پر نہایت زیادہ
گریہ کن ہوں اور سخت شرمندہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا دارالت برکاتم کے ربادہ
میں پہنچا دیا ہے، اور مولانا کو آپ کے اور آپ کو مولانا سے اس اور تعلق پیدا ہو گیا ہے،

واللہ الحمد اللہم زد قزد۔ اب مناسب اور ضروری ہے کہ آپ مولانا سے بیعت بھی
کر لیں، مجھے تو می امید ہے کہ مولانا دارالت برکاتم، اب آپ کو نہ ٹالیں گے، میں نے خود
بھی ان دنوں جب حاضر ہوا تھا، یہی عرض کیا تھا کہ آپ جب تشریف لائیں اور در خوا
کرین تر جناب ان کو ضرور بیعت کر لیں، قواعد طریقت کے اصول پر بیعت کر لینا زیادہ
مفید اور کار آمد ہے، اور اسی کی بنا پر فیض کی زیادہ تر امید ہے، مجھ و سب کو کبھی کبھی ڈھڑکا
عامک سے یاد فرمایا کریں، نیز مولانا دارالت برکاتم سے بھی دعا کی التجا کر دیا کریں، جو ار جناب
مولانا عاشق الہی صاحب کی تحریر سے متراغ کیا ہے، عجب نہیں کہ وہ صحیح ہو، مگر مصومیت تو سوائے
دنیا، علیہم السلام کسی کے لیے نہیں۔ والسلام، دزد یوبند، ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۰ھ

نگار مسلمان حسین احمد غفرلہ

(حاشیہ کتب فرہنگی) ہم نے یادگار مسلمانین بیعت، حکمت بیعت، ثبوت بیعت، اتمام بیعت، اور مسلمان
پر مفصل لکھا ہے، اس کو ملاحظہ کریں، البتہ تکرار و تہذیب بیعت جو علماء و مشائخ میں عام ہے، اسی میں
(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)

مکتوب نمبر ۴۸

اس مبارک جہاد پر جس قدر بھی آپ کو مبارکبادی دون کم سے، اللہ تعالیٰ عرفین ملک
مخلاف ثلاثہ کے لیے دینی اور دنیوی برکت کا ذریعہ فرمائے آمین۔ چونکہ مولوی عبد الرحمن
لکھنوی مرحوم سے مجھ کو بھی ذاتی تعلق ہے، اس لیے اور بھی زیادہ غمناک ہوئی، البتہ آپ کی پہلی
اپنی عمر نہ کے طبی طحال کا خیال ہے، مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ، سجدوار، دیندار، نیک مزاج عورت ہیں

دقیقہ حاشیہ ۱۳۴۱ء کسی قدر تفصیل کا ضرورت ہے، سو جاننا چاہیے کہ اگر کوئی شخص ایک مدت تک ایسی چیز کی خدمت
میں حسن اعتقاد کے ساتھ رہا اور اپنے اندر اس کی محبت کا کوئی اثر نہیں پایا تو اس پر ضروری ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دے
لیکن حسن ظن پر قائم رہے، کیونکہ ہر ملکہ ہر کہ دو شیخ کمال رہا ہوا اور اس کا حصہ اس کے پاس نہ ہو، لہذا دوسرے شیخ
کی طرف رجوع کرے، اگر ایسا نہ ہو تو اس کے سنی یہ ہوں گے کہ قصہ غمناکی نہیں بلکہ شیخ پرستی جو جو جائز نہیں
یہ اسی طرح شیخ دینا سے نصرت ہوگی اور مزید ترکیب نفس و تطہیر باطن کی ضرورت رہا تو جائز ہے کہ یہ شخص دوسرے شیخ کی طرف
رجوع کرے یا شیخ موجود ہی لیکن اب ملاقات کا امکان نہیں تو بھی دوسرے شیخ کو اختیار کیا جا سکتا ہے یا شیخ کے
دنیا کات خراب ہو گئے، عادت وغیرہ کا جو گروہ گیا تو بھی ایسے شیخ کو ترک کرنا اور دوسرے کو اپنا مشرف بہا بنانا
لازم ہے، جن تیر حضرت قطب الدین بکھتیار کا کاٹنے فرمایا ہے کہ بویست میں بھی تجدید پائی ہے اس کا کٹنا لیکن حضرت
سید عبداللہ بن بخاری جو محمد دوم بنیان جن گزشتہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ بھی تھریہ بویست کے قائل تھے، حضرت
شیخ احمد سرہندی الفتاویٰ نے اس سکر بہت مل بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ ہم درج کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ
صاحب کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ عمر و عثمان وغیرہ کے ہاتھوں پر بویست کی نئی ہفتوں، اس بویست سے مفصل
اس پر دینی ہی رہتے بلکہ کلمات اطہی کا حصول بھی تھا، یہ کہ کسی طرح جائز نہیں کہ فیض اور یا بعد موت بھی اتنی
لہذا دوسرے شیخ کی طلب ضروری، حالانکہ او یا کا فیض ماننے کے بعد اتنا نہیں چاہتے کہ کمال تک پہنچا لیکن
(ذاتی ص ۱۳۶)

اس لیے جھک توی امید ہو کہ وہ نہ صرف خوش و خرم رہیں گی، بلکہ وہ آئندہ آپ کے اور آپ کی عہدہ الہیہ عزت
 کی خوش دہی اور طہارت کی سعی میں بھی حصہ لیں گی، جھک کر بھی توی امید ہو کہ آپ حتیٰ الامکان دونوں
 کے حقوق میں اتنا اللہ مساوات اور عدالت کو کام میں لاتے رہیں گے، اور اپنی طاقت کے موافق کوئی
 ایسا عمل نہ کریں گے جس سے کسی کو رنج و ملال کی نوبت پیش آسے، اگرچہ ازواج مطہرات کے واقعات
 ہم کو ایسے مساوات میں مشغول نہایت کام دے رہے ہیں، ہر چند میرے لیے اس وقت یہاں سے
 باہر جانا سخت ضرور سامان ہے..... بہتر تو یہی ہے کہ معاف کر دیا جاؤں، والسلام، از ویونہ
 ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

لے جائیں
 یا لے لیں

دقیقہ ناشیہ ص ۳۵، اگر موت کے بعد بھی فیض کا نزع ہوتا ہے، کیونکہ تمام اہل مدینہ نبوت کے زما سے
 ہنسکھل صحابی ہوتے اور کسی کو دیا کی صحبت کی ضرورت نہ پاتی رہتی، حالانکہ کچھ شہادہ ہے کہ اہل حرمین شریفین
 ہمیشہ صحبت و بیعت اولیاء اپنے منورہ و پاک منظر اور دوسرے شہروں کی اختیار کرتے رہے، اور صرف قبر نبوی صلیم ہی سے
 استغاضہ پر قائم رہتے، اور یہ تو یہی بات ہے کہ فیض مردہ شل زندہ نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ فیض پہنچنے والے اور
 فیض حاصل کرنے والے میں مناسبت ضروری ہے، اور یہ چیز مرنے کے بعد جاتی رہتی ہے، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بعد
 وفات کے مناسبت باطنی اور ربط منوی حاصل ہوتا ہے، لہذا اموات سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے تو کہا جائیگا کہ جو زندہ
 میں حاصل ہو سکتا ہے، اتنا مرنے کے بعد کہاں حاصل ہو سکتا ہے، یہ ایک بڑا بڑا زور پیش کار ہے، بہتر ذمہ اور شہ مردہ
 اس مکتوب گرامی سے ایک اور بیعت بھی جواز نکال کر بیعت کی ثابت ہوتی ہے، جو کہ شیخ اولیٰ کی لہذا ذکر دوسرے شیخ و بیعت کرنا
 بشرطیکہ تعلیم و تربیت اور سلسلہ و شیعہ کا ایک ہی ہو، حضرت مولانا، خانوی اور حضرت امام العصر و امت برکاتم و مولانا
 نے تعلیم و تربیت صحابی، داد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پائی ہے، میرے نزدیک تو اس کا بھی ضرورت نہ تھی
 کہ تہذیب و بیعت کہاں سے، بعض تعلیم و تربیت کافی تھی، مگر فرست دلی پر قربان جائیے، اگر شیخ کی تعلیم پر عین و جواز
 اس کے کہنے پر اطمینان نہ ہو، اس کا مگر کچھ پیسے گا، وہ برابر فیض نہ ہوگا، یہ تعلق پڑنا تا تک ہی ہو سکتا ہے، شہادہ
 درانی ص ۳۶

مکتوب نمبر ۴۹

والا نامہ صادر ہوا، بخیر و عافیت پہنچنے کی خوشی ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے بارے میں جو آپ نے فرمایا ہے، یہ واقعہ ابتدائے اسلام کا ہے، جبکہ نماز کے اندر فعل کثیر ممنوع نہ تھا، اور اس قدر تعین نہ تھی، جب کہ اب بھی ضرورت شدیدہ شدتوں وغیرہ کی حالت میں فعل کثیر اور تحول عن القبلہ کی اجازت ہے۔ مثلی ہذا القیاس یہ صورت ہے۔

امرثانی یہ کہ جھکو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کے گھر میں تمام نمازوں کو بیٹھکر پڑھتی ہیں، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کم از کم نمازوں کو ضرور کھڑے ہو کر پڑھنا ہی اولیٰ ہے۔
والسلام۔ تنگ اسلانت حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۵۰

والا نامہ چھٹی شدہ باعث سفر فراری ہوا، احوال مندوبہ سے اگاہی ہوئی، بہت زیادہ تعلق اور اندوہ کے باعث ہیں، پھر معلوم آپ پر ان کا کیا اثر ہوگا، و لے افتادہ شکلیاں آسمان سے پہلے بھی بدی کی گئی تھی، اگر نیت بخیر تھی، امید تو یہ ہے کہ اجر سے خالی نہ ہوگا، ان نفس کی قدر سے اجتناب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۶) کہ گیارہ سو رشتہ داری اور کیا یہ بے شک کہ وہ رشتہ تعلیق ہی انسا کر اور دو صفت ہو گیا، اگر کہا جائے کہ ذاتی نہیں رہا، تو صلوات نہ ہوگا، اسکا اعتراف مولانا دریا بادی مدظلہ نے اپنے اور جنوری سنہ کے گرامی نام میں کیا ہے، حاشیہ مکتوب نمبر ۴۸ (۱) مولانا عبد الرحمن صاحب رحمہم واقعہ انجمن کے ساتھ جو بڑے دہن اور فاضل تھے، لیکن شیعتانہ اور کلمے زناد کیا، اور جو ۳۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، اناشدہ۔ آپ کی اس خبر سے مولانا دریا بادی سے غالب مدت کی چرچا میں حقد ثانی کیا، وہ پھر چند روز کے بعد طلاق دیا، واقفہ بطور ہوا، اس مکتوب گرامی میں ہی جاہب اشارہ ہے۔

تو ضرور ہوئی چاہیے، اگرچہ بہت باقی ہے، موجود صورت میں بظاہر فراق ہی بہتر معلوم ہوتا ہے
 خصوصاً جبکہ والدہ ماجدہ کا حکم بھی برابر نافذ ہو چکا ہے، اور عمل کا حکم ہے، استخارہ سات مرتبہ کیجئے
 اور اگر قلب کی حالت فراق ہی کی طرف میلان رکھتی ہے تو اس پر عمل کیجئے، فریق ثانی کے لیے
 فکر سے نابل نہ رہیں، اور ان کے خاص لوگوں کو جو کہ اس امر میں سائل یا مہدر ہے تھے اپنی
 منذوری علیحدگی میں مل کر با حسن و جوہ سمجھا دیجئے، اور اہلیہ محترمہ کے ساتھ بعد از فراق بھی
 گفتگو کی اعانت بعد از عدت قائم رکھیے، اگرچہ بقدر تامل ہو، طلاق صرف ایک ایام طہ میں
 دو گواہوں کے سامنے تحریری یا زبانی دیجئے اور اہلیہ قدیمہ کو بھی اس کی اطلاع دیدیجئے،
 آپ کا لہجہ علی برادر کی اعانت اور اجماع کی ہانت میں بہت سخت ہو گیا ہے، افسوس کہ
 شوکت صاحب کے معاملات قابل تاویل باقی نہیں رہے، مسلمانوں کا منتقل روز بروز آہستہ
 ہوتا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں فرائض و ذکر سے قائل ہرگز نہ کریں،

من ذکر دم شہادہ رکبند

اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری اور مسلمانوں کی مدد فرمائے، والسلام

از دیوبند ۲۶ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ، ننگ سلاخ میں اور غور

مکتوب نمبر ۵۱

آپ نے بہت اچھی کہ رنگوں کے خطا کو شائع نہیں کیا، میں بید شکر گزار ہوں اور نہایت
 ادب اور پروردار تہجہ کے ساتھ عرض رسان ہوں کہ ہر بانی فرائض اس قسم کی تحریر کبھی ہی ادراک
 میں آئے نہ دیجئے، بلکہ ذہنی تذکرہ تک سے ہی تعلق پر ہیز فرمائیے، مجھے تو آپ نے بھی سکھایا ہے
 کہ آپ میری تعریف اچھو کہ میرے نزدیک بالکل غیر واقعی ہوتی ہے اور انسان کو اپنا علم حضور

مکتوب نمبر ۵۲

والانامہ باعثِ صبر فرمائی ہو، تھانہ بھون کی تشریف ازدانی کے متعلق سمجھ رو سیاہ
 و نالائی سے اجازت چاہنا عجیب بات ہے، میں تو خود ہی ناکارہ ہوں، اور اس امر کو ہمیشہ
 عرض کرتا رہا ہوں۔ ہناوٹ اور کسر نفسی سے نہیں، بلکہ حقیقتِ انامہ کی بنا پر، مگر میری عرض
 پر گفتات نہیں کیا گیا، اس سے بڑھ کر کیا چیز غشی کی ہو سکتی ہے کہ معتد اہل اور محبوبِ حقیقی
 کی بارگاہِ اقدس تک رسائی ہو، جو کہ حضرت مومنا دامت برکاتہم کی بارگاہ میں ارجا ہو۔
 اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضیات سے نوازے۔ آمین۔ والسلام

از دیوبند، ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۵۳

یاد دہری کا شکر ادا کرتا ہوں، اور ساتھ ہی ساتھ اس کی شکایت بھی ضرور کرتا ہوں کہ
 اہنباب مغرب خانہ پر مہارن کی آمد اور ان کی خدمت کو ہوش یا سرا سے قرار دیتے ہیں،
 کیا مہارن کا آنا خوش نصیبی نہیں ہے، کیا مہارن کی خدمت سنن انبیاء خصوصاً سنت ابراہیمی نہیں ہے
 کیا مہارن تو اہلی درجہ کے مفاتر ہیں سے نہیں ہے، کیا ارشاد نبوی نہیں ہے من کان یومن
 باللہ والیوم الا حوزہ فلیکرم صیدہ۔ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات
 میں مہارن کی خدمت کی تاکید نہیں فرمائی ہے، انا لہب العجب۔ میں مہارن کی کبھی بھی انکے مراتب
 کے برفی خدمت نہیں کر سکا جس سے ٹھکانہ خود شرمندگی رہتی ہے، اس پر آپ کے ایسے الفاظ

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا اثر کر رہے ہیں۔ کاش آپ میرے بڑوں حضرت شیخ الحدیث اور حضرت ابو موسیٰ
 کو ملاحظہ فرماتے اور پھر فیصلہ کرتے کہ میں کس قدر قاصر ہوں۔ اعوذ واجباً سے سلام سنوں عرض کر دوں
 والسلام - از دیوبند ۲۱ رجب ۱۳۳۵ھ
 ننگ اسلامت حسین احمد غفرلہ

دعائیہ کتب نمبر ۵۲) کسی قسم غلطی کی وجوہات اپنی کچھ میں رائے مجھٹ اسکونفا کدینا اور اعتراض کا ایسا ذرا تانتیا
 کرنا جو علم کائنات کے سنی اور سادی و شاگردی پیری و پری و دیگر طریق کے ذریعہ سے محبوب ہو سکا اور یا بادی
 کا شاہد بن گیا ہے جو دماغ و اثر اب تو وہ اچھے خاصے درویش بھی ہیں گستاخی نہ ہو تو یہ دہلی زبان سے عرض کر دوں کہ
 ماہرین طریقت کی اتباع ہی میں سب کچھ پر بزرگوں کا قول بڑا اعتبار تھا جیوں کا اعتقاد تھا ہر چیز کے اندر
 اسرار و دلائل کا ہر صوفی صاحب ہمت نہیں ہے۔ اتباع ہی بہتر ہے باقی جنہوں نے سارے دست و پا دین پر بھی وہ جانتے ہیں
 کہ معائنہ فرمائی گا کہ وہ جو ترمذی کی یہ روایت تو یاد ہوگا کہ وہاں عرض ہے ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہولنا
 صائم سے دریافت کیا یہ رسول خدا اگر میں کسی شخص کے پاس معائنہ ہو کر گذر دوں اور وہ لہانی نہ کرے اور پھر وہ اگر
 میرے یہاں آئے تو میں کیا کروں؟ انحضرت صائم نے فرمایا کہ تو اس کا لہان نوازی کر۔ اور سزا روایت میں ہے جو نا طلعوا
 طلعنا مکم الا تقیاء اور ہانکی انتہیوں کو کھلاؤ۔ تیسری روایت میں صاحب علی طلعنا مکم یعنی اپنے کھانوں پر کھٹ
 جو کر کھایا کرو۔ حضرت امام احمد و مسند سے یہ روایت ہے جو طار روایات کا بھی ذکر فرمادیا ہے اور تمام روایات کو جاننے کے بعد
 معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوفت کے یہاں جو ہے جو ہے اتباع ہوگی مسلم ہی کے تحت جو ہے وہ مثلاً ایک ہی جیسے اور سنان
 میں کسی کوئی ذوق تہریک ہو جانے میں۔ لیکن جو کل کو کسی پر اعتراض کیا جائے گا۔ ہر نام کے اندر سکر بھی ہو سکتے ہیں لیکن ایک
 روایت دہلی کی ہے کہ تہریک یا تہد میں جو ہے مہر کے درہلک کر سنا ہے بلکہ وہ بڑی ہیں دیکھتا ہے کہ کیا مطلب ہے
 دیکھتی ہے کہ بڑا نام ہے اور کاتب نے میں نے انہی کو آواز دہا ہوا ہے اسے ہر دو کی کہ اسے شہد کی کامل اور دست بڑی کا
 کا ہے ہے۔ شے ہے۔ عرض کے جسے کہ تہریک و روایات ہوں گی تہریک و روایت ہی کہ اصلاح امت کا دہلی تہریک
 فرماتا ہے کہ وہ ہے کہ جو کال دہلی میں آئے ہیں۔ اگر تہریک و روایت تہریک و روایت

مکتوب نمبر ۵۴

مجھ کو نفسی مشاغل سے فرصت نہیں، اور ہر دہلی جانا کجوقت نوٹس غیر مناسب معلوم ہوتا ہے حسب
پر دگر دم وقت پر تازہ نوٹس لکھنے کے لیے، انشاء اللہ جانا ہو جائیگا، تلافی کی تقسیم کیے دوسرے اساتذہ موجود ہیں،
کسی کے بڑھنے کی، انشاء اللہ نوبت آئیگی، مولانا عبدالحلیم صاحب کو دو سال کی سہ ماہی کا شرف حاصل ہو گیا۔۔۔۔۔
کچھ عید نہیں کہلا سکتا، دارالعلوم دیوبند اس مرتبہ کی سہ ماہی میل کے بعد میرا تعلق ہی دارالعلوم سے قطع کر دین
..... جانتا تھا کہ اب روگ اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اس کا پاپ کے۔۔۔۔۔ انشاء اللہ علم خیر اللہ تبارک
جو کچھ بہتر ہو اس کو ظاہر فرمائے۔ آمین۔۔۔۔۔ راتنام۔۔۔۔۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

نگاہ سلامت حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۵۵

والا نام باعث سرفرازی ہوا۔ لڑکیوں کا انعام سنن نبوی ہے، مبارک ہو۔ انشاء اللہ تبارک
صاحب طولی انکر کرے، آمین۔ یہی نہیں کہ نقطہ سنت ہو، بلکہ والدین کے نیچے لڑکیوں کی خوشی اور
زندگی سے پرورش باعث نجات اخروی اور رفق درجات بھی ہے، چنانچہ متعدد روایات صحیحہ اس پر
تصریح فرمادی ہیں، لہذا میں امید کرتا ہوں کہ آپ پر طبعی طور پر دل تنگی نہ ہونی چاہیے، فَأَكْرِمْ نَأْتَانُ
يُنْبِئُ لِمَسَارَاتِهَا حَيْثُ تَبْتَدَأُ كَوْنَهُ وَأَقْرَبُ رَحْمَةً كَرِهِي مَشِيئَةَ نَظَرِ كَيْفِيَّةِ۔

گجراتی بھائی صاحب نے رجب میں راز فرمایا۔۔۔۔۔ آپ فرماتے ہیں کہ انھوں نے
تخیر فرمایا ہے کہ آپ کے حصہ کی گجراتی حسین احمد کے پاس مسجد میں کیا۔ احتیاج کے لیے کافی ہے؟
میرے پاس تو نہیں لکھا، لہذا مجھ پر الزام نہیں ہو سکتا، اور پھر کوئی مقدار نہیں، اس لیے یہ ممکن ہے کہ

ایک ہی واژه پیش کر کے سبکدوش ہو سکوں۔ کلام مجید کا ترجمہ نعمتِ غلیبہ ہے، اللہ ہم رو د فرمے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - والسلام - ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۵۶

آنجناب کی توجیحات کا شکر ادا کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کارہ تو حضرت دامت برکاتہم
 کا نہایت متفقہ اور ان کی تنظیم اور احترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی قابلیت اور کمالات
 کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جو کہ طفلِ دبستان کو فداطون سے ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ
 حاضرہ کے منتقلی جو چیزیں وہاں سے ثابت کرائی جاتی ہیں اور جو کچھ وہاں کے توملین گاتے ہیں
 وہ نہایت دلخراش ہیں، میں مولانا کو اپنا متفقہ اور اپنے اکابرین میں سمجھتا ہوں۔ والسلام
 ۵ شوال ۱۳۵۴ھ - اور میرا، صلح بیا۔

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

دعا شدہ مکتوب نمبر ۵۶، عربی کا مشہور قول ہے المعاصرة سبب المنازعة۔ چنانچہ ملا سیر علی و سناری وغیر ہم کا پر
 کے واقعات میں طرح اس پر گواہ ہیں اسی طرح اسلاف کبار کے حالات میں یہ عیب اور ام دکھ کی باہمی منافات
 اور پھر ایک دوسرے کی عظمت کا عقرون کتب طبقات و رجال میں موجود ہیں، حضرت ام امیر وامت برکاتہم پر
 اسلاف کا گہرا رنگ اس درجہ غالب ہے کہ اسلاف کی زندگی دیکھتے ہوئے ایسے کو رنگ اسلاف کھنڈا باہمی منافات
 سکتے، درقول حضرت جابی اور اشرہ جہم اشرہ کہ اتفاق کی جرئت اس میں ہے، اگر ہر شخص دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھتے
 تو پھر انسان کی قربت ہی: آئے سبحان اللہ کیا حیثیتِ ظاہر والی حضرت ام امیر وامت برکاتہم پر بھی رنگ
 غالب اور اپنے آپ کو کہ نصرت چھائی ہوئی ہو، جگر باہمی انتظاریں کمر نسی اور غلبے سے یہ ہیں سبھی لوگ تسمیر کرتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۵۷

چوں با حبیب نشینی دباوہ پیمانی بیاد آر محبان جاوہ پیمارا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اپنے مشاغل قلبیہ سے غافل نہ رہیں، ذکر میں گوشاں رہیں، مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں جس قدر بھی بیٹھا ہو غنیمت جانیں، اس وقت میں جانتا تک لیکن ہر ذکر کا خیال رہے، اور قلب حاضر ہو۔ صحیحۃ المشیخۃ مساعیۃ خیر میں عبادۃ تسلیتین سنۃ قول اکابر ہے حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام سنوں اور استمداد دعوات صالحہ دھرت ہمت عرض کر دین، میں اس وقت مکتوب برکت شریک عقد مولانا عبد الباقی جاوہ پیمارا، والسلام از سٹیشن سہارنپور۔ ننگ اسلات حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۵۸

محمد ذی نلی - نہایت افسوس کے ساتھ مطلع کرتا ہوں کہ ۱۸-۱۹ شعبان ۱۳۵۵ھ کو چاندنی پختیہ

دعوتِ مہاشیخہ اور کسانپڑا کی برتنی کو ہی پلٹا ہر جوار کے اندہ ہی آ رہی ہے، اس کو بگڑی یہ حضرت مولانا تقویٰ کے مکتوباتِ مہاشیخہ اور خود کفر و فساد کی تشریح و تفسیر کا بڑی حد تک اندر پائی جاتی ہے اور یہ امام العصر کا وہ مقام ہے جہاں تک تو سامعین پہنچا اور دوسرے ہی کیا تو سیاسی تحریک میں تھام بھون کر جو کچھ شائع ہوا اور غلاف وغیرہ کے دور میں تحریکِ جہد و اختلاف کیا گیا، اور پھر ۱۳۵۰ء کے آئینِ مکتوم نامہ راجن جو بے جا ہے جس نے حضرت حاجی صاحب کے سیاسی مسلک اور طریق کار کو منہ پر کھڑا کر دیا، اس کا ذکر امادیتِ افسس کے اندر موجود ہے، حضرت حاجی صاحب کی صحیح پانچویں حضرت مولانا تقویٰ، حضرت طلب گسٹو کی، شیخ احمد اور حضرت امام العصر دامت برکاتہم وغیرہ نے فرمائی تھی، اور انصاف میں ہی ہو کر گونہ جو اس کا، قرآن کریم، کتاب و سنن سے جو کچھ لایا اور سالار اللہ وغیرہ کی برائی نہیں تباہ ہیں جس کو ہر طرف سے خیال سے شائع نہیں کریں گے۔

کی درمیانی شب بین والدہ و والدہ دہلی میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو مدح جاری کیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ الْحَمْدُ
 نجلو شب ہی میں تار ملا، دہلی پہنچا، جنازہ رو پونڈ لایا، اور پختہ شدہ کی شام کو روضہ کو سپرد خاک کیا گیا،
 دہلی حضرت فرمائیں، دعواتِ عامہ و کاروائی سے فراموش نہ فرمائیں، والسلام
 ننگ، ملاقات حسین و محمد غفر!

مکتوب نمبر ۵۹

حسب
 میں جناب سے دہلی میں پیدا ہو کر شب میں نانڈہ پہنچا، ان میں سے تیسے زاد بھائی محمد سیر
 کی لڑکی دو سال سے پوہ تھی، اس کو نکاح کے دو تین سال کے بعد بیوگی کا منہ دیکھنا پڑ گیا تھا،
 عورت ایک ہی پیدا ہوئی تھی، جو کہ تھوڑے ہی دنوں زندہ رہ کر رہی، ایک بچا ہو گیا تھی، اس بچہ
 کے نکاح کا عرصہ سے جھگڑا چلا آتا تھا، مختلف مقامات پر اس کے نکاح کے لیے گفتگو ہوئی تھی،
 مگر کوئی بیکر مناسب ہاتھ نہ آئی تھی، میرے اجداد نے بیوہ کی منشا اور تحریک کے اس میں تحریک
 شروع کر دی تھی، کیونکہ بھائی محمد ظہیر صاحب جو کہ بھائی محمد بشیر، صاحب کے بڑے بھائی ہوتے ہیں
 بطور تنزیہت رو پونڈ گئے تھے، میں اس بیکر کو غیر مناسب نہیں سمجھتا تھا، بالخصوص اس بنا پر کہ
 اپنے گھر ہی کا معاملہ ہے، اگرچہ اس وجہ سے کہ میں اس ساٹھ برس کی عمر کو بیچ رہا ہوں اور لڑکی
 کی عمر تقریباً بائیس سال ہے، عدم تناسب بھی تھا، مگر اتحاد خاندانی اور اس کی بیوگی، اور کسی
 موزوں جگہ کا ہاتھ نہ آنا، کیونکہ جن جگہوں سے اس کے رشتے آ رہے تھے، ان کی بیویاں موجود
 تھیں مگر وہ اپنی بیویوں سے خوش نہ تھے وغیرہ، اور اس کے متقاضی ہوئے کہ میں اس کو مستطو
 کر دوں، میں نے استخارہ کیا، اس سے پہلے رو پونڈ میں اور دوسری جگہوں میں آٹھ۔ نو بجے سے پانچ
 گھنٹہ ہی اور پونڈ کیوں کے لیے آیا تھا، مگر میں نے تردد کیا تھا، بہر حال صبح بروز دوستانہ

۱۰۔ مشابہت کو میرے سامنے یہ سہ پیش ہوا، لڑائی کے لمحے نے خاطر کیا کہ گھر میں سب لوگ رخصتی ہیں جیب تو سہلٹ سے واپس جو توجہ کر کے ساتھ لیتے جانا، میں نے نکو تشیب و خزانہ پر تہ کیا، بالخصوص اپنی عمر کے تعلق، چونکہ وہ ہمارے خاندان میں مردوں میں سب سے زیادہ عمر والے ہیں، ہم جہاں ان کے سامنے بیٹے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں بخیر رہتی ہوں، اور جہلہ امیر پر کافی غور کر چکا ہوں، اور گھر میں بھی غور مردوں نے غور کر لیا ہے، تب میں نے کہا کہ اگر لڑائی اور اس کی ان وغیرہ واضحی ہیں تو کیوں نہ عقد بھی کروا جائے، میں عقد کر دینے کے بعد اس وقت چلا جاؤں گا اور وہ یہی پر لپٹا جاؤں گا، جو لوگ ٹھیکو اپنی محبت کی وجہ سے مختلف مقامات سے پیغام دیتے اور تحریک کر رہے ہیں ان لوگوں کو مزید تکلیف کی حاجت نہ رہے گی، بہت سے جھگڑے بند ہو جائیں گے، انھوں نے کہا کہ اس کا ذکر نہیں آیا ہے، میں مشورہ کر کے خبر دیتا ہوں، اگلا صل انھوں نے مشورہ کیا اور چھوڑا ہے منگلا کہ اس مجمع میں جس میں کچھ اجاب سے کی غرض سے آئے تھے، مہر ناظمی پر عقد کر دیا، اس کے بعد وحید اور اس کے خسر وغیرہ کا اصرار ہوا کہ ایک شب یہاں قیام کر لیا جائے، ذرا دیر اصرار پر بجز اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا، چنانچہ یکم رمضان سہ شنبہ کو میں ٹانڈا سے روانہ ہو گیا، جو حالت مشاہدہ ہوئی، جھگڑا تو یہ امید ہے کہ یہ عقد باعث طہانیت خاطر ہوگا، آئندہ جو تھکائے لگتی جو اس میں اہم مارنے کی جگہ نہیں ہے، اسد بخیریت ہے، اپنی نئی امان سے بہت زیادہ باز رہے ہو گیا ہے، حتیٰ کہ اس نے یہاں کی عورتوں سے کہا کہ جھگڑو، اپنی نئی امان سے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ اب جھگڑا اپنی سبب امان کی یاد نہیں آتی، اور اس کو بھی اسد کے ساتھ گرویدگی ایسی معلوم ہوئی جو کہ اپنے بچے سے ہوتی ہے، اللہم زد مرد۔۔۔ والسلام

عین احمد غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

مکتوب نمبر ۶۰

مولانا پروقیہ علیہ السلامی صانذی بیستان قدم رسول ہار و نکات لکھنؤ
کے نام

محرم المقام زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس فریضہ سے سبکدوشی عطا فرمائی۔
اس کے کرم سے امید ہے کہ شرف قبولیت بھی عطا کرے گا۔ والدین کی حدیث اور خوشنودی ہر طرح
باعث مسادت ہے،

اس میں شک نہیں کہ اعلاجات قبلیہ نہایت ضروری ہیں، مگر افسوس اس کا ہے کہ آپ
حضرت نے نہایت ناکارہ اور نالایقی کے ساتھ رشتہ عقیدت وابستہ کیا ہے۔ تقدیر استہانت
ذوہم و بخت فی غیر صمیم^{لے} مجھکو خود اپنی حالت پر رونا آتا ہے، اور نہایت زیادہ سرتا، چون
کاش احباب کی توجہات اور دعاؤں اور ان کے حسن ظن کی بن پر نکلتا ہو جاتی۔ بہر حال جب بھی
آپ کو اور جس قدر بھی فرصت ہو بلا تکلف اور بلا کسی قسم کے خیال کے تشریف لائیں، اور قیام
فرمائیں، میں نے بھی مستقل مکان کا انتظام کر لیا ہے جس کی طرف دو تین ہفتہ میں منتقل
ہو جاؤں گا۔ والسلام

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، در محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

لہ یہ طوطی کی ایک شہ پر جس کے سنی ہیں کہ میں سوچوں کہ تو اپنا شمار کرتا ہوں، حالانکہ وہ زہی نہیں ہے اور وہ ستر خورہ کے سنی
ہیں کہ میں نے بے نامہ کو کشش اور وقت مارتے کیا گویا بیفر چکار کی کے گنگ سلگنا چاڑا، مگر اس مالکاری کی گئی
کوئی، تباہی اور پتھر ہے کہ اسے جو شاد و بنا کی تصویب میں آسکتے ہو اور کس پتھر کا ہے،
} نہ غیر بقا کا یہ نہیں چلتا
} خودی شان زہدیک صاحبین منا

مکتوب نمبر ۱۱

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دل کو مافر کے ذکر نہیں کیا جائے گا تو فائدہ سرتب نہ ہوگا، اگرچہ ماہہا سال تک یہ عمل جاری رکھا جائے، مین بھی اس ارشاد کو بڑے درجہ تک تسلیم کرتا ہوں اگرچہ زبان کا ذکر ہونا بھی ضرور باضرور فائدہ رکھتا ہے، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہے، ثوب ذکر سرتب ہوتا ہے اور زمان سے تعدی قلب تک ہوتی ہے، جو روح اور روح کو بھی کچھ نہ کچھ، نصب غ کی تربت آتی ہے، مگر واقعیت یہ ہے کہ یہ فائدہ اس فائدہ کے مقابلہ میں جو دل لگنے پر ہوتا ہے، کان لم یکن ہے نفس طبعی طور پر عالم تجرد سے تفر ہے، چونکہ خرد آدمی ہے، اسی کی اس کو طبعی رغبت ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ شکل اطفال اس کو بہلا پھسلا کر آہستہ آہستہ راہ پر لگایا جائے۔

والنفس كالطفل ان تعلمه شبثيل حب الرضاء وان تعلمه سيفلح

اگر نفس کو دینوں یا سکھایا، یا گانجہ، جنگ وغیرہ غیر لذت کا مادی بنایا جاسکتا ہے، اگر اس سے جفاکشی کے وہ کام جن پر غیر متعود ہرگز صبر نہیں کر سکتا، لیے جاسکتے ہیں، اس پر بخون اور بھٹیوں کے سامنے دن و رات سخت گرمی میں خدمت لیجا سکتی ہے، وہ جفاکشی کی ظاہر لا ستماہ باتوں پر قابو پاسکتا ہے، تڑپ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ تدریجاً عالم قدس کا حاضر باش نہیں کیا جاسکتا، مگر خدمت اور استقلال تربت عزم شراب ہے،

یقین میدان کہ ان شاہ کونام دست سر بر چہ میدہ جام

لے (توجہ) اور نفس کی حالت تو اس شیر خوار بچے کی طرح ہے جو دو دو پتا ہے، اگر اس کے دو دو کو کھین ۱۰ میں - پتھر او گیا تو چون ہر نے پر دشواری ہوگی۔

میرے محرم جس قدر مطلوب بڑا ہوتا ہے، اسی قدر اس کے لیے شائق کا بروہت کرنا ضروری
اور لازم ہوتا ہے اسی قدر عالی حوصلگی اور عالی ہمتی لازم ہوتی ہے۔

بعض اصحاب میں طلب اللزلی

دوسرا اہل علی علیہ السلام

بیشک نفس بچا گیا، اس کو بدمنت میثنا دشوار ہوگا، مگر اس کو تشویر کیجئے، انشاء اللہ علیہ السلام
رحمت الہی شامل سال ہرگی، چھوٹے بچے کو بھی قاعدہ پڑھتے ہوئے دن تنگی پیش آتی ہے، اگر آہستہ
آہستہ تشویر ہو جاتا ہے، اور طبعی رغبت پیدا ہو جاتی ہے، کوشش فرما کر مدد دست کریں اور حتیٰ الوسع
دل لگائیں، عنایت الہی شامل حال ہوگی، تم ریختا اطمینان بھی پیدا ہوگا، اور انقلاب صفات ذہنیہ
کی نسبت آئے گی۔

سہا بید کر تا ایک سنگ صلی زائقا

لعل گرہ دور بدخشان یا عقیق اندرین

رسالہ امداد السلوک مصنفہ حضرت گنگوہیؒ اور در سالہ صراط مستقیم مصنفہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ
زیر مطالعہ رکھیں، تیلی ذکر میں سانس کا ذکر اگرچہ جاری رہے مگر توجہ بالذات قلب کی طرف رہنی چاہئے
سانس سے قطع نظر رکھیں خواہ وہ اس کے ساتھ جاری رہے یا نہیں، یہ کشمکش برائے چند سے
پھر زائل ہو جائے گی، اور ہر ایک دوسرے سے تمیز ہو جائے گا، تسبیح پاس رہنا مضر نہیں ہے
کنز الہامی میں ہے "نعم المذاکر بسبحہ" یا اس اور نا امید کی کو کبھی پاس نہ آئے رہا۔ "انا عندنا
عبدی بنی" اس نا لائق ذکاوارہ کو دعوتِ صالحہ سے فرسوسش نہ فرمائیں، اور حسب آسانی ہر تریبا
چندے قیام فرمائیں۔

والسلام

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

دیوبند ۲۰ صفر ۱۳۲۶ھ

مکتوب نمبر ۶۲

(۱) اس کا خیال رکھیں انشاء اللہ العزیز و قدرہ زلفہ دوام حاصل ہوگا۔

(۲) بہت مناسب وقت ہے۔

(۳) گریہ اگر خود بخود طاری ہو تو بہتر ہے، انگشٹس کی زیادہ ضرورت نہیں، اگرچہ نفس میں موجود ہے، ان لہر تیکو اذنبنا کو (احادیث) بعض اسماں گریہ ہی کو مقصود بالذات فرماتے ہیں، اگر تحقیق یہ ہے کہ گریہ خلوص ذکر کا ذریعہ ہے، اس لیے مقصود بالذات ذکر ہی ہے، کام کیجئے۔
نشاء اللہ عانت پیدا ہوگی

(۴) مجھے اس وقت کوئی تدبیر مخصوص یاد نہیں آئی۔ جس کا میں نے تذکرہ کیا ہو، ان حقیقی محبوب اور اس کی صفات گما لیرہ کا تدبیر اور اپنی احتیاج اور مفارقت و تقصیرات عشقہ کا خیال انشاء اللہ بھینچنی اور قفلت پیدا کر کے رہے گا۔ لا تبتسوا من سادس اللہ الایۃ۔

ننگ اسلاٹ حسین احمد غفرلہ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۲) حضرت رشید مہتمم دوام اللہ علیہم السلام علم و فضل و کرم و جلال و کبریا۔ ایک حضرت کی خدمت میں چند دہائی کی عمر کی سادت مسلمان حضرت کی معریت ابرہہ اندازہ بڑا بھینچیری اور اہمیت درجات کی جوت تھی کہ حضرت اوقات اشرا میں کاندھیکے لہر لہے چڑھے ہوئے تکتا اور مفصل جواب کی توقع کرتا تھا، مگر حضرت پند فرمائیں تو آئندہ اسے ہر موقع میں صرف وہ ایک باتیں ہی نسبت موضع یا بان کر لیا کروں، اور بھی اس طرح کہ جواب کے ٹوڑیوں کے حاشیہ پر کافی بلکہ جھڑوا کر دکھاؤ گی اور پھر فرمایا گیا کہ اسے اس کی کتب و شام آئندہ کے بارے میں اب پتے پھر بہت وقت خیال کرنا کہ کوشش کرنا ہوں، لیکن لکھنؤ میں جہاں ہوا (۲۰) ذکر قلب سے پہلے، کہہ کر اتنا اب تیری نماز فرمادے، جو اسے حضرت نے کیا فرمایا تھا اس کے لکھنے کی کوشش کی کہ وہ اس کے کون کون سے کئی کئی فرمائی تھی، بہت سی کونیاں کی اگر کسی تھی ہوں کہ تکرر فرماؤں۔ واللہ

حضرت کا نام کبریا انانانی، محتاط رہنا، عذر داری غفرلہ جید رہا۔

مکتوب نمبر ۶۳

اللہ ماعزى، اللہ نازى، اللہ میں بھی عزت و حیاں میں نیکو نہیں مطلوب ہے، بلکہ زبان سے بھی کہنا چاہیے، ورنہ سنی کا خیال رکھتے ہوئے اور ایم سے سنی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے ذکر کرتے رہیں، چونکہ صفات حضور و انوار پر رعیت کی ہیں، ایم جلال کی نہیں ہیں، لہذا یہ حیاں رہنا چاہیے کہ وہ ذات مقدسہ بلا کم و کثرت، بیچون و بیچگونہ ان سنانی کے ساتھ تصفیت اور مشاہدہ میں، اسی طرح یا یا قیوم (خ) میں الفاظ کے ساتھ اس سنی، وہ ذات مقدسہ کا حیاں رکھتے ہوئے مخاطبت کرنی چاہیے اور بعد مذکور کو پورا کرنا چاہیے، انگریز یا دیگر عیبی یورپین قومیں حربی اور محارب قطعاً و یقیناً ہیں، ان کے خالص بھگ بلا شبہ اس حکم کے سنی ہیں، کا فخری جہا محارب ہے اس کی اعانت بھی دشمن کی اعانت ہے اور اس کی تقویت کا ذریعہ ہے لہذا ممنوع ہوگا۔ بخلاف عامی کی اعانت کے۔ کیونکہ اس میں دشمن کی تقویت لازم نہیں خصوصاً جبکہ اس کی اعانت امور اضطراریہ وغیرہ میں ہو۔ لہذا دونوں میں فرق ہوگا۔

والسلام

نگ مسلات حسین احمد غفرلہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ از دیوبند

مکتوب نمبر ۶۵

واقع میں یک غیرت و دشمنی کا یہ خیال بجا ہے، مگر ای کے ساتھ چند امور قابل ملاحظہ ہیں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۲) حضرت رشید محترم اودام اللہ فیہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نام کو دین سے واپس ہونے پر پانچ پانچ دن ہے، اہل آنا سزمین یکہ واقعہ پیش آیا کہ مہرپال اسٹیشن پر کچھ کھانے کے خیال سے ڈپ سے بھر دیا، ماسے ہی یکہ خوراک کھانی پڑا، جنہیں تین بڑی بڑی المونیم کا پٹیاں بند رکھی تھیں

تاریخ بتاتی ہے کہ ہند میں ابتداً جب مسلمان آئے، عام طور سے اہل ہند بودھ مذہب رکھتے تھے۔ اور ترک چھت چھات تو رہ کر، یاہ شادی تک بخوشی کرتے تھے جس طرح آج برہما سیام، جین کاسیا پھاڑوں وغیرہ میں رائج ہے، اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اختلاف نے نہایت قوی تاثیر کی، خاندان کے خاندان مسلمان ہو گئے، مغربی پنجاب خصوصاً سندھ میں مسلمانوں کی زیادتی کا بڑا اثر یہی ہے کہ بعد جبکہ محمود غزنوی مرحوم کا زانا آدھے تو ہندو دن میں مختلف احوال کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوتا ہے، اور شکر چارہ عام مذہب ہند کو بودھ سے نکال کر برہمنی بنا تا ہے، اور حکومت بودھ کی کراہی کی بنا پر جو کہ، خاندان، بلوچستان، سندھ، لاہور سے فنا کر دی گئی تھی، اور وسط ہند کے بھی بودھ جو اڑسے محمود مرحوم کے پلے رہ پے حملوں سے یکسر کڑور ہو گئے تھے، شکر چارہ کو عوام پر بڑی کامیابی حاصل ہو جاتی ہے، چاروں طرف بے پورے برہمن جن کو بودھوں نے تقریباً دفن کر دیا تھا، ٹٹھ پڑتے ہیں، اور تھوڑی سی مدت میں پھر برہمنی مذہب انظار ہند میں

(بقیہ صفحہ ۱۵۱) بیچے ڈال سائے نہ تھا، تریز سے سمل ن بھا، اور ایک چٹیل کے طرف ممکن کو ہاتھ لگا دیا، اتنے میں وہ اگیا تو ہندو تھا، کہا کہ اب تو سب خواب ہو گیا اور سب کے دم، کپکپ کرنا پڑے گی۔ ایسے موت پر زہ شمس ہو جا کر، چون بہن اس وقت کوئی فوری اشتعال نہیں پیدا ہوا بلکہ مٹاؤ بہن میں یہ خیال آیا کہ اسکا تلفان ہو گیا ہے جو جھکدرا کرنا ہے، اور جو کچھ اس نے مانگا دیا، اور چوریوں وغیرہ جو کچھ تھیں وہ اسی جگہ مسلمانوں کو تقسیم کر دیں، لیکن جد کو سب پہلا جو خیاں آیا وہ یہ تھا کہ آئندہ سے کمانے بیسے کی چربین تو تعلقا ہندو دن سے زخمیوں اور دوسری چیزیں بھی جتانگے مسلمانوں سے مل سکیں، ہندو دوکانداروں کی پرہیزی کروں، بلکہ ذہن سے کچھ اس قسم کی تدبیریں بھی سوچنا شروع کیوں کہ اصل فوں کو عام طور سے کیسے بچایا جاسکتا ہے، اور باوجود ہر دماغی عمل سے جو کچھ ہی چاہتا ہے کہ اس کیسے کیوں کر وہ ان بد کے خیالات کی نسبت یقین کرے، نہیں عرصہ کر سکتا کہ انتقام کے جذبے سے پاک ہیں، بلکہ جہنم کی طبیعت کا نام خدوہ و انتقام کہ چند بنانا ضرور شرک ہے، اور نسبت یہ تو سب سے نہ ہو گی یا نہ ہونے کے برابر۔

اچھیل جاتا ہے، اسی کے ردِ دادہ ہو جاتے ہیں، برہمن چونکہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام کا سیلاب اقلیتوں کی بنا پر ان کے اقتدار پر کوئی نہیں بلکہ مذہب کو بھی متاثر ہے، جس کے بنا پر ان کے مذہبی اور دنیاوی پیار کا خاتمہ ہو جائے گا، اس لیے انھوں نے عوام میں نفرت کا پروپیگنڈا پھیلایا، اور مسلمانوں کو ٹیچر کا خطاب لگا دیا، اور گوشت خوردی کو اس کے لیے ذریعہ بنایا، عوام ہند کی ذہنیت ہمیشہ سے تاریکین دنیا کی پرستش کرنے والی رات ہوئی ہے، خصوصاً ہندو ذہنیت جس قدر مادہ و اور فقیر کی پرستش کرتی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے، یہ ذہنیت بہت جلد مشرق سے غروب اور شمال سے جنوب تک پھیل گئی، اور وہ اس میں کامیاب ہو گئے، چونکہ اسلامی قوت کا قوت سے ان کو مقابلہ کرنے میں باوجود مسیحی تعلیم کا سیلاب

(تقریباً ۱۵۲) اسی لیے دل میں ساتھ ہی، کی وقت وہ سراخیال برآیا تھا کہ ساری صورت حال کو حضرت کی خدمت میں عرض کر دوں گا، جب استاد ہو گا اس کے مطابق اٹھا، قدمیں کر دینگے، لہذا نفس و فخر اور مال کے غمناک چکنے کے بعد جو خطرات و مشکلات دل میں پیدا ہو رہے ہیں، وہ عرض کرنا ہوں: (۱) مشرکین کا نفس ہونا تو مخصوص ہے، یہاں نیامت کو محض سنیوں تک کیوں محدود رکھا جائے اور اگر محدود بھی کیا جائے تو کیا کم از کم اولیٰ ترین تقویٰ نہیں ہو کہ ظاہر ہو گیا اعتقاد کیا ہے؟ (۲) خصوصاً جب نفسِ مسلم کی ذلت ہو گئی ہے اور اسے مشرک مسلم کو نہیں سمجھ کر اس سے وہاں برآؤ کرنا، جو نہایت ظاہری کی صورت میں کیا جاتا ہے؟ (۳) پھر کافروں سے ترک معاملات میں ان سے انہماکِ غضب کا بھی ایک صورت ہے، اور ان سے تمام معاملات کی صورت اکثر معاملات کے حد تک پہنچتی ہے، (۴) کیا یہ ہتھیار نہیں کہوں ذلت کے معاملات میں کافر و مسلم کا قیادہ ہمارے اندر زندہ رہے (۵) پھر دل تو انگریز کے ساتھ ترک معاملات کو محض سیاسی اور عارضی سمجھنا نہیں چاہتا؟ اگر وہ اسلامی حکومتوں اور معاملات مقدس کیساتھ اپنی معاذرہ دہانا روش سے دشت بردار بھی ہو جائیں تو کیا ان سے معاملات باہر ہو جائیں گے؟ (۶) بلکہ کھانے پینے میں تو وہ ایسا ہتھیار نہیں کرتے جسے نفسِ مسلم کی ذلت ہو، اس لیے ان سے کھانے پینے کی چیزیں لے لینا بہتر ہے جو جاتا ہے، خصوصاً اگر ان کے اہل کتاب ہونے کا بھی محاذ ہو، (۷) میں نے اپنے دل میں آئینہ امتیاز اور ہتھیار کا چھابہ دیکھا ہے، اگر وہ (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

منازعت بین الاقوام تھا اور ہے۔ ب سیوا جی کی تادیب تھی۔ وہ سکھوں کی کارروائیوں اور صورتوں کے باغیانہ کارناموں، نارڈ کلاپوں کے بنگال وغیرہ میں بذریعہ ہندو قوم ختمہ یوں میں اس ہاتھ کو بہت زیادہ کھینٹے ہوئے پائیں گے، سچ ہماری حیران گوئیوں اس کے ذریعہ بہت زیادہ کامیاب ہو رہی ہے، اس بنا پر اگرچہ بڑے درجہ تک برہمنوں نے مسلمانوں سے اپنی قوم کو بڑے درجہ تک نفرت رکھا مگر اس نے انکی متحدہ توہمت کا بھی شہرہ بڑھ کھیر دیا، اور خود ان میں بھی چھوٹ چھات کا عقیدہ جلائے پیدا کر دیا، حتیٰ کہ بعض بعض خاندان برہمنوں کے بھی دوسرے برہمن سے چھوٹا چھات کرنے لگے۔

(بقیہ ماضیہ ص ۱۵۵) سرگندشت تیمور کو جو کہ اتفاقاً وہ شمار کا ایک تھا، ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھتا، کونڈو

سنگ کے مسلمات میں جو تجربہ حاصل ہوتا، ذکر، لکھنا، پرنسپل مذہب نام کا کچھ کو سا بوسا اذہم تحریر زمانہ تھی،

اس دہشت کی ایک نقل اسٹین لائبریری جھڑال میں بھی موجود ہے، جو نوٹ ہزار ہے،

ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس پالیسی میں کافی حد تک کامیابی ہوئی، اور علیحدہ سلطنت کی بنیادیں اتنی مضبوط بن گئیں کہ ابھر کر جو تھی مسلم ملک اس کی ہیئت ماکہ میں کوئی تیز رفتاری نہ نامہ ہو سکا،

مخض اب کرنے کے یہی ذہنی غلطیاں کہیں جس سے مسلم طبقہ میں اس سے بڑھتی ہو گئی، اور ابھر کر وہ پالیسی کہ خطہ کامیاب نہ ہوئی، اور پھر چند دنوں کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے بعد پہلی دفعہ اسلام کو ایک بھگت دولت کا خیمت پیش کرنے کا طرز اسے اختیار ہوا، شیخ احمد مہندی نے اپنی دولت، اپنی زندگی، اپنی روح کو حاصل کیا۔

حضرت ابو سعادت کی تعلیمات کی ایک نمایاں خصوصیت غیر مسلموں کے متعلق ایک خاص منظر نظر تھا، آپ نے وہ زمانہ دیکھا تھا جب مسلمان یکساں بادشاہ کے دماغ میں حکام اسلامی پھیل کر لینے سے عاجز تھے، آپکے احساس دل پر ان حالات کا بڑا اثر ہوا، اسی لیے اور سبب ان کے زمانے میں جو حضرت محمد کے حالات پر بودی نرسا عمل نہیں ہو، لیکن اور ایک ذہنی آپ کا تقریباً تمام فوری نہیں ہوئی کہیں، خاصہ یہ کہ اگر دیکھیں کہ شیخ نظام مذہبی رواداری تک محدود رکھتا اور زمانہ اسلامی کے راستے میں رکاوٹیں مانتا تو، جس کی کوششوں کے خلاف

آپ کو معلوم ہے کہ صحیح حدیث یہی فتح کہہ کر، جمع و شب کا پیش خیمہ ہے، اور جس روز صحیح حدیث یہی تمام رکعات کو پڑھتی ہے، اسی روز دنیا بٹا ٹھٹھا، اذیت نازل ہوتی ہے، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "استغفار فرماتے ہیں اور غمگین ہو یا رسول اللہ! آپس میں اختلاف کا ہونا انہما میں کی انا، مسلمانوں کے اخلاق اور ان کی تعلیمات کا اعانتہ کرنا، دونوں سے ہٹ اور غمگین کا ٹھکانا، یہی امور تھے جنہوں نے اللہ کی پادشاهی کو کھینچ کر صحیح حدیث کے بعد مسلمان بناتے ہوئے کرسے مدینہ کو پہنچا دیا۔ حضرت خالد بن ولید و عمر ابن العاص وغیرہ رضی اللہ عنہم اس طرح ستمگوش اسلام بن گئے کہ قریش کی ہستی نہ ہو گئی۔

الغرض اختلاف باعث عدم توافقی ہے، اور وہ اقوام کو اسلام کی طرقت لانے والی درشتا فریبٹ صدارت اور ہٹ اور عدم اطلاع علی العما سن ہے، اور وہ اسد مجا ترقی میں سد ماہ ہونے والا اور چونکہ اسلام تبلیغی مذہب ہے اس لیے اس کا فریب ہے کہ جس قدر جو سکے غیر کو اپنے میں منہم کرے، یہ کہ ان کو دور کرے، اسی لیے اگر ہماری قومیں ہم سے نفرت کریں تو ہم کو ان کے ساتھ نفرت نہ کرنا چاہیے۔

وہ نتیجہ حاشیہ ص ۱۵۰ ان آثار و عیسیٰ، چو، اور نہ تہد و صاحب کے خیالات غیر مسلموں کے تعلق وہ ہوتے ہیں انہما کے متعلق کتوبات میں کیا ہے، اور نہ اورنگ زیب بھی دو پالیسی اختیار کرتا، جس پر وہ پوز خود حکومت میں کا بند رہا۔

پس جس طرح کہ تاریخ اس بات پر تھی کہ اگر جب رہنے کا ہو مگر شہادت و بان پر جا رہی تھا، اور اس کی نوبت ایک راجہ افغان و مسلمان کی تھی، اسی طرح اکبر کے دور میں کے تعلق اس کے زمانہ ہی میں اختلاف تھا، یہ یونانی اکبر کے اتوار نہر سنگ، فلان بن فلان، باکم بلوچ و رحمت و متوق، قلی اذین اسلام کا زنی و عقیدہ کا ان پر رن دبدو و شیدہ بروم، اولاد تیرا نوردوم، دین، دین، انی اکبر تا ہی در آمد، الخ کو سر پکا تفرقت ہے، اور انہما ہی جو اس سلسلہ پر سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے، گمان ہے کہ یہ نقد اسلام کا ایک صورت ہے، مجاہد کا عقیدہ ہی اسلام سے دور، لیکن حقیقت اسلام سے قریب آج بھی اس سلسلہ پر کھت کی گنجائش ہے

۱۵۶

اگر وہ ہم کو جس اور چھو کیوں تو ہم کو ان کو یہ نہ کہنا چاہیے، اگر وہ ہم سے چھوت چھات کریں۔
 ہم کو ان سے ایسا نہ کرنا چاہیے، وہ ہم سے ظالمانہ برتاؤ کریں، ہم کو ان کے ساتھ ظالمانہ غیر منصفانہ
 برتاؤ نہ کرنا چاہیے۔ اسلام پر شفیق ہے، اسلام اور مہربان ہے، اسلام ناصح خیر خواہ ہے، اسلام
 جالب اقوام ہے، اسلام ہمدرد ہستی نوح انسان ہے۔ اس کو غیروں سے جزا سنیہ سنیہ شامیہ
 پر کار بند جزا شایان نہیں، بلکہ اس کی غرض کے لیے سیدھا جوج ہے، کفر نے کبھی اسلام سے بدل
 و انصاف نہیں کیا، اِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْنَا مَثَلًا كَمَا يَثْبُورُوا فَيَكْفُرُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ وَلَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا ظُلْمًا وَلَا يَخْشَوْنَ
 اِلٰهًا غَيْرَ مَا اتَّخَذُوا اِلٰهًا مَعًا وَلَا يَخَافُوْنَ اِلٰهًا غَيْرَ مَا اتَّخَذُوا اِلٰهًا مَعًا وَلَا يَخَافُوْنَ اِلٰهًا غَيْرَ مَا اتَّخَذُوا اِلٰهًا مَعًا
 ہیں، مگر اسلام نے انصاف، عدل و احسان کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور نہ چھوڑنا سبب تھا اگرچہ
 انتقامیہ جذبات بہت کچھ چاہتے تھے، اگر بعض دنیا دار باوٹا ہوں نے کوئی ظلم و ستم کیا ہے تو وہ
 اس کے ذمہ وار ہیں، اسلام ان کا روادار نہیں۔ اب تفصیلی باتیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) مشرکین جنسک نہیں ہیں، اگر علت حکم آیتہ حسب سنیہ عزیمہ کہ شتق کو حکوم علیہ قرار دینا
 ماخذ اشتقاق کو علت قرار دینا ہے، لہذا علت نجاست شرک ہوگا، جو کہ نجس منوی ہے، اسی بنا پر اگر
 شرک کو سات سمندر سے غسل دیا جائے تب بھی پوجہ شرک وہ نجس ہی رہے گا۔ حالانکہ تین مرتبہ
 غسل سے نجاست ظاہری ذائل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد اسلام متفق ہیں کہ شرک کا سورج
 وغیرہ پاک ہے، آیت میں سجد عظام سے صرف خانہ کعبہ یا مسجد کرمینہ مراد نہیں بلکہ تمام عزم مراد ہے۔
 اس میں مشرکین داخل ہو کر یا قریب اگر تجارت کر سکتے ہیں، اسوات اور بد میں سے کوئی بھی عیس
 کہ منظرہ بلکہ نفس کہ منظرہ میں منتقد نہیں ہوتی تھی، تو پھر دین جلعنہ عیسیٰ سے کیا مناسبت؟
 متنی کتاب ہے

لا تشترکوا العبادا کا والوصامہ ان العباد کا کھنساں نہ اکیدا

غلام اگر خریدے تو ساتھ ہی اسکی ادب و تعلیم کیلئے پٹری کا ضروری ہے، کیونکہ غلام طبیعت کے لحاظ سے ایک اور جنس ہوتا ہے

نہا ہے کہ بیان بھی مراد وہی نجاست منوی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ثامر بن اثال رضی اللہ عنہ کو مسجد میں باندھا۔ فرد مشرکین کو مسجد میں داخل فرمایا وغیرہ
 (۲) کفر ہمیشہ سے ایسا ہی کرتا آیا ہے، کفرت علیہ السلام ووصحیہ کرام اور اسلامت
 کے کارنامے یاد کیجئے، انبیاء علیہم السلام کی تذلیل کفار نے اس سے بہرہ جہا زید کی بھیک یاد دہلی
 (۳) احکام سیاسی ایک حالت نہیں رکھتے، کبھی زیرِ علاج دینے کا موقع ہوگا تو کبھی شکر کا
 شربت پینے کا ہوگا، آپ کو محض انتقام کبھی دینا ہوگا اور کبھی شفقت کے ساتھ درگزر کرتے ہوئے
 اپنی طرف کھینچنا، آج موقع ہے کہ بڑے دشمن سے ترک موالات کیجئے اور اس کو زک دینے
 کے لیے غیرہ ن کو ساتھ لیجئے، جیسے یہود بنی حارثہ کو خیبر میں، صفوان بن امیہ اور دیگر طلحہ، کعبہ
 کو حنین میں، خزاعہ کو مدینہ وغیرہ میں ساتھ لیا گیا، اسی ان کی تذلیلات نے ہی اسلام کو بڑی
 پہنچائی، اور مسلمانوں کو ان سے نفرت ہوئی اور انکی اقوام کو اسلام کی طرف رغبت ہوئی،
 جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کر ڈرون آدی تھوڑی ہی مدت میں مسلمان ہو گئے ۱۰۰۰ مسلمانوں میں
 کی مردم شماری موجودہ کی تقریباً نصف ہے، اگرچہ مسادات اور عدالت آپ کے خیال کی تائید کرتی
 ہے، مگر باذہب اسلامیہ تنگدلی کی اجازت نہیں دیتا، درازا قبالا عدل مع البغض، باطنی بغض
 زیادہ ضروری اور مفید ہے، اور حتی الوسع موالات منومہ سے بچتے رہنا چاہیے۔

(۴) ضروریات اسلامیہ اور رشتہ کاریاں رکھتے ہوئے الا نفع فلان نفع پر عمل پیرا ہونا
 چاہیے، اور اھو دھسا کو اختیار کرنا چاہیے۔

(۵) انگریزوں کے ساتھ معاملہ سیاسی غیر ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ذمہ داری ہے، البتہ وہ اکبر
 لا عدو اور قوی ال عدو، اور اضلال عدو، جن اور ان کے اسلامیت سے نا امید کا ہے، لیکن
 ایسا نہیں، اگر وہ اسلامی دین پر مبنی گزشتہ سے تلافی اور آئندہ کے لیے دست بردار ہو جائے

تو ترک مولاۃ وغیرہ میں تخفیف ضرور ہوگی، البتہ تا بقدر کفر مصاحمت کی بنا پر مولاۃ تمام ہوگی

اور مولاۃ

(۶) اگرچہ انگریزوں کو مسلمان چھوٹ چھات کا نہیں کرنے مگر اسلام کے بدترین اور اعلیٰ ترین دشمن ہیں بخلاف ہندو۔ یہ ہمارے پڑوسی ہیں اور پڑوسی اگرچہ کافر ہو، پڑوسی پر مئی رکھتا ہے، کسا وردنی الحدیث۔ ان کے ساتھ ہمارا غم ملا ہوا ہے، رشتہ اور قرابت داری ہے، یا آبا کے ساتھ یا جدات کے ذریعہ سے۔ ان کے ساتھ ہندوستان میں ہم کو مجبوراً رہنا اور درگزر کرنا ہے۔ بغیر میل جول جس قدر بھی ممکن ہو ہندوستان میں گزر کرنا عادتِ مستعمل ہے، اس لیے ضروریاتِ زندگیہ اس طرف تخفیف ضرور پدیا کرینیگی، انگریزوں سے ہم کو یہ تعلقات ہیں نہ مجبوریت۔

(۷) جائز بلکہ مستحسن ہے۔

(۸) یہ بھی جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

میں نے تسلیم کیا ہے اس چھوٹ چھات میں نہ صرف قومیت متفقہ کافر سمجھے ہیں بلکہ اپنی ذہنیت کا بھی شیرازہ بکھرتا ہوا پاتے ہیں، اور انسانی اخوت کے خلاف پاتے ہوئے، ذالکی کوشش کر رہے ہیں، اور اپنی سیاسی زندگی کے لیے وہاں جان جانتے ہیں، گاندھی جی خود اس کے اذالہ میں کوشاں ہیں، مگر جوہر میں ترناڑن سے آ رہا ہے وہ اس قدر جلد کس طرح دور ہو جائے، تجربہ اس پر ولایت کر رہا ہے کہ چھوٹ چھات ہندو قوم کو روز افزون کمی کی طرف ڈھکیل ڈھکیل رہا ہے، اور اسلام ہا جو دہر طرح کی کمزوریوں کے ترقی پار ہا ہے، پس مسد پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے، قلتِ وقت کی بنا پر حیف مرتبریل میں مضمون کو پورا کیا ہے، مسامح فرمائیے گا۔ والسلام

تنگ اکابر حسین احمد غفرلہ

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

مکتوب نمبر ۶۵

عزیز انعام زید مجیدکم، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف والا نامہ شتمل بعض شبہات
 وارہو ہوا تھا جس کے جواب میں ایک مفصل عریضہ ارسال خدمت کیا تھا، نہ عاریہ ملاحظہ نظر نہیں
 سے گذر دیا نہیں، اور اس کے بعد رائے کافی میں قابل قبولت معلوم ہو یا نہیں، سب مل میں اعتماد
 کہ جو مجہ زریخی چاہیے، بلکہ حتیٰ اوسع اطمینان حاصل کرنا چاہیے اگرچہ تحریری میدان تنگ ہے اور
 بخصر صدم جیسے تعصبات باع قلیل الفرائض، راحت طلب شخص سے۔ والسلام
 تنگ صدق حسین صلی علیہ وسلم۔ از دیر بند اورین اتالی مشہ

مکتوب نمبر ۶۶

جس ہم نہایت مفید عمل ہے، ایسے وقت میں جبکہ سیدہ بھرا ہوا ہو، روزہ مقدمہ گرسنگی ہو

(ماہیہ مکتوب نمبر ۶۵) جاہ عقیدین اور تنگ نظر موریوں نے مسائل یعنی اور تصورات اسلام کے بننے میں علم دے رکھا ہے
 کہ میں وہی روزہ ہے، روحی پر جو اپنے استاد یا شیخ طریقت تیار دیا اور لکھ دیا ہے، اس رنگ تمام ہے اگر ایک دن تہمتی دہلیہ بیان
 سے محروم کر دیا تو وہ ہر کی جاہت اور ایمان دونوں اور کما حدائق ان لوگوں کو ترہ و پیرا گیا جو کسی طرح کے ابن زنی
 اس جو وارہو لیا، شہیت پرستی سے لوگوں کو بھول بھلیاں میں ڈال دیا اور تہمتیں نامیدان تنگ کر دیا، حد اولیٰ ہی عمر و تا
 اور انہ مجتہدین اور جو غیر معمولی عقیدت اور دینی حرکت گمان میں اختلاف کرتے ہیں اور ہرگز اختلاف کی غل نہیں دیکھتے حضرت
 اور حد و دست پر کما حدائق اسلاف کرام کی عینی ماگنی تصور ہیں، غیر ممکن تھا کہ آپ شاہین کی شکل سے جو اتالی
 رائے بلکہ منافہ صاف فرما دیا کہ مسائل میں عقائد کو جو کہ زوی چاہیے بلکہ حتیٰ اوسع اطمینان حاصل کرنا چاہیے قدر
 شہ سو دیکھ کر ہے ہمت کی چیزیں تو ہر کے طور پر اختیار کر لی ہیں اس میں کو ایک جس دم ہی پر جو مقصود نہیں
 (ماہیہ ص ۶۶ پر)

جو کہ سترہ کروڑ سے معتدل بلکہ میں جہاں پر نہ زیادہ سردی ہو اور نہ زیادہ گرمی، باوجود چار ذرا نوبل رہے
 بیٹھیں، اور اسکی سے سانس ناس سے کھینچ کر دل پر دوک لیں، زبان اس وقت میں ناس سے لگی ہوئی
 غیر متحرک ہو، اور خیال سے لفظ لا الہ الا اللہ سے نکال کر وہاں زانوں پر گزرتے ہوئے رہے
 ہونڈے پر ختم کر دیں، اور پھر اس اللہ کی ضرب قلب پر لگائیں، اس سب کارروائی میں سر کو حرکت دیتے
 رہیں، یعنی زانوں سے چپکے زانوں سے راست پر گزرتا ہو، وہاں ہونڈے تک پہنچے اور پھر قلب پر ضرب
 کی حرکت ہو، ہر ایک سانس میں تین مرتبہ ذکر ہو، اس کے بعد آہستہ سے سانس باہر نکالیں، پھر دوسرے
 سانس میں ہی طرح کریں، اس طرز پر اس سانس سے دس مرتبہ ذکر کریں، دوسرے دن دس اور بڑھائیں،
 یہاں تک کہ سو سانس تک نوبت آجائے، اس کے بعد ہر سانس میں ایک ایک عدد روزانہ زیادہ کرتے
 رہیں، یہاں تک کہ ہر سانس میں ایک سو اکیس تک ذکر کرنے لگیں، اگر ابتدا میں روزانہ اس دس سانس
 بڑھانے میں دقت ہو تو ایک ایک سانس بڑھائیں، اگر ہر سانس میں کم از کم تین مرتبہ ذکر سے شروع
 کریں اور ہر روز ایک ایک ذکر زیادہ کریں، اس میں حرارت زیادہ پیدا ہوگی، ذکر کے بعد گھنٹہ پورے
 گھنٹہ تک سر دپائی یا سرد غذا کراستعمال نہ کریں، اس جس دم سے بہت زیادہ فوہ حاصل ہون لگے
 مگر بدادرت شرط ہے، خطرات ناسدہ، درد سادس کا سدہ کے نیچے اکسیر ہے، مگر اہل تصوف اسلام
 اس کو ایک سو اکیس مرتبہ ذکر کی مقدار سے زائد کرنا مناسب نہیں سمجھتے، جو کہ گویا کے بیان اسکی استحد
 مشق کیجاتی ہے کہ کئی کئی عینہ اور کئی کئی دن ایک ایک سانس میں گزارتے ہیں، اللہ کا نام لیکر
 شروع کیجئے، وہ درد فرمے گا، اگر اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے تو مولانا سراج احمد علی گنگوہی، محلہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱) حضرات مشہور میں دم کرانے ہیں اور جس دم سے جس غیر مغرور دیتے ہیں نہ کہ صرف نفس

ایسی صورت میں جو گویوں کے جس دم اور ان بزرگوں کے جس دم میں غباں فرق ہو جاتا ہو، اور اس فرق
 نہ کرنے کی بنا پر بہت سے لوگ بید ہوتے ہیں، یہ حضرات اور جو گویوں کے طریقہ کے محتاج، اس واسطے

ناپسلی حیدرآباد موجود ہیں، ان سے بھجویجئے۔ وہ حضرت گلگوشی قدس اللہ سرہ، انگریز کے خادم
ہیں۔ میں نے اس قدر واضح کر دیا ہے کہ غالباً سمجھنے میں دقت نہ ہوگی۔

ممبروں کی پوری جماعت نہیں آئی تھی مگر ادارہ ائین تھیں، حاضرین کی پارٹیاں اگرچہ ایک
ہی خیال نہ رکھتی تھیں مگر آخر میں سب اس امر متفق ہو گئیں کہ ہم مولانا تھانوی کے ان ہی اختیارات
کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں جو مسئلہ میں مولانا نے تجویز فرمائے تھے، اور جن میں محرم ۱۳۲۹ء میں
مولانا نے ترمیم بھی کی تھی۔ الغرض وہ اختیارات مع ترمیم کے تسلیم کرتے ہیں۔ بشرطیکہ مولانا خود جلسہ میں
شرکت فرمایا کریں، مگر شرط کے لفظ کو عامیوں نے صحراستہ لکھنا پسند نہیں کیا، اس لیے یہ لکھا گیا تھا کہ
ہم لندن فلان دفعہ کو مع ترمیم قبول کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ مولانا خود شرکت جلسہ فرمایا کریں،
مولانا نے خوشی سے اس کو قبول فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ سرپرست کو متفق علیہ تجویز میں کوئی اختیار
داخلت نہیں، مختلف ذمہ میں اختیار داخلت ہے جس جانب کو پامین ترجیح دیدیں، خواہ اکثریت
کو یا اقلیت کو بشرطیکہ ان کو کسی جانب میں شرح صدر ہو جائے، ورنہ اکثریت ہی کو ترجیح ہوگی۔
مولانا نے خواص صاحب جبکہ دارالعلوم کے ممبروں کی فہرست میں داخل ہونا اپنی کسر نشان
بجھے ہیں، اور اس کے لیے سال میں ایک دفعہ سفر کرنا، نقل میں الجبال خیال فرماتے ہیں تو پھر
کیونکہ اس مسئلہ کے دریافت فرمانے کی زحمت گوارا فرماتے ہیں، ان کی خدمت میں میرا مودبانہ
سلام عرض کر دین، مولانا عبدالمحکم صاحب ڈاکٹر غامس گرفتار ہو گئے، بعد ازاں قمر نال ہام
سن دیوانہ زونار، علی، شہر اسکوان۔ داسلام۔ اور بیچ، اول مسئلہ

تنگ اسلام حسین احمد غفرلہ، از دیوبند

کتوباتِ تحریکِ اسلام
نمبر ۶۶

آپ کے یہ انامہ کے متعلق بیرون ہے کہ قیامتاً قلبی اور روحی حالت درست ہوئی چاہیے۔

تلفظ خواہ برائی ہو یا پرہیزگاری اس حالت میں تیز پیدا کرتا ہے، جو شرعی اور آسمانی احکامات کو برائی یا بکری سے

پائے استدلیان چرمین بود

گرہ استدلال کار دین بودے

علم معقولات گندہ می کند

علم معقولات علم نسیب

علم معقولات علم ہشتبا

ان فلاسفے کے لچر اور پوچ خیالات و فیحوایما عیندھمین الیوید کے ماتحت ہیں

جو علوم الہیہ سے کہیں بھی نسبت نہ رکھنے کی بنا پر سبغوعین ہیں، اس لیے قلب پر ضرور گندگی

اور نجاست پیدا کرتے ہیں، اور صفاء و روح میں عاجز ہیں، قرن اول، اس سے اسکی مہر نظر آتا

ہے، لہذا تنویر اس سے استغالی میں کمی ہونی چاہیے، تاہم اس نجاست کے زائل کرنے کے لچر

اگر اس میں استغالی ہو تو جس طرح گناہ سے گل دریمان پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن بے یہ بھی کسی

میزد توجہ تک پہنچا دے، بہر حال بغض اس میں گندگی ضرور ہے، وہ ضرور تیس اس پر مجبور

کر رہی ہیں، نو عمر دن اور غیر تجربہ کار دن کی اصلاح، دوسرے ملامت اور ضرورت مانتا

اس لیے پوری کوشش ہونی چاہیے کہ اس کے ضرر سے بھی بچیں اور آگے کو صفائی و تہذیب

یعنی فرق آئے، بناویر بن جلا، قلب یعنی ذکر کی کثرت اور استغفار کی مداومت بہت زیادہ ضرور

ہے، جو خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں بکھراؤ آپ خود ان کو گندہ بھیکر دینے کے رہتے ہیں

اسی قسم کے واقعات کو صیہا نے عرض کیا تھا، جس کو آنحضرت علیہ السلام نے عین الایمان فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، یوس نہ ہو جیسے اور ذکر و فکر میں لگے رہیے۔ ماتہت دوزے بیانی کام۔

آپ دیوبند کتبستان قاسمیہ سے جو ع شجرات منگائیے، اور اس میں سے حضرت نازنوی

کا شجرہ ناریہ میں کی ابتدا، اسی غرق در یاسے گناہم سے ہوتا ہے، اس کو کم از کم ایک مرتبہ

دن میں دواؤں ضرور پڑھ لیا کیجئے۔

دوسرے امر کی نسبت آپ کو وہ حدیث شریف یاد داتا ہوں جس میں فرمایا گیا ہے

ان المرأۃ خلقت من صلح	شیک عورت (آدم کی) بائیں نسل سے پیدا
الیس وان اعوج سنی من الصلح	ہوئی ہے، اور بہت برا سما چیرا سنی
اعلاجہ (الحادیث)	ادب کی پہلی ہے۔

یہ صفت ہی طبعی طور پر اعوج ہے، اور چونکہ انسانی صلح سے پیدا ہوئی ہے، اس لیے اس میں اعوجاج بھی زیادہ تر ہے، اب دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی ضروری ہے، یا تو پوری طرح اس کو سیدھا کیا جائے، تب تو توڑنا پڑ جائیگا، جو کہ بہت سی دینی اور دنیوی مصالحت کے خلاف ہے یا اسکی اعوجاج کے ساتھ ساتھ منافع دینی اور دنیوی کو حاصل کر لیا جائے، اور اس اعوجاج پر صبر کیا جائے، آنحضرت علیہ السلام دوسری شق کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر عورتیں اعوجاج سے پاک ہوتیں تو ازواج مطہرات ہوتیں، لہذا استقامت کا ملکہ کو تلاش کرنا اور بالخصوص نزع، ناچیز، کارکنی میں، درود بھی دھیات کی وجہ سے دلی میں بہت زیادہ ہے، سو بات ہے، شرکوں کی لڑائیوں میں بہت سی باتیں حسب طبع پائیں گے، مگر ان میں دوسری خرابیاں اتنی اور ایسی ہیں جن کے سامنے موجودہ خرابی کی کوئی وقعت نہیں، آخر کار کا پتہ کے متعلق آپ کو کچھ نکشانات ہوئے ہوتے، اور پھر گہری رذکی، لکن مستقیم ہوتی تو آپ کے نفس کی اصلاح کس طرح ہو سکتی۔ آپ اپنے نفس کو جینہ دشمنی کا نفس سمجھتے ہوں گے، حالانکہ ان کا نفس بھی نفس ہی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو فرماتے ہیں **ذُنُوبِیْ نَفْسِیْ رَانَ** **النَّفْسُ کَاسِیَاتٌ مَّا تَابَ السُّوْرُ**۔ ایسے ظلم و جبریل کو جب بردقت جوئے اور تیز چونکے ز پڑیں گے، یکب رحمت ہو سکے گا۔

خدا کا شکر کیجئے کہ آپ کی اصلاح کا اللہ تعالیٰ نے سہاں کیا ہے جس میں آپ کو ایک
مجبوری ہے، ملازم اگر خلافت طبع کام کرتا، کان پڑ کر نکال دیا جاتا، مگر یہاں نہ نکال سکے ہیں
اور نہ چونکہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ علم و دیکھ کر اگر یہ بنیر طلاق ہو زندگی بسر کرنا سخت نامردی اور
جہنم ہے اور اصلاح نفس سے بہت دور کرنے والا ہے، یہ بہت عمدہ ذریعہ آپ کی
درستی کا ہے، تحمل کیجئے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو سامنے رکھیے، یہاں
تو شہادت کا ایسا نہیں ہے، وہاں فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبَكُمْ ہے، وہاں تو عورتیں سوت
موجود ہیں، یہاں ایک ہی بیماری ہے۔

مبھرتا بولے پھول کا گلی گلی رس لے کا نالا گے پریم کا ٹپ ٹپ جیو دے
ساتھ رکھیے اور بوجھ اٹھائیے اور صبر کیجئے اور کڑے سے کڑے گھونٹ پیجئے اور
اس کو نعت بھیجئے، یہاں حوروں کے لئے گا، مکان یہیں ہے، ان کے لیے یہ ذریعہ ہے
واللہ، عمدہ درست کرتی رہیں گی اور انشاء اللہ آہستہ آہستہ درستی آتی جائے گی، اللہ تعالیٰ
سے تنہائی میں اس کی اصلاح کی بھی دعا کیجئے،

اور گدگان کر عورتوں کے ساتھ جس طرح چورگر
وہ ہم کو نہ بجا دین تو شاید تم کو سب سے ذرا سے ایک تہ
اور اللہ نے رکھی جو اس میں بہت خوبی

وَعَايِشُ وَأَهْلُهَا الْمَكْرُوهَاتِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

كِرْهُنَّ وَأَهْلُنَّ فَخُذْنَهُنَّ أَكْرَهًا وَأَهْلَهُنَّ أَكْرَهًا

وَيُحِبُّهُنَّ اللَّهُ فِي خَيْرِ الْكِتَابِ الْآيَةُ

اس میں انشاء اللہ خیر دیکھتے ہیں۔ ان کے حقوق مضامین وغیرہ میں بھی کیڑ کیجئے، اگر
غصہ کی وجہ سے آگورا امور پر جلتا بھننا بھی پڑے تو ازواج مطہرات نے بھی آنحضرت علیہ السلام
کو اس قدر ستایا تھا کہ دو دو تین تین دن تک غصہ کی بنا پر بات نہیں کرتے تھے، نہ آپ کا
نفس نفوس نبویہ سے پاک نہ ہے کہ اس کے اصلاح کی ضرورت نہ ہو، اور نہ آپ کے لیے ذریعہ

فوسید ہم سبائش کو زندان بادہ خوار
 ناگر بیک خرویش بمنزل رسید اند
 جس قدر بھی ممکن ہو ذکر و فکر اور توجہ الی اللہ کو عمل میں لائے رہیے تاکہ حیدریت کلام
 کا بیڑا کلام - من نکر دم شاعر و بکنید۔

مہربانی دیکر غور ملاحظہ فرمائیے ہذا ایک مکمل نسخہ معاشیات ہند کا بذریعہ ڈاک رجسٹری کر کے
 ارسال فرمادین، بخت ضرورت ہے۔ اگر برنی صاحب نے معاشیات یا سیاسیات کے متعلق علم العیشت
 کے علاوہ اور کوئی کتاب لکھی ہو تو اس کو بھی ارسال فرمادین۔ والسلام

نگ اسلامت حسین احمد غفرلہ ۱۳۱۲ھ جب ۱۳۵۷ھ

مکتوب نمبر ۶۸

جو بنگ بہت اسلامیہ کے ہیں ان سے سو دینا سمجھ میں نہیں آتا، اگر بعض نصوص شامی
 وغیرہ کے بتا رہے ہیں کہ دارالکربلا میں رہنے والے مسلمانوں سے بھی دارالاسلام کے مسلمانوں

سے اس دارالکربلا میں ایک نفی اور عسلا کا ہذا دارالکربلا ہے جس کو کسی قدر ہم واضح کرنا چاہتے ہیں، پوری
 بحث فقہ کی بسواگتوں میں اختلاف داروغیرہ کے تحت دیکھنی چاہیے۔

(۱) دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمان بادشاہ کا حکم، قد برادر ملکی، نظام قوانین شرعیہ پر چلے، پوری
 شہر لایا ہو، قی شرما میں ہے کہ وہ مسلمان بادشاہ کسی غیر مسلم، بادشاہ کے تحت نہ ہو، بلکہ ایسی صورت میں بھی
 وہ ملک دارالاسلام ہو سکتا ہے کہ قوانین ملکی تو مسلمان بادشاہ اپنے اختیار و تصرف سے حسب ارشاد شریعت
 مقرر کر لیں لیکن اس ملک کا یہ کسی دوسری غیر مسلم سلطنت کے آگے اور کتا ہو جیسے کہ پنجاب صدی ہجری میں ہند
 میں عمار کے عہد میں زطلہ و شیلیہ کا حال تھا کہ مسند و عیون فرود کندہ بادشاہ اندس کے آگے، یہ دیتا تھا،
 گراس کے شہر دین میں اسلامی قوانین نافذ تھے، اس کے خلاف جو ملک ہو وہ دارالکربلا ہے۔ پس دارالکربلا
 (دانی ص ۱۶۹)

خطبہ آیات و نصوص کے مخالف ہے۔ **بِحَبِيبٍ مَّحْمُوْدٍ يُحْيِي الْمَوْتِیْنَ** - **وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَمِعُوْا بِاللهِ**
 وغیرہ آیات و نصوص پر غور فرمائیے اگر اپنی رائے لگی اور وہ مذکورہ آیتیں نظر سے تر اگر یہ خیال بہت عمد
 اور اعلیٰ ہے تاہم یہ چیز نوع بنی آدم اور جملہ افراد میں ہے جس طرح انھیں خداوندی نے کر ڈولن
 اور ایوں نفوس انسانہ کو محض اپنے کرم اور جود سے بارگاہ تہس و محبت میں جگہ دی ہے اور دیتا
 رہتا ہے باوجودیکہ وہ بھی اپنے والدین کے منی اور حیض ہی سے پیدا ہوئے تھے اور باوجودیکہ وہ بھی
 پانچاڑھ شباب وغیرہ کی بنی ستون سے لوشائے اسی طرح وہ کریم کار ساز ہم کو بھی ان گز گز
 کے ہوتے ہوئے پاک و صاف فرما کر نعمتائے قرب و معیت سے نوازے۔ آمین

ایسے ہی ابتداء پر آیت **خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ** "مذکورہ آیت ہے، اکم خداوندی کا ذکر کرنا
 ایسی زبان سے جو کہ انی اور حیض کے خون اور علی سے بنی ہے زیادہ تر مستبعد ہے۔

بزرگوار بشویم و بن زمشک و گلاب ہنر زمان تو گفتن کمال ہے اولیاست
 جس طرح یہ اجازت ذکر عظیم الشان انعام ہے اسی طرح خداوند قدوس کا اپنے کسی بندہ
 انسانی سے محبت فرمانا اور اپنے قرب و معیت اور محبت و رافت سے نوازنا انتہائی انعام و کرم
 ہے **اِنَّ اللّٰهَ بِالْاِنْسَانِ لَشَکُوْرٌ رَّحِیْمٌ** - **اِنَّ اللّٰهَ سَکُوْرٌ رَّحِیْمٌ** - **وَلَقَدْ کَرَّمْنَا**
بَنی اٰدَمَ الْاٰلِیَۃَ نَقَدْنَا خَلْقَنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بہر حال غور فرمائیے تو بے ترد
 انعامات خداوندی اس ناک انسان پر فرمائے گئے ہیں

نظر کن پاکستانی منی جدالت نیست **سیدمان باچین شہرت نظر ہائے موران کرد**
جدد جہد جس تدر مکن ہوجاری رکھے اوسا یوس مت بوجے - **وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا**
نَقَدْنَا لَمْ نُکَفِّرْ سَیِّئَتِهِمْ وَلَا نَتَّخِذُ اٰلِهَتِهِمْ اَوْلِیَاءَ (الاحزاب) اگر انہر خدیو ہم ناب ہو آنا
 تو دعائیں مرند و غیرہ ہماناں سے معذرتک پر انکار فرمائیے دعائیں اتہال و تضرع کیساتھ

اور یہ نہ کیے کہ قبول نہیں ہوں۔ اول تو ولیفہ عبدیت ہی کے خلاف ہے، بعد کا کام انکا بضر
ذرا ہی عمل میں مانا، انکا کرنا ہے ع بشنود یا شنود میں گفتگو سے ممکن

دوم یہ کہ رہا ہے "استیجاب کا حد کم مالہ فیہل دعوت اللہ استیجاب فی (دیکھنا)
سوم یہ کہ اجابت دعا کا اثر ہی نہیں کہ ہم چاہتے ہیں بعینہ وہی چیز حاصل ہو، حکمِ حرمِ بقیعہ سے حکمت
و رحمت جو بھی ہمارے بیوزی کی چیز عطا فرمائے، اجابت دعا ہی میں سے ہو گا۔

سماحی میں کمی اور صد در گاہے گاہے پر شرمندگی اور نفس کو ملامت عطا کر لے ایمانی میں
ہے۔ اذہا سرتاک حسنک واسماء تک سبتاک فقد استکملت الکلیان الحدیث

(ارکنا قال) بہر حال اس پر اور حصول قرائب اعمال صائغہ و شکر گزار ہے۔ کائنات شکر ہے کا زید
قریب کے بعد ہی نفع روح ہوتا ہے، جد و جدائش، دائرہ زبان تک بھی پہنچائی۔ دعا کرتا ہوں۔

سماحی جد و جد میں اتقاد و ترمط کا محاذ رکھے، کی عجب ہے کہ جو خطرات مستقبل میں
آج کے خیالات میں درپیش ہیں ان کا بہترین حل قدرت ظاہر کر دے۔ والسلام

دعا گوئے قدیم چراغ محمد غفرلہ از غلوخانہ

۲۱ شبان ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۱

آپ کا ذکر پر ہر دم متکرر، باعث شکر ہے۔ خود ہی لکے، ہمنور قلب ہو یا نہ ہو۔ انما
العبد ما شکر کنت فی شفتاک حدیث قدسی کے، لفظ ہیں، اگر قلب زا کر نہیں ہے تو جسم اور
لہ، انحراف سے لے لیا، انکا ہی دعائیں قبول ہوتی ہیں، ایک کہ گاہے گاہے اذیت کے توڑنے کی دعا وغیرہ کہہ لے، انکا، اور قبول نہیں
لہ، انحراف علم کے، شاد کا شہر ہو کہ جب تھکو مہمانی بھی ملوم ہوا، ہر لاگنا، توڑنے تواری صورت میں، یہاں ہر ہوگی

مسلم ہوا کہ آپ نے وہ بگدیل دی ہو، نہ معلوم وہ لایا نہیں اس کے بعد نیز منورہ پہنچے پر آپ کا ڈرانا تا
 ملا جس کو آپ نے مستقل طور پر دینہ منورہ روانہ فرمایا تھا، چونکہ یرونی ڈاک کا انتظام منسٹر کی وجہ سے تیز ہو گیا
 ہے، اور ہوائی ڈاک بھی بہت دیر میں پہنچنے لگی ہے اس لیے میں نے دینہ منورہ سے جواب نہیں لکھا، اور یہ
 اذاردہ کیا کہ ہندوستان پہنچ کر عرض کر دوں گا میرے اور آپ کے حسب حال یہ قیدی اشعار میں جن کو میں نے
 اپنے اس عریضہ میں پیشانی پر لکھا تھا جس کو کراچی سے بھجواتا ہوں

ساشکر عمر و ان تراخت مینو	ایا دی لہر تمدن وان ہی جلت
ذنی غیر محجوب لہی عن صدقہ	و کا مظہر التکوی اذ المنفل لبت
سرای حلتی من حیث یحیی مکاتھا	ذکات ذنی عنیہ حتی تجلبت

میرے محترم! آپ ان نقوہ کے ارسال پر خشکی کا اظہار فرماتے ہیں اور اس بجز کو اپنی نالایقی کا بیہ
 قرار دیتے ہیں، کیا تعجب کی بات نہیں ہے، کیا آپ نے یہ دیکھی اس وقت نہیں فرمائی تھی جبکہ ٹھیکر شدہ
 حاجت تھی، ویرین مکان کی چھت تک بند ہو گئی تھیں، اور برسات کا زمانہ آ گیا تھا، اور پیہ خیم ہو چکا تھا
 خوف تھا کہ اگر چھت نہ ڈالی گئی تو برسات میں دیر دیرین گرجائیں گی، آپ نے ایسی صورت کے وقت میں
 برسات اقامت دینا فرمایا، کہ اللہ جیوں اخرجوا، پھر حکم میں نے کچھ عرصہ کے بعد اذاردہ لکھا، ویرین
 ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تو موانہ مکان سے فارغ نہ ہو جائے جب تک اس کی نگر نہ کرنا۔

لہذا ترجمہ اگر میری موت سے اہم دی تو میں عمر کے ان اسباب کا شکر یہ ان کروں گا جن پر میں نے ایمان نہیں بنایا،
 لہذا جو وہ کہتے ہیں، لہذا وہ ایک اب نوجوان تھا جو بیٹہ دو ستون سے بنا ہوا، وگتار تھا، لیکن پر اسکا، لہذا
 اور فقر و مصیبت کے وقت حرف تکایت زمان پر لانا، بلکہ عا بر ہوتا، اس نے میری حاجت مکان کو ہی ملو کر لیا، جس
 کسی کو دیکھ میں ہو سکتی تھی، پھر جب تک میری سوز حال دور نہ ہوئی، اس کی انکھوں کا تکرہ ہی رہی، یعنی اسکے
 دور کرنے کی نگرہ ہی لگا رہی۔

سختہ، آخر زچا ہے، شد تانی مجھکو اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے جملہ فعال و اعمال، حرکات و سکون نفس کی رضا جوئی کے لیے مومن اور مس۔ ہیں اب تک اپنی ڈرٹی مین آفتون کو نکھٹا رہا کیونکہ علوم نہیں کب و داعی اہل کو لبیک کہتا ہے، آپ کا ترجمہ چکر سے پڑھا اس لیے اس کو سب سے پہلے نکھٹا رہا، کیونکہ معاملات کی صفائی اور ہم ضروری ہے، آپ حضرات کی محبت اور مودت کے یہی نہیں ہیں کہ میرے عیوب کے چشم پوشی کریں بلکہ لازم ہے کہ مجھکو میرے عیوب پر اور میری کمزوریوں پر متنبہ فرمائے ہیں۔
 المومن صراح المومن بخیرینا، مسلم السلام اور کوئی معافی اور عیوب سے پاک نہیں اور انسان کو اپنے عیوب نظر نہیں آتے۔

وَعَنِ الرِّضَاعِ كُلِّ عَيْبٍ كَلِمَةٌ وَ لَكِنْ عَيْنُ السَّخِطِ تَدْرِي الْمَسَابِقَ

جہاد اللہی جیسی دلیہم۔ چونکہ انسان کو اپنے نفس کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے اسکے عیوب سے انسان اندھا بن جاتا ہے، اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو اس کو تاویلات دیکھ کر غیر سے کمال بتاتا ہے

۵۔ ایک بہت بڑی چیز کا جانب حضرت نے توبہ زانی سے جو ہائے ۴، اور صوفیہ کی وہ کی جس سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں، وہ یہ کہ شیخ طریقت، استاد اور برون کی محبت، ذنوب و مساوات کے عیوب چشم پوشی پر موجود کرتے ہیں، حدیث کہ مومن کیلئے نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ کہ سب سے بڑا پیر ہے، چونکہ کوئی ایسے عیب اور کمزوری سے مجھکو ملتا ہے تو پیر کی جرات مجھ میں ذمے یا واقعی ایسی کوئی کمزوری مسلم ہو تو تکلیف میں اور بگڑتا ہوں کہ اسے اور ظلم کر دے، اگر خدا اس کو سب پر پوشی کا کارہاں سے مسامحت و درہمیت کا بندہ اذہ کھول دیا جو حضرت نے اس دعوت پر کاری ضرب لگائی اور اپنے توبہ میں اور دوسروں کو عمری دتیا اور دیا، اور کیوں نہ یہاں پر فرمایا، تاکہ آپ کا سلوک و تصوف بے بدین فی بس، اللہ کا تصوف تھا چنانچہ وہ دائرہ موجود ہے کہ ایک توجہ حضرت یہ تہذیب و حقہ تہذیب کی نگہ اور طاقت ہو گئی، کسی دہ سے دریں شہر میں لائے تو آپ کے پیروں پر اور حضرت ولانا خدائی سے لگا رہا، شہر میں اسکو تھی قرار دیا، داخلہ

یاد رہے کہ تصوف کا ماحول ہر شہر میں نہیں ہے، ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ شہر کا ماحول ہے کہ بنیاد اور لوگوں میں ہر عیب مومن نظر آتا ہے، جس وقت وہ ہوشیاری ہو، عیوب سے اجاگر نظر آتے ہیں۔

دوستوں کا فریضہ ہے کہ اس پر متنبہ کر کے اس کا وہ ارادہ نہیں نہ کہہ سکتے چھاپائیں اور دوسرے اس پر ملن و تعلق
 کریں۔ میں ہر ذیقعدہ کو جہد ہینچا، چونکہ گراچی سے عزیزم محمد کو تار و بچا تھا اس لیے وہ اس کا روز اپنی موز لاری میکر
 جہد ہینچ گئے اور کوشش کی کہ ٹھیکو مو ماٹر کے کوشش سے مستثنیٰ کر دیا جائے، چنانچہ یہ امر اس بنا پر قبولیت کو پہنچ
 گیا تھا کہ میں ہر روز تک دینہ منورہ رہ چکا ہوں، لگے وہ دن یعنی ہر ذیقعدہ کو ہم دینہ منورہ ہی لاری پر روانہ ہو
 موزی ایچر تک دینہ منورہ میں قیام رہا۔ .. موزی ایچر کی شب میں کہ منظر ہینچا ہوا ... موزی ایچر
 کو کہ منظر سے روزانہ جو کہ موزی ایچر کو جہد سے روانگی ہوئی ... آج بنا دیکھ موزی ایچر بخیر و عافیت
 سب کی گراچی پہنچ گئے

والسلام

نگ، سلف حسین احمد غفرلہ

دعاشیہ مکتوبہ (۷) امام العصر کی ساری زندگی سن آموز ہی پر اور مدینہ کے تعلقات ہیں دین میں بظاہر یہ چیز کسی اور دنیا سے
 دیکھی جاتی ہے لیکن احقر کی نظر میں تو یہ چیزیں ہی حضرت کے فضل و کمال کا مستقل کرامت جو اور انوار اور سبق آموزی کے نہ
 جانے کتنے پہلوؤں کو حاوی ہو، اسی معاملات سے پیدا ہوتا ہے معاملات کی مسافائی، خلاق ذہن کہ نفس کا ہم عصر ہے،
 جیسے تم لوگ سنے، اس پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور صوفیہ نے اس کا فیاضی کا شہ بنادیا ہے جو دانا، مر کے ہم ہر فرد سے
 ظاہر ہو جو لوگ قرآن کو شہ اور کھیکر پتے اور فراموش کر جاتے ہیں وہ اللہ و رسول کے نزدیک جس طرح مجرم ہیں اللہ کے بندوں
 کے نزدیک بھی اس سے زیادہ گناہ گار ہیں حقوق اہل و مساف نہیں ہوتے جنگ و زکے جائیں اور حق و الامان
 ذکر ہے اس لیے حضرت نے اس پر بہت زور دیا ہے۔

مولانا عبداللہ اعجازی صاحب ندوی امام العصر حضرت مولانا عبداللہ اعجازی صاحب ندوی کے مرید ہیں، اور مولانا سلوک حضرت
 مولانا ندوی دست بر کاتم سے ملے فراتے رہے، جیسا کہ شہ و دانا، سون سے ظاہر ہے چونکہ حضرت امام العصر کے تدریسی
 مشاغل اور سیاسی ضرورتیں اور شہ و اصلاح کی راہ میں حائل ہوتی رہتی ہیں اس لیے اپنے مولانا عبداللہ اعجازی صاحب
 کو بارہ منورہ دیا کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کا سلسلہ حضرت مولانا اعجازی سے قائم کریں، مولانا ندوی نے اس پر عمل کیا،
 (۱۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

مکتوب نمبر ۲

علاوات اور رعیت کی کیفیت پیدا ہونے سے رنج ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم کار ساز اپنے فضل و کرم سے صحت اور عافیت عطا فرمائے۔ آمین۔

بیماری اور صحت میں مستعد زیادہ سے زیادہ ذکر ہو سکے کرتے رہیں، خود ازبانی ہو یا پاس انفاس یا ذکر کبھی بہر حال مہلک بھی ہو ذکر سے فاضل نہ رہیں، اور رحمت خداوندی سے کسی وقت بھی ایسے نہ ہوں، اور کریم کار ساز عظیم الاحسان، غفار الذنوب، و انظایا ہے، اسکا وعدہ ہے اور نہایت پکارا وعدہ ہے کہ آسمان وزمین کے تمام نقصات سے بھرے ہوئے گناہوں کو بھی رجوع اور نایت انی اللہ کی بنا پر اپنی مغفرت سے بھر دے گا، اس نے اسرائیلی کو سواہل ایمان کے تقدیر تسلیم کر دینے پر بھی مغفرت فرمادی اور جبکہ وہ توبہ کر کے اور حق تعالیٰ کی طرف سے

دقیقہ صافیہ میں ۱۷۷۷ء میں نام لیا گیا کہ کرامت ہے کہ ہر دو شیخ طریقت کا پرہیز اور احترام اور حسن ظن تا کہ کھانچا، چنانچہ امام احمد کے اس جو بنی و انانہ کو ظاہر ہے کسی مزید ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، اور شرفی میں یہ چیز طے ہو چکی ہے اگر شیخ اپنی مقصد کی وجہ سے بیٹیب خاطر پروردگار کو یہاں سے کہ توجہ نہ ہو، میرے نشان بزرگ سے سلوک اور تصرف میں رجوع کرے تو اس شکر پروردگار جواز ہر گاہ کہ شیخ اولیٰ کا ادب و احترام اور اس کے ساتھ عقیدت میں فرق نہ آئے، ہبہ کہ حضرت علیؑ کے مولانا جلیل الدین صاحب حضرت مولانا تھانویؒ پر بعض کتابیں لکھی ہیں، اور ان میں بعض بزرگوں کا ذکر بھی کیا ہے، اگر عجیب بات ہے کہ امام احمد مولانا دینی دوست برکاتم سے زبردست علاقہ رکھتے کے، اور جو شاید ایک ماہ بھی بھول کر، اگر میں فرمایا گیا، وہاں نسبت اور محبت کا تقاضا کہ اگر اس کے لیے کوئی غمناک یا ننگ سے اختیار نہ کیا جاتا تو ختم بھی سہی، اگر تازی زبردست ہستی کو فراموش نہ کیا جاتا، ہو سکتا ہے کہ کوئی دانا ہو۔

حضرت امام احمد اور اہل بیت کے تم نے جس اسرائیلی کا حال ہے اس و انانہ میں دیا ہے اس کی حضرت بوسید خدریؒ نے روایت فرمائی ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں تھا، جس نے تین تالیفیں لکھی تھیں کہ اولیٰ اللہ اور پوجنا تھا کہ

ہونے مرگے تو اس زمین کو جہان سے اور کتاب کر کے چلا تھا ہا ز ہونے اور اس مقدس حصہ کے تفسیر ہونے کا حکم دیکھو مغرت کا سامن پیدا کر دیا پھر حضرت عبدالعین صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کے لیے کیوں کر ایسی ہونا جائز ہوگا، تو بار و نامت میں مشغول رہیے اور ذکر سے غافل مت ہو جیے، اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری ورتام امت کی مغرت فرمائے۔ آمین۔

والسلام

شک اسلام حسین احمد غفر

دارالعلوم، یونینڈ، مورخہ اولیٰ ۱۳۶۹ھ

دقیقہ ماہیہ ص ۱۷۹) میری تقریر جو سکتی ہے ایک عابد و زاہد کے پاس پہنچا اور سوال کیا کہ کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، اس نے انگریزی قتل کر دیا، پھر پوچھا شروع کیا ایک شخص نے کہا کہ تو فلان گاؤں میں جا کر دفتر شہوت لگائی اور تے وقت اس نے اپنا سیدہ بٹیا کی طرف اہلی کر دیا، اسکے بعد لاکر حجت و مذہب شروع کرنے میں جگہ پر سے اگر تم تبصیر کر گئے دوسرے گناہوں کا بس اللہ تعالیٰ نے اس سبھی کو حکم دیا کہ تو زویک ہو جا اور دوسری کو حکم دیا کہ دور ہو جا پھر اللہ نے دونوں بیٹیوں کے پاس میں حکم دیا میں پاپا گیا میں سبھی کے قریب ہی کی طرف چلا تھا ایک بات زیادہ اسکے منہ سے آئی مغرت نرا دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسے (ماہیہ مکتوب نمبر ۱۷) میں نے مولانا دہی نے لکھا ایک مریضہ لکھا تھا جس میں میں نے مولانا تقاضی حضرت امام العصر کے بارے میں ہے آخرت کا اظہار کیا تھا اور یہ نصرت لکھی گئی تھا "ہر گئے روز نیک دولت دیکھتے" جیسے اب میں مولانا عبد الباقی صاحب نے تحریر فرمایا تھا "یہ اپنے ہاتھ پر لکھی گئی تھی کہ ہر گئے روز"۔ ایک صاحب اپنے چھوٹے بیٹے کو لائے کہ اے بچو پانی عقیقت تو حضرت مولانا دہی سے ہر لیکن اب حضرت تقاضی کی کجاست اتنا دیکھو گیا ہے، دونوں کو کس طرح جمع کریں، میں نے کہا کہ عروہ علی نبی اللہ کے جتنے کرنے میں دشواری نہ دیکھی، انار جی کو ہو سکتی ہے کسی کو کیا دشواری مولانا دہی کی یہ تشبیہ بہت خوب ہے اسکے بعد خود ہی فرمایا ہے یہ اور الی ہندو جی، خدا و سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی دارالناہی میں رہا، دیکھو ہا ہر روز، مقدمہ ۱۳۶۹ھ

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین محل

پس وہ روزخوبی کا کام کرتا ہے اور ہنسی لگے بیا جاتا ہے۔ تاہم یہ خواہ کیسے ہی تقویٰ پر انسان ہو اور کیسے اعمال صالحہ اور کثرتِ کرامات کا مظہر ہو کسی کے متعلق ولایتِ حقیقیہ کا فتویٰ عامی دے سکتا ہے نہ کوئی ولی دے سکتا ہے، جب تک کہ خاتمہِ عالم نہ ہو جائے، اور یہ مجموعہ علم اللہ تعالیٰ ہے یا وہی سے پیغمبر کو علم کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ بشرین بالجنۃ کے متعلق واقع ہوا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں کان مسمک مستنفا فلست من جنات فان اهل کایوم علیہ العتدہ۔ اس لیے کوئی شخص بھی سوا سے اللہ تعالیٰ کے کسی دنی کو نہیں پہچان سکتا۔ علم یا عہد اور برہمیسا وغیرہ کے احوال معروف و مشہور ہیں، کس قدر کرامات و کثرت اور فیہ عن کے ایک تھے مگر آخر الامر کیا ہوا۔

۱۱۱) حدیث ترمذ میں کا چند فقہ غیری فرمایا گیا ہے کا یہ حدیث نہیں فرمایا گیا، اور معلوم ہے کہ معرفت ہر علم کو نہیں کہتے بلکہ اس اور ایک کو کہتے ہیں جو کہ مسبقاً بالعلم ہو، اور اس وجہ سے اس شخص کو کہا کرتے ہیں کہ پہچان یا جبکہ پچھے سو جانتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ذل سے سب لوگوں کے احوال کو جانتے ہیں اس لیے وہی پہچان سکتے ہیں کہ کون ولی ہو گا، اور کون نہ ہو گا۔ نہ کہ اسقرین اور اولیاء اللہ وغیرہ نہیں پہچان سکتے۔ **إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ سَعَاهُمُ الْبُزُوقُ الْكَلْبِيَّةِ** (جنگلے بے پیلے سے ٹھہر چکا ہمارے حوت سے نیکی ہو اس سے دور رہیں گے)۔ **أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ يَفَاسَاتِبِقُونَ الْآيَاتِ**

ترجمہ: گنہ نیست کہ او خلفا راست از سابقہ روز ازل می ترسم

اگر جو اطلاق لفظ حارث جناب ہادی عزائم پر ایہام کی وجہ سے منوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان نون میں اس کا اطلاق اور ایک بعد از بول پر بھی ہوتا ہے دھو حال علی اللہ عزوجل۔ اور کبھی اور کا جزئیہ پر ہوتا ہے جس سے ایہام ہوتا ہے کہ معاذ اللہ کلیات کا علم اس کو نہیں ہے اور نہ فی ذاتہ یہ اطلاق جناب ہادی عزائم پر منوع نہیں تھا جیسا کہ روایات میں لفظ مذکور کا بیحد فعلی یا فعل مضارع وغیرہ

(۷۱) صورتہ کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام ہی کی طاعت واجب ہو اور مراد ان کی صورت
 روحانہ برمی حضرت آدم علیہ السلام کو جسمانی و مادی حیثیت ایسی ہی مادی گئی جیسی ان کو روحانی
 صورت عطا کی گئی تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسانی اوداع بھی واقع میں مرکب ہیں بسط وہ منہ
 یعنی روح حیوانی، نفس ناطقہ، روح ملکوتی سے مرکب ہے اور اس میں مادہ شیطانی اور مادہ ملکی
 وغیرہ بھی رکھا گیا ہے۔ اس میں عالم علوی کی تمام موجودات کا عنصر اسی طرح رکھا ہوا ہے جس طرح
 اس کے جسم میں عالم سفلی کے تمام مواد خاک، نار، ہوا، نفس بھادی، نفس نباتی، نفس حیوانی
 وغیرہ موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں وہ سب چیزیں اور قوتیں پیدا کی
 گئیں جو کہ اس کی روح میں کاسن اور مستتر تھیں۔ اس کی روح میں قوت باصرہ تھی، اسکو آنکھ دیکھنی،
 اس میں قوت بٹش تھی، اسکو ہاتھ دے گئے، دلی ذالقیاس۔ اس کی روح میں قوت حاسہ تھی اسی
 اس کے جسم میں قوت حاسہ رکھی گئی، اس کی روح قوت داہمہ تھی، اس کے داغ میں یہ قوت رکھی
 گئی اس کی روح میں قوت ہبیمہ تھی اس کے جگر میں یہ قوت رکھی گئی۔ علی ذالقیاس، اس کو قلب دیا گیا
 تاکہ قوت ہبیمہ کامرکز ہو، اس کو داغ دیا گیا تاکہ قوت عقیدہ کا تخت سلطنت بنے، دیکھا خاکہ مبدائی
 سے انسان پر خلق کالی کیا گیا اور اس کی باطنی اور ظاہری دونوں طرح تکمیل فرمائی گئی ما متعذ
 ان تسجدت لیساختت بیدبی (کس چیز نے روک دیا جگو کہ سجدہ کرے اسکو جسکو میں نے بنایا اپنے ہاتھوں سے)
 ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یہاں مخلوق ہے جس میں اطنی تکمیل ہے مگر ظاہری نہیں، جیسے فرشتے وغیرہ یا
 ظاہری تکمیل ہے مگر باطنی نہیں جیسے حیوانات اور پہاڑ، نباتات وغیرہ۔ مخلقات انسان کے کہ وہ
 خلاصہ موجودات اور عالم اصغر بنایا گیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ہم نے بنایا آدمی
 خوب خوب انداز سے، اس لیے اس پر بوجہ تشکر سب سے زیادہ رکھا گیا، اور اسی وجہ سے عدم تشکر پر عذاب
 بھی زیادہ اور سب سے زیادہ رکھا گیا، تاہم یہ ہے کہ جس پر زیادہ انعام ہوتا ہے اس سے باز پرس بھی زیادہ

ہوتی ہر قدر دذنا کا استعمال سادہ لایں اکلیہ (پیر پیمیک وی) اور دیگر نچوں سے نیچے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہی سختی خلافت رہانیہ قرار دیا گیا ہنہشاہ کی نیابت ہر شخص کو نہیں دیکھتی۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام کی روح رواج میں سب سے زیادہ جامع اور خوبصورت پیدا کی گئی، جس پر شہادت خلافت اور مجلس ملائکہ میں اس کو پیش کرنا بتلاتا ہے، اسی طرح ان کو ہم بھی تمام اجسام سے خوبصورت اور مکمل دیا گیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ شاعر کہتا ہے:

ما امت ما دجا یا من یشبہا بالشمس والندکابل امتا جیہا

اے ارحم تجویہ کی تربیت کر اور اسکو سربا اور اہل کمال کو تشبیہ دیا ہے۔ تو تیرے نہیں ہوتی کجا کا بچہ ہے۔

من این الشمس خال فوق وجنتها و مصححہ من نظام المدارس فی فیہا

بھلا سورج کے گاروں پر سیاہ تل اور اس کے منہ میں برتنوں کی لڑائی ہے،

من این المدارس اجماع مکملہ ما لیسوا والنفیر بحوری فی حواشیہا

مجھ پر کمال میں وہ برگیں انکیں کجا جوارو اور ناز کے ساتھ گردنما کرتی رہتی ہیں۔

فارسی شاعر کہتا ہے

من ما ندیدم کلد دارد من سر و ندیدم تہا پوشش

(۴) اگر ضمیر صورت کی لفظ جلاہ کی طرف راجع کی جائے، اگر یہ برطریقہ شائعہ عربیہ کے ظلال

ہے تاہم کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جیسے اَلَا تَسْمَعُوْنَ لَنْ یُنْفِثَ فِی الْاَشْجَارِ وَ مَا ذَکِّرُوْنَ اِذْ یُنَادُوْنَ

اور اِنْفِثَ نَادُوْا وَ تَوَقُّوْا ذَا یَسْجُوْا لَنْ یُنْفِثَ فِی الْاَشْجَارِ وَ مَا ذَکِّرُوْنَ اِذْ یُنَادُوْنَ

ذالبتہ اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ جناب باری عزاسمہ صورت اور شکل سے منزہ ہے۔ لکن کبھی شقہ

ذی صورت کے لیے محاط مجدی محدود ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ بشکل شی محیط ہے وہ محاط نہیں ہو سکتا

تو اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس جگہ یعنی صفت ہے جیسے مائی تخلیق غیر اور یہ کہ یہ کہا جاتا ہے و سیرۃ

المسلّمہ کد او کدای صفتیما کد و کد ا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی مہمنا
پر پیدا کیا۔ اور حضرت آدم کو اپنی تمام صفات کد لید میں سے حصہ دیا۔ ان کے غلام و ملکوس تمام اس میں
رکھ دیے۔ اور مخلوقات سب کو جامع نہیں ہیں، جس لڑج آئینہ نظہم نور شمس ہے۔ کسی لوح آدم علیہ السلام
منہر بصدقت کما لید جناب باری عز اسمہ بنائے گئے۔ اور اسی لیے اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ ہو سکے
کسی کا نائب وہی شخص ہو سکتا ہے جو کہ مذہب کے صفات خاصہ کا کم و بیش حامل ہو، اُن کا نائب یا نائب
یا سارے یا شیخ یا چراغ ہو سکتے ہیں، شجر حجر نہیں ہو سکتے۔

والسلام
نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۷

بپ اسی آیت کریمہ قُلْ هُوَ الْقَادِمُ الْآخِرُ پر اکتفا فرماتے ہیں، آپ کا آخری واقعہ صحیح ہے اگر اس کے
ساتھ ظہر العباد فی اللہ والآخریہا کسنت ایدی الناس یدید یفتمو بقیض الیدی صیواو العاقم
بیز حیون (بہیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمانی سے پکھانا چاہیے انکو کچھ مزہ
اس کام کا اگر وہ پھرائیں)۔ اسی طرح آیت بامعشر الجین والانس ان استطعتم اننا نقتلکم
میں اظہار لشہوت والامہ من فاندوا وازن تعقدون الا یظن بیزیل علیکم اسوا
میں ما پار غمائن فلاتنقضنہا (اسے گردہ جنوں کے اور انسان کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل جاگو
دہانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل جاگو نہیں نکل سکنے کے ہون نہ کے چھوڑے
بائیں تم پر سٹلے آگ کے عمارت اور دھواں ہے ہونے پھر تم بدل نہیں لے سکتے)۔ اسی طرح دین
الذین تامل اننا نضری اخذنا بایمتنا فقمتمسوا خطایمتنا ذکیر وایہم فاعلم یا مدینہم
اعداؤہ فالنصاء انی یومر انقیامہ و مسوف یسببکم اللہ بما کانوا یصنون (اور وہ جو
کئے ہیں اپنے کو خدا ہی ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد نکاح پر ہوں گے نفع اٹھا، اس بیعت سے جاگو لگتی تھی

پھر ہم نے یاد دی آپس میں ان کے دشمنی اور کبھی قیامت کے دن تک اور آخرت دیکھنا اللہ ان کو جو کچھ کرے حق
 وغیرہ آیات آج تاویل اور صرف عن، لفظ برن خدج نہیں رہی ہیں، جو فرق یعنی مسلمان، یہود، نصاریٰ
 مشرکین، لامحدہ سب کے قلوب پر عشاوات تہرتہ پڑھتے چلے جا رہے ہیں اور ان مواعظ اور آیات
 سے تذکرہ اور توجہ الی اللہ کا نام بھی حاصل نہیں کرتے، آج عرب میں دغان سے مختلف طریقوں سے
 کام لیا جاتا ہے اور دشمن کو زبرد زبرد کیا جا رہا ہے، نضامین دغان سے مختلف طریقوں پر کام لیا جاتا ہے،
 اور دشمن کو زبرد زبرد کیا جا رہا ہے۔ نضامین ہر میں بر میں دغان کو چھین کر دشمن کو برابر کرتے ہیں جس کی
 تفصیل اخبار میں ابھی ہے کیا یتیم تانی السماء یدخان سمن یتشی الناسی هذا اعدائ
 الینہ .. . ای نھم الذکون، الآیۃ ۱۱ اس دن کہوئے، آسمان و حواء صریح ہو گی کہ لوگو
 کریہے عذاب دردناک سے رب کھول دے ہم پر سے یہ آفت ہم بخیر لاتے ہیں، کہاں عیب ہو
 بھلا وہی، خبر تاویل اس پر چسپان نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب تہرائی کے مظاہر ہیں دینین ماکہ اندھون
 کے ماتحت ہو رہے ہیں، مگر حضرت انسان حسب آیت ذکائین میں آیۃ فی السموات و الارض میں بتوڑ
 علیہا و ہم عنہا معروضات و ما جو میں اللہ ہم یا اللہ اکلہم مشیر کون ان اسوان تانیہم
 عانتیہ میں عذاب اللہ الآیۃ (۱) و بہتری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جن پر گدہ ہونا رہتا ہے، آ
 اور وہ ان پر دھیان نہیں لاتے۔ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر گمراہ تھے
 شریک بھی کرتے ہیں کیا ڈر ہو گئے اس سے کہ آؤ ٹھنکے ان کی ایک آفت اللہ کے عذاب کی آیت، تنائی
 غفلتوں اور اعراض، اللہ کرتے ہوئے، نسق و بجز کرتے ہوئے کا ہیبتہ قلو ہم میں مسرت
 اکا و ہم یلبسون میں سرشار ہیں۔ اعاذنا اللہ و یا کھ میں قہر و جلالہ آمین۔

والسلام

نگ مسلمان حسین احمد غفرلہ

مکتبہ نمبر ۶۵

۱) کاتبہ افضلہ من النبوة کسی حدیث کا جملہ نہیں ہے، بعض اہل برطانیہ کی طرف نسبت کیا جاتا ہے، کسی قطعی اور مخصوص مجمع علیہ امر کے خلاف کسی شخص کا بھی قول مستبر نہیں ہو سکتا۔
 ۲) ہم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس بزرگ نے یہ قول حالت سکر میں فرمایا ہے یا حالت صحو میں ظاہر ہے کہ سکر کا قول باطل اعتماد نہیں ہو سکتا۔

۳) اس جملہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ اولیٰ افضلہ من النبوة جو کہ مجمع علیہ اور قطعی کے خلاف ہے بلکہ الولایۃ افضلہ من النبوة کہا گیا ہے۔

۴) ولایۃ النبویٰ افضلہ من نبوتہ اس مراد لیا جاتا ہے، اور غالباً یہی سنی مراد ہیں کہ نبی کریمؐ کو مراتب ولایت سے کریمؐ سے ضروری ہیں، اگرچہ وہ نہایت تلیل زمانہ بلکہ اُن واحد میں ہو جائے، فکلی نہی دلی و کلا معکس چونکہ ولایت میر انی اللہ فقط یا میر فی اللہ کے ساتھ یا میر فی اللہ فقط

منہ فولایۃ افضلہ من النبوتہ کے کیا معنی ہیں، نبوت سے ولایت کیونکر افضل ہو سکتی ہے۔

تو سکر ایک خاص قسم کی مستی اور صیبت کا نام ہے، اگر سلطان حال کے غلبہ کا وجہ سے سرایت حال کا اثر آتی ہے تو اس پر اثر سکر کا ستور ہوگا، اور اگر حالت اس پر گراہ پر آگئی تو پھر جو ہوگا اس میں سکر کا تکیہ کیا ہے اور صحو میں اس کے یہ جن پر غلبہ کے حقائق ظاہر ہو چکے ہیں، کیونکہ صحو کے معنی مستی سے ہوشیاری میں آسنے کے ہیں یا ملامت صحو سے اپنے اوصاف کو کم کر دینا اور عادات بشری کا مٹا دینا صحو ہے۔

تو اس زمانہ میں میر فی اللہ کا لفظ آگیا ہے جس کا ہم واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کیونکہ اس کا مفاد وہاں ثابت کیا ہے، ہم سند حضرت باریؑ کے قول لانا چاہتے ہیں، چنانچہ اس کے ظاہر کا تعلق ہے کاتبہ منہ سے واضح کر دیا ہے اور جنید جیسے اکابر کوفہ میں پڑھنے میں سند توحید کی بساط کا کہیں سال ہوئے لیٹ دیا ہے، دلائل ^{مشکوٰۃ} میں جو اشارہ ہے۔ اس لیے اگر معرفت باری اور توحید الہی پر کچھ گفتگو ہو سکتی ہے تو صرف یہاں معرفت ہی کی زبان سے چاہئے یہ سنانے میں سے ہے کہ آیتوں و روایات میں اس توحید الہی کی حکمت جس طرح قائم ہے اسی طرح اس کے صفات، مطلق، آثار بھی جیسے ہر خدا میں یہ صفات اسلام تک پہنچنے کا درجہ اور پھر اس سے دست بردار ہونا ہے، (آقہ ص ۶۰)

سے عبارت ہے اور نبوت سیر میں اللہ کی العباد کا نام ہے اس لیے ذی خیریت کو ولایت الہی اور اول
 ہوئی کہ اس میں توجہ الی المحبوب الحقیقی اور حضور حاصل ہے بخلاف نبوت کے کہ وہ ان پر توجہ الی غیر
 المحبوب الحقیقی والی الابدار کرنی ہوتی ہے اور اس کا انہماک اور اس کے فرائض کا ادا کرنا غفلت یا
 کم از کم توجہی کا باعث ہوتا ہے، اِذَا مَرَّ عَلَیْکَ فَاَنْصَبْ اِنَّ ذَاکَ لَکَرِّۤمٌ اِذَا اَنْصَبْتَ اور اِنْ
 لَدَکَ فِی السَّعَآءِ سَآئِحَةٌ فَاَبْرِئْۤہِمْ وَاَعْرِضْ عَنِ الْغَافِلِینَ۔ اللہ لیقان علی قلبی الحمدیت اس کا
 سدل ہے، ایک عاشق صادق قوی عشق کے لیے محبوب کی طرف سے منہ پھیرا اور غیروں میں ادب بھنا
 کس قدر شاق ہے۔ اول عشق سے پوچھیے

بقیہ ماثیہ میں ۱۰۹ باقی ثابت اور اک سوائے بجز کے کچھ ہیں سے۔ البتہ

نظارہ استبان لہجہ اور ج ضرور کا باسماں ۱۰۹ نورا نور لکرا کب

پس اپنے اور ساری موجودات کے صفات کو، اللہ تعالیٰ ہی کے صفات کا پر تو بجز اس کے اندر ڈوب جائے، اور
 ریش سے لاش تک سارے عالم کو اپنے اندر بیٹھے تو اس پر ایسی حالت میں کیفیات عالم اس پر منکشت ہونگی، مگر
 اس پر توجہ نہ کرے اور انہوں کو تصور دیکھے کیونکہ وہ تمام چیزیں محاب ہیں، اگر تیار نہ ہوئی اور جلد زنجیری شال مال
 جیسا تو لنگھ لنگھ تمام جا بات طے ہو کر حضرت ذات بخت تک رسائی ہوگی اور عجیب و غریب حالات پیش آئیں گے۔
 اسی کو سیر فی شہ سے جو سوم کہا جاتا ہے، یہ وہ مقام ہے جس کی تھانہ نہیں اور یہیں پہلو لگا کر نشی ہو جاتا ہے بعض
 حضرات نے اس سلسلے کی تقریباً ہی طرح کی ہے کہ وہ نسبت خدا جس کو ولایت سے تیسرے کہا جاتا ہے کسی کو تیسری
 قرب جہان کی صورت میں مانتے ہیں، اور جس قدر قرب حاصل ہوتا جاتا ہے کتنی طور پر عارف کو نظر آئے گئے
 ہے کہ گویا وہ ذات باری تعالیٰ کی طرف یا اس کے صفات میں سے کسی صفات کی طرف سیر کر رہا ہے، یا یہی وہ صورت
 منانی کی اسی نسبت کو قرب اور اسی ترقی کو سیران اللہ و سیر فی اللہ و سیر فی اللہ و سیر فی اللہ سے موسوم کرتے ہیں۔
 علامہ تحقیق حضرت امام احمد دہلوی برکات اللہ علیہ سے جو چیز بھی جاتی ہے وہ یہ جو کئی دلی سے افضل اور نبوت ولایت
 سے افضل ہے، کیونکہ کبریائی دلی ہو سکتا ہے مگر پر دلی ہی نہیں ہو سکتا، یہ سزا جانی ہے، اور اس طرح دلی پر بھی
 اتفاق، اہل سنت و جماعت بلکہ تمام امت کا ہے کہ اصحاب رسول، اللہ علیہم السلام اور امت سے افضل ہیں، چنانچہ
 حضرت عبداللہ بن مبارک تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ وہ خیار جو کہ امیر معاویہ کے گھوڑوں کی ناک میں داخل ہے
 وہ اس قدر اول اور عمر وانی سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت بایزید بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرز کلام ہے کہ

ہر آنکہ غافل از دوسے کی زبان است چاند کم کا فراموش اما زبان است
 میاوا غائبی پر سوسہ ہا شد در اسلام بردے ہا شد
 از سر بایں سن پر خیزانے اور ان طیب در دمنده عشق را اور بجزوہ زینت

ہاں جنت کو کوئی نعمت رویت باری عزاسم کے برابر معلوم ہوگی، اس لیے ذاتی حیثیت سے
 فضیلت ولایت ہی میں ہے، مگر چونکہ نبی امور ہے کہ مخلوق کو کھینچ کر بارگاہ محبوب صغنی تک لائے، جو
 ان کو پروانہ شمع محبوب بنائے، اس لیے وہ خلاف جذبہ طبیعت، طاعت و طہیب دن و رات جو رو
 جوار شد اور سکارہ جھیلتا ہے، اور معلوم ہے کہ جس قدر اس کو عشق تام ہوگا اسی قدر توجہ الی الغیر میں
 تکلیف اور گرائی ہو سکتی ہے

بجزوہ ابرو سے پھول کا کلی گلی رس لے کاناٹا گے پریم کا ترپ ترپ ہی سے
 او ذبت نی اللہ دیکھو ذی نبی و اخفت فی اللہ و لا یخاف نجما مقالہ (جنتہ جگوار شہ کے
 دستہ میں تکلیف دہ گئی کسی نبی کو نہیں دی گئی اور جنتہ جگوار اللہ کے راستہ میں ڈرایا گیا کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا)
 حضرت سرور کائنات علیہ السلام سے آیا اٹھا اللہی یتلنا ما انزل الینک و ان لک قد فعلت فمنا
 تلخت یہ سبالاتہ قول ملا زری ہے۔ اس سے یہ سمجھ بھی زائل ہو جاتا ہے کہ بعض بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کو بظاہر انجذاب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ تر تکلیف پہنچائی گئی۔ حضرت ذکر کیا اور حضرت لوح
 علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقعات ظاہر ہیں، بہر حال اگر یہ مراد ہے کہ اس پیغمبر کا مقام ولایت اس کے
 مقام نبوت سے افضل ہے، اگر پر بحیثیت انشال حکم محبوب حقیقی مقام نبوت میں خارجی اور خارجی
 فضیلت اس قدر آجائے کہ وہ پہلے سے بھی بڑھ جائے، تب تو جواب ظاہر ہی ہے،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۰) احقر محایات الصدیقین اور لہ صد آیات تنبیہیں اپنا مگر یہ قول نہیں ہے

کہ یہ یقین کا بیان نہ تائید ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ابتدا کس منزل پر۔ دیا فی الزمر ص ۱
 اسلامی

(۵) اور ممکن ہے کہ نفس مقام کی نفسیت بدلنے کی منظرہ ہو، اگر مقام ولایت میں مقام نبوت سے ذاتی طور پر، نفسیت ہے، اگرچہ خارجی طور پر مقام نبوت کی نفسیت مقام ولایت کی نفسیت سے بڑھ چکا ہے۔
قد یوجد فی النہر ما کان یوجد فی البیوت - واثنہ اعلم

(۱) امام مدینۃ العلمین انا دار الحکمتہ شریعی با بھا، ترجمہ میں ہے اور نہ روایت ذکر کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں،

(۲) ترمذی نے اس کی تحمیں کی ہے، جس میں حسن لیسرہ ہونے کا بھی، ختم ہے، اور ممکن ہے کہ کسی نے اس کی تصحیح بھی کی ہو، کتابیں ہمارے پاس موجود نہیں ہیں کہ ان کا انکشاف کیا جاتا، تاہم ہر حدیث ان روایات سے مقابل ہونے کی طاقت نہیں رکھتی جو بالاتفاق صحیح ہیں، اس وقت قارئین سادہ نگاہی جائے گی،

(۳) اگر اس کے مفہوم میں تضاد نہ ہو تو البتہ قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے مگر جب ہم لفظ مدینہ اور لفظ مابین غور کرتے ہیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ مدینہ، اس جگہ کہتے ہیں، جہاں بہت سے مکانات مجتمع ہوں، ایک مکان بلکہ دس پندرہ مکان والی آبادی کو مدینہ نہیں کہا جاتا

۱۔ امام مدینۃ العلمین انا دار الحکمتہ شریعی با بھا، شرح ہذا سے کہ نور کو تو جناب و صاحب علی، اندر علیہ وسلم نے علم و حکمت کا شہ زار، ایسے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ اب دورہ وادہ، فرودیا ہے، یعنی جناب و صاحب علی، اندر علیہ وسلم علم و حکمت کے شہر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ اس شہر میں داخل ہونے کے لیے دورہ وادہ ہیں، فقیر نے کہ جناب رسول شریعی اندر علیہ وسلم خاسر کی باطنی صفت تو صاحب علی کرم اللہ وجہہ لہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث کو جلد رسالہ میں ملاحظہ ہونے کی گائیے، روایت کیا ہے، ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کام کیا ہے کہ اس حدیث سے یہ حدیث شریعی باطنی سے روایت کیا ہے، مگر علماء حدیث اس حدیث کو تفہات میں سے کسی سے نہیں پہچانتے سوائے شریعی کے، علامہ ابن جوزی نے موصوفات میں اس کے بعد عربی پر نہیں کیا تھا، باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ایک جاہل حدیث کی، اس کے سوا شہ ہونے کا نالی سے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف میں تو صاف فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سہ سے کوئی اصل نہیں ہے، اسی لیے میرزا باقر دہلوی نے اس حدیث کی صحت پر طعن نہیں کیا

خود نفاذینہ کا لغوی مفہوم بھی اجتماع پر دلالت کرتا ہے، اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس علی مدینہ میں بہت
 علی گھر ہوں گے اور بہت زیادہ آبادی اس کے اندر ہوگی، اور دروازہ خواہ مکان کا ہو یا شہر کا،
 ہمیشہ خارج ہو کر رہے شہر کا اندرونی حصہ یا مکان کا اندرونی حصہ شہر نہیں کی جاتا، اور کم از کم اتنا
 تو ضرور ہوتا ہے کہ من و جہہ خارج ہو، اور من و جہہ داخل ہو، اس بنا پر اور صحابہ کرام بالخصوص انکے
 خواہی (رضی اللہ عنہم) اس مدینہ معظمہ کے اندر داخل ہوں گے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ باب
 اندر داخل نہیں ہوں گے، لہذا ان کی فضیلت دیگر صحابہ پر ثابت نہ ہوگی، ہاں باہر سے آنے والوں
 یعنی غیر صحابہ پر لیکن ہے کہ فضیلت ثابت کی جائے کہ ان کو اس مدینہ میں بغیر توہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 داخل ہونا مکمل نہیں، ایسے اشکال کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

(۴) کیا دنیا میں کوئی مدینہ ایسا بھی پایا جاتا ہے جس کا ایک ہی دروازہ ہو، آخرت میں جنت
 دروازہ کے لیے بھی متعدد ابواب رکھے گئے ہیں، جہان کا انتظام انتہائی قوت والا ہے، اور
 دنیا میں تو جو کچھ شدیدہ اور کمزوری انتظامات ہمیشہ اسی کے متقاضی ہوتے رہے ہیں کہ ہر سو راہ بند
 اور ہر شہر کے ابواب متعدد ہوں، بلکہ شہر سخت تنگیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسی لیے مدینہ معظمہ
 کے لیے بھی متعدد دروازے ہونے چاہئیں، اس روایت میں اس کی کوئی گمان ہے کہ اس کیسے
 مولیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے، لہذا شہد کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

(۵) انما مدینۃ القادسۃ "القادسۃ" اصل الف و لام میں عمدہ خارجی ہے، جس کے معنی علی مرتضیٰ
 الاصولین والہدیین فرمود میں کا ارادہ کرتا ہے، خواہ اس کا تعین عبوراً ہو یا حضوراً یا عملیاً یا حساً
 لہذا کیوں نہیں ممکن ہے کہ کسی خاص علم کا ارادہ فرمایا گیا ہو، اور اس کے عمل کرنے کے صرف

دبیرہ ماہیہ ص ۱۵۲) ظاہر معنی نے بھی صحت کا انکار کیا ہے، ہم اللہ صریح روایت انصار الحکیمۃ کی ترجمہ فرمائی ہو وہ
 دو ہیں حدیث کی تصحیح کی خاطر ہے، در خود امام العصر صریح روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے۔ اعلمی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیدہ جون، جملہ علوم، روحانی یا دنیوی شرائع سے تعلق رکھتے ہوں یا طریقی تصوف سے عبادات کے علوم ہوں یا معاملات وغیرہ وغیرہ سب کا راہہ کرنا علیہ السلام خارجی سے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ باتفاق الاصولین والبیانین اصل عہد خارجی ہے، استغراق کا راہہ صرف اس وقت میں کیا جاسکتا ہے کہ عہد خارجی متخیر ہو جائے اور واقعہ بھی یہی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم متنوعہ تمام صحابہ کرام سے پیچھے، صرف تصوف کا نشوونما حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا، دنیا میں جقدر بھی سلاسل طریقت میں سب کامرج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام گراہی ہے، نقشبندیہ کا ایک سلسلہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اگر اس میں انقطاع بہت زیادہ ہے، اتصال والا طریقہ ان کا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا در یوزہ گر ہے، بناؤ علیہ اس حدیث کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے کہ علم باطن اور تصوف میں داخل ہونے کے لیے یہاں دن اور سید میں آنے والوں کے لیے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ وسیلہ ہیں، امر احاطہ مستقیم

میں حضرت سید احمد صاحب شہید درجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (ص ۵۸)

”حضرت تھنی رضی اللہ عنہ ایک نوع تفضیل پر حضرت شہین رضی اللہ عنہما ہم پہنچتے است، تین تفضیل محبت کثرت اتباع ایشان و وساطت مقامات ولایت علی سائر خدات است مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہ ہر از عمد کرامت احمد حضرت تھنی، انقرضی دنیا پر ہر اسطر ایشان است و در سلطنت سلاطین و امارت امرا ہم بہت ایشان را داخل است کہ ہر سیاہان عالم ملکوت مخفی نیست“ الخ

لے آتھیں، حضور پر ہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خاص قسم کی حیثیت حضرات شہین پر آتے ہیں، وہ حیثیت پر ہر کثرت تھیں اور مقامات پر ہر تمام حدت مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہ آپ ہی کے واسطے سے ہر اور مقام دنیا تک باقی رہے گا، اور بار بار تھیں ان کو امر احاطہ کی ادارت میں ہی آپ کی بہت کو ایک گزروں پر جو دنیا کے سیاہوں پر نہیں ہے،

اسی قسم کی تفصیل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیفات میں بھی بکثرت موجود ہے، بہر حال مراد اس جگہ پر علوم نہیں ہو سکتی، نہ تو اہل اس کے حامی ہیں نہ مخالفین۔
 دانشمند علم، والسلام، ننگ اسلام حسین احمد غفرلہ۔

مکتوب نمبر ۷۷

دانا نامہ معہ مسدود شیہ کے حسب تحریر پہنچا، خواب نہایت مبارک اور بشارات سے پُر ہے، آپ کی اور شیخ ولی محمد صاحب کی نخصانہ مجدد جبہ اگرچہ ٹھیکو رہا نہ کر سکی، مگر آپ حضرات کی بے لوث سعی عند اللہ مقبول و محمود ہوئی، اللہ تعالیٰ کی قبولیت اور عنایت بصورت حضرت شیخ دانشمند رحمۃ اللہ علیہ دو تون حضرات سے ملاتی ہوئی ہے، اور آپ کی مہمان نبتی ہے، اور علاوہ ازیں آپ کو کہ درانتہ روحانیہ سے صفائی بصورت عمل حاصل ہوتی ہے، اگرچہ اس میں تھوڑی بشارت میرے لیے بھی ہے کہ میری پرسان حالی کی جاتی ہے، اور مسدود الخمد۔ بہر حال آپ دو تون صاحبوں کو میں بھی مبارک دینا ہوں، اب تو آپ دو تون صاحبوں کا غم اور غصہ بالکل جاتا رہنا چاہیے اور خوش ہونا چاہیے، مقصود اعظم جملہ حرکات و سکنات رضا بار کی عزوجل ہے، وہ راضی ہو تو ساری فدائی پونجے لگے، اور اگر خدا نخواستہ وہ ناراض ہو جائے تو کوئی بھی اپنا نہیں، بالخصوص عالم علوی میں ہے۔

سیاں انکھیاں پھیریاں بری ملک جہاں ملک جہاں کی اک ہر کی لاکھوں کر میں سلام

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۷) سیدنا محترم دو مجدد اکرم دست بخت تم اسامیہ۔

سلام سیکرہ رحمۃ اللہ و رحمۃ اللہ، خراج گرامی۔ آجایم عیسٰی، سب کو تقریباً ۲ بجے یا ۳ بجے میں نے دیکھ غیبؔ عرب خواب دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے مکان پر ہوں، اور یہاں گنگ میں غسل کر رہا ہوں، شعر کا وقت ہے۔ بڑگ بھی حسب معمول نہاد عذر سے ہیں، اور یہاں گنگ میں غسل کر رہا ہوں، اور یہاں گنگ شکست دست دیریں ہے، یہاں سے عالم روایاں دیکھ رہا ہوں کہ میں غسل کر رہا ہوں اور عینہ نوجوان عالم (بقیہ ص ۱۹۶)

ہماری اس تحریک کے دو دواں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ہیں، باوجود ہر قسم کے کمالات ظاہری اور باطنی کے اور صفوں و دعوت خداوندی کے استغراق و انہماک کے ان کی خصوصی توجہ اس غیبت حکومت کے انقطاع و انہلاک کی طرف ہمیشہ آخر دم تک رہی، ان پر یقین فی اللہ کا استقامت و تھاکر فرائض تھے کہ جھگڑے بغض کے ساتھ یہاں تک بدگمانی ہے کہ غالباً جھگڑا اسلام کی خیر خواہی اور محبت اس قدر نہیں ہے، یعنی کہ اس غیبت قوم کی بدخواہی اور عداوت۔ "ملائکہ یہ یقین بھی اسلامی محبت کا ہی لازمہ ہے، بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دیوبند کا آپ کے پاس تشریف لانا اور آپ کے دسترخوان پر سب کا شریک پیدا کرنا نہایت مبارک امر ہے۔ جس سے ان بزرگوں کی توجہ اور

(بقیہ حاشیہ ۹۵) کچھ اور بیٹرس ملنا، اس میں نہ بیک کی جانب آ رہے ہیں، ان میں ایک بزرگ غیبت امر ہے، تہ جاپیسے ہوئے ان ملانے آگے آگے ہیں، اور ایک بزرگ ان کے آگے بھج رہا ہے، اور سب کے سب ڈھاروں سے اتر کر ساحل پر پہنچے رہے ہیں، ان ملانے آگے آگے ہیں، ایک صاحب نے جلدی جلدی قدم میری جانب ڈھاکر ڈھاکر سے آواز دی کہ مولانا جدوی! غسل سے فارغ ہو کر جلد تشریف لائیے، آپ حضرت شیخ الحدیث نے آئے ہیں، اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی خیریت مزاج دریافت کرنے کا غرض سے تشریف لائے ہیں، جس نے آواز دینے والے صاحب کے پوچھا کہ یہ اور لوگ ان کے ہمراہ کون ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ دیوبند کے ملانے آ رہے ہیں جو حضرت شیخ کی محبت میں حضرت مولانا مدنی کی خیریت کے طالب ہیں،

حضرت شیخ الحدیث نے زمین سے اٹھ کر راستہ پر نصرت آئے تھے، مگر ان کو اتنے غمیں اور ساحل تک پہنچے ہیں تکلیف نہیں ہو رہی تھی، اس لیے وہ ملانے آ رہے، جو سمیت میں تھے، انھوں نے عرض کیا کہ حضرت! اور ایک پہنچے ہیں بہت دشواری ہے، اور یہ مل کر اس مسجد میں آپ تشریف لے چکے اور نہایت غصہ سے فارغ ہو چکے، مولوی جدوی مدنی غسل کر کے ابھی آئے ہیں، دریا کے اٹال حصہ پر ایک چھوٹی سی مسجد نظر آئی، وہاں سے فرما کر حضرت شیخ الحدیث اس مسجد میں حج، اپنی جماعت کے تشریف لے گئے، اور میں جلد غسل سے فارغ ہو کر یہاں سے گھر آیا، اور اپنی تان صاحبہ اور والدہ صاحبہ سے کہا کہ چند اشرفیہ لے کر تشریف لائے ہیں، ان کے لیے کھانا دیکھئے، اس وقت گوشت تو نہیں ملے گا، جو کچھ ملے گا، جو کچھ ملے گا، میری دانہ صاحبہ روضہ کھانے کی تیاری میں مصروف ہوئیں اور میں کچرا پہن کر جلدی جلدی مسجد حضرت مرحوم سے ملے ہلا، بلکہ پہنچے ہیں اور ہوگی، اس دشمن حضرت شیخ الحدیث اپنی جماعت کے لیے گھر کی جانب ڈھاکر

ربانی الطاف کا پتہ چلتا ہے۔ اللہم زد فرزند اسکی اعلا سائیکہ ولی محمد صاحب کو حق دینے کے۔

(مقیہ ماہ ۱۹۶۷ء) راستے میں ملاقات ہوگی، حضرت سرور و شفیع صاحب کو کر کے رست بوسی کی، اللہ اکبر، فرمائی خبر وہ اسکا
 مبارک مسجد فتح علی پور چلے دیکھنے ہی ششم ہوئے اور فرمائے گئے کہ اتنی دیر کہاں رہی، میں نے دوس کی کہ حضرت غسل کر کے
 کپڑا پہنے کمر چلا گیا تھا، سعادت ہوتی ہے، اور علم سے کرام سے بھی معاف فرما، اور بیٹے سب اس غلام کے گھر گئے۔
 حضرت شیخ ائمہ باطنی جیکو خیریت فرما، استغفار، کیفیت و حالات حضرت مولانا دینی نے نظر لسانی بہت دیر تک
 پوچھتے رہے، اس کے بعد فرمایا کہ فریج دی تو کہاں ہیں، میں نے کہا کہ حضور وہ جو سو رہی، بھی تار و دیگر ان کو بلاتا ہوں،
 تو زمان کو تار کو طلب کیا، پھر حضرت ان سے مخاطب ہوئے، میں، تم کو لانا گیا تو، کچھ کر سیر کی تالی صاحب اور اللہ صاحب
 ربانی، تو رہا زور وہ غیرہ بیکاری ہیں، میں نے تالی صاحب سے کہا کہ آپ لوگوں سے گوشت کہاں سے اس وقت حاصل کیا
 دیات میں اس وقت کہاں سے گوشت مل گیا، تو میری تالی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ میں اس کے مقصد کا جو چیزیں پوچھ
 میں وہ ضرور مل جاتی ہیں، یہ سب ان ہی بدگوئی کی کرامت ہے جو تشریف لائے ہیں، کھانا، تیار ہوا، میں نے اپنی شہینہ
 میں دسترواں لگایا، کھانا منانے دکھا گیا، سب برگوں نے کھانا کھا، اللہ نے تالی صاحب میں حضرت شیخ ائمہ بہت
 صلوات فرمائی، پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، وہاں ملاقات مولانا نے فرمائی کہ یہ کچھ وقت سے پہلے پیو رہ گیا، اور اس
 وقت سے انی، انان اس خواب کی کیفیت اللہ سرت کا ترقیاتی جو، ایک کیف و سرور کے عالم میں ہوں، اکاش افروز
 اس کیف و سرور کا اثر تازیت مانی رکھتے، حضرت اقدس اس خواب کی تعبیر سے سہ فرما فرمائیں۔

حادم ابو الحسن حیدر آبادی، ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

یہ حضرت شیخ ائمہ دین حضرت اللہ علیہ کی نسبت ہے، اس کا مفصل جواب مورخین دیں گے، ہم اس کے سوا کچھ کہہ سکتے
 ہیں کہ جنگ آنا دیکھا ہے، اسلاف کرام کا صحیفی جانشین، سلطان ہد کاٹے لوٹ خیر خواہ، و بجا ہر دین کی مسکن
 کا مشہور، لا تھا جو ہم وہ لون کا ذاتی سزا، قطب عالم حاجی اللہ اللہ دعتہ، شہد علیہ کا پیارے صل، جس کا دست
 ارتقا تھا کہ مولوی محمود الحسن کو کم نہ سمجھو، وہ اس راہ کا شیخ ہوگا، حضرت نابرتی و گنگوہی رحمۃ اللہ علیہا کا وہ
 لاڈ تھا جس کی سب سے نفرت کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ مولوی محمود حسن کا علم کتبلا ہے، حضرت مولانا خان مولانا دعتہ شہد علیہ
 کا استاد، حضرت داماد العصر مولانا دینی کا استاد، مولانا حاسد دینی کا کوس، اعلیٰ گٹھ، اور دیوبند کے مولانا کوثر
 میں تبدیل کرے والا اکیم، برطانوی سارا سارا کا دشمن، اور ایسا دشمن کہ حکو، اپنے نفس کے ساتھ، تنی و لگائی ہو کر
 شاید اسلام کی خیر خواہی و محبت اس قدر نہیں ہے جتنی کہ خلیفہ قوم انگریز کا، فرمایا: عدالت، اور اللہ اللہ
 میں دشمنی ظہور سے تعبیر کی، ہو سکتی ہے، لیکن ان مفید بھڑوں کی داستان، ظلم و استبداد سے، صرف اور میں ہدیکہ
 دینا سے اسلام کا وہ فائدہ نام کم نہ، اور میں تقدیر کے رفیقان حرم قیامت تک کے لیے سوگوار ہیں تفصیل
 تاویح پائے گئی، تاہم کچھ دماغ نے سینہ کی نازکی کے لیے، اس دفتر بارہیہ کو گنگوہی دہر میں طاعت اور ایمان

۱۱، ہم نے قربانی کی، اجازت مانگی تھی، میں مل تھا کہ اگر اجازت ہوئی تو ایک کب یا بیسڑ لگا لین کے
 مگر ابھی تک اجازت نہیں دی گئی یہ کہا گیا کہ ہم غور کریں گے، اگر چہ میں نے قادی صاحب کو بہت بظلمت
 میں لکھ دیا ہے کہ وہ مثل سابق میری طرف سے وہاں قربانی کر دیں، تاہم اگر یہاں بھی اجازت ہو جائے
 تو بہتر ہو۔ ماٹا میں ہم کو اجازت دی گئی تھی، اگر مل گئی تو ان میں جو اکاؤنٹ ہے اس سے قیمت ادا کی جائے گی،
 اس کے لیے میں نے قادی صاحب کو لکھا ہے کہ عسٹ اور مسجد میں، کیونکہ باقی اندر مقدرا کا ڈسٹ میں
 اب تھوڑی سی ہوگی،

(باقی پارہ میں، ۱۹۸) کی تجدید کے ارادہ ہے، اور قرآنی صداقت و توفیق ترضی عندک الیہ خود ولا انحصار فی
 حق تبتیح بلسنتہ کا اعتراف۔

ان کے عداوت اگرچہ امتدائے اسلام سے ملت اسلامی کی دشمنی ہی پر مگر اس نے قرآنی دینی میں جو دنیا و دنیا
 اسلام پر کیے ہیں ان کو دیکھ کر آسمان کا سب انھما اور زمین کے دو گئے کھڑے ہو گئے، انہی کے کھنڈ، اونٹوں کی ٹوٹی ہوئی
 دیواریں، قرطبہ کے برجسے ہونے محکات، اسپین اور سسلیا کے سنگم تھیں، ماٹا کے اسلامی کھوپڑوں سے جسے
 تھیں، حد پر گورہی، بیت المقدس پر قبضہ، تخت اشرف کا طین کر بلا و بغداد پر تسلط، عربین شہرین کی قریں،
 دھند و غیرہ میں کئی سو خورون کی گردنازی، ہما، اناطول، استنبول، تراکیہ ترقیہ تھیں، دیرہ کے مظالم، بوجیلین کے
 عزیز ترکی جزائر کے دہنے دہلے اور یونانی سرور، اٹلی منگرو، ہرسنگ، بھارستان، بناریہ، وودانہ وغیرہ اور بحر سرور
 کے سکان، اہل، سلام سے پوچھیے کہ، ان مسجد بھڑوں نے کیا ظلم ڈھائے، عیسائی حسب تمہادت تاریخ کو خود بھڑے
 ہیں جن کے شہداء سے یہ دشلم، لشین، سواصل سوریر، اناطول سین خون سے جسے وال گیا، اسپین، جبل الطار، برنگال
 سسلی، اٹا، کریٹ، مقدونیا کے کھڈرات ڈھاریں اور، تنگ دور ہے ہیں، غرض اسلامی دنیا پر وہ مظالم کیے گئے
 کہ خود عیسوی دنیا ہی اٹھی، چنانچہ ۱۸۰۸ء میں گیلی پولی کے بڑے کو غرق کیا، ۱۸۰۹ء میں یورپ نے یونان کو ترکوں سے
 بجاوت پر مجبور، اسی سنہ میں یونانیوں نے شہر نابریں پر قبضہ کیا، یونان کی آزادی کی ٹو دن سے جس میں کوئی پولی
 کر ۱۸۰۵ء اور نیش نام سے واپس گئی، ۱۸۰۸ء میں، ہر ہیم پاتا مصری پراچانک حاکم کے عثمانی مصری بڑے کو غرق کر کے
 ایک انگریز کے قتل کے فقر میں سب ہاڑھی گیا، اسکوس میں ترکی سپاہیوں کی بڑیاں ڈھیر کی گئیں، جنکو بنا دیا پھروں
 سے کھلتے تھے، جن کے شلق روس کا سپہ سالار رکھتا ہے کہ یہی ویشیاہ مظالم کی مثال عالم سمیت میں بھی نہیں ملتی، سین
 بار بار اپنی سورات کو جھٹلاتا ہوس کہ ہزاروں نے گن ہوں کر اتنی ہی طرح ڈوب گیا گیا ہوگا، ہندوستان کے
 لاکھوں بچوں کا خون فرانس کے سپہ سالاروں، اطالیہ کے پہاڑوں، سائونیکا کے موزاروں، وودانیال کے چانور
 صوبے سینا اور سوز، سورہ کے رنجیت، لون، عدک اور زمین، عراق، ایران کا حد توں ورسہ ہزاروں،
 مشرقی و مغربی افریقہ کی ہر سی آبادیوں، ایسیا سے کو چاک وغیرہ کے گرفتوں، بجا سوا اور اسپین حتی کر، بحر
 (۱۹۸ میں ۱۹۹)

(۲۱) اگر آپ یہاں رہے اور قرآن کی تو کیا آپ تنہا اس سے مستفید ہوں گے، جیسے کہ خواجہ حضرت شیخ احمدؒ، ان کے رفقا کو کھلایا، اور خود بھی کھلایا اور ہم کو پوچھا تک بھی نہیں، یا اس میں سے ہم کو بھی اگر ہم ایک ہی ٹکیہ کباب جو اچھا دیکھے گا۔

(۳) آپ خصوصاً حکم کے متعلق استفسار فرماتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آپ کو بافضل سلوک ملے گا، چاہیے، اور کتب تصوف کو مطالعہ کرنا چاہیے، جتنا وقت آپ ذکر میں صرف کر سکیں وہ ہی اشد ضروری ہے، کتب تصوف کے مطالعہ کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سبک کے لیے منع فرماتے تھے، مریض ظاہر اگر کتب طب کو مطالعہ کرے تو بجز تشویش کے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور اگر خود ان ادویہ اور نسخوں کو استعمال کرنے لگے تو عموماً بجائے نفع نقصان اٹھاتا ہے، مریض ظاہر کو لازم ہے کہ طبیعت جو درواجیہ کی ہے اسی کو استعمال کرے، ورنہ نقصان ہی نقصان ہوتا ہے، جبکہ مریض ظاہر اور ادویہ ظاہریہ کا یہ حال ہے تو امراض روحانیہ اور ادویہ باطنیہ جو کہ اس ظاہر سے

بقیہ حاشیہ ص ۱۹۸) سو محل وغیرہ میں پانی کا طرح بھایا گیا، اسی طرح روٹ بن کا پاس ہونا اور کوشاوش کا بار کی جزا، پنجاب میں رنگین مقام کا مشہور ہونا، جلیان والا باغ میں شبین گون کا مینہ برسا، مساجد کا منہم کرنا اور نماز سے روک دینا اور گزشتہ ۵۰-۶۰ ہجرت ہند جگہوں میں کر ڈون بندہ استیون کا برغانی سبزہ زار اور یہی شیخی نیند سونا آریکا کی اہم روہ ہے، غرض ٹرکی اور یورپ کا قدیم جدید تاریخین ان مقام پر پوری روشنی ڈالتی ہیں تفصیل کے لیے فوٹو کی تاریخ اکل عثمانی مصطلحے کمال کی سلسلہ شریعی عربی، ہر ایک اور رشید بک کی تاریخ ترکہ زبان میں اور مولانا عبد لرحمان صاحب شیخ آبادی کی ترکی اور یورپ وغیرہ، تاریخ ادو اور امام احمد دہلوی کی تاریخ کہ تقریباً ۱۰۰۰ سال پہلے، اسی کے ساتھ ساتھ لڑا اور دھاتا بھرن وغیرہ کا بچھڑنا امتنا اللہ اللہ آیت سورہ امدہ کو مذہب عیسائی کے مشفقہ ذریعے سرکالی اپنا کی کھلی ہوئی جہالت اور تحریف دین کے عوارض نہیں تھا، حضرت شیخ احمدؒ ان تمام مقام سے زہر و آفت سے بیک وقت روہے تھے، جن کو چھو کچھ ہی علم و احساس اور اپنی مصلحتوں سے سڑھڑکی ہوتی گئی اور شے نہ دہن پیدا ہو چکا تھا، اسکے اوائل میں صورت تھے، غرض یہاں لہذا کو ہم زبان کے ہیں اور ہانگے کر لیتے، اللہ عزوجل ام احمد کا وجود گزری مسلمانوں کے اندر جو وہاں جا کر سے تاجروں جو رہے، اسی شیخی و سچے بائیس کے قول میں موت و حیات، جا دوریا وغیرہ میں رخصت شدہ ظاہر جہاں میں ہند کو دیکھا اور پوچھا جا سکتا ہے، غالی تو مذکور ہے۔

پر وہیے خطا میں ہیں، کی حال ہوگا۔ یہ تو ان کتب کا حال ہے جو مرادوات باطنیہ اور سوک دور باطنیہ سے تعلق رکھتی ہیں، اور کتب حکم و حقائق جو کہ کتبیات اور ثمرات و نتائج سے تعلق رکھتی ہیں، ہمیں فصوص حکم، علیٰ بیانہ کی کتب میں سے ہے اور ان کا حقیقی طور پر سمجھنا صرف ان نفوس کے لیے ہو سکتا ہے جو کہ عوالم علویہ کے مشاہدات سے فیضیاب ہو چکے ہیں، ہاشما کے لیے کیسے درست ہو سکتا ہے، اس میں غلط فہمی و غلط کاری کا بہت زیادہ خطرہ ہے، اس لیے خود شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مائل کا مقارنہ مشہور ہے کہ وہ فرماتے ہیں مجھ پر علیٰ میں لیس من اهلنا مطالعہ کتبنا بہت سے شرح نصوص بھی اس کو سمجھے ہیں یا نہیں اس میں کلام ہے، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ مقالات شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو سنکر رشاد فرماتے ہیں فصوص سندیقہ اور جبہ دفات شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ہوئی تو زریا امانت قلب الوقت میں کان دہی اللہ آپ نے ان کی زندگی میں قرآن کو زندقہ فرمایا تھا، ہم لوگوں نے ان سے اجتناب کیا اور

لہ ان کتابوں کا پڑھنا اس لیے حرام ہے جس نے ہماری کتابوں کو پڑھا نہیں جو

سکے قلب ثابت جو اولیاء اللہ تھے، آج جا آ رہا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے تعلق بہت غلط فہمیاں عوام کو خواص تک میں پھیلی ہوئی ہیں، چنانچہ مرتبہ فقہاء اور علما، ظالم نے مضمون کیا جو اسی کیساتھ صورتی کی، ایک جماعت اور فقہائے علم و مقامات اور ولایت مقیدہ لکھی کا قائم قرار دیا ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی سے حسب پوچھا گیا کہ شیخ اکبر کو آپ نے کیا پایا، فرمایا اصل مہلک من ورقہ الی قدمہ میں لیسہ بیسی پر شمس سے پڑنا کہ مست نوی مسلم میں آویسے ہوئے ہیں، مسعودی بن عمرو صاحب نجم الدین کہہ رہی ہیں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ابن عربی، مکر و مروج لافنا تہر۔ یعنی شیخ اکبر ایک بجز فارین جب تک کہ وہ نہیں شیخ سہروردی رضی اللہ عنہ مولدین عبدی، شمرانی، جانی، تاجی، شوقانی، اور ام ولی احمد دہلوی نے شیخ اکبر کے کلام پر گہر کا ٹھیس زنی ہیں، اور میں صاف نیکو کر دین جو کہ کلام عقل آویں ہیں لیکن یہ کام علم، ظالم کا نہیں جو ایسے ان تمام زرگوں نے ہی فصوص حکم وغیرہ کے مطالعہ سے علم اور سوک کو کھتی سے روکا ہے، چنانچہ یہی نیکو دام لکھنے ہی کیا ہے، آلہ گئی یہاں تک کہ حضرت نے جو بان اختیار فرمائی اور اشارات میں بائیں کہیں اس میں کیا رہا ہے، اس کو ہم مقدمہ میں واضح کرینگے، تاہم اتنا تو مجھ کو کھانا ہے کہ فصوص میں ہی مسعودی

اب آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں، ہم کو ان کے فیوض سے محروم کر دیا، تو فرمایا، ان کی زبان اسرا
 غیوب کے ساتھ کھل گئی تھی، جن کو تم سبھ نہیں سکتے تھے، اگر تم ان کی صحبت میں جانے تو
 بجز ذوق تم کو کچھ حاصل نہ ہوتا، اس لیے میں نے تمہاری حفاظت کے لیے وہ کیا تھا، جن
 اہل اللہ نے شیخ بکر کو خواب میں دیکھا، ان کے گرد کچھ عیسائی اور کچھ مسلمان، جن کے چہرہ
 پر نور ہے، بیٹھے ہوئے ہیں، اور عیسائیوں پر ظلمتیں بستی ہیں، پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، فرمایا
 یہ عیسائی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری تعریف کو مطالعہ کیا اور کچھ نہیں اور ظلمات اور
 عیاست میں مبتلا ہو گئے، اور یہ مسلمان وہ لوگ ہیں جو کچھ اور صحیح عقیدہ پر باقی رہے، حضرت
 مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر ان کی کتابوں کے مطالعہ سے سمجھتے تھے، ان کے وہ ہیں،
 اسرا، تگورنیہ میں حضرت سونسی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ کیا کی پیش
 نہیں آیا، حالانکہ ان کا تعلق اسی عالم شہادت کے ساتھ تھا، تو پھر تگورنیہات علویہ اور اسرا
 غیب میں ہم جیسوں کا کیا حال ہو گا، اس لیے اس کو ترک کر دینا ہی ضروری ہے، اگر شوق
 ہے تو صراط مستقیم محفوظات حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور امداد السلوک اور مکتوبات
 حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمائیے، اور باب سکر جو کہ مغلوب بالسكر میں ان کی نقیض
 سے اس وقت تک احتراز ضروری ہے جب تک کہ ہم کو اور آپ کو ان کا مقام نہ حاصل ہو جائے،

دعوتِ ماشیہ میں سبھی بڑے اور اسی شرح اس کے اندر بھی مست ہی اصطلاحات لاجواب ہیں، جس طرح فقہ اور کلام وغیرہ فرقہ بین
 پائی جاتی ہیں، اور ہنگامی فن کے اصول و بہادی اور اصطلاحات پر عبور نہ ہو، ہرگز ان بدگوئیوں کا اتنا کتا نہ لگ سائی ہیں،
 ہو سکتی ہیں اس علم و فن کے کوسس و شارح ہیں، اس لیے سب نے فرمایا ہے کہ ہم پر تنقید کرنے سے بچے ہمارے،
 کتابوں اور ہمارے اصول کو بھی لیا جائے، ہمارے استاد حضرت مولانا احمد علی شاگرد قطب گنگوہی ارشاد فرمے
 ترمذی میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ عینی کی بروئی کو سمجھو کیونکہ امام ترمذی جب تالیف اویسی کر رہے
 ہیں تو کسی دن کی ساری بظاہر بہت اور عمدتاً تحقیق استود جو ہے، اس پر اور علوم کو قیاس کیا
 جاسکتا ہے۔

ہمارے لیے فتوحات دینہ، اور نصوص محمدیہ، انبیع اور الزم ہیں، ان ہی میں ہمارے
یے مشعل اور ہدایات ہیں، ان کو لازم کرنا ہے اور ذکر پر اس قدر التزام کیجئے کہ قلب اور
روح ذکر دائم کے ساتھ منور ہو کر ذکر حقیقی اور مشاہدہ حقیقی کیلئے ذریعہ اور سلم بنائیں۔
کارکن کار بگذر از گفتار کا ندریں راہ کار وادار کار
ضرورت علم تصرف کی نہیں ہے، ضرورت حال تصرف کی ہے، اس کے لیے
جدوجہد فرمائیے، آمین، والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۷۷

۱) صلوة تہجد کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے، حضرت عائشہ رضی
سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب
میں بھی اور وسط شب میں بھی اور آخر شب میں تہجد پڑھی ہے، مگر آخری ایام میں اور زیادہ
آخر شب میں پڑھنا ہوا ہے، جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے برکات اور رحمتیں
زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اور سوس آغز میں سب بھون سے زیادہ برکات ہوتی ہیں، تہجد ترک
یعنی ترک نوم سے طہارت ہے، اس لیے اوقات نوم بعد از عشا سب کے سب تہجد ہی ہیں۔

۲) صحابی اقرن بدوں محبت شیخ کے ذرا و شراب ہے، ہونا از روی شے صحابہ بات فرمائی ہے۔

قل را بگذر از مردے حال شو پیش دروے کا ہے ہمالی شو

کسی دوسرے عارض نے بھی خوب بات فرمائی ہے۔

سہا جوں کن کر دیار بر ازین نیست در یاد خدا باش کہ کار ہے بر ازین نیست

از گنہ دہ، بر توائی یافت خدا را در صحبت دل بین کہ کتابے و ازین نیست

تلاصیر کہ سب گئی دل کے لیے اس راہ کے بڑے سیاح کی دہائی فرمواؤں گے۔ اصلاحی۔

۳) صلوة تہجد کا صحیح وقت کیا ہے؟

۱۲۰۔ منہ میں گلوری رکھ کر اگر اس میں تباکو نہ ہو ذکر وغیرہ میں کوئی طرح نہیں، اس اگر تباکو ہو تو کلی کرنا اور بربو کو دور کر لینا چاہیے۔

۱۲۱۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے متعلق دو توجیہیں، اس وقت خیال بن میں

۱۱۔ لفظ لفظ معراج علی وزن الفتحاء میسرہ ہے، اس تفسیر میں محل حقیقی ہے یعنی نماز بروز جمعہ کے لیے اُلا عروج ہے، کیونکہ بہت سے ملکیت کی طرف، ادریت سے تگرد کی طرف، بعد سے قرب خداوندی کی طرف، ضیوبت سے حضور کی طرف عروج اسی نماز کے ذریعہ ہوتا ہے۔

طہارت جسمانی بالوضوء وامنسل وغیرہ انسان میں تشبہ بالساکنہ، دوران سے قرب پیدا کرنے والی اور انجاس ظاہری کے ساتھ ساتھ انجاس باطنیہ یعنی ذنوب، اور ان کے شرارت کو دور کرنے والی ہیں، قطرات وضوء اور غسل کے ساتھ ساتھ ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، دماغ وغیرہ کے ذنوب نکل جاتے ہیں، حتیٰ بخروج نقیۃ من الذنوب الحدیث (یہاں تک کہ وہ گنہ سے معاف ہو جاتا ہے) یہی طہارت ظاہری قیامت میں غرہ اور تخیل کی باعث ہوگی، ساکنہ جھکو، لذات طہارت اور روشنی سے محبت ہے اور نجاست اور ظلمات سے نفرت ہے، وہ اس کی وجہ سے نمازی کے ساتھ تعلقات پیدا

کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے، فِیہ ریحالی جُحُوتٌ اَنْ یَّتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَهَّرِیْنَ اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رکھنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو) اہل قبا کی ظاہری استنجا بانا، صلا استنجا، بالجارو کے متعلق ازل ہوئی، الظہور، شطر اکھ ایمان (پاک نعت ایمان ہے) ارشاد ہوا ہے، اسباغ الوضوء علی المکارہ اور اس طہارت کی تکمیل میں الی اور جسمی فدائیت نہ صرف رضا باری عزوجل کی سبب ہے، بلکہ اخلاق خبیثہ روذیر انجیل روذیر انجیل وغیرہ کو زائل کرنے والی

۱۲۲۔ منہ میں گلوری رکھ کر اگر تباکو نہ ہو ذکر وغیرہ میں کوئی طرح نہیں، اس اگر تباکو ہو تو کلی کرنا اور بربو کو دور کر لینا چاہیے۔

دور آئندہ کو قابل ہمیشگی و ہم کلامی بنانے والی بھی ہے۔ علیٰ ذلک القیس و دیگر تہ و سطحوں کو بالخصوص
 تو جہاں الی القبتہ کے بعد دیگرے غفلت کو دور اور باگاہ ذی الجلال سے قریب کرنے والی بھی ہے،
 تو جہاں الی عزوجل کو کھینچنے میں مقابلی اثر رکھتے ہیں، جس کے لیے ارشاد اِسْمَاءُ تَوَلَّوْا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
 تَوَجُّهًا لِّوَجْهِ الْاَشْرِقِ وَارْتَدُّوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ فَانظُرُوْا كَيْفَ تَصْلُوْنَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ اَمْرًا
 ذَمًّا لِّكُلِّ نٰكٍ وَبَشٰكٍ نٰمٰزٌ ذُكِّرْتُمْ بَلْ جَاءَ الْاَدْبَارُ بِاِثْرِ الْاَوَّلِ سے ترک نماز اور منکرات کا اثر جس قدر
 بھی قریب خداوندی اور بند از رذائل ہیست و نفس نیت میں ہرگز اظہر من الشمس ہے نمازیں
 جس قدر قرأت اور ادعیہ وغیرہ ہیں ان میں جناب باری عزائمہ سے ہم کلامی اور مخاطب اور
 اس کا ذکر موجود ہے، جس سے غفلت کا دور نہوٹا اور توجہ الی اللہ حاصل ہو اور زنیٰ زیادہ ہونا
 معلوم ہوتا ہے، اگر انسان اس مخاطب کو سمجھتا ہو احسنو قلب کے ساتھ حضور و حضور کو
 ملحوظ رکھتا ہے، اگر کہ مومنین کی نماز ہے، عجب تو اس عروج کا حاصل ہونا ظاہر ہے ہی۔ مگر ہمیں
 کتابی کرنے میں بھی قطع موجود ہے۔ الفاظ قرآنیہ اور اسماء باری عزوجل اور ادعیہ مانورہ اور
 درود شریف کی تاثیریں سمجھنے پر توجہ نہیں دینا، کلی بنفشہ جان کر سچے یا بغیر جانے بیٹے
 اسہل لطفی کا حاصل ہونا ضروری ہے، الفاظ قرآنیہ اور اسماء باری عزوجل حاصل تاثیرات ہیں
 جو بے سمجھے ہوئے بھی حاصل ہوتی ہیں، اگرچہ کم ذرہ نسبت سمجھنے کے ہوں۔ من قرأ حرفاً من لسان
 کانت لہ عترة حسنة قال العرفون بل العرفون و لہم حرف و میم حرف
 ہم نے قرآن سے ایک حرف پڑھا اس کے، ائمہ اعمال میں اس نیکیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے یہ
 معنی نہیں کہ الہم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے
 ارشاد فرمایا گیا ہے، اِذَا صَلَّى اِحَدُكُمْ فَلَیْ تَسْمَعُنَّ مِنْ قَبْلِ وَجْهِهِ نَادٍ اِنَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
 الْاٰیٰتِ وَرِیٰۤاتِ فَاَرَادَ رَحْمَةً تَوَاجَّهَ وَدَكَ قَانَ عَلَیْهِ اَصْلٰیۃً وَرَاۤتِ، ہر وقت تم سے کسی

نماز پڑھے تو اس کو لازم ہے کہ اپنے سامنے زخموں کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے اور قبلہ کے درمیان
 مائل ہوتا ہے، یا اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے) اسی طرح انتہات کے متعلق ارشاد ہے کہ جب تک
 بندہ نماز میں انتہات نہیں کرتا ہے اس وقت تک بندہ کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ رہتا ہے۔ یہ
 توجہ اور قرب خداوند کی نماز کی وجہ سے بندہ کو حاصل ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے صحت الصلوٰۃ
 یعنی وہ میں عہدی نصیحتین فاذا قال العبد الحمد لله رب العالمین قال اللہ حمدی
 عبدی فاذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ اثنی علی عبدی فاذا قال العبد ما لاک
 یوم الدین قال اللہ محبتی عبدی فاذا قال العبد ایاک نعبد و ایاک نستعین
 قال اللہ حمدی یعنی عبدی ولعبدی ما سئال الخدیث (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 کہ میں نے کلمہ کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان اڑھوں اڑھ تقسیم کر دیا ہے، پس جب بندہ کہتا ہے
 الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے، اپنے بندے کے سیرے تعریف کی، اور جب کہتا ہے الرحمن
 الرحیم تو اللہ فرماتا ہے تیری سیرے بندے کے سیرے، اور جب بالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ
 میرے بندے کے سیرے میری عظمت بیان کی، اور جب ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے
 یہ آیت میرے اور میرے بندے کے لیے ہے، اور جو میرا بندہ مانگے وہ اس کے لیے ہے۔ مسلم)۔
 یہ نعمت مکالمہ اور مناجات بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں جاری ہونا کس قدر عروج اور
 ترقی نشانی ہے، اسی مکالمہ میں انسان اپنے لیے نعمت پر ایت جو کسب بڑی نعمت اور سب سے
 بڑی ضرورت انسانی ہے طلب کرتا ہے، جس کو وہ اپنا نصب العین قرار دیتے ہوئے اس انجام
 و بدایت سے خالص کرنا چاہتا ہے جو کہ خضوع و تسلیم اور اہل ضلال پر ہوا تھا (میرین و میرین)
 اور ایسی کھریہ درخانی و ایت (ایصال الی المطلوب) مانگتا ہے جو کہ اہل اجتناب و اصطفا کو
 عطا کی گئی، حسب ارشاد احادیث صحیحہ اس کو عطا کر دیا جاتا ہے، اور بندے کو کھدیا جاتا ہے کہ

تم کو ایسی ہدایت خالصہ عطا کر دی، یہ ہماری کتاب جس کو ذیل کتاب کا تسمیہ بہ فیہ ہدیٰ
 التفتیحین کتابہ کہا گیا ہے، ایسی ایسی ایصال الی المطلوب ہے جس میں الفاظ اور حروف کے
 لباس اور صورت میں اپنی صفت ازلیہ کلام نفسی کو ظاہر فرمایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ صفت کو موصوف کیساتھ
 کس قدر قوی اور شدید تعلق ہے، بالخصوص جبکہ وہ واجب الوجود تعالیٰ شانہ کی ہو، اور پھر وہ
 صفات ذاتیہ ہم سے ہو۔ ایسا انعام کسی امت اور کسی پیغمبر پر اس سے پہلے نہیں ہوا، بے شک
 کہتے ہیں اتاری گئیں، مگر کلام خداوندی قدیم نہیں اتارا گیا۔ یہ نعمت مومن محمدی کو دی جاتی ہے اور
 بزرگوار زاد الجلالی سے قبولیت دعا ہدایت کے بعد قرآن پڑھے اور اپنے نفس اور حاضرین کو
 سنانے کا اسی طریقہ پر حکم ہو جاتا ہے، جیسے کونج اپنے فیصلہ وغیرہ کو سرشتہ وار کو دیتا ہے،
 کہ ہمارے جہنت کو پڑھ کر لوگوں کو سنا دو، اس وقت میں سرشتہ دار کونج کا نائب اور قائم مقام
 ہوتا ہے، آپ اس سے اندازہ کر سکیں گے کہ محمدی مومن کے لیے کس قدر اعلیٰ اور ارفع عروج
 ہوا، نیابت خداوندی، صفت قدیمہ بکسوت الفاظ طبریر و دوام اتہا تقرب کے موجب ہیں،
 پھر اس انعام کے بوجہ عظیمت و جمال خداوندی کا لفظ کرنا اور جسم کو جھکا دینا شکر یہ عملی اور قوی
 بجالانا اور پھر شکر یہ کرتے کرتے آفاقے سامنے زمین پر سر کو ٹیک کر پیشانی اور ناک کو رگڑنا
 اور تاقی عظمت اور قدر سمیت کو سر پہنا کس قدر عروج اور تقرب کا باعث ہو گا، مندرجہ
 ذیل الفاظ سے ظاہر ہے: ان اقرب ما یكون الدم من رسلہ وهو ساحلنا کثر
 حیہ من الدعاء (انکساقال علیہ السلام) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بندہ اللہ تعالیٰ کے
 بہت قریب ہو جاتا ہے لہذا اس حالت میں بہت دعا کرتے رہو۔ صحیح)
 فلاحہ یہ ہے کہ وہاں عملوۃ اور اس کے سنن و آداب کو غور سے دیکھیے تو سفیر البینان
 مخلوق میں اللہ الرحمن بشر کے لیے وہ اعلیٰ مکان اور ارفع مرتبہ دکھائی دیتا ہے، کہ جس کو

اگر کہہ دی نظر غلط دیکھیے یا مولیٰ العالمین محل ہا کہ میں سہا است فرماتے اور اَلَّذِينَ يَخْلُقُونَ
 الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ اس کے لیے دعوات صاحب سے رطب اللسان ہوں تو کچھ تعجب نہیں ہے۔
 افسوس ہے ہم اپنی نازوں سے سخت غافل ہیں، فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
 سَاهُونَ (پھر فرماتا ہے ان نازیوں کی جو اپنی ناز سے بے خبر ہیں۔) وَحَقْنَا اللَّهُ دَابَّتْ كَعْر
 لِلصَّلَاةِ الْحَقِيقَةِ۔

(۷) دوسری توجیہ یہ ہے کہ محل اس جملہ میں حقیقی نہ لیا جائے، بلکہ مثل: یزد و مرد بطور تشبیہ
 اور تعسیراً لکھا ہے، بطور تشبیہ قرار دیا جائے، یعنی الصَّلَاةُ لِلْمُؤْمِنِينَ كَالْمَعْرَاجِ الْمُنْبَعِ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّكَاةُ۔ معراج سے خصوصی معراج جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطا زمانی
 تھی مراد لی جائے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ہادی اور خاکدانِ سفلی سے عالم تجرد
 اور عالم علوی کی طرف منتقل کیا گیا، آپ کو دنیا اور تہی اور قرب بجز راقب تو میں سے نرہ
 گیا، آپ کو نعمت مسکلمہ اور اوجی اخی عبدک ما اوجی سے مشرف کیا گیا، آپ کو نعمت
 رویت سے امان کیا گیا، لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى مَا رَأَى مِنْ آيَاتِهِ غَيْرَ فَرَمَاتِ،
 مومن خبری نار میں ان ارناں اور سے اٹھا یا جاتا ہے، تہی اور قرب کی نعمت عطا
 کی جاتی ہے، فان الله بينه وبين القلعة اس کا شاہ عدل ہے، حضرت شاہ ولی، حضرت صاحب
 فرماتے ہیں کہ ہم ناز کے سامنے جب کہ وہ ناز کی نیت کرتا ہے تجلی خداوندی اور حقیقت از
 حقائق اہمیت ہے، یہ یہ ہوتی ہے، خواہ وہ اس کا احساس کرے یا نہیں، اور اسی تجلی کو راز
 فان الله بينه وبين القلعة فرماتے ہیں، اور اس تجلی کی نسبت ذات صحیح الکلمات سے
 نسبت سابق ان الذوات فرماتے ہیں، جو ہے كَيْفَ عَنْ سَائِرِ الْاَيَاتِ كَيْفَ تَجْرِبَةُ فَرَمَاتِ
 حضرت شاہ عبد الغزیز صاحب بھی سورہ قیامہ میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

خازون میں رہنے کی وجہ سے اس تجلی خداوندی سے مومن محمدی کو طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے، جو کہ میدانِ فیاضیت میں ذریعہ معرفت خداوندی ہو جائے گی، اور مومن سجدہ میں گر جائے گا، یہ حال و نواز تری کا حصول اس وجہ ہو جاتا ہے کہ فرمایا گیا انا حلیم من ذکر فی، انا مع العبد ما ینحی کتبی شعناک وغیرہ روایات، اور فرمایا گیا انا صمد و انا قویب، روایت خداوندی کا حصول احسان والی حدیث سے پورچھے، ان تعبیرات کا لانا، لانا اور حجب ظاہر میں کو یہ شبہ لاحق ہوتا تھا کہ پھر محض کائنات پر کہہ لیا کہ اس کا رویت کس طرح ہو سکتی ہے، اس کو میثاق میں سے شہاد کرنے لگا تو اس کے استہزاء کے لیے ارشاد کر دیا گیا، فاندہ ہوا۔

اگر کان و آؤب و سنن صلوٰۃ پر غور کیا جائے تو یقیناً وہ یقین چکر آتا ہے، ہذا علی الصلوٰۃ والسلام کو حقیقی طور پر شب معراج میں عطا فرمائی گئیں، آپ کے فیض میں ان سب کی تمثیلیں مومن کو انسی زمین پر عطا کی جاتی ہیں، وقت کی قلت کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا، مگر مختصر بھی انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا، ہذا مالادی واللہ اعلم۔ کتابیں موجود نہیں ہیں، جن سے کچھ نقل اور استدلال کر سکوں۔ والسلام فقط

تنگ اسلمت عین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۷۸

ختم تریج پر کچھ تقسیم کرنا سلف سے منقول نہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تین راتوں میں پڑھا تھا، اور پھر فرضیت کے خوف سے ترک کر دیا، حضرت عمرؓ نے اس کی جماعت باقاعدہ منظم فرمائی، مگر ختم پر کچھ تقسیم کرنا روایات میں نقل سے نہیں گذرا، لہذا تریج تم ہونے پر شہرینی وغیرہ تقسیم کرنا حرام ہے یا نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ سورہ بقرہ یاد کر لیا تو خوشی میں اجاب کی کھانے کی دعوت کی۔ اس روایت اور اسی قسم کی دوسری روایات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے اگر ختم قرآن یہی نعمت حاصل ہوتے پر اجاب وغیرہ کو کچھ پیش کیا جائے تو خلاف شرع نہ ہو گا اور امید ہے کہ مذہب خوشنودی باری عزاسمہ ہو۔ مگر جو طریقہ آج رائج ہو رہا ہے کہ مسجد میں اہل اور نااہل سب جمع ہو کر نماز یون کو مستوش کرتے اور شور و شغب عمل میں لاتے ہیں۔ تقسیم میں اارپٹ گالی گلو ج وغیرہ رونما ہوتی ہیں، بانٹنے کی چیزیں فرش مسجد پر گرتی ہیں اور فرش گندہ ہو کر نماز پور کو تکلیف دیتا ہے اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں رونما ہوتی ہیں، چند جبری طریقہ پر کیا جاتا ہے، غیر مستطیع کو طعنے دیے جلتے ہیں، احترام مالا یزوم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ امور ایسے ہیں جن کی بنا پر یا تو اس کو بالکل بند کر دینا چاہیے یا اس کی اصلاح اس طرح کرنی چاہیے، اگر اصحاب استطاعت حضرات اپنی خوشی سے جو کچھ میسر ہو لائیں اور مسجد سے باہر تقسیم کیا جائے۔ مسجد میں کچھ بھی کسی کو نہ دیا جائے، جو لوگ آئیں ان کو تاکید کی جائے کہ ختم تک بالکل ساکت و صامت رہیں، دعائیں و اخلاص کے ساتھ ترکے کریں، بچوں اور شور و شغب کرنے والوں کو مسجد سے باہر ہی بیٹھا جائے۔

کھجور دن یا چھواری دن یا سٹانی پردم کو نیا مکھل غیر متعلق چیز ہے، بہر حال ایسا چیز کا تقسیم کرنا جس سے مسجد کے احترام اور فرش وغیرہ کے نکوٹ کا اندیشہ نہ ہو یقیناً ان چیزوں کے تقسیم سے بہتر ہو گا جن میں نکوٹ کا اندیشہ ہے، ان باہر مسجد کے مضائقہ نہیں۔

(۶) سفر حج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزوح مطہرات کی طرف سے گائے ذبح فرمانا اور پھر گوشت کو ان میں تقسیم کرنا صحاح میں موجود ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے

لے حضرت رسالت آبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کا گوشت کھا یا ہے یا نہیں؟

ہے کہ آپ نے باری دانی زجر کے یہاں جب کھانا کھایا ہو گا تو یہ گوشت بھی کھایا ہو گا۔ سکی
 رادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے یہاں کھانا اور بھی قرین قیاس ہے۔ اس کے
 علاوہ اور کوئی روایت جس میں صراحتاً لحم بقرا کا تناول فرمانا ذکر کیا گیا ہو یا دینیہ آئی، لکھا ہی
 موجود نہیں ہیں کہ زیادہ متفرک کے جواب دیں۔

(۳) صحیح میں پانچواں خریدنا منقول ہے، نیز محرم کے لباس میں پانچواں کی ممانعت کا
 بھی تذکرہ ہے، غیر صحیح میں پانچواں کی تعریف بھی مذکور ہے اور ترغیب بھی، اور خود جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسا بھی۔

طرائق رحمۃ اللہ علیہ کی تخم اوسط اور موصیٰ کی سند میں پندرہ صحیح خریدنے کی روایت
 میں امانت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

قلت یا رسول اللہ وانك لتلدس
 الساء ويل قال اجل في السماء والخصا
 وبالليل والنهار فاني اموت بالستر
 ولما جئت شيئا استر منه
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے
 پانچواں پہنا ہے، آپ نے فرمایا ہاں سفر حضرت اہل
 دن میں پہنا ہے، ستر پوشی کا ٹیکو حکم کیا گیا تھا،
 سو اس سے زیادہ ستر میں نے کسی چیز کو نہیں پایا،

سند امام احمد اور تخم طرائق رحمۃ اللہ تعالیٰ میں ہے۔

عن ابی امامۃ قلنا یا رسول اللہ ان
 اهل الکتاب تبسوا لکون ولا یاتر من
 فقال صلی اللہ علیہ وسلم تسوا ولوا و
 ائتمروا او مخالفوا اهل الکتاب
 ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اہل کتاب
 پانچواں تو پہنتے ہیں مگر تم نہیں پہنتے ہیں، اللہ تعالیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا رہنا ہے اور تم بھی اپنے
 اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

لے حضرت سونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچواں پہننا ہے یا نہیں، اگر پہننا ہے تو وہ کس وضع کا تھا؟

کنز العمال میں اور بھی روایات موجود ہیں، چونکہ عیب کے یہی لباس میں ازاد ہی تھا اور یہ پانچا مر نامی وغیرہ سے عیب میں داخل ہوا ہے، وہ ان کے لوگ اس کو شلوار کہتے تھے اس لیے عیب نے اسی کی تشریح سروال کے لفظ سے کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا مفرد نہیں ملتا، اب اس کے بعد اس کی ساخت کسی تھی، اس کا پتہ پلانا مشکل ہے، بجز اس کے کہ اس میں اسراف اور اسہال یعنی ٹخنے سے نیچا ہونا (لقولہ علیہ السلام ما أسفل من الذکبین نفوس الذنار) نہ چاہیے۔ اور علیٰ ہذا القیاس تشبیہاً بعد الامام اسلام نہ ہونا چاہیے۔ رشتم کا نہ ہونا چاہیے، اور کسی قسم کا فیصاہ شکل ہے، کتاب میں موجود نہیں ہیں، اور غالباً کوئی نام سنگی بھی اس میں نہیں ہے، دانشدار علم، والسلام

نگ اسلاف حسین، احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۷

(۱) قرآن شریف میں ہے مَا كَانَ لِلنَّسْرِ كَيْفَ اَنْ يَّعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَا عَلَى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اَرْتَابِۢتُمْ اِسْمَ اللّٰهِ سَاجِدِيْنَ بِلَا وِاسْطَةٍ اِنْ كَانِ اللّٰهُ يَخْرِيۢمُ مَنۢ يَّحْتَضِرُهَا فَاِنَّ اللّٰهَ لَظَرِيۢمٌ اَبَدِيۢمٌ ہاں اگر وہ ایسا کریں کہ کسی مسلمان کو مال کا نام لکھ کر دین اور وہ اپنی خوشی سے اس مال کو مسجد میں لگا دے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) مدرسہ دینیہ میں غیر مسلم کا چندہ لیا جاسکتا ہے اور طلباء یا دیگر فرد بھی یا تعلیمی امور میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ پانچا مر کبھی استعمال نہیں فرمایا، لیکن امام احمد اور اصحاب سنن ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ آپ نے منہ کے بازاریں پانچا مر خریدنا، حاکم ابن تمیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ استعمال بھی فرمایا ہوگا، اصلاحی
۲۔ غیر مسلم کا پیچہ تیسرے مسجد میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
۳۔ مدرسہ دینیہ میں غیر مسلم سے چندہ لینا چاہیے یا نہیں؟

مختر! آپ کو معلوم ہے کہ کتب فتاویٰ میرے پاس نہیں ہیں، پھر بھی بار بار آپ
والانا، مجاہد میں فتاویٰ لکھتے ہیں، حالانکہ آپ کو خود ہر قسم کی آسانیاں ہیں، کتب بھی
اور اہل کتب بھی، اور مراکز فتاویٰ بھی آپ کے پاس اور زیر نظر ہیں۔ یہ اٹنی گنگا کیوں بہتی ہے۔
والسلام، تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب تیسرہ

عشق ہیں ان کے کہ غم سر پر نیا جو ہو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو ہو
آپ کا اور شیخ ولی محمد صاحب کا خط پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ خصوصاً آپ کی مکروری پر۔ آپ
اس واقعہ کو سن کر روئے اور دونوں صاحبوں کو قلیق و اضطراب کی اس قدر نوبت آئی۔ میرے
مخترم! یہ نانی جی کا گھر نہیں ہے، اور نہ کسراں ہے، جہاں عزت و راحت، آرام و سکون
کا خیال کیا جائے۔ یہ جمن ہے اور اہل وطن کا نہیں، رسات ہزار میل بسنے والی اس قوم کا
جس سے نہ ہم کو نہر سبھی، نہ زبان، نہ نسلی، نہ معاشرتی، نہ لونی، نہ وطنی کسی قسم کا اتحاد نہیں اور
ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس قوم کو ہم سے کوئی بہمدردی کہاں ہو سکتی ہے اور وہ کسی
ہندوستانی کی عزت یا رفت کو کب پہچان سکتی ہے۔ صرف اتحاد و نوعیت یعنی انسانیت
مگر آج یورپین قومیں خود، آپس میں کونسی انسانیت عمل میں لارہی ہیں، جو ایشیائی اور افریقی
قوموں کے ساتھ عمل میں مائیں گے۔ جرمن سے روسی کس قسم کے شاک ہیں، اور روسیوں
سے جرمن کیا شکایت کر رہے ہیں، پھر ہم تو ایشیائی اور ہندوستانی نیم جہتی ہیں ہی ان کی
نظروں میں، وہ جو کچھ مراعات کرتے ہیں، اپنی مصالحت کی بنا پر فقط۔ پھر ایسے کافر قوم کے
اجراد سے کوئی امید ایسی ہی ہے جیسے آگ سے پیاس بجھانے کی اور پانی سے جلادیسے کی بہرہ

ہمارا اس میدان میں اثرنا اس غضب لعین کی بنا پر ہے جو ہم کو سید المرسل علیہ السلام اور قرآن مجید نے بتایا ہے، اور ہر قسم کی فریبانیوں کا مطالبہ کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ لِآيَةٍ

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور
اور ان کا مال الخ

جاہدوا المشركين ما موالكم و
والفسكروا المستكفروا (الحديث)

شتر کریں سے جہاد کرو اپنے مال اپنی جان اور
اپنی زبان سے (حدیث)

افضل الجهاد كلمة خيرا (الحديث)
قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا يُبَاطِلُونَكُمْ
كَمَا بُدِّلُوا لَكُمْ

بہتر جہاد حق بات کا ظالم پر شہاد کے ساتھ کیا ہے
اور (سب شترکون سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے
ہیں تم سے ہر حال میں)

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يُقَاتِلُوا شُرُكُومُ الْآيَةِ

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو
لڑتے ہیں تم سے۔

یہ سے حرم، جبکہ اس دار الحرب کو جو کہ اس سے پہلے دارالاسلام تھا، کفار نے اپنے قبضہ میں لاکر
احکام کفریہ اور شنائر لادینیہ کا مرکز بنا پایا ہے تو ہر اس فرد پر فرض ہے جو کہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا
ہے کہ اپنی طاقت کے موافق ایسے ملاحدہ کے تسلط اور غلبہ سے آزاد کرائے اور ان کی قوتوں اور
شوکتوں کو مٹا دے جبکہ کوئی ایسے عزائم لیکر کھڑے ہو گا تو کیا طاغوتی قوتیں اس کی طاقت، عزت
راحت وغیرہ کو صحیح و سالم چھوڑیں گے۔ انبیاء عظیم السلام نہیں چھوٹے، ہم اور ہمارے جیسے لاکھوں
کڑوڑوں عوام ان اس تورہ کنار۔

جو کچھ آپ تک خبریں نہیں یا جو کچھ شاہ صاحب نے بنا دس میں بیان کیا اس تمام مجبور کو

لے گا تاہم یہ بات بالمشی ہے، منہم صحیح ہے مگر انفاذا نظر سے نہیں گذرے۔ - اعلائی -

ایک پڑے میں رکھیے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اتنی تمکین، درشتاقی کفار سے اٹھانی پڑی ہیں، اذ ذیت فی اللہ دیکھو وہی نبی اللہیت (بھلا اللہ کی راہ میں چرنگیت دیکھی وہ کسی اور نبی کو نہیں دیکھی) ان کی معمولی مصیبت اور بے عزتی کو دوسرے پڑے میں رکھیے، پھر دیکھیے کون پڑا بھاری رہتا ہے، ہم کو آپ وارث نبوت ماننے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس وارثت میں سے کچھ نہ لے۔ یہ اس خیال است و محال است وجہوں۔

بہر حال خود جیل کیا کہ بے عزتی در بے راجحی ہے، پھر اس کے بعد وہاں پر تو اسان بالکل پے دست دیا ہو ہی جاتا ہے، اور حکام جیل ہی کے مزاحم پر اس کا بسراوقات ہوتا ہے، وہ اگر بار بھی ڈالیں تو کس کو خبر چوسکتی ہے، اور ہاتھ پیر توڑ ڈالنا مار پیٹ، بے عزتی اور تکالیف، تو ادنی چیزیں ہیں، مگر جب اس راستہ میں چلے تو سب چیزوں کو پھول سمجھنا ضروری ہے۔ اور کھل میں سر دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا ہے

بھینور ابلے پھول کا کلی کلی رہے
 کانٹا لاگے پر کم کا ٹپ ٹپ جیوسے
 اب تفصیل واقعہ سنئے

(۱) جبکہ میں یہاں آیا ہوں اس واقعہ تکہ زمین افسر اعلیٰ اور اس کے نائب ملا ہوں اور نہ وہ مجھ سے ملتا تھا، اس نے تو مجھ کو کبھی دیکھا ہی نہ تھا، میں نے دوسرے دیکھا تھا، مگر صورت شناس نہ تھا، (۲) حکام جیل بالخصوص وہ شخص جو کہ سابقہ جیلوں میں چھوٹے عمدوں سے بڑا ہوا، شکل ربانیہ جنم نہایت سخت اور بدخواہ زبان، تند خو ہوتے ہیں، بالخصوص ایٹکا و نیشی۔ (۳) میں عصر کے بعد اور ادو وظائف میں عموماً مشغول رہتا ہوں، اور کمرہ ہی کے اندر رہتا ہوں، مغرب کی نماز کے وقت نکلتا ہوں اور کمرہ کے باہر ہی کھیل وغیرہ بچھا کر ہم چند مسلمان بارک کے اندر ہی پنجوقتہ نماز جماعت پڑھا کرتے ہیں، بعض مسلمان دوسری بار کون

سے آجاتے ہیں اور جو کہ کسی بارگ میں رہتے ہیں جس میں ہوں یعنی خیر میں وہ عشا اور فجر میں بھی شریک جماعت ہوا کرتے ہیں، مغرب کی فرض ادا کرنے کے بعد میں نوافل میں ڈیڑھ دو بارہ پڑھا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بارگ کے مسلمان کھانا ساتھ کھاتے ہیں، اور پھر عشا کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں ہو جاتے ہیں،

(۴) بارگوں کے دروازے گرمیوں میں آٹھ بج جانے کے بعد بند ہوا کرتے تھے، چاروں طرف میں ساڑھے سات بجے سے بند ہونے لگتے تھے، شمار اور گنتی ہر بارگ کے آدمیوں کی بارگ ہی میں ہوا کرتی ہے، پولیسکل قیدی اپنی جائہ پر گئے جاتے ہیں میں نماز میں مشغول ہوتا تھا گنتے والے کمرہ ہی میں ہوتے ہوئے گن جاتے تھے اور اب بھی وہی حال ہے۔

(۵) افسر اعلیٰ نے اہل سرکل نمبر ۵ کے جیل سے کہا کہ تم اپنے سرکل کی بارگوں کو سات بجے بند کرو اس نے ذمہ دار بعض اشخاص سے کہا کہ افسر کا حکم سات بجے بند کرنے کا ہے، سرکل نمبر ۵ والے (جن میں دوسرے پولیسکل قیدی ہیں) ساڑھے سات بجے بند ہو جاتے ہیں، تم بھی اسی وقت بند ہو جایا کرو، اس نے جواب دیا کہ ہم نے بعض مطالبات سپرٹنڈنٹ کو بھیجے ہیں، ان کا جواب اب تک نہیں آیا، جب تک وہ پورے نہ ہو جائیں ہم اس مطالبہ کو پورا نہیں کریں گے، اگر اس کی ٹھج کو اور میرے رفقا کو کوئی خبر نہ تھی، ٹھج کو اور میرے رفقا کو اس بند ہونے پر نہ کوئی اعتراض تھا اور ان کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا، کیونکہ مغرب سے پہلے وہ ہر بارگ میں آجاتے تھے، اور صبح تک وہاں ہی رہتے تھے، اور بالخصوص میں نوپھر سے تقریباً بند ہی رہتا ہوں، بلکہ دوسرے اوقات میں بھی کمرے سے باہر بلا ضرورت نہیں نکلتا۔

(۶) افسر اعلیٰ کو یہ جواب اس ذمہ دار کا ناگوار گذرا اور اپنی طاقت کے مظاہر کرنے کے لیے اپنی فورس کے کمرے سے صوبے کے عین مغرب کا وقت تھا بلا خبر اور بلا نوٹس

سرکل نمبرہ میں داخل ہوا اور سب سے پہلے ہماری بارک میں داخل ہوا۔ کیونکہ نمبر اسی کا ہے۔ اس کے بارک میں جو لوگ موجود تھے حکم دیا کہ بارک سے باہر نکل آؤ اور دھکے دیکھ لوگوں کو تھکودیا۔

(۷) میرا کہہ بارک کے مشرقی کنارہ پر ہے، وہ پیٹے مغربی کنارہ پر گیا، اور جو لوگ اس طرف کمروں میں پایا ہر کمروں کے تھے، دھکے دیکھ کر تھکا، پھر مشرقی کنارہ پر آیا، ہمارے رشتہ مغرب کی نماز کی تیاری کر رہے تھے، کبیل اور چار بچھارہ تھے، آفتاب مغرب ہو چکا تھا، ان سے جب کہا گیا کہ بارک سے باہر نکل جاؤ تو، انہوں نے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھ لیں جس میں صرف پانچ چھ منٹ لگیں گے، اس کے بعد نکل جائیں گے، اچھوٹا افسر جو کہ یورپین ہے، اس کو سنکر راکت ہو گیا، اتنے میں افسر اعلیٰ (پرنسپل) انھوں نے منہ پر ہتھیار اور اس نے مولانا صاحب ری صاحب گوردھوری کی بنیاد میں اوپر سے ہاتھ ڈال کر کھینچا اور زور سے کہا کہ نکل جاؤ، دوسرے نے پھر ان کو دھکا دیا، اسی طرح مولانا عبدالمصعب صاحب سلاطین پوری کو دھکا دیا گیا۔

اور مولوی اجدر صاحب بستوی کو مارنے کے لیے بھی ہاتھ اٹھایا گیا، یہ سب یکے بعد دیگرے باہر نکل گئے، میں کمرہ میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، ٹھکوان تمام معاملات کی کوئی خبر نہ تھی، اشور و شنب سنگریں کھڑا ہوا، دیکھتا ہوں کہ کمرہ کے دروازہ پر پرنسپل اور ڈپٹی پرنسپل کھڑے ہیں اور ان کے ساتھ دارو دار و نمبر دار وغیرہ ہیں، میں نکلا تو انہوں نے کہا کہ نکل جاؤ، میں نے کہا کہ اچھا جوتا پین لوں، میں اس وقت چڑھے کا موزہ پہنے ہوئے تھا جو کہ سردیوں میں پہنا کرتا ہوں، میں کھڑا ہوں لینے کے لیے بڑھنا پاتا تھا کہ ٹھکوا دھکا دیا گیا، میں اس دروازہ کی طرف جو کہ بارک سے نکلنے کا ہے دھکے کی وجہ سے چلا ہی تھا کہ دوسرا دھکا دیا گیا، اس کی وجہ سے عمامہ سر پر سے گرنے لگا، میں اس کو ہنجالنا چاہتا تھا کہ خیرا دھکا دیا گیا، میں اس کو ہنجالنا نہ سکا وہ گر گیا، پھر میں ٹوپی مارتے لگا تو چرخہ دار سے دھکا دیا گیا، یہ اس قدر زور سے

دھکا دیا گیا تھا کہ ٹوٹی بھی گر پڑی اور اگر میں سنبھل نہ جاتا تو زمین پر گر پڑتا، بہر حال میں تنگے سر اور تنگے پاؤں دہی سوزہ پینے ہوئے باہر نکل گیا، اس کے دو منٹ بعد سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ وغیرہ سب باہر آئے، مجھ سے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ اپنے تو کمرہ کو ہوشل بنا رکھا ہے، میں نے کہا کہ کیا بات ہے، اس نے کہا کہ بارک میں پچھلے جاؤ، ہم لوگ پھر ایک ایک کر کے داخل ہو گئے۔ اور گننے کے بعد بارک بند ہو گئی۔

(۸) ہماری بارک دایوں کو کوئی نوٹس اس سے پہلے نہیں دیا گیا تھا اور نہ کسی نے باہر نکلنے سے انکار ہی کیا تھا، البتہ ہمارے ساتھی مسلمانوں نے یہ ضرورہ کہا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، ہم نماز پڑھ لیں تو حسب حکم نکل جائیں گے، مگر میں نے یہ بھی نہیں کہا تھا۔

(۹) جہاں تک مجھ کو معلوم ہے ہمارے رفقا اور بارک والوں میں کسی کو مارا نہیں گیا، صرف دھکے دیے گئے۔ البتہ نمبر ۱ یا نمبر ۲ میں کچھ لوگ بارک سے باہر کھانا کھا رہے تھے اور یہی ہیبت سے ان کی عادت تھی، ان کو کھانے نہیں دیا گیا، اور بعض کو مارا پینا بھی گیا، کھانا اور برتن چھوڑ کر وہ بند ہو گئے، ہماری بارک میں بھی بعض وہ لوگ جن کا کھانا دوسری بارکوں میں پکا کرتا تھا اس رات بھوکے رہے،

(۱۰) صبح کو ہم چار آدمیوں نے (حسین احمد، عبدالباری، ماجد حسین، عبدالسمیع) اپنی دستخطوں سے عرضی لکھی کہ چونکہ ہمارے ساتھ، یہاں ایسا معاملہ کیا گیا ہے اس لیے ہم کو مشیر قانونی لاری صاحب سے دیا جائے تاکہ ہم قانونی چارہ جوئی کریں، یہ عرضی ہم نے سرکل جیلر کے ہاتھ میں دیدی، یہ عرضی انگریزی میں تھی اور تقریباً بارہ بجے جیلر صاحب کو دی گئی تھی، جیلر اس جنگا سے کے وقت نہیں میں موجود نہ تھے، آخر سکران کو بھی بہت افسوس ہوا۔

(۱۱) تقریباً ۶ بجے سر اور چوگردنگ (جو کہ ضلع سرانج سے ڈسٹریکٹ سیکورٹی پرزدار تھے

اور مرکزی اسپتال کے سیر میں آئے اور وہ پھلے سے اسپتال میں تھے، ان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو پہلے صبح کو ۱۰ بجے آئے تھے، اور تمام واقعہ منکر بہت برہم ہوئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ پندرہ منٹ تک میں صبح میں دو سٹریٹس میں ایک چوک ہے جس میں محافظ جیل وغیرہ بیٹھا کرتے ہیں، آیا ہوا ہے اس نے ٹھیکو بلا یا تھا اور وہ مجھ سے کہتا ہے کہ کل شام کو جو واقعہ ہوا ہے اس کا ٹھیکو بہت افسوس ہے اس پر وہ مدنی کو پوچھتا تھا، ان کو بلا دو میں ان سے معافی مانگوں گا، ہر دارو جو ہے مجھ سے کہا کہ میں نے سکو بہت نصحت ملامت کی ہے، اس لیے میری رائے ہے کہ تو میرے ساتھ چل کر اس کو معافی دیدے میں نے کہا کہ یہ سوال اب شخصی نہیں رہا ہے، بلکہ تمام جماعت کا سولہ ہے، اس لیے آپ سب صاحبوں سے پوچھ لیجئے، انہوں نے ہر بارک کے چلا چیدہ اشخاص بلائے اور شور مچایا، سبوں کی غالب رائے یہ ہوئی کہ جب وہ معافی مانگتا ہے تو معافی دیدینی چاہیے۔

میں نے کہا کہ اچھا آپ جا کر اس سے کہہ دیجئے کہ حسین احمد نے معاف کر دیا، اتنے میں چیف ڈائریٹر آگیا اور اس نے احمد کو دیکھا کہ ٹھیکو خود وہاں چل کر معافی دیدینی چاہیے، پھر سردار صاحب موصوفت بھی اسی کے ہم کلام ہو گئے، بس دوسروں کی جی اسی قسم کی رائے ہوئی، میں چلا گیا، اس نے اولاً عذر کیا کہ میں تو خیال کرتا تھا کہ تو سینئر مینس ممبر آدمی ہوگا، میں ٹھیکو پوچھتا تھا تو عذر دیتا تھا، میں اس کو جوابات دیتا رہا، تاہم اس نے کہا کہ مجھے افسوس ہے اور میں معافی چاہتا ہوں، میں اس کے بعد چلا آیا، اس نے اٹھائے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ میں نے دائروں کو پہلے سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کوہا تو زنگانا، میں نے کہا کہ پھر ان کو سزا دینا چاہیے، اس نے چیف ڈائریٹر کو کہا کہ پتہ لگاؤ وہ کون کون تھے، ان کو سزا دیں گے، مگر دفعتی مدافعت تھی، ورنہ جو کچھ گذرا تھا، اس کے سامنے ہی گذرا تھا، اس نے کسی کو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

میرے کہنے کے بعد دوسرے لوگوں اور سردار صاحب موصوفت سے اس کی گفتگو میں

پوئیں اور جو تہذیب و تمدن تمام سرکل والوں پر کرنا چاہتا اس سے باز آ گیا۔ اب کوئی سختی نہیں ہے۔
 یہ واقعہ ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اب تک کیا کیا باتیں سنیں، ہمارے مین سرکار باقیوں سے
 نہ سانی طلب کی گئی اور نہ بخنوں نے صافی دی، وہ عرضی ہم کو سچ تک نہ واپس کی گئی اور
 نہ ہم نے طلب کی، ایک شریک مولانا عبدالمجید صاحب سلطانپوری راہ جو کہ پہلے گئے، مولانا
 عبدالباری صاحب اور مجدد صاحب باقی ہیں، آج کل میں ان کی بھی رہائی کی خبریں ہیں، وہ نکلیں گے
 قرآن سے اور احوال وغیرہ معلوم ہوں گے، پریشانی نہ ہونا چاہیے۔ شیخ رحیم صاحب کو بھی تفصیل
 بتا دیجئے اور مولوی فضل الرحمن صاحب کو بھی، مولوی نور محمد صاحب کی زبانی معلوم کر کے بے چینی ہوئی ہے
 ان کو بھی مطمئن کر دیجئے، اس واقعہ کی بنا پر شیخ ولی محمد صاحب کو طلب کرنا بے موقع تھا، میں نے کوئی
 ضرورت نہیں سمجھی تھی، اس لیے کپ کو نہیں لکھا تھا، والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء حضرت امام المصطفیٰ جیل اراک، مولانا سید محمد شاہ صاحب فاضل غلتی صاحب مولانا
 محمد ناز صاحب راہی سجادہ نشین، مولانا صاحب احمد صاحب مولانا عزیز راہ، مولانا عبدالباری صاحب عبدالحمید صاحب
 مولانا عبد القیم صاحب کھنڈوی، مولانا عبدالباری صاحب، خیامی گوڑ کھڑی جیسے اجابت الیٰہی موجود تھے، یہ چھ تہذیب کے مجدد و علم
 و ہدایت تھے، اگر حضرت شیخ الاسلام، مولانا تقرباً ۱۹۰۱ء میں جیل میں محبوس رہتے، یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو ناز غفرلہ کے وقت پیر
 جیل نے حضرت کیساتھ ملاقات کی، حرکت کی، عرض کی، بنا پر گئی کیسے جس قدر عبادت سے وہ طلب کر، اتنا اتنی عبادت سے حضرت اس کی
 تفصیل نہ کر سکتے تھے، پیر پڑھتے کی اس شوکت تھی سے جیل کے تمام نذرینوں پر فروخت ہو گئے، اور جب رفتہ رفتہ باہر خریدی تو مدت تک
 ایک سو کو دو سو سے تک مضروب کی لہر لگتی، اور اگر پیر پڑھتے جیل کو گئے، بن ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، پیر
 تہذیب سے حضرت مولانا کی تھی مگر جس کو پیر تمام ہندوستان میں اپنی مشین لڑتے، با چاہیے، ہر ہندوستان کو تمام ہندوستان میں
 اتنا ہی جیسے کہ گئے، ۱۹۴۷ء ہر ہندوستان کو ہندوستان لاکھوں گورنریوں کا ایک کئی کئی شائع ہوا نہیں، ہندوستان کی طرف تو وکٹے ہو
 ڈر کر شاگرد پڑھتے ہیں، مولانا کے ساتھ انہوں نے کہا، اور اب مولانا فریڈ میں وطن ہیں، لیکن حضرت کے موبین کیلئے کہ پیر پڑھتے
 ایسا ہی جیل رہتا، انکا ہر شاگرد پڑھتے کو ہر طرف کی بات لیکن حضرت کا ایک پیغام ہے کہ ہم نے پیر پڑھتے جیل کو صاف کر دیا۔
 (۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء) اصلاحی

مکتوب نمبر ۸۱

آپ کے رسالہ بات دیکھے، اشارہ اللہ بڑے پیمانہ اور درجہ کے ہیں، میں شعر و شاعری سے واقف نہیں، اس میں کیا وضوح دے سکتا ہوں، چند اشعار برائے اصلاح ارسال کرتا ہوں۔ آپ کی تقریر دوبارہ ذرا عام فہم نہیں ہے، نیز اس حدیث کی سند میں بھی گفتگو ہے، اگرچہ صوفیہ کرام اور محققین اہل کشف اس کے قائل ہیں، مگر اس کی تحقیق و تفسیل فہم عوام تو درکنار، خواص سے بھی بالاتر ہے، اس پر تقریر اور بحث

کلموں الناس علی قدر عقولہم اتجوز ان یکذب اللہ ورسولہ کے خلاف ہے۔

بجز خدا کے جسما تجھکو کوئی کیا جاسے

ترشمس لوزہ ہے بشر نما اولوالبصار

مولانا نوری رحمت اللہ علیہ قصیدہ وحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں،

راہ جمال پتیر سے حجاب بشریت

دجانا تجھکو کسی نے بجز خداوند

جماعت عامہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل اور کمال اخلاق و

اعمال اور تعلیمات بیان ہونی چاہئیں جن کو عوام اور اکابر ملکیں اور ان میں جذبہ عمل و اتباع پیدا

ہو اور اپنی اصلاح کے واسطے ہوں، زبان جانتک ممکن ہو عام فہم ہو ایسا مضمون مافی خواص یا

انصاف، خواص کے مجمع میں ہو تو مضائقہ نہیں، نفس مضمون پر عموماً مضمون ان مختصر تحریرات میں

نہیں ہو سکتا، جوش و لاف صوفیہ میں فٹ نوٹ میں یہ عبارت قابل غور ہے، عجب جاہلیت

ذلیل زمانہ اسلام میں جوڑکیاں پیدا ہوتی تھیں، ان کو زندہ درگور کر دیتے تھے، اگر اس کا مفہوم

ظاہر ہی لیا جائے تو سوال وارد ہوگا، پھر تولدہ ناسل کس طرح ہوتا تھا، صنف نساء کا وجود ہی

درہنہا چاہیے، بہر حال نظم بہت اعلیٰ ہے، صفحہ ۷ میں

وہاں کو بھی بناتے تھے بی بی جہالت تھی۔

لیلی اور بیوی میں کوئی فرق ہے یا دونوں مراد تھیں، اجاں تک مجھے معلوم ہے لیلی یعنی سرہ
ضد باندی اور بیوی یعنی زوجہ مقابل زوج ہے، اس لیے اس مصرعہ میں بیوی ہونا چاہیے، اگر مرد
کے ہیں۔ کل بے حجاب چند نظر آئیں، بیباں۔

صفر۔ اس میں ہے

گرے احصام منہ کے بھل الخ

جانشک میں مجھتا ہوں، لفظ بل بدون الہاء ہے،

مہربانی و ماکر شانہ اراغی چند دونوں کے لیے مجھ بیچے، دعوات صاحب سے فراموش نہ فرمائیے

مولوی محمد صاحب سے سلام سون کھدیں۔

والسلام

شک اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۸۲

مولوی احمد حسین صاحب نام پوری سے روپیوں کا وصول ہونا معلوم ہوا ان کو کھتی سے
لکھ دیجئے کہ آئندہ ہم گزہر گزہر روپیوں کے بیچنے کا ارادہ نہ فرمائیں، وہ خود انتہائی کشمکش میں ہر
طرف سے مبتلا ہیں، وہ اپنی ضروریات کو انجام دیں، بھگت اللہ بھگت کوئی ضرورت نہیں ہے۔
پروردگار جل شانہ بہت اچھے طریقہ پر کام چلا رہا ہے، اس مرتبہ تو یہ روپے رکھ لیے گئے آئندہ
اگر بھیجا تو روپس کر دیے جائیں گے۔

ان روپیوں کو ہمارے پاس نہ بھیجئے، میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مصارف ڈاک

وغیرہ کا باقاعدہ حساب مندرجہ رہتا چاہیے، اور پیسہ پیسہ کا حساب لینا چاہیے، جو مصروف میری

لئے عوامی نفع کے لیے ہے، جس کا حساب براہِ رحم۔

وہ میرے کئے اور میرے کئے سے واقع ہو اس کو تمام وصول کرنا چاہیے، اس میں ذرا بھی تامل نہ ہونا چاہیے، ہاں اگر بلا طلب اپنے کوئی ٹرٹ سیر سے نیے یا میری وجہ سے کیا ہو تو اس میں آپ کے اختیار ہوگا، اگر کوئی دقت نہ ہو تو ایک پارسل ڈیڑھ سیر عمدہ شیشم کے پٹروں یا اور کسی عمدہ ایسی شہائی کا جو کہ جلدی خراب نہ ہونے والی ہو تین کے ڈبہ میں یا باض کی پٹاری میں کپڑا ڈھک کر ڈریہ ڈاک پارسل ریکارڈ طلبہ کے لیے منڈہ میں بھجویجئے، پتہ یہ ہو (ریکارڈ طلبہ) بوسیدہ سید محمد بشیر صاحب محلہ دھند پور، قصبہ منڈہ ضلع فیض آباد) اس پارسل کے مصارفیت اسی میں سے انجام دیجئے۔

باقی روپے اپنے پاس رکھیے اور مصارفیت متعلقہ محسوب کرتے رہیے، میں تو دیوبند سے روپے آپ کے پاس منگوانے والا تھا، ہاں تین چار روپے کی دو اینٹیاں، پونجیاں، اکتیان، جمع کر کے رکھئے یہ خروسے خواہ باندھی کے ہوں یا نکل کے جب ضرورت ہوگی طلب کروں گا۔ انظر صاحب کے قاصد کے قاصد کے ذریعہ سے پہنچا دیجئے گا،

مولانا بشیر احمد صاحب اور ان کے ہم خیال مدرسین و ملازمین اب ڈاک بھیل ضلع سورت کے ۱۷-۱۸ ربیع الاول کو چلے گئے، نوایب چھتاری نے ان کو دو سو روپہ یا سو روپہ نہیں دیا بلکہ کئی سال پر سے تھے، چند آباد سے رہاں کے وزیر اعلیٰ جن کے ہائیں چھتاری صاحب ہیں انہوں نے دو سو روپہ پوٹیکل ویپارٹمنٹ سے مقرر کرادیئے تھے، وہ ان کو براہ راست دے دیے وزیر اعلیٰ حیدری صاحب مشورہ معارف بزرگ تھے، چودھری صاحب کا رہنمائی دارالعلوم کے توڑنے کے لیے نکلا، انہوں نے معلوم ہوتی ہے، البتہ چودھری صاحب اپنا اقتدار اسی طرح دبا

لے جاچو، شیخ ولی صاحب جو میری راہ میں شیخ صاحب کو روہنہ کرنا، مگر محمد داؤد غلام حسین انساوی کے کتبات میں یاد آتا ہے، جو راہ ترقی میں آتا ہے وہی ہے، جس طرح ان کا اندر کا وجود کوئی تھی، وہاں تک کہ ان کی پوری سیرت جو تمام مہربانوں کے ہائیں ان جاہلانہ پرنسپل کے ہائیں دل کے فائدہ پہنچا، اور وہاں وہاں کیا چکر لگائے، کتب پر لکھتے ہیں، ان ہی میں ہائیں مولانا ہوشیار علی صاحب جو کئی غلام حسین، غلام حسین، حامد المصطفیٰ وغیرہ انساوی سے نومرہ ہائیں ہیں۔ اصلاحی

بھی جہاں ضرور جاسکتے ہیں، جس طرح علیؑ گڈھ اور لیگ رہے، اور اسی پرے ہر قسم کی کوششیں ہمیشہ جاری رہتی ہیں، نیز اڑیا تصور یہی ہے کہ میرے چوتے ہوئے چور میری صاحب کی دل نہیں لگتی، مجھ کو جہاں لیگا اور وہاں اپنی بال بچانی چاہی مگر عجب اللہ کا میاں پی نہیں ہوئی اور منہ کی کھانی بڑی، غضب اللہ صاحب کا برآمد اگر سمجھو ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اسنے دانے صاحب کون بزرگ تھے۔

آپ فرماتے ہیں "یہ ہمارے علما کے کرام کا حال ہے تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔" آپ نے یہ جملے تو جہتاً ہیں جو دھری صاحب کا ہمیشہ سے یہ اصول ہے کہ اپنے مقاصد کے لیے ارباب اثر و نفوذ علماء کو مبرا ہو جیسا کہ عظام اور اسی طرح امر اور دنیا کو ہمیشہ طرح طرح سے لویا کرتے ہیں، اور ان کے ذریعہ سے عام مسلمانوں اور عام ملک پر اثر چھایا کرتے ہیں، فتاویٰ نکلواتے ہیں، مردوں کے لیے احکام نثر کرتے ہیں اور اس قسم کی سیکڑوں صورتیں بناتے اور خزانہ کی اچھی مقدار صرف کرتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہر زمانہ ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے،

مستقلین اور والد ماجد وغیرہ کی علالت سے فکر ہوا، دعا کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھے، آئین۔ صاحبزادہ کے لیے، نشا، اللہ تعالیٰ حسب ارشاد تفسیر بھیجوں گا، مجھنا کارہ و نالائحت کے محفوظات جمع کرے گا خیال غلط ہے، متقدمین اور اسلام کرام کے محفوظات کیا کم ہیں، جو ہمارے جیسے نیک مسلمان کے محفوظات جمع کیے جائیں، اور دنیا کے لیے نکل تیار ہوں، اہم دنیا کے کتوں سے بجز نفس پرستی، راحت طلبی، نفسی نصوص کو خواہشات کے پوتے میں ڈھانٹنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں کان مستتاً فلپستیں میں مات فان اتی زبور میں عالمہ القطنہ رقم میں سے جو شخص نمونہ اور اسوہ بنائے وہ گذرے ہوئے (اصحاب رسول اللہ سلم) کا کیونکہ جو شخص زندہ ہے ابھی وہ فتنہ سے محفوظ نہیں ہے۔) جہاں خیراتوں کے لیے یہ فیصلہ ہے تو ہمارے زمانہ کا کیا حال ہوگا، لوگ مسلمان کرام کی کتابوں

سے قطع اٹھاتے ہی نہیں، زمان کا مطالعہ کرتے ہیں، ہم جیسے لغو ذریعہ کار کی کتابوں اور لغو نفاذات سے قطع اٹھانا سہرا ہے، عطش کے زوال کی امید بانٹنا ہے، اسلاف کی تصانیف کو شائع کرنا اور ان کی طراوت توجہ دلانا، البتہ ضروری ہے، اس لیے میں کسی تصنیف و تالیف کا قصہ ہی نہیں کرتا بلکہ اصاحت و وقت بچھتا ہوں، پھر اس جاہد حسب ضرورت ذخیرہ کتب بھی نہیں ہے، جو کتابیں میرے پاس ہیں وہ ناکافی ہیں، اپنی ناقص یا ذرا ناقص کچھ سے کچھ لکھ دیتا ہوں، انکو روح لغو نفاذات کرنا کی غلطی نہیں ہے۔

جواب سوال اول

(۱) محبت عموماً دو قسم کی ہوتی ہے، محبت اجمال اور محبت شغقت، قسم اول میں والد کے بڑھا ہوا ہے اور قسم ثانی میں ولد سب بڑھا ہوا ہے، ہر دو محبتوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور عقلی محبت سب سے بالا ہونی مطلوب ہے، یعنی ان کو اپنی نفسانی خواہشات اور راجحات سے پھرنے والی یہ محبتیں ہوتی ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور اتباع میں ان دو محبتوں کے پھرنے سے زیادہ تر پھرنا از بس ضروری ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ محبت طبعی کے لیے بڑے پراعش احسان اور قربت ہیں، دوبارہ احسان سب سے بڑا احسان عالم ظاہر میں باپ کا احسان ہے، اور قربت میں سب سے زیادہ قربت بیٹے کی قربت ہے کہ وہ جزاء والد ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان والدین کے احسان سے بھی بڑھا ہوا ہے، والدین کے احسانات صرف جسمانی اور ادنیٰ ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات روحانی اور مادی دونوں قسم کے تمام است

لے لایوں احسان کو حتیٰ اگون احسان یہ من ولداک ووالدک والناس اجمعین (المحمدیہ)

اس حدیث مبارکہ میں "ولد" اور "والد" کی تفسیر کیوں لگائی ہے؟

پر ہی، روحانی مسافرت سے آخرت کے مہذب سے نجات اور اس کا مقصد پرورش اس کو غضب خداوند
کے سبب سے بچانا وغیرہ وغیرہ بتا رہے ہیں، اور مادی پرورش بھی ظاہر و باہر ہے، امت کو جب تک
وہ تابدار رہی اقوام عالم پر فوقیت اور حکومت عطا فرمائی گئی،

۱۰۰

فرماتے ہیں زودیت فی مشارق الارض و مغاربھا دون سلاک امتی سید علی مازوی فی سنہا،

۱۱۰ آخرت معلوم کا ارشاد ہے کہ میرے لیے مشرق و مغرب کا زمین کھٹا کر رکھیں، میں نے دیکھا کہ عقرب میری امت کی
حکومت ان تمام حصوں پر ہوگی (تفسیر کنز کلمی و المردم، الحدیث اربعین کبریٰ، درم کے خزائن پر قبضہ
کیا جائے گا) وغیرہ ہیں،

بیسے کی قرابت و لہجہ سے صرف مادی اور جسمانی ہے، جس پر جملہ العسیٰ اولیٰ بالمومنین

۱۲۰ من العسمر دار واجلہ امہا لہم (ہی سے زیادہ لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے)

۱۳۰ دین کاں ہے جب کہ آپ ارواح مومنین سے، ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہوئے

۱۴۰ جو کہ لفظ اولیٰ کا لفظ اولیٰ مطابقی ہے تو وہ قریب منہوم ہو، جو کہ اباء کے قریب بھی زیادہ قریب

۱۵۰ اور کامل ہے کیونکہ جزئیت و کلیت کا قریب نفس شی کے قریب سے کمزور ہوتا ہے، اور جناب رسول اللہ

۱۶۰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق لفظ اولیٰ ہم تفضیل کا مینو استعمال کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۷۰ آپ کا قریب نفوس مومنین کے اپنے قریب بھی زیادہ ہے، تو وہ جو سے آپ کے قریب کو با و اہمیت

۱۸۰ کے قریب زیادتی ہوئی، یک شدت قریب اور دوسرے روحانی قریب جو کہ جہانیت بہت زیادہ

۱۹۰ بار تر ہے اور اسی کا نتیجہ ازواج مطہرات کی اہمیت ہے وہ بھی روحانی، اہمیت ہیں، نیز بعض

۲۰۰ قرابت میں دھوا بھرم بھی واقع ہے، خلاصہ یہ کہ کبھی رحمت کے اتنی اسباب کا ان و وزن

۲۱۰ لفظون و اللہ و اللہ میں اظہار فرمایا گیا ہے، واللہ اعلم

۲۲۰ جو بٹانی ذالیت الدینین یا کھٹاؤن یا

۲۳۰ جو لوگ منکر میں اللہ سے

اور حسب تصریحات روایات و آیات قید تصدیق قلبی کی ضرورت لگائی ہوگی اور عدم انکار کی بھی قید ضروری ہوگی۔
اسی طرح اس روایت میں ایمان بالرسالہ کی بھی قید لگائی ضرور ہوگی جیسا کہ اہمیت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔
سورہ محرت میں ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ
وَأَنزَلْنَا إِلَيْهِ كِتَابًا فَذَكَرُوا بِهِ
وَمَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا بِهِ وَمَا يَسْتَكْبِرُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔

ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان اسے اللہ پر اور اس کے
رسول پر پھر شہیدہ ذہن سے اور اسے انکار نہیں کرتے بلکہ اور
ایمان کو وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں سچے

لفظ انصاف جو کہ صید صحر ہے یہاں استعمال کیا گیا ہے، حدیث جبرئیل علیہ السلام میں اور حدیث ذہن
عبدالقیس میں ایمان کی تفصیل اور تعریف اسکا یہ بیان فرماتے ہوئے ایمان بالرسول و باللائکہ والکتاب
والقیسمہ والقدہ کو ذکر فرمایا گیا ہے،

(۳) توحید کا دعویٰ تو یہود، نصاریٰ، مشرکین عرب اور ہنود و ہند سب کرتے ہیں، مگر اسی توحید
کے ساتھ یہود عزیز علیہ السلام کو ابن اللہ اور اللہ منقولہ اور ابن اللہ فقیر و نحن اغنیاء اور تحسیم
وغیرہ کے قائل ہیں۔ نصاریٰ اسکا توحید کے ساتھ تثلیث اور ابن اور روح القدس اور زجر وغیرہ
کے قائل ہیں، ہند پرستان ہندو نرانا مہر من خدا کے قائل ہوتے ہوئے اوتاروں اور عبادت غیر اللہ
کے قائل ہیں، تحسیم اور علول وغیرہ ان کے عقائد ہیں، یہی ایسی توحید قابل اعتبار ہوگی، اس لیے قائل
من قال لا الہ الا اللہ ہی سے جو تفسیر توحید منقول ہے وہ ہی موجب نجات ہوگی، اور جب اسکی
تعمیم کا اعتبار کیا گیا تو تصدیق رسالت لازم آگئی، اور نہ وہ توحید حقیقی نہیں نفعی ہے، جو کہ قابل اعتبار
نہیں وہ اللہ اعلم۔

(۴) اسی روایت میں قائل ہا الہ الا اللہ اللہ اللہ اللہ کے جملہ طرق اگر جمع کئے جائیں تو معلوم ہوگا
روایت مختصر واقع ہوئی ہے، اس میں کچھ اور ہی زیادتی ہے جو کہ راوی نے بوجہ ظہور یا اختصار یا نسیان یا

عدم ضرورت بعض اوقات میں تھیجوری ہے در بعض اوقات میں ذکر کر دیا ہے مثلاً مخلصاً من قلبہ
بخاری شریف وغیرہ میں اسی روایت میں موجود ہے، دوسری روایتوں میں وانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسی لیے اکر فن فرماتے ہیں کہ جب تک کسی روایت کو اس کے تمام طرق سے نہ دیکھا جائے جب تک
معنی متعین کرنے میں غلطی ہوتی ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تو ستر اور اثنی عشر تک کی قید لگاتے ہیں۔
خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ کے جملہ طرق کو جمع کیے ہوئے بغیر کسی معنی کو متعین کرنا ناقص اور بے اصول
ہے، کسی فن میں اس کے اصول اور قوانین کو ترک کر کے داخل ہونا اہل فن کے نزدیک انتہائی غلطی
ہوتی ہے جس کو تمام اہل فن ضروری مانتے ہیں، مگر ان سوس کہ طبابت، ڈاکٹری، انجینیری، نقشہ نویسی
تاریخ، سائنس وغیرہ میں تو یہ قاعدہ ضروری قرار دیا جاتا ہے، مگر فن حدیث و فقہ میں نہرنا واقف
بغیر اصول و قوانین رائے زنی نہ ضروری سمجھا جاتا ہے اور اپنی رائے کے خلاف کا تحقیق کرتا ہے۔

واللہ اعلم۔ والسلام

نگ، اسلاف حسین احمد غفران

مکتوب نمبر ۸۳

ایمان زعمون کے بارے میں جو کچھ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ جمہور کی رائے
کے خلاف ہے، استدلال کی سہافت سے شہہ ہوتا ہے کہ ثابتاً یہ قول ان کا نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ
بعض علماء کا قول ہے کہ کلامہ نے ان کی کتاب میں اپنی طرف سے زیادہ کر لیا ہے، پھر حال جو
جو کچھ بھی علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقالہ پر رد کے لیے یک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے
لے زعمون کے ایمان کے بارے میں حضرت اقدس کی کیا رائے ہے، صاحب نعوس، حکم کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ
زعمون کا نظریہ ایمان کیساتھ ہو ہے، یہ حضرت شیخ محمد رشاد، بدایہ النور، تہذیب نعوس، حکم میں ہی کے قابل ہیں۔

جس کو عرصہ ہوتا ہے میں نے ریزہ سوزہ زہد شرفا میں دیکھا تھا، یہ نہیں معلوم کروہ چھپ گیا ہے یا نہیں۔
 (۱) استدلال میں ادنا امراتہ فرعون دخی اللہ عنہا کا قول پیش کیا گیا ہے، مگر یہ استدلال نہایت
 کمزور ہے، جس وقت یہ قول ان سے صادر ہوا جب تک وہ خود بھی ایمان نہیں لائی تھیں، پھر ان کا
 عالم الغیب ہونا، امور مستقبلہ پر مطلع ہونا کسی وقت میں بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کا کتف و
 الہام کسی زمانہ میں شرعی حجت ہو سکتا ہے، پھر کس طرح یہ قول قابل استدلال ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ
 نے اس مقام پر محض ان کے قول کو نقل فرمایا ہے، اس کی تصحیح اور تصدیق نہیں فرمائی، یہ عادت
 خداوندی اقوال صحیحہ اور باطلہ دونوں میں جاری ہے، نیز قرۃ العین ہونا محبوبہ سے کیا ہے
 جو کہ انقیث علیک محبتہ تمینی (اور والدی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے) کا نتیجہ تھا۔
 اس لیے ہر مومن اور غیر مومن کے اس زائد طفولیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام محبوب اور
 قرۃ عین تھے، اس سے ایمان فرعون پر استدلال نہایت ہی کمزور ہے، بالخصوص جبکہ اس کے
 خلاف قوہ کلیہ اور آیات جزئیہ دونوں کھلے بندوں دلالت کر رہی ہوں۔

علیٰ ہذا لیس اس کو آیۃ قرار دینا بھی اسلام پر دال نہیں، ہر وہ شیخ جس سے جناب باری
 عز و جل کے صفات و افعال و ذات پر کسی وجہ سے استدلال ہو سکتا ہو وہ آیۃ ہو سکتی ہے اس میں
 ذی روع ہونے کی شرط بھی نہیں ہے، چر جائے کہ اسلام مشرک و طاہر۔

(قوہ کلیہ شرعیہ جو کہ قطعی طور پر اس کے بطلان کے شاہد ہیں)

پھر جب انہوں نے دیکھا لیا باری، آیت کو بولے ہم تمہیں لائے	فَلَمَّا رَأَوْا بَنَاتِنَا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا اللَّهُ
مذا کیلئے اور ہم نے مجھوڑ دیں وہ چیزیں بلکہ شرک بتلائے	وَحَدِيثٌ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ
پھر ہوا کہ کام آئے ان کو تعین لانا، ان کا جس وقت دیکھو	فَلَمَّا رَأَوْا بَنَاتِنَا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا اللَّهُ
ہارا عذاب ہم پر ہی ہوئی اللہ کی جو چلی ان پر اس کے	يَأْتِنَا سُبْحَانَ اللَّهِ لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا سُبْحَانَ اللَّهِ لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا سُبْحَانَ اللَّهِ لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا سُبْحَانَ اللَّهِ

وَيَسِّرْ لَنَا الْكَافِرُونَ (پ ۲۲، ۲۳)

بندوں میں اور جواب ہونے اس جگہ سکر۔

اس آیت سے قاعدہ کلیہ اور سنت الہی کا پتہ چلتا ہے، کہ عذاب الہی کے دیکھنے کے لیے ایمان مقبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَمَّا أَحْسَبُوا أَنَّهُم مُّبْرَأُونَ
يُرْكَعُونَ لَا تَرْكَعُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا آتَيْتُم
فِيهِ وَمَسَاكِينَكُمْ فَذَلِكُمُ التَّسْلُوتُ، قَالُوا
يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ هَذَا الَّذِي تَدْعُونَ
وَدَعَا أَهْلَهُ حَتَّىٰ حَطَلْنَا هُمْ حَصِيدًا آخِلِينَ

پھر جب آہٹ پائی انھوں نے ہماری آفت کی تباہی کے
دہاں سے بھاگے۔ مت جاگو اور لوٹ جاؤ جہاں تم
پسٹ کیا تھا، اور اپنے گھروں میں شاید تم کو کوئی پر
کھنے لگے اسے خرابی ہماری تم سے گنہگار۔ پھر پڑوسی
وہی انکی زیادہ بے انتگ کر ڈیر کر دیے گئے کاٹ کر
بچے پڑے ہوتے۔

(یسا، پ ۲۷، ۲۸)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرِينَةً لَّمَّا اسْتَفْتَعْنَا
إِيَّاهُمْ إِنَّا نَحْنُ بَرُّؤُسٌ لِّمَا اسْتَوْكَشَفْنَا
عَبْدَهُمْ عَذَابَ الْغَيْرِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَمَنْصَأً صَعِبًا فِي حَيَاتِهِمْ (پ ۱۰، ۱۱)

سو کیوں، پڑوسی کوئی تھی کہ ایمان لاتی پھر کام آتا، انکو
ایمان داناگر برہمن کی قوم جب وہ ایمان لائی انھوں نے
ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں
اور نائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک۔

الغرض عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان لانا نفع نہیں دیتا، اس قاعدہ کلیہ سے صرف قوم پرہن
علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ تھی کہ حقیقتہً ان پر عذاب نہیں آیا تھا، بلکہ حضرت یونس
علیہ السلام کی جلد بازی کی بنا پر صورت عذاب نمودار کی گئی تھی، اوسر حضرت یونس علیہ السلام پر
جلد بازی پر عذاب متدوہ وادو کیے گئے تھے۔ اسی قاعدہ کلیہ کو سورہ نسا میں مندرجہ ذیل کلمات
کے ساتھ شرح فرمایا گیا ہے:-

اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کیے جلتے ہیں بے کام برائے کام
جب ملتے آجاس ان میں سے کسی کے موت تو کئے
یہ توبہ کرتا ہوں اور وہ ایسوں کی توبہ جو کرتے ہیں
حالت کفر میں ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ
الْجُنَاثَ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تَسَّتُ الْكُفْرَ وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ
وَهُمْ كُفَرَاءَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْعَذَابِ

عذاب دردناک

الْبِغْمَاءِ (پک ۳۷)

میں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ موت حاضر ہو جانے کے وقت میں (جب کہ ملاقات موت
ظاہر ہو جائیں اور انسان کو عالم غیب کی اشیاء دکھائی دینے لگے) توبہ مقبول نہیں ہے، نہ عذاب
دنوی اور نہ ہوتا ہے اور نہ عذاب آخرت سے دستگیری ہوتی ہے، نیز ان آیات نے صاف طور
پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ فرعون جس نے اور اک غرق اور عذاب الہی کے مشاہدہ کے بعد ایمان کے
کلمات کہے وہ ایمان دار عند اللہ اور عند اللہ شریع نہیں ہوا، اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہوئی، اور
غرق کا مرتبہ توبہ عذاب الہی اور رویت یا اس خداوندی سے بعد کا ہے جبکہ رویت ہی سے
ایمان کا نفع دینا ممنوع ہو جاتا ہے، تو اور اک عذاب سے درجہ اولیٰ منسوخ ہو گا۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا فرعون اور فرعونوں کے لیے بددعا میں ارشاد فرمایا: **اَلَمْ يَجْعَلْنَا مِنۡهُنَّ اُمَّةً
مِّنۡ اُمَّةٍ اَلَمْ يَجْعَلْنَا مِنۡهُنَّ اُمَّةً حَتّٰى يَرَوۡا
اَلْعَذَابَ الَّذِیۡ لَہُمۡ فِیۡہَا وَاہُمۡ لَیۡسَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ**
بددعا کے کوئی سنی نہیں تھے، حالانکہ یہ وہاں مقبول ہوئی اور فرمایا گیا **اَلَمْ یَجْعَلْنَا
مِنۡہُمۡ اُمَّةً مِّنۡ اُمَّةٍ اَلَمْ یَجْعَلْنَا مِنۡہُمۡ اُمَّةً حَتّٰى یَرَوۡا
اَلْعَذَابَ الَّذِیۡ لَہُمۡ فِیۡہَا** اور اس بددعا کا بھی اثر تھا کہ فرعون نے مرتے وقت تک ایمان قبول نہ کیا، میرا حال ان آیات سے
جو حکم اور تادمہ خداوندی مفہوم ہوتا ہے وہ نہایت قوی ہے، اور نصوص، حکم میں جو استدلال
ذکر کیا گیا ہے وہ اس کے مقابلہ میں کوئی بھی وقعت اور قوت نہیں رکھتا، غور فرمائیے۔

فرعون کے متعلق آیات خصوصاً بھی عبور ہی کی تائید کرتی ہیں

سورہ ہود علیہ السلام) رکوع ۹ میں فرمایا جاتا ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا	اور جب ہم صحیح پکے میں بھیجے کہ اپنی آیتیں نیاں اور
وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ	واضح سند رکھو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس
فَاتَّبِعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ	چرہ دہیے حکم فرعون کے اور نہیں اتنا فرعون کی کج
يَرْفَعِيهِ يَقْدِرُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	کام کی آگے بڑھائی تو تم کے قیامت دن پر سزا
فَأَوْرَثَهُمُ النَّاسَ وَيَسْأَلُونَ آلَ فِرْعَوْنَ	ان کو آگ پرانہ برائی شاپے جس پر پہنچے، اور سچے
وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ	سے لٹی رہی اس جان میں لعنت اور دن قیامت کے
يَسْأَلُونَ التَّوْبَةَ الْمَوْجُودَةَ	بھی برا انجام ہے جو ان کو ملا۔

آیات مذکورہ بالا میں یقیناً قومہ اور کے جملہ پر غور کریں، اگر اس کا ایمان عند اللہ معتبر ہو ہے تو دوزخ کے وارو کرے یہاں وہ سب آگے آگے کیوں ہوتا اور دنیا و آخرت میں لعنت کیوں اس پر کی جاتی، بالخصوص صاحب فصوص رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کی بنا پر فقہانہ ظاہر اور مطہر الیس فیدہ شیخ من الحیث لاشئہ فہنہ عند ایسا منہ قبل ان یکتب شیئا من اکتابہ ذکا سلاتہ یجب ما قبلہ (فرعون دینا سے ظاہر اور مطہر اس کے اندر کوئی گناہ نہیں رہا کیونکہ اس کی موت قبل اس کے کہ کچھ گناہ کرے ایمان کے ساتھ ہو گئی اور اسلام تہیل گناہوں کو محو اور قطع کر دیتا ہے) تو اس آیت کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اور بالکل ہی سناختہ لازم ہوتا ہے (فہمٹے) یہ تاویل کرنا کہ ضمیر میں صرف ملائکہ کی طرف راجع ہیں، فرعون اس میں داخل نہیں ہے، خلاف عربیت اور غلات لسان عربیہ، بالخصوص جبکہ بعدہ اور تومہ کی ضمیر خصوصیت کے ساتھ فرعون ہی کی طرف راجع ہوتی ہے، اس لیے آئندہ کی ضمیر میں محو کی طرف ہی مائد ہونگی۔

نیز یہ تاویل کو وہ اپنی قوم کو تو داخل فی النار کر دینگا مگر خود داخل نہیں ہوگا، بالکل غلط ہے، اگر اس کا ارباب بصیحت نصیحت نہیں رہا تھا اور اسلام نے حسب ارشاد و عجب ما قبلہ گذشتہ کو محو کر دیا تھا تو پھر یہ جزا بقدر قومہ الخ کیوں دی گئی، اور وہ اگر کار کیوں بنایا گیا، اور جب کہ وہ طاہر اور مطہر ہیں فیہ شیء من الخبیث ہے تو قیامت میں یہ معاملہ کیوں ہے، ایسے لوگوں کے لیے تو ارشاد کیا گیا ہے لا یسمعون حبیبہا، نیز وزخ کی گری اور تین طائر ذیر و شہیق وغیرہ مسیرۃ سبعین سزا تک پہنچتی ہے، کیا اس ایراد قوم میں وہ خود عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا۔

سورہ قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰ میں ہے

اور بڑی کہنے لگے وہ اور اس کے شکر تک میں، حق اور بچے کہ وہ ہمانی طرت پھر کر ڈالینگے، پھر بچا ہم نے اس کو اور اسکے شکر دن کو پھر بچیک ویا ہم نے ان کو دیا میں سو وہ کہ لیا کیا انجام ہوا ان کے کار دن کا اور کیا ہم نے ان کو مشورہ کر بلائے ہیں روزخ کی طرت اور قیامت کے دن انکو روزنے گا اور پھر رکھہ کا ہم نے ان پر کیا دیا میں بچکار اور قیامت کے دن ان پر برائی ہے۔

وَأَسْتَلْبِزُّهُوَ دَجُونُ كَأَنِّي الْأَرْضِ
بَعْدَ الْحَيَاتِ وَظَنُّوا أَنَّهُمُ الْيَتَامَى الْكِرْكِرُونَ
فَأَخَذْنَا لَهُمْ دَجُونَ وَفَقَبْنَا هَهُمْ فِي أَيْمَانِهِمْ
فَأَنْظَرُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ وَوَجَعْنَا
لَهُمْ آيَةً يَتَعَفَّوْنَ إِلَى النَّاسِ وَفِيهِمْ آيَةٌ
لَا يَتَّبِعُونَ وَتَوَدَّ أَنْتَبْنَا هَهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا
لَعْنَةً وَفِي مَرَّ الْيَقِيَامَةِ هَهُمْ مِنَ الْمُنْذَرِينَ

ان آیات میں غور فرمائیے، شکیبار کی مصیبت میں فرعون کی نسبت خاص طور پر ذکر کی گئی ہے اور پھر، بعد کی ضمیر میں عبود کی طرت عاید کی جا رہی ہیں، نیز اشدہ یرد عوان اتی الناس کا حقیقی مصداق خود فرعون ہوتا ہے، اس کے ملاکے لوگ تو ناسیاً وبالعرض ہوں گے، اور ان رب کو قیامت میں مقبوع فرماتے ہیں، کیا ایمان اور اس کے آثار کے ہوتے ہوئے یہ جزا میں مرتب ہو سکتی ہیں، آیت

قَوْلَاهُ اللَّهُ سَيَاتِ مَا تَكْرُ وَارْحَانِ
 يَا لَيْتَ عَيْنِي سَوَّاءَ الْعَدَابِ النَّارِ لِيَعْرِضُوا
 عَلَيْهَا عِدْوَانِي عَشِيئًا وَبِقَوْمِ نَقْمِ السَّعْيِ
 أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ

پھر پوچھا یا موسیٰ کو اٹھنے رستہ دوؤں سے جو وہ کرتے
 تھے اور لٹ پڑا فرعون و انوں پر بری طرح کا عذاب
 وہ آگ ہے کہ دکھا دیتے ان کو صبح اور شام اور
 جس دن قائم ہوگی قیامت حکم ہوگا کہ اس کو فرعون
 کو سخت سے سخت عذاب میں۔ (ہومن - پت)

میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویل کہ آل فرعون میں خود فرعون داخل نہیں ہے، قرآن کے محاورہ
 کے خلاف ہے، فرمایا جاتا ہے اعمدوا آل داؤد شکوا الایۃ میں بالاتفاق حضرت داؤد علیہ السلام
 مخاطب ہیں، اسی طرح آیت وَ لَقَدْ أَحْضَيْنَا آلَ فِرْعَوْنَ مَالِ السَّيِّئِينَ الایۃ (سورہ ۱۰۶) میں
 میں فرعون بھی بالاتفاق اس مواخذہ میں داخل ہے۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے پایہ کے بزرگ ہیں اور بہت بڑے محقق ہیں اس لیے
 یہ قول یا تو درحقیقت ان کا ہے ہی نہیں، بلکہ ان کی تصانیف میں ما صدر نے چھپا کر کے دخل
 کر دیا ہے، جیسا کہ امام العارفين شیخ عبدالوہاب شعرائی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کے اقوال
 سے معلوم ہوتا ہے، اور اگر ان کا قول ہی ہو تو یقیناً اس میں ان سے خطا ہوئی ہے، وہ بڑے
 ہیں، مگر محصوم نہیں ہیں، اس لیے جمہور کا قول صحیح ہے۔

حدیث قوی میں وارد ہے کہ اس کے اس قول کے وقت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام
 نے دریا میں سے گارا نکال کر اس کے منہ میں بھر دیا کہ میں رحمت خداوندی اس کی نگوں کا رزق بن گیا
 (بخاری، ان تدرک الرحمت) یہ فعل ان کا یقیناً بغض فی اللہ ہی کی بنا پر ہو سکتا ہے، ہرگز اعلیٰ درجات
 بیان میں سے ہے، مگر جو ہستی کہ لا یبصرون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یلوہون کے معاد
 کی امام ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کس مطاع اور امین ہو۔ بغیر رضی اللہ عنہ کی کب ایسا فعل اور عمل کر سکتی ہے

لہذا یہ جملہ تاریخات غیر مرضی اور غیر قابل اتقائات ہیں، قدرۃ خداوندی میں کلام نہیں، واقعات سے بحث ہے، واللہ اعلم، رحمت الہی کی وسعت اور نصوص سے معلوم ہوتی ہے اسی پر منحصر نہیں ہے،

والسلام - تنگ اسلاٹ حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۸۴

جو حالت لرزہ کی بدن میں بعض اوقات نماز وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے بہت مبارک اور امید افزا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ترقی عنایت فرمائے، ہمیشہ ذکر کی راہ دست کا خیال رکھیے، مندرجہ ذیل امور کی زیادتی کر دیجئے۔

(۱) اتنا سے ذکر میں ہر سو مرتبہ کے بعد دل لگا کر مندرجہ ذیل دعا پڑھائیے:

اللهم انت مقصودى تركت الدنيا والآخره وما بهما الا حلال فامن على بوصولى

الناهد رضائك الكامل۔

(۲) دو ہفتہ ہر تہ روزانہ ذکر قلبی کیا کیجئے، قلب بائیں پسان کے چار انگلی نیچے واقع ہے،

خیال کیجئے کہ اہم ذات (اللہ قلب سے نکل رہا ہے، زبان کو حرکت نہ ہو، اور انگلیوں سے تسبیح کے

دائون پر اس ذکر خیالی قلبی کو شمار کرتے جائیں، نماز اور ایک مجلس میں یا چند مجلسوں میں یہ مقدار

دو ہفتہ کی روز و شب میں پوری کر لیا کیجئے، با وضو قبلہ رو ہونا چاہیے، اس مقدار میں کمی نہ ہو،

اور یہ بھی دھیال رہے کہ محبوب حقیقی صرف ذات وحدہ لا شریک لہ ہے، حسب قاعدہ من

احب شئیثا اکثرہ کرمہ، اس بے تابی کے ساتھ قلب اس کی یاد کر رہا ہے،

(۳) جہا تک ممکن ہو اتباع سنت کا جملہ امور میں خیال رکھیے،

دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے۔ والسلام

خواجہ صاحب اور مولوی محمد صاحب اور دیگر واقفین پر سان حال سے سلام مسنون کرنے کے
والسلام سنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۸۵

والانا شیخ ولی محمد صاحب کے فائدہ کے ذریعہ سے پہنچا تھا، اسی روز تنگی کو غرضتہ ارسال کرنے کے
بعد ہی شیخ صاحب کا رسد پانوں کا پارسل پہنچ گیا تھا، اس میں کپڑوں کے عرق کی بوتل بھی تھی۔ شیخ صاحب
کو رسید سے شکر یہ تحریر فرمادیں۔

مسئلہ سوالات کے جوابات مختصر ارسال ہیں، البتہ کہ میری سمجھ میں آیا کہ احوال قلمبند کر دیئے
جائیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور محض دیگر اسلاف نے بھی ایسا کیا ہے اور
اہل زمانہ بھی ایسا کر رہے ہیں۔ نیز اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اجاب بہت سے غیر واقعی چیزیں محبت
میں لکھ دیا کرتے ہیں، اور اعداد و بہت سے مثالی عداوت میں غیر واقعی لکھ دیتے ہیں، دونوں سے
فی الجملہ نجات ہو جائے گی، بنا بریں میں نے تفصیلات کچھ قلمبند کرنا شروع کیا ہے، اگر کسی
قابل ہو گیا تو پیش کر دوں گا۔

تاریخ افکار سیاسیات اسلامیہ دیکھی، اس کو دیکھ کر مجھے صدمہ ہوا، لیکن آخر ذرا لامنتہ
اولہا کی پادنازدہ ہو گئی، مصنف ہنسان حال کہہ رہا ہے مسلمانان در روزخ و مسلمانان در روز

لے یہ کتاب جناب عبدالحمید خان صاحب لے لے اہل اہل کی تالیف ہے، تقریباً ۱۵۰ سال پہلے لکھی گئی
کی جو ویسا پر مولانا غلام صاحب جبریل اور دوسرا ویسا پر مولانا ابوہ علی صاحب سرودوی کا ہے، تقریباً ۱۰۰ سال
خود ویسا مصنف نے لکھی ہے، اول ان کو ہم سہ ذرا گویا نے کچھ اشارات فرمائے ہیں جس سے مولف کی غلطی
کا سراغ ملتا ہے، مالا کہ ضرورت تھی کہ اس حوالہ کے کتابوں کی تائید کے لیے اس کی ترمیمی اصلاح کر دی جاتی
ہو، لیکن قلم کی شانوں سے کتاب بھری ہوئی ہے اور کتنا بڑا ہے، "حق ہر دروغ را باغ نشہ نیز کہا گیا ہے"۔

پسوں کے قول مسلمانوں درگوروسنی کتاب کے پوری اصلاح درمیں کر دی گئی ہے جو نوٹوں اسلام اور حائین اسلام کا اس کتاب میں کینہی گیا ہے اس نے ملاحدہ ۱۰۰ دہریہ، آریہ، مخالفین اسلام و ذہانت کے لئے پورا مادہ اور ہتھیار بنایا کر دیا ہے، بارہ تیرہ سو برس سے اسلام اس بھیانک صورت پر ہے، پھر کس منہ اور کس زبان سے کسی کو اسلام کی طرف بلایا جا سکتا ہے، ہر طبقہ اور ہر شعبہ حائین اور حنا کا اسلام کا جاہل، محرت، کذاب، غلط رو، حال و فصل وغیرہ وغیرہ ہے، والہیاء ابا اللہ راوی اور خیموں کی منسلات اور تکرین سے نفس مروی کا غلط ہونا معلوم ہی ہے، انشا اللہ اسلام کی جزو خوب کھڑکی اور کالی گئی ہے۔

یہاں مجدد اللہ خیر و عافیت ہے، دعوات صاحب سے فراموش نہ فرمائیں، مولانا محمد صاحب اور دیگر پرسان حال حضرت سے سلام سنون عرض کر دین۔ والسلام
تنگ اسلاف حسین احمد غفر لہ۔

مکتوب نمبر ۸۷

امور مسوولہ عنہا کے جوابات ذیل میں مذکور ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳) ہندوستان میں ایک خاص قسم کا گروہ پیدا ہو گیا ہے جس کا کام یہ ہے کہ تاریخ کو سنا کرے اور نہ گوی کے دشمنان و قتل ایسوں کو کھڑا کر دے جن کا زندگیان تاریخ اور ترقیوں سے عالی ہو، اس کتاب کو بھی مثال میں رکھ لیجئے، اسی طرح جناب اکرام صاحب کا آؤ کوڑ جس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ ہم ائمہ دین کے مقابل ڈاکٹر تباہی و جرم کو کھڑا کر دیا گیا ہے، انکا مقابلہ لیسوی سیر کیا نظم ہے کہ جو اقبال خود سلف کا نوشتہ ہیں اور حضرت ادرغافہ صاحبہ جز اللہ علیہا سے استنادہ کرنے والا ہوا، اس کو شاہ عبداللہ صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، انکا مقابلہ لیسوی سیر کیا نظم ہے کہ جو اقبال خود سلف کا نوشتہ ہیں اور حضرت ادرغافہ صاحبہ سخت معر ہے، تاریخ افکار ریاست میں اسی طرح کی ہے، انشا اللہ کسی فرصت میں اس کی نقاب کشائی کی

تقریب سنائی جائے گی۔ اصلاحی

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۷) شب برات کے اعمال کیا ہیں؟

اور جانا چاہیے کہ بعض مفسرین نے قدر کو تقدیر کے
 معنی میں لیا ہے اور کہا ہے کہ اس شب کو روزی
 موت، مصیبت، اعمال اور دوسرے حوادث
 جو دنیا میں ہونے والے ہیں تقدیر ہوتے اور لوح محفوظ
 سے لاکھ کو ان کے کاموں کی نقل کو کے جواد کر دیے
 جاتے ہیں، اگر کسی کے مطابق تمام سال عمل در آمد کرتے
 رہیں لیکن عجز ہے کہ یہ تقدیر شعبان کی چند روزوں
 میں ہوتی ہے جبکہ شب بارات کہتے ہیں، اگرچہ بعض
 ہمیں نے تاویل یہ کہہ کر پر چونکی نقل اس بات کو
 شروع ہوتی ہے اور اس شب میں پیشکاروں کو جوار
 کہتے ہیں، پس تفریح تقدیر شب بارات میں ہر انہوں کا
 آخر اس رمضان کی رات میں ہر اتھرتی وہی ہو جائے گی۔
 (۷) اور میں نزول قرآن مجید کو تین وقتوں میں لانا ہے
 رمضان المبارک، شب قدر اور شب مبارک جو کہ اکثر
 علماء کے نزدیک شب بارات تیسرے کہا جاتا ہے، چونکہ ہر
 شعبان ہر وہی اس امر واقعی میں توفیق کی کیا صورت ہے
 وہ توحیات جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں کیونکہ ایک
 ہو سکتی ہیں تیسرے اور تیسرے کے جو جو پڑھانے آئی ہے
 وہ یہ ہے کہ قرآن کا نزول پر اس محفوظ سے تمام ہوتی ہے

(۱) و نیز ناپید و اوست کہ بعض از مفسرین
 قدر را یعنی تقدیر گرفته اند و گفته اند کہ درین شب
 از زمان و آجال و مصائب و اعمال و دیگر حوادث
 عالم کون و فساد مقدر می شود و از لوح محفوظ
 بلا کہ شعبانے امور متعلقہ بانما نقل کردہ حوالہ
 می گرد و تا بر طبق آن در تمام سال عمل نمایند
 لیکن صحیح آنست کہ اس تقدیر در نصف شعبان
 است کہ اگر شب بارات آئند اگرچہ بعضی دیگر تا بر طبق
 گفته اند کہ نقل شماران شب شروع می شود و درین شب یحییٰ
 تسبیح می نماید پس بارتے تقدیر شب بارات و آیتوں
 درین شب است و تحقیق یہاں است کہ
 مذکور شد - (تفسیر غزالی سورہ قدر صفحہ ۲۵۵)
 (۲) و در قرآن مجید نزول قرآن را
 میریخ فرمودہ اند بسہ وقت شہر رمضان، و شب
 و شب مبارک کہ اکثر علماء عبارت است از
 شب بارات کہ پانزدہم شعبان است - پس تطبیق
 درین امر واقعی و ای تیسرے شبی لفظ چکر زور
 آید، چونکہ در تفسیر مفسرین آیت است کہ
 نزول قرآن از لوح محفوظ و در تمام ہوتی ہے

گوئے کہ آسمان دنیا محوٹ است۔
 بلا کر ذی قدر و مرتب قدر است کہ وہ اور صفات
 واقع است و تہذیب و نزول قرآن حکم فرمودن
 مخالفان کورح را کہ شکر آن را نقل کرده با آسمان
 دنیا رسانند در شب برات ہماں سال بود پس
 ہر سہ تفسیر درست آنا و نزول حقیقی در شب گد
 از ما رمضان واقع شد و نزول تقدیری پیش
 از ان در شب برات و نزول قرآن بر زبان پیغمبر
 صل اللہ علیہ وسلم در بیتنا: دل ہر سال
 چہلم مست و تمام نزول آن در لقیۃ العسر
 پس تبارشے نہاند (تفسیر عربی کی سورہ اللہ)
 (۳) دریں جاہم باید سفید کہ آسمان پیمبر
 را صلی اللہ علیہ وسلم مرتب است دوران افراط
 و تفریط واقع می شود ہر چند دوران افراط
 و تفریط صحیح نبود لیکن ہر چہ زیادہ عمدتاً
 است بلا ریب فصل است از جاہن افراط
 و تفریط پس ادعیہ کہ بدعتی اصوات در وقت
 حضور تو در با غیبت آن پوشنی کہ از جناب
 رسالتا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نزول و ثابت شدہ

میں جو کہ آسمان دنیا میں ایک بگڑ ہو جسے درجہ کے نشتر
 سے گھری ہوئی شب قدر میں ہوا جو رمضان کے مہینہ
 واقع ہے اور نزول قرآن کی تقدیر آدمی نفسی کو حکم دینا
 کہ اس شخص کو نقل کر کے آسمان دنیا پر پہنچائیں شب برات
 میں ہوئی جو اسی سال تھی پس تینوں تفسیرات صحیح ہو گئیں
 انصار اول حقیقی رمضان المبارک کے مہینہ شب قدر
 میں ہوا اور نزول تقدیری اس سے پہلے شب برات
 میں اور پیغمبر صلعم کی زبان پر نزول قرآن ربیع الاول
 کے مہینہ میں جو شروع نبوت کا چالیسواں سال
 اور پھر پورا پورا نزول قرآن آپ کی باقی ماندہ عمر میں
 ہوا اور لہذا کوئی تعارض نہیں رہ گیا
 (۳) غور سے سنتا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کی پروردگی کے
 درجے میں جس میں کمی نہ زیادتی ہو جاتی ہے اگر چہ یہ
 از انقری زیادہ بری نہیں تاہم جو چیز اعتدال کیساتھ
 ہوگی وہ یقیناً اس از انقری سے افضل ہوگی پس ڈ
 دعائیں جو مردوں کے ہاں میں ہیں قبروں کے سامنے
 یا قبروں کی عدم موجودگی میں آنحضرت صلعم سے جس
 طرح مردی اور میت میں اگر کسی طرح اسکو جس میں
 لایا جائے تو یہ طریقہ دوسرے طریقوں سے افضل

بہاں و منہ اگر برقعہ اید افضل است از
 دو صنایع دیگر۔ مثلاً جناب علی اللہ علیہ وسلم
 در شب برات تہنہ بے اطلاع و اعلام احد سے
 در قبیح تشریبت بردند و وہاں فرمودند و کسی را
 از صحابہ ام فرمودند کہ در یہ شب بر مقام باید
 رفت و دعا باید کرد و یہ جائے کہ تاکید کردہ باشند
 پس الحال اگر کے اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 مشورہ داشتہ در شب برات در مقبرہ حجج علی نور
 اذعیہ داخلہ کنند اور انجی لفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 ملامت کردن نبی رسد لیکن دین قدر باید تعہد کریں
 ارشدہ شدہ بر حکم انجائیدہ حقیقت کار در ان
 باقی خواہد ماند۔ و مثال موضع ہیں بیاں است
 مسئلہ تعہد کہ جماعت نفل کردہ نیست اگر
 تداعی باشد کردہ است۔ و مراد استقیم صفت

۵۵۱ و ۵۵۲

بہتر ہوگا، مثال کے طور پر آنحضرت معلوم کا شب برات ہیں
 بچنے سے اٹھکر بغیر اطلاع نتیجہ میں تشریف لیجانا اور دعا مانگنا
 اور پھر مکار ہیں سے کسی کو حکم نہ دینا کہ اس بات کو قہرستان
 میں جانا چاہیے اور دعا کرنا چاہیے، لہذا اگر کوئی شخص اطلاع
 نبوی کو نہ نظر رکھکر شب برات میں قبرستان کے اندر ملکا کا
 جمع کر کے زیادہ دعائیں کرے تو، تاکہ اگر نماز شب یا
 سے تعبیر کرنا اور راست کرنا نہ کہنا جائیگا، لیکن اتنا ضرور
 سمجھنا چاہیے کہ برات اہستہ اہستہ رسم نبوی ہے گی،
 اور حقیقت اس کے اندر سے جاتی رہے گی،
 اس بیان کی تائید اس مسئلہ فقہیہ سے ہوتی ہے
 کہ جماعت سے نفل نماز کردہ نہیں ہے، لیکن
 اگر التزام کر کے دعا کی جائے کہے تو فقہاء
 اس کو کر وہ کہتے ہیں۔

ذکر وہ بالا نصوص سے معلوم ہو گیا کہ شب برات ایک مبارک رات ہے اور راتِ پنجامی ہے
 کہ سورہ وغان کی آیت

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّاتٍ
 كُنَّا مُسَدِّدِينَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِمْ كُلَّ فِجْءٍ حَكِيمٍ
 أَمْ أَمِنَ عِبَادُنا إِنَّا كُنَّا مِنْ سَلْبِينَ رَحْمَةً

ہم نے اس کو آوار ایک برکت کی رات میں ہم میں کہ
 سنانے والے، اسی میں جا ہوتا ہے ہر حکم مانگنا چاہا،
 حکم جو کہ جبار ہے اس سے ہم میں بھیجے ذلے رحمت

مِنَ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

سے ترسے سب کی ادا ہی سے اور ہلنے والا

سے مراد ارجح الاقوال پر یہی شب برات ہے، اس روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
 جبرئیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیٹے میں تشریف لے جا کر اہل بقیع کے لیے دعا فرمائیں، چنانچہ حجرہ
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بغیر خبر کیے ہوئے وہ بے پاؤں نکل کر بقیع میں گئے اور اہل بقیع (مقبورہ
 درخت منورہ) کے لیے دعا فرمائی، اس دن کے لیے روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا گیا ہے، اس لیے اگر جو
 تو ۱۰ اور ۱۵ کو روزہ رکھیں، اور وہ میانی شب میں جس قدر ممکن ہو نوافل اور ذکر و تسبیح سے اس
 شب کو معمور کریں اور بلا اجتماع مقبرہ میں جا کر اہل قبور کے لیے دعا کریں، ان اعمال کے علاوہ
 بدعات سیدہ اور قبائح ہیں،

نہ امت محمدیہ معلوم ہے، اجماعی مسئلہ ہے کہ عقیدہ کا حکمت نہ سب کی روح ہے، اس میں جان رحمت ہو نہ سب کی بنیادیں ہی
 بنائی ہیں، شرک و بدعت کی تولید اکثر یہی غلطی، قول و سہارہ داری سے ہوتی ہے، جس کے مظاہر صحابہ کرام کے زائد
 میں نہایت کثرت سے موجود تھے، لیکن جب کبھی صحابہ کرام پر خطرہ ہوا کہ اس غلطی کا عملی اعتراف شرک و بدعت کی
 صورت اختیار کرے گا تو فوراً اس کی مخالفت کی، اس لیے کہ عقائد و اعمال کی تجدید اور ترمیم و اصلاح کی اصلاح
 صحابہ کرام اور آپ کے ہاتھوں کا سب سے اہم فریضہ تھا، اس لیے اور بھی کبھی آدم کی ہونے کی روح کو مضار و بدترین فتنوں
 کی طرف بڑھنے دیا جائے تو کوئی شہرہ نہیں کہ وہ مفید اور پاکیزہ غذاؤں سے محروم ہو جائیں گی، بدعات ایک بدترین غذا
 ہیں، جو اس کو آفتا کرے گا، وہ دنیا و عیسیم اسلام کی ستھری اور مفید غذاؤں سے نہ صرف محروم ہو کر نفرت کرنے لگے گا
 اور توبہ سے عجیب کیا کر دے گا، کبھی کبھی عداوت کا دھڑکے کسی کسی قوم نے بدعت ایجاد نہیں کی کہ نہ اسے
 ایک ویسی ہی حسرت سے اسے محروم نہ کر دیا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس دل میں بدعت کا کوئی رشتہ نہ ہو اسے اسلامی غلطی
 اور اتہاس سنت کی برکات کی کمی بھی اس کے اندر لادھی جزا، اس لیے بانی اسلام نے اپنے مذہب کو تحریف سے محفوظ
 رکھنے کے لیے بدعات پر شدت سے نیکر کی، کتاب و سنت اس پر گواہ ہیں، چنانچہ صحابہ و تابعین اور مجتہدین و محدثین
 اکبر و صوفیہ و جمہور و مشرکین اور تمام اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہو گیا ہے کہ بدعات و محدثات کا ارتجاب گناہ اور پکار کر
 تحریف دین کے مرادف ہے اور ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہے، نہ اس کے فرائض قبول و ادا، بلکہ اللہ لا کر بد
 تمام لوگوں کی اس بدعت ہے، خوب سمجھ لیا جائے کہ بدعت ایک شرعی اصطلاح ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ مذہب کے
 عقائد یا اعمال میں کوئی ایسا بات و فعل ہو جائے جس کی تحقیق صاحب مذہب نے فرمائی ہو اور ان کے کسی علم
 یا عمل سے اس کا حشا یا خبر ہو یا یوں کہو کہ دین میں دین کا مفہوم جان کر کسی نئی چیز کا اضافہ کرنا، بدعت ہے، نہ کہ مفہوم

تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا ہے اسی اور علی کے فرق سے آپ نے ذہن فرمایا، علی استتلاہ کے لیے ہو اور اسی
 نہایت بڑا کے لیے ہو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عسلوۃ و سلام سے پہلے روح کا استتلاہ نہ تھا۔ ذہن
 کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی، اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے،
 چونکہ آنحضرت علیہ السلام مدارح قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لیے توجہ
 فی اللہ کا اتنا تک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کم کر دیتا ہے، چنانچہ اہل استغراق کی عبادت
 و روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ اللعالمین بنا لیا گیا ہے اس لیے
 بارگاہِ لہوہیت سے درود بھیجے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لیے مقصد فرمایا میں ایک
 فریبت یہ بھی غلط فرمائی گئی کہ خود سربراہ کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منع کر کے درود
 والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں،
 (دعا) اگر باغرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ کہتے ہیں اور علی اور اہل میں کون فرق نہ کیا جائے تب
 بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ
 بلکہ کوئی سنت اس سے غالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود بھیجا جائے ہو۔

(عاشیہ ص ۲۴۰) لے ایک شبہ آتی ہے کہ وہی استتلاہی شد یا یہ مسلم اپنی قبر یا ک میں باحیات ہیں یہی ہمارا عقیدہ ہے
 پر سلام کا جو آپ اپنے لیے روح کا واسطہ آنے کے کیا ہے؟
 اہل تہذیب سے روایت کیا ہے جس کے انشاء پر ہیں ما من احدنا بعد من عند تدبرنا الحدیث کی بنا پر
 صلوات کا ذکر کے سلام کا جواب دینا نہیں اور شیخ علیہ السلام نے فرمایا کہ جواب دینا علم کے نزدیک مختلف ہے یہی مگر بعض روایات
 کا بنا ہے بخدا نے جمع کی صورت میں بیان فرمائی ہے کہ سلام غائب کی طرف ہے اور یہاں تک پہنچتی ہے کہ سلام حاضر کی طرف بھی ہوتی ہے
 اور سعادت بھی ہوتی ہے، لہذا قرب و عسلوۃ و سلام کو ترجیح اور فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ یہ گزرتی اور ذکا، حضرت صلوات کے خوش
 کیا ہے جو بڑی طرفہ بندی ہے، اس گروہی اور میں حضرت امام شریف دست بردار تھے جو خاص شفیق فرمائی پر وہ اسی طرح ایسی
 تحقیق پر جو غور اور کمالین ہی کا حصہ ہے، وہ اہل نظر کے لیے اس میں وہ کچھ جواب دہم ہی بگڑتے ہیں، یہ بگڑتا، بقول خود اہل نظر
 عجبیت نہکان ز جمال و پرندہ فنا و عسل نماز بہ نور شد۔
 خواہ صاحب علم حالت کہے ہیں، مگر خاص بقول شیخ احمد مدنی، اس میں نہیں ہیں بلکہ انکو حضرت صلوات کی محبت گراں ہے
 حاصل ہوتی ہے جو صلوات صحابہ کو حاصل تھی، بلکہ حضرت بھی تو باہر باہر ماں اور باہر ماں ذوالجلال ہیں یہی ہے کہ کتاب سالی گزرا ہے۔
 (اصلاحی)

اس لیے دوام حیات لازم آئے گا۔

(ج) سیدی عبدالعزیز برہنہ رحمۃ اللہ علیہ (قطب النصر) کے مجموعہ ملفوظات صحابہ ابریز میں درج ہے کہ میں نے مشاہد کیا کہ سینہ مبارک میں سے نہایت باریک دھاگے نوزانی بے شمار نکلے ہوئے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے، اور اسی تعلق کی بنا پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے اگر وہ منقطع ہو جائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا، اس کشف پر متعدد اہل علم نے انکار کیا تو سیدی عبدالعزیز نے کہا کہ چچا جھکو اجازت دو کہ میں تم لوگوں کے دھاگے کو توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں مائل ہو جاؤں، انہوں نے کہا کہ آپ حضور پر کریں، چچا پھر سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کیا تو وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے، کوئی یہودی کوئی نصرانی کوئی دھرمیہ ہو گیا، معاذ اللہ۔ بناء علی ذلک حدیث مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شہرہ جو کہ اس درد دیکھنے والے سے تعلق رکھتا تھا، اس کی طرف روح پر فطوح کی توجہ شدید ہو جاتی ہے، اور آنجناب علیہ السلام اس کی طرف فریاد و خصوصی توجہ فرما کر دعا فرماتے ہیں،

(د) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، نزلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ آبِ حیاہ صفحہ ۷۳۱ میں اس پر طویل بحث کی ہے جو کہ دقت مضمون اور طول کی وجہ سے اس وقت نقل نہیں کی جاسکتی، البتہ اس کے خلاصہ کو نقل کرتا ہوں۔

اس صورت میں معنی حدیث شریفین کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ کی روح پر فطوح کو اس حالت استتراق فی ذات اللہ تعالیٰ و تجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبت نامہ آپ کو حاصل ہوتی ہے، ہوش عطا فرماتا ہے، یعنی مبداء کشف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبیا اطی اللہ عامل تھا،

مبدل یا نقیض ہو جاتا ہے، اور اس وجہ سے ارتداد علی انفس حاصل ہوتا ہے، اور اپنی ذات اور صفات اور کیفیات اور تواتر متعلقہ ذات و صفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔ سو چونکہ سلام امتیائی بھی مشہور و مانع متعلقہ ذات خود میں اس لیے اس سے مطلع ہو کر جو جو حسن اخلاقی ذاتی چاہے مشرت فرماتے ہیں، اس صورت میں اثبات حیات اور دفع منقطع ہونے یعنی انقطاع تعلق حیات کے لیے جواب میں اور تحلفات کی حاجت نہ رہے گی، قطع نظر تصدیق و جدائی کے جو واقفان حقیقت مبادا انکشاف کو حاصل ہے، لفظ رد جو خود پیش میں موجود ہے اس پر شاہد ہے، ہاں ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ ایک جہان آپ کا شہادت ہے، کوئی دم ایسا نہ گذرنا ہوگا جو کوئی نہ کوئی آپ پر سلام نہ عرض کرتا ہو، اس صورت میں استغراق برائے نام ہی رہا، بلکہ یوں کہو کہ در پر وہ اس کا انکار کرنا پڑا، یہ شبہ ایسا ہے کہ اور بھیوں کے جواب پر تو اس کا زوال مشکل ہے، ہاں بطور احترا بہتہ اس کا جواب سل ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ روح پر فتوح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جب منع اور اصل ارواح باقیہ خصوصاً اور داعی مومنین امت، شہری تو جو نسبتاً امتی آپ پر سلام عرض کرے گا اس کی طرت کا شبہ لڑنے کا ارتداد و جہل شعب لازم نہیں، اور ظاہر ہے اس شبہ کا ارتداد باعث اطلاع سلام معلوم تو ہوگا پر موجب زوال، استغراق مطلق نہ ہوگا، آخر شعب غیر متناہیہ اور ہیں۔ الخ ص ۲۳۳

۳۰۔ لاکر سیاہین کی روایت تھا ابن جہان ہی کی نہیں صحاح میں بھی متعدد طرق سے موجود ہے۔ القولی البدیع فی الصلوٰۃ علی الخبیب التبع (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ دہری حدیث ابن جہان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت امی کلام کیلئے مقرر کر رکھی جو جو یہی کرتی کرتی ہوا اور وہی امت میں سے جو شخص بعد پر سلام بھیجتا ہو اس سلام کو یہ فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں، اور وہی حدیث کے الفاظ پر نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلام کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ میں روایت تو سی نقل کی گئی ہے،

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ جب
بھی سواچہ شریفین مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان فتوح میں
پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں
اور سلام کا جواب دیتے ہیں، اور اسی طرح پرانے لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی
روح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں، میں نے دیکھا کہ روح پر فتوح کی روح نے تمام متصل
سکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔
(راستی مختصراً بالمعنی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار اقدس کے پاس صلوٰۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سارع ہوتا ہے
اور باعث جواب و دعا بنتا ہے، اور اگر اکنہ بیدہ سے صلوٰۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ بھی
جو کہ اس خدمت کے لیے متعین ہیں پہنچاتے ہیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور
جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔

دقیقہ چالیسویں (۱۶ ص) خودیہ بن مسدد کی حدیث کے الفاظ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی خدمت عالی
میں سلام پر مسامتہ ملا کر ہوتا ہے۔

لازمیہ پیکر بارہ رسول میں سلام پڑھا جائے، قریب میر مقام سے سلام پڑھا جائے، وہ صورت تک پہنچتی ہیں وہ وزن
مہ تیوں ہی مقام تریب اللہ و مواقع سلام کی کوئی تفصیل نہیں ہے یعنی ہر مقام پر سلام پڑھا جائے اور جب طے سلام بھیجے، الا بھیج سکتا ہے
قیام و قعود کی کوئی قیہ نہیں ہے پھر اگر وقت تذکرہ یا ذکر وادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پڑھنے والے سلام پڑھیں
تو اس میں کیا نقص ہے؟ (حیدری)

یزید بن عبد اللہ ذوقانی ترمذی صاحب ترمذی اور سبیلی و جہر میں امام سبکی شعب میں، قاضی میں سے تھامیں
اور ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بھی لاکھ بھین کی روایات کو رد کیا ہے، چنانچہ حادیا میں جو حضرت علی نے اس کے بعض طرق
پر جمید کا حکم دیا ہے، وہ پہنچنے سے بھی اسی کے اور شواہد کو ظاہر کیا ہے، ان ابن عبد اللہ نے جس روایت پر لاکھ کیا
ہے، یہ ہے جس میں محمد بن مروان واقع ہے، وہ منعیث ہے ذکر جہل طرق، خوب سمجھ لیا، اتے۔

(اصلاحی)

درود شریف پڑھنے کے لیے نایم دقتور کی کوئی تخصیص نہیں ہے، جیسے کہ اس کے لیے کس وقت اور مکان کی تخصیص نہیں ہے، مگر جس طرح امکانہً مجتہد جو کہ مستوجب قلت مبالاة اور قلت ادب ہوں اس سے مستثنیٰ ہوں گے، اسی طرح وہ اوقات جو کہ موجب اسماۃ، ادب و قلت مبالاة ہوں وہ بھی اس سے مستثنیٰ ہوں گے، جیسے کہ فقہ نے تصریح فرمایا ہے نفع دکان کے وقت میں یا آجر کے وقت خریدار پر پستی کرنے کے وقت بین درود شریف پڑھنا یا تہجد اولیٰ میں بعد از نیابت پڑھنا یا خطبہ پڑھنے کے وقت صدقہ یا خیرہ کو منور ہے۔ اسی طرح کوئی ایسی ہیئت جو کہ استخاف اور قلت مبالاة یا کسی دیگر غلطی کو مستلزم ہو ممنوع ہوگی، اس کی تفصیل ثامی (رد المحتا) و عاصیہ درختہ، لابن عابدین اللہ شفی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کتب میں موجود ہے۔

بہر حال مواد شرعیہ میں درود شریف اور صلوٰۃ و سلام عرض کرنا فقہ و حکم، شرعی نے ارباب فرائض میں کھڑے ہو کر ہی بتلایا ہے، اور سُننے سے بھی ہی منقول ہے، دور سے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنے میں بشرطیکہ کوئی غلطی نہ ہو کوئی عادت نہ ہوگی، اس لیے اگر تخصیص شرعی یا اطلاق مخصوص لازم آئے تو یقیناً اس کی عادت ہوگی، ثامی کا درود شریف فی الصلوٰۃ والاخیرۃ ہے اور ثامی اولیٰ کی قیام فی الولد ہے۔

(الف) مجالس مولد قیام برائے صلوٰۃ و سلام ہونا خلاف واقع ہے، (گماندہ) مگر اگر یہ قیام بھی کر لیا جائے تو اس وقت یعنی ذکر ولادت شریفہ کی تخصیص کرنی یہ تخصیص مطلق ہوئی جو کہ باطل و فقہاً و درست نہیں۔

دوب (ب) واقعہ ہے کہ یہ قیام ذکر ولادت کے لیے کیا جاتا ہے جس میں عموماً پڑھنے والے اور سننے والے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال اور قیام بقیام سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر اس کا واقعہ سلام کیا گیا ہے؟

آدم کو تارکِ عظیم جناب سرورِ کائنات علیہ السلام بچتے اور کہتے ہیں، وہ دو تربیت کے پڑھنے کے لیے قیام کوئی نہیں سمجھتے۔ مولود پر زنجی کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں،

اردو مولد میں پڑھا جاتا ہے، "اٹھو بہرِ تنظیم تے بن حضرت" اور بعضوں میں اس کے معنی اشارہ اور کلمات ہوتے ہیں، بنا بریں بہت عامی تو یہ سمجھتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات علیہ السلام خود مجلس مولود میں اس وقت تشریف لاتے ہیں اگرچہ ہم نہیں دیکھتے اس لیے تو ظہیراً کھڑا ہونا چاہیے اور بہت سے وہ لوگ جو کہ اپنے آپ کو سمجھتا رہا اور واقف سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا استحضار بالذکر ہوا ہے تو جبکہ آپ جناب والدہ ماجدہ کے بطن مبارک سے اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے ہیں اس کا خیال آنے پر ہم کو آپ کی تعظیم سبب لانی چاہیے یعنی وہ معاملہ کرنا چاہیے جو کہ اُسے دانے کے ساتھ کیا جاتا ہے، بہر حال یہ کہنا کہ آپ مجلس مولود میں تشریف لاتے ہیں یا یہ کہنا کہ صورتِ ولادت کا استحضار کرتے ہوئے کھڑے ہونا چاہیے، ہر دو میں تعظیم تمام ان لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے، اور قیام ذکر کرنے دانے کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ذکر کرنے کا ترکب خیال کیا جاتا ہے، یہ کہیں نہیں سمجھا جاتا کہ یہ قیام درود شریف پڑھنے کیلئے ہے یہ توجیہ القول بالایضی عالم ہے، دو وزن امور کی شناخت ظاہر ہے یعنی ہر مجلس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف اندانی فرانا کسی نصِ حنیف یا توری سے ثابت نہیں جس پر حقیقہ جاریا جائے اور معاملہ مناسب عمل میں لایا جائے، یہ امر اس سے بھی زیادہ حنیف ہے کہ استحضار صورتِ ولادت کیا جائے اور مولود کی تعظیم سبب لانی جائے، اس کی کوئی شریعت میں نظر نہیں ہے۔

یہ قیام کے متعلق حضرت امام نصریہ، ابی برکات نے جو نیکو راہروں میں اور صحیح ہے، بات صاف ہی کہ مولود میں تعظیم، احترام کہاں کرنا ہو سکتا ہے بلکہ وہی تعظیم وہی افضل ہے، بہر حال جو محبوب کہہ آئے جس میں تعظیم، احترام کے سبب کی طرف بعض لوگ گئے ہیں اور محدثوں کے مطلب میں دانستہ یا نادانستہ غلطی کی جو سبب وہی قیام دستِ شریف کی شکل نماز میں ہے بلکہ وہ قیام کہ ہم کے تامل پر ہے، اس میں دو وزن ہیں، ہر وزن کی بات ہو کر ہو، اور درندہ کی بھی

روح اچھوگر جہد عارض سے قطع نظر کہا جائے تو غایت، فی، باب ابا حنیفہ استعان کہا جاسکتا ہے۔
 مگر ایسے امور پر نفسِ مادہ مستند ہی شرعاً مکروہ ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہانہ تفسیر فرما رہے ہیں کہ ان امور تو
 پر عمل درآمد مستکرنا جن کو کبھی کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نماز میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے
 مکروہ ہے، پھر ہائیکہ اس پر اس قدر تشدد کیا جائے کہ تارک قیام کی بے عوفی، گالی گلوڑی، اپرٹ
 وغیرہ کی نوبت آجائے، ان امور کے ہوتے ہوئے تو وہ ابا حنیفہ استعان بھی مبدل بالکراہت
 بلکہ باکرہ مست ہو جائے گا۔

(د) ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر ان میں، آقا میں، تشدد میں، درود شریف
 میں مجالس و عظیم میں، مجالس قرآن و غیرہ میں، بار بار ہوتا رہتا ہے، مگر کبھی قیام نہیں کیا جاتا ہے
 یہ محض تاویلات دیکھی ہیں کہ بوقت تذکرہ یا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کر کے سلام بھیجے جائے
 سلام بھیجئے ہیں، اصل بات وہی ہے جو نمبر ب میں ذکر ہوئی

(ک) آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام قیامی کو اپنی زندگی میں اپنے لیے منع فرماتے ہیں ترمذی
 وغیرہ کی روایت ہے عن انس رضی اللہ عنہ انہ قال ما کان احد احب الیہ من رسول

ابنہ عایشہ (۲۴) حدیث میں اچھا ہے کہ جس کو خوش گئے کہ لوگ اس کے واسطے تصویر کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا
 و درخت ٹھکانا ہے۔ یہی بات سنی کہ ملا علی قاری تفسیر قرآن میں رقمطراز ہیں وان احب الیہ ما کان ابیہ یقرءون فی صلواتہ
 یعنی صحابہ آپ کی تعظیم کو نہیں کھڑے ہوتے تھے، باوجود اس کے کہ آپ مرد و خلق میں کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرماتے ہیں باقی وہی بات کہ ولادت کے وقت ملاکہ کھڑے ہوئے تھے، باوجود اس طرح کے بے سرو پا روایات کی نہ
 ترک فرمائی نہ جردنہ ہی حدیث کے، اصول پر ثابت ہے کہ اس طرح کثرت و اہم یا تہمید و تہنیت صحیفہ کے نزدیک جوت نہیں ہے
 حضرت سرفراستی فرماتے ہیں ولایت کا مہربان فی صلواتہ علیہ علیہ ظاہر، انکتابہ والصلوات علیہ اور کوئی پرتیبہ
 کسی طرح کی آقا کے کہ جس کے صلوات، میں ظاہر ہے کہ سنت کا یہ وہی قول جینہ صمدی، ولی علیہ ان واریتہ شیخ محمد تقی جلیلی
 جہاد کا ہے، دوسری اصول بات یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عقائد ہیں، ہمیشہ متواتر ہوتے ہیں، جتنی جوش کرنا چاہیے،
 خیرا تا وہ صحیح ہے جو اس میں ستر نہیں ہے اور، اس طرح اصول میں ہے جو چاہے کہ حدیث ضعیفہ کو کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا ہے
 جو ہائیکہ عقائد، خوب سمجھ سیکھتے ہیں کہ غلو اور تعصب دونوں خطرناک ہیں۔ (اصلاحی)

صلی اللہ علیہ وسلم کا نوا یقینوں کہ لما یصرون عن کما یحسبہ لاداک (اور کما قال)

دوسری روایت میں ہے لا تقوموا لی کہا یقوم الا کما یحسبہ لوشہ سائشم۔ ایک اور روایت

میں ہے مساہ ان یمثل لہ خلقتہ مغفدا من الناس۔ ان روایتوں کی موجودگی ہی تو ہم پر

یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ اگر الفرض جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی قدم محبت لزوم کی

نوبت آئے جب بھی قیام نہ کیا جائے، امتثال الخاکر خیرین سلوک کا ادب مشورہ متعارف ہے،

حضرات صحابہ کرام جو یقیناً افضل الامت ہیں انہوں نے ایسا عمل کیا حالانکہ وہ سبے عاشق تھے

پھر اگر ہم اس میں کوتاہی کریں گے تو یقیناً خطا وار ہوں گے،

آپ کے شہادت کا جواب

۱۱، صلوٰۃ و سدر علی البیٹی علیہ السلام تمام علم میں ایک مرتبہ فرض ہے، حسب ارشاد و یأیھا

الدین امنوا صلوا علیہ و سلوا تسلیماً۔ جبکہ کئی مجلس میں ذکر جناب سرور کائنات علیہ السلام کے

تو ایک مرتبہ واجب ہو کر صلوٰۃ و سلام زبان سے ادا کیا جائے، بشرطیکہ نوا یا خطبہ میں نہ ہو، حسب ارشاد

البتیل میں ذکرت عندک و لہ یصل علی و مثلہ من الروایات العدیدہ۔ نوا میں بہ

النیات فی القعدة الاخیرہ سنت ہو کہ ہے، اور نام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک در میں ہے۔

دوسرے اوقات میں مستحب ہے بیض اوقات میں مکروہ اور بعض میں حرام ہے تفصیل شامی میں

ملاحظہ فرمائیے،

۱۲ حضرت اس کے ارشاد علیہ السلام پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب یاد دہانہ ہے، یہ تعلیم سے نہیں ملتی تھی کہ آپ ہر

نہ نہ فرماتے تھے، حضرت حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میری یہ کفر ہے، ہر جو کہ چاہے کفر ہی کفر ہی کہے جو کہنے میں

تک یہ کفر ہی کا ارشاد ہی جو شخص بھی تسلیم کیلئے دو سو دن کا کفر ہوا وغیرہ کو خوش ہوا اس کا شکا اور رستا ہے، حضرت مسلم

فرماتے ہیں کہ میرا نام جس کے سامنے لیا گیا اور اس نے مجھ پر رو نہ نہیں صحابہ و بتیل ہے

(استنارات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ کو دور پر کو کفر مسلم پر عذاب ہے، کفر ہے جو کہ یا جملہ، یہ سووم کے انتہا متعین ہیں

یہ بھی جو کفر ہے اپنی تکمیل سے عربی، فارسی اور اردو میں تیار کر کے سلام پڑھ سکتے ہیں، صحابہ کرام ہر بھی دینہ مشورہ سے

دور رہ کر سلام پڑھے ہوں گے، انہوں کا کیا طریقہ عمل رہا ہے؟

(۲) ہر طرح جائز ہے، بشرطیکہ کوئی محذور لازم نہ آئے۔ کماذکرناہ سابقاً۔

(۳) متین ہیں۔ انرا روح جو کہ درجہ عدم جواز کو پہنچ جائے نہ ہونا چاہیے، کا حفظ

کھا اظہرت ایضاً صارت لاسیاء ہنم۔ اردو فارسی وغیرہ میں ہو سکتا ہے۔

(۴) روزی کی کسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالح اہل بیت علیہم السلام

عرض کرتے تھے یا کھڑے ہو کر میری نظر سے اس کے متعلق کوئی شخص بھی روایت نہیں گذری۔

اور زس وقت یاد ہے، القبول البدرین السنودی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ الرابا اور شفا رضی عنہما

شرح شفا رضی عنہما رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

دیگر مسائل کے جوابات

(۱) مجلسی سلسلہ کے باری کرنے کا بیان پر اداہ کرنا نہایت محمود امر ہے، مگر مسائل مختلفہ

کو ایذا میں لانا، مقصود بالذات قرار دینا حکمت کے خلاف ہے، اس وقت مسلمان عوام پر حمل

اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ وہ اساس اسلام و ایمان اور اصول دین سے ہی سخت غافل

اور نادان ہو گئے ہیں، نماز اور جماعت کی پابندی فیصدی پندرہ یا بیس میں بشکل پائی جا سکی

عام مسلمان نماز پڑھنا ہی نہیں جانتے، بلکہ نیچے طبقہ والے خدا اور رسول کو بھی نہیں جانتے

کلمہ طیبہ نہیں جانتے، توحید اور رسالت کیا ہے، اسلام کے اصول اور عقائد و فرائض

کیا ہیں، تبلیغ میں اہم نالاہم پر توجہ ضروری ہے، مسائل اختلافیہ کی بنا پر مخالفت پارٹی کے

لوگ بروہنگندہ شہر میں گورکھ کے عوام کو بظن بنا دیتے ہیں، پھر اور متفقہ علیہا پر بھی موثر تبلیغ

نہیں ہو سکتی، اس لیے غازی بنانا اور معمولی و عقائد اسلام و دین عزت کو سمجھنا اولاً بالذات

ضروری ہے، شرک سے نفرت والے وقت عبادت اصنام و احماد و اشجار و حیوانات وغیر

لہ، حکمت کا پتہ دیکھ کر گورکھ کی تہذیب سے بھی بڑھ کر ہنر و فنکارانہ تہذیب کی تعریف میں غلیبے کام لیا۔

کو چکر ہنود اور دیگر کفو کرتے ہیں اور جن میں ابتداء وطن غیر مسلم تھیں بتلا ہیں، ان کو ذکر کیا جائے، اور عوام کو سمجھایا جائے، اس مقام پر قبور، تفریح وغیرہ کو مرامتہ ذکر کیا جائے، جب نفرت عبادت غیر اشران کے قلوب میں خوب راسخ ہو جائے اور یہ انوس ہو جائیں، اعمال فقرتہ کے مادی ہو جائیں تب ان کو بہتہ آہستہ ان شر در حالیہ سے بھی آگاہ کیا جائے، نماز کی وہ سکیم جس کو میں نے متعدد خطوط میں ذکر کیا ہے، باری کرنا از بس ضروری ہے، ہر عمر اس کا پابند ہو کہ وہ کم از کم اس اور پڑھنے کو خواہ مرد ہوں یا عورتہ نماز سکھائیگا اور اس کا پابند بنائے گا، وعظ و نصائح میں ایسے احاطہ استعمال کیے جائیں جو عام فہم ہوں، لعن طعن تشنیع وغیرہ سے احتراز کیا جائے،

تعلیم یافتہ طبقہ بالکل دہریہ اور امیاد میں مبتلا ہو جاتا ہے، بقول ڈبلوڈ پو ہنتر ہارکری کو بول
 وہ کالجوں سے تعلیم یافتہ کوئی نوجوان خواہ بندریا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے ہر گون
 کے عقیدوں کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو، ان کو فردا فردا اور جماعت جماعت سمجھانا اور درست کرنا ضروری
 ہے، اگرچہ ان میں وہ مادہ قبولیت نہیں ہے، جو عوام میں ہے، ان کی تھیم میں وہ زبان اور
 وہ طرز مناسب ہو گا جس کے یہ مادی ہیں ان کو امیاد میں کی اردو میں خطاب کیا جاسکتا ہے،
 انوس یہ ہے کہ علمائے عوام کے پاس جانا اور ان میں خلط لٹاپیداکر کے ان کی اصلاح کرنا
 تقریباً بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، اور اسی طرح پر تعلیم یافتہ بالخصوص نوجوان طبقہ کو بھی
 بالکل چھوڑ ہی دیا ہے، یہ بالکل غلط ہے، کسی نراند میں کفر و نفاق وغیرہ کے الفاظ
 سے دہشت پیدا کی جاتی تھی، مگر آج وہ موثر نہیں ہے، مجدد ہمد سچ پو جھکر کرنی چاہیے
 ایک مدرس کالج ہونے کی حیثیت سے آپ کا ادارہ وسیع، در سو و ہند ہے اس کے
 نفع اٹھائیے اور منافع نہ ہونے دیجئے، والسلام

ننگ اساتذہ حسین احمد غفرلہ، پرنسپال مسیحیہ

مکتوب نمبر ۸

آپ نے ۱۶ جنوری والا آرڈی ٹس نہیں بھیجا، حالانکہ جہد کی تحریر میں وعدہ فرمایا تھا کہ اگلی مرتبہ قاعدے کے ہاتھ بھیجوں گا۔

حسب ارشاد اخبار مرسل ہیں، مدینہ اخبار تو شاید آپ کے پاس پراہ راست آتا ہے، اس لیے ارسال نہیں کرتا ہوں، اگر نہ آتا ہو تو اس کے پرچے بھی ارسال کروں، ایسی حضرات مساجد کو اپنی جوں لگاہ بنانے میں دنشا، اللہ کامیاب نہ ہوں گے، کوئی خطرہ نہیں ہے، اور اگر بالفرض ایسا ہوا بھی تو پھر مسلم قوم کی بے راہ روی کا علاج ہی کیا ہے، آپ نے مدینہ ۵ مئی کے مضمون کے مضمون جس کی سرخی

”مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس - ایک عینی گواہ کے قلم سے“

ہے دیکھا ہوگا، اب آپ ہی فرمائیے کہ جس عہد پر میں ۵ فیصدی سے زیادہ مسلمان بستے ہوں اور وہ لوگ بہ نسبت دوسرے عہدوں کے بہت زیادہ نہ ہی شمار ہوتے ہوں جبکہ وہاں کے مسلمانوں کی یہ انقلابی نہ ہی حالت ہوگی، ہوتو کیا امید کیجا سکتی ہے، اس الحاد اور بے دینی کی کوئی حد بھی ہے، جمعیت علماء اس طوفان اور شورش میں کیا کر سکتی ہے، اور خود علماء کس حال میں ہو گئے ہیں، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گذرے کہ اسی پنڈال میں لیگ کے اجلاس کے بعد علماء کا اجلاس ہوا، اور پرنسپل شریف کے پیر صاحب نے صدارت فرمائی، مولانا جمال صاحب صاحب ۱۰۱۰ ہ مولانا عبد الباقی صاحب مرحوم فرنگی علی اور مولانا عبد الحماد صاحب یونیورسٹی اور بہت سے حضرات ان دنوں میں، ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے، جب تک حالت اس درجہ پر لگتی ہو کہ مسلم عوام، اور بابہ طریقت، اور باب شریعت سب کے سب اس میں ایک نذر ہوتے ہوئے

دین اور احکام دین سے برگشتہ ہوتے جا رہے ہیں، اور جمعیت کے منہی بھراؤمی اپنی خستہ حالی کے ساتھ کیا کر سکیں گے۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا اند مسلمان

آپ کو معلوم ہے کہ جمعیت کے بھی اکثر سرگرم ارکان جلیوں میں بند ہیں، جو لوگ باہر ہیں وہ ایفینس کے آؤ ڈفنسوں سے خائف ہیں، یہ ایسا ہتھیار ہے کہ جس کی نرواد ہے نر فریاد جس کو چاہا دھر لیا، دون تو علمائے میں عموماً احساس ہی نہیں اور جن کو کچھ ہے بھی وہ اپنی اپنی جگہ پر ہراساں اور مثل بید لرزان ہیں، پھر کس طرح بے سے

بے کیونکر کرے ہر بات، لٹی ہم اے یا، اٹ بات اسی

آپ نے خود دیکھا ہے کہ عوام کی حالت بکھم خود دیکھی کیا، اس کی ذمہ دار کاسے ظاہری ہو سکتے ہیں، روایت میں فرمایا گیا ہے کہ آج نوجوان نوجوان لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، پھر ایک زمانہ آئے گا کہ نوجوان نوجوان لوگ اسلام سے خارج ہوں گے، خطبہ اللغزبانہ کیا اس کی شادیت نہیں دیتا ہے، جس طرح ابتدا میں، سلام اپرا اور منکر تھا (بہ! اسلام غریبا) اسی طرح اس زمانہ میں غریب ہوتا جا رہا ہے (دوسیدو غریبا) ان لیگیوں کی اسلامیت کی مصطفیٰ کمال کی ہی صرف نام کی اسلامیت نہیں ہے، فالی اللہ المشتکی۔ مولانا ان تکستہ حال اور گرس

لے مکمل پرواہ اللہ کے ان نفرون سے، پ زورہ اشخاص کو اور ان کو تکیف جو جو رو رکے اسباب عود و اسباب تہا اور اسلام کے عود و اور وہاں کا ملت میں مافی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، مگر نہ تو کتبہ قرآن اور سیرت اللہ کا مطالعہ کیا ہوتا اور نہ کہ قوم پرستی کے پھانے اسلامی، نینڈیا اور جی کا نینڈیا پر زور کی جدید کی تعمیر کی ہوتی ہے، ان کو اگر معلوم ہوتا کہ ایک اللہ و قومیت کی طاقت اور ایک عالمگیر تنظیم اس ملک کی طاقت میں کتنا عظیم زور ہے تو وہ اپنی قوم کو بولینڈ، ہالینڈ اور بلجیم کی ہی پوریشن میں چھوڑ کر نہ جانتے، بلکہ وہی اکثر کیت سے ہیں، لیکن زیادہ زبردست طاقت

جو نئے مسلمان اونی طبقہ اور متوسط کو تو سمجھانا جاسکتا ہے، مگر تسلیم یافتہ انگریزی خون و ارباب
 دولی (اسل نون کو تو پہلے بھی مشکل تھا، اور اب تو تقریباً سماں ہو گیا ہے، میں ۵۰ صفر والے پرچہ کو
 میں بنا پر کہ شاید آپ نے دیکھا نہ ہو، بھیج رہا ہوں، اس کو واپس کر دیجئے تاکہ ٹھکانا رکھوں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۴) کے ساتھ چھوڑ کر جاتے، کیا حقیقت نہیں ہو کہ مصحفے کمال نے اسلامی قانون ترکی قلمرو سے یکدم
 منسوخ کر کے جرمنی کا تیار، قانون اونی کا نو جہاد ہی قانون اور سوئٹزر لینڈ کا دیوانی قانون جاری کیا، درشت میں
 اردن اور تون کو مساوی قرار دیا، خداوند اور جہاد کو قانوناً ممنوع ٹھہرایا، پر وہ کالی استیصال کیا، اپنا اور اپنے
 ساتھیوں کو بت بنا کر اترہ، سکونا اور منطقیہ میں شاہراہوں پر غنم کرائے وغیرہ کر گرن کے، مسلمان ہونے کی
 شہادت میں پیش کیا جائے تو کیا علاف ہو گا؟ بلاشبہ اتا ترک ایک اچھا جنرل تھا، قیادت کی بعض صلاحیتیں بھی اس میں
 پائی جاتی تھیں، سیاسی تدبیر بھی ایک حد تک اس میں موجود تھا، اس کی رہنمائی میں ایک شکست خیز قوم تباہی سے
 بچ گئی اور اس نے اپنے قومی وطن کو چھوڑے ایک آزاد سلطنت بنایا، مرحوم کمال ایشاکا یہ کمال ہر ائمہ مستحق تبرک
 و مبارک باد ہے کہ صدیوں سے جو عروبیت یورپ والوں کی ترکی کے دلوں میں چھائی ہوئی تھی رخت ہو گئی، جو
 اتا ترک کا اہم کارنامہ ہے، اسی کے ساتھ بانی پاکستان اور نیگیو سکی اسلامیت، خیانت، اصول، طریقے سب ہی
 چیزیں یہ عروب یورپے مانگ کر لئے ہیں، کیونکہ ان کے نفس داغ کا اختراع صرف اسی قدر تھا کہ جو ملکی حقوق اور
 عہد سے بندوں نے حاصل کیے ہیں اس میں اور اسل نون کا حصہ نہیں کر دیا جائے، اچھتی پانکس، تھی پانکس، پانکس گور
 سے رہا، ایک مطالبہ کا نام ہے، یعنی پانکس گورنٹس اور عالمی کے اچھی مطالبہ جات کا نام ہے، یہ کہ عیال کے اچھی سازعات
 اور حقوق طلبی کا اس نازک فرق اور بنیادی چیز کو تکرار نہ کرنے کے معنی یہ تھے کہ لیگ کا او میں سنگ جیاد سز کا ڈپوٹیشن
 ہو گیا، سو بچنے کی بات تھی کہ اگر ہماری پانکس در صل صحیح پانکس ہونی تو عہد و عہد اور ریشارڈ و فونڈر امریکی کے جدات جو
 پیدا ہو جائے لیکن ہمارے کالجوں سے نکلے ہوئے عام صاحب بہادروں کا عین لالقت گردہ کے نظام نگر اور اس کے
 اسی قانون سے بننا ہے، جو ایک دوسرے نظام نگر قانون حیات کو ملائیر قبول کریں، تاہم انہو پاکستان بننے سے پہلے

دوسری توجیہ خفیہ کے بیان عبید بن مسعود کی خصوص اُس حالت کے ساتھ ہے کہ کسی کو مسجد ہی میں جنابت
بلا حکام ماریض ہو گئی اس کو باقیم اور بعض ائمہ (عابد بخاری بھی ان ہی میں سے ہیں) بغیر تیمم اسی وقت
سے عبود بن مسعود اور خروج عن المسجد کی اجازت دیتے ہیں، بہر حال جناب کے لیے استنطاق مسجد مطلقاً
منوع ہی نہیں تاکہ اشکال کیا جائے، جماعاً حدیث مانعیت پر دال ہیں وہ صراحتاً بعض مراداً
و دخول کی مانعیت پر دلالت کرتی ہیں، اور مسؤل عنہما روایت استنطاق پر دلالت کرتی ہے،
اس لیے مخالفت اعلیٰ مذہب نہ ہوگی، اس صورت میں از روں کو منع کرنا حیقت میں نفع
ابواب الی المسجد سے کنایہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا
بلکہ جلازہ و ان کے حجرے سب کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے، اور علاوہ نماز کے جملہ امور
مسلمین مسجد میں انجام پاتے تھے، مجلس قضا، بھی یہیں ہوتی تھی، مجالس تعلیم و شادیت بھی یہیں
منعقد ہوتی تھی، اور دیگر امور متعلقہ بالامت یہاں ہی انجام پاتے تھے، اس لیے ہر وقت مسجد
میں آمد و رفت کی ضرورت پڑتی تھی، اس لیے بخاری نے ابواب مسجد میں ان جلازہ کے لیے ابواب
منعقد کیے ہیں، بناء علیہ آپ کے لیے ضروری تھا کہ مسجد ہی کی طرف دروازہ رکھیں، حضرت علیؓ و جبہ
کو بوقت موافقہ اپنے اپنا حنیف اور اس بنا یا، وہ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد از بدر نکاح
کر دیا، اور ان کی آمد و رفت اور دوسری ضروریات متعلقہ نہیں کہ ان کا دروازہ بھی مسجد کی طرف ہی
رکھا جائے، دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے دروازے مسجد کی طرف بنائے، اس حدیث میں
ان کو یہ دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی علت فرمائی گئی ہے کہ دروازوں
کا مسجد کی طرف رہنا اور فی المسجد فی خانہ جنابت کو مستزہم ہے، اور یہ درست نہیں ہے، اگرچہ
حسب تاجرہ الضروریات، شیخ المخلوقات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کو مستزہم

کے لیے ایسی ضرورتیں تھیں جن کی بنا پر اس کی اجازت دیا جاسکتی ہے، اس لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے دیکھ کر دیے جائیں صرف یہ دروازے کھلے رہیں، اس کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے دروازے دوسری طرف کھول لیے، اگرچہ چند نازوں میں اور جماعت کے اوقات میں شرکت جماعت میں مشکلات مائل ہوئیں تو کھڑکیوں کی اجازت چاہی، چنانچہ ان کو اس کی اجازت دیدی گئی، کہ اس میں استعراق فی مالہ الجنابت کی نوبت نہیں ہو سکتی تھی، پھر آخر میں ان خوفناک کو بھی بند کر دیا گیا اور صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خاصے کی اجازت دیکھی، جس سے ائمہ نے مخالفت کی صورت اشارۃً استنباط کیا ہے۔

مساجد کی تنظیم اور ان کو انتہا سے بچانے کا حکم بھی تدبیراً ہوا ہے، چنانچہ بروایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے، حالت جنابت میں باقیہم مرد کی اجازت اور خاص خاص احوال میں اجازت ائمہ نے مجموعہ احادیث سے جو کہ آخری استقرار حکم پر دلالت کرتی ہیں استنباط کیا ہے، اور ائمہ نے خلافت پر پیرا پیرا بندہ عرض کر دیں گا۔ والسلام

تنگ اسلاف سین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۸۸

اپنے سوالات کا جواب بندہ پڑھے۔

(مقدمہ اولیٰ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں اور نقلی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ نقلی ہیں مگر ان کی اسناد اس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی

لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کیا میر مستحسن نہیں ہے کہ انہوں نے یہ جیسے ہستی و ناسخ کو مخالفت کے لیے نام دیا۔

روایات ان کے سامنے پیش ہیں، اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تناقض واقع ہوگا تو تاریخ کو غلط کہنا ضروری ہے،

(مقدمہ ثانیہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں معراجِ نبوی صحت و روایات موجود ہیں، مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفا فرانا اللہم اجعلہ ہادیاً مہدیاً (اے اللہ تو معاویہ کو ہدایت یاب اور ہادی بنا دے) یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ان کے تفقہ کا اقرار کرنا وغیرہ۔ اس لیے اگر تاریخ کوئی واقعہ ان روایات کے خلاف پیش کرے گی تو تاریخ کی تجدید ضروری ہوگی۔

(مقدمہ ثالثہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ معصوم نہیں ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو گئی ہے اور ان کی نسبت باطنیہ عقائد قوی ہو گئی ہے کہ ابجد کے اولیا اللہ سالہا سالہ کہ رہا قصوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اجماع امت ہر ہر صحابی کی افضلیت کا بعد والوں پر ہے، اور یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہ (رضی اللہ عنہم) تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی تختوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(مقدمہ رابعہ) معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا، مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جاتا ہے، مگر یہ گناہ صورتاً ہی گناہ ہے، حقیقتاً نہیں ہے، حقیقت میں اس کو گناہ نہ کہا جائے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی دوسری اور سر پرکار کھینچنا ایک پیغمبر کی اور وہ بھی بڑا بھائی محنت امانت ہے، جو کہ دوسری جگہ میں کفر بیکہ شدید کفر ہے، مگر یہاں گناہ بھی نہیں شمار کیا گیا، محشر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے

کتب سے تمام شفاعت نامہ میں اقدام کرنے کی بھیجی گئی مگر یہ امر اس وقت باطلتِ خوف
 نہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافر تھا، ملک و دار الحرب تھا، دشمن خدا و رسول کا ہم قوم اور رشتہ دار تھا، ظالم
 طریقہ پیمائی پر غلبہ کرتا ہوا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کا ارادہ بھی نہ کیا تھا، اور
 پھر اس کے بعد معافی مانگی اور معافی دیدی گئی، قَالَ رَبِّ ارِنِي بِمَا كَتَبْتَ عَلَيَّ فِي سُلَيْمٰنَ وَ اِسْحٰقَ عَلَيَّ
 وَ خٰفَظَةَ لَدُنِيْ اِنَّكَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، قَالَ رَبِّ ارِنِيْ بِمَا اَلَمْتَّ عَلٰى دَاوُدَ اَنَّ الْكُوْنُ طٰفِيْنَ بِالْحٰجِيْنَ
 (سورہ قصص) مگر اس ذنب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغفار بھی منتوں نہیں، حضرت موسیٰ
 نے اوارح کو چنگ رہا وَاَنْتَ الْكَافِرُ (سورہ اعراف) کتاب اللہ کو چھیننا اور پھر وہ کتاب اللہ
 جو خود کو دی گئی جس میں کوئی شبہ نہیں کس قدر بڑا گناہ ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی عتاب
 نہیں ہوا، یقیناً یہ دونوں امور اس غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان کو حضرت ہارون علیہ السلام سے
 ہوئی تھی، اور اس جوش نے یہ سب کچھ کرایا تھا، جو عشقِ خداوندی نے شرک کی حالت کے مشابہہ
 سے پیدا کیا تھا، جو اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا، جبکہ طور پر خبر دی گئی تھی فَاِنَّا نَدْنٰهُنَّ قَوْمًا
 مِّنْ تَحْتِهَا يَدْرُؤْنَ اَعْتَدْنَا لَهُمُ السَّيْرِىٰ (سورہ طہ) اور قہقہے کا نقل عصبیت نسلی پر مبنی تھا، اس لیے
 وہ خطرناک ہوا، اگر معصوم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے امور کو تکب ہو سکتا ہے، جو معصوم
 خواہ وہ کتنا ہی بڑی نسبت والا کیوں نہ ہو کیوں نہیں ہو سکتا، اور اگر اس غلط فہمی کی وجہ سے
 نبی اور کتب اللہ کی، اہانت اور اہتخانی پر مواخذہ نہیں ہوتا تو پھر حضرت علی اور صاحبزادوں سے جنگ و
 جدال پر کیا مواخذہ ضرورک نہیں ہو سکتا، اور اگر حضرت موسیٰ کا غصہ بھائی پر ان کی رشتہ داری اور تربیتِ تربیت
 سے تیز ہو سکتا تو نبی اکرم اور حضرت علی اور صاحبزادوں پر حضرت ابراہیم کا غصہ کیوں نہیں تیر ہو سکتا

نہ ہوا ہے، یہ سب ہم نے ایک ہی بان و نوبت میں لکھا، پھر دیکھنا کہ یہاں تک ہی جڑ سکتے ہیں اور یہاں
 لے ہم نے جو کچھ پائیری قوم کو تیرے پیچھے اور بیکار ان کو سارے کرنے

پر وہ بنا دھم ہی تو ہیں۔

(مذکورہ خاصہ) ہم فرما عیقتہ اہل بیت میں اگر پردہ کے مقارنت اور اس زمانہ کے حال سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں، مورخین بھی اس مقام میں اپنے فراموشی میں کوتاہی کر بیٹھتے ہیں ہندہ ذیل احوال پر نظر ڈالیں،

عبدمنان کے ہم بیٹے ہیں، عبد شمس، زینل، مطلب، ہاشم۔ عبد شمس نے قریش ہی کی لڑکی سے کثرت اولاد حاصل کی، بنی امیہ پھلے اور پھولے اور خاندان میں کثرت ہوئی۔ ہاشم کے کوئی اولاد کسی کی عورت سے نہیں ہوئی ایک لڑکا نجاریہ عورت سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوا، اس کی صف سنی ہی میں ہاشم کا انتقال ہوا، لڑکا انہال میں پرورش پاتا ہے جب بڑا ہوتا ہے تو چچا یعنی مطلب اس کو کریم کہتے ہیں۔ وہ اذنی پر دین ہے، لوگ اس کو مطلب کا عبد سمجھ کر عبدالمطلب کہہ کر پکارنے لگتے ہیں، اس کا نام شبیبہ لکھتے ہیں، مگر اس نام کو کوئی نہیں جانتا، اس لڑکے کی پرورش وغیرہ کا تکفل چچا یعنی مطلب ہی کرتا ہے، (یعنی وہ اس زمانہ میں ہر طرح دست نگر چچا ہی کا ہے) لڑکا اگرچہ ہونہار ہے، اور وہ مجید اور شرافت طبعی، اور اخلاقی ایسی رکھتا ہے کہ چچا اور اس کی اولاد نہایت محبت اور شفقت کرنے لگتے ہیں اور اس کی اخلاقی عظمت اجنبیوں کو بھی گرویدہ بناتی ہے اور کیوں نہ ہو، محمدی علیہ السلام اس کی پشت میں جلوہ ریز ہے) مگر یہ زمانہ فخر بالانساب اور فخر بالاحساب اور فخر بالمال اور فخر بالقر کا ہے، یہ لڑکا ہاشم کی نسل سے ہے، مگر ہاں باہر کی، اس کے کوئی بچائی یقینی جو کہ قوت بازو ہوتا موجود نہیں، ہاں جس کی وجہ سے عونت اور ناموری پیدا کرتا موجود نہیں، اس لیے اس کے لیے عزت کا سامان نہیں ہے اور اس کے اخلاق مجید لوگوں کو کھینچتے ہیں، عوام میں اس کی عونت اور تقریر ہوتی ہے

اس صورت میں ابنائے عم کو رشک پیدا ہونا طبعی امر ہے۔ اور ان کو یہ حسد لوگوں کے ساتھ بھی اور اپنے قلب میں بھی حسب رواج زمانہ و ملک مجبور کرتا ہے کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور نہ سب کو ظاہر کریں۔

عبدالمطلب پڑے ہوتے ہیں، تجارت کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں، خواب میں زہرم کو دیکھتے ہیں، جس کو جرہم نے بند کر کے اس طرح معدوم نشان کر دیا تھا، بکر پتہ بھی نہیں چلنا تھا حالانکہ یہ کنواں بنی اسماعیل علیہ السلام کا ایدہ فخر تھا، عبدالمطلب خود سب کے اشارہ کے موافق کنواں کھودنا چاہتے ہیں، ابنائے عم مانع ہوتے ہیں، جس تدبیر بھی دلالت عقلیہ پیش کی جاتی ہے سب اس رشک اور غماہری قوت کے سامنے بیکار ہو جاتی ہیں، قلت مدد اور ضعف بالرجال آخر کار ناکامی کا منہ دکھاتی ہے، (آخر تو اس دنیا میں ہمیشہ قوت ہی سے لوہا منوایا گیا ہے، تہذیب اور تمدن عقل اور انسانیت کا مدعی یورپ آج کیا کر رہا ہے) اس زمانہ میں تو اس قوت کا بت جس قدر بھی رنگ لانا کوئی کتب و غیر نہیں، عبدالمطلب مجبور ہو کر نجد و مذکریم سے نذر کرتے ہیں کہ اگر میرے اس قدر اولاد ہو جائے جو کہ ان دنیا و حساد کا مقابلہ کرے تو میں ایک بیٹے کو نیزے و وسطے ذبح کر دوں گا، اپنی اس قوت کے لیے ہر بڑے خاندان میں متعدد شادراں کرتے ہیں، خداوند کریم اپنے فضل سے ان متعدد ازواج سے بہت سے اولاد ذکر و ذمات دیتا ہے جیسے جوان ہو جاتے ہیں، متعدد اولاد ہو جاتے ہیں، خاندانوں میں مصاہرت کی وجہ سے قوی رشتہ داری قائم ہو جاتی ہے، اب بارہ جو جوان قوی ہو چکے بیٹوں کو لیکر زہرم کھودنا چاہتے ہیں، پھر وہی ابنائے عم مانع آتے ہیں، اگر اب عبدالمطلب تنہا نہیں ہیں، ان کے ساتھ جان نثاروں کی دیو قوت قوی ہو چکے جوان بیٹے ہیں جو شخص سامنے آئے اس کو موت کا پتلا لہانے کے لیے

تیار ہیں۔ ایک ایک نفر سو سو کا مقابلہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، ہمدردی سے پیدا ہو چکے ہیں، عبدالمطلب کی عظمت کا سکہ میٹھ چکا ہے، بالآخر عبدالمطلب اپنے بیٹوں وغیرہ کی امداد سے کنوئیں کھود ڈالتے ہیں، اور ابناء عم کو سخت ناکامی اور عاجزی کا سہہ دیکھتے پڑتا ہے، کنوئیں کے ظاہر ہو جانے اور پرانی نشانیوں کے پیدا ہونے سے عبدالمطلب کی عزت اور ناموری کو چار چاند لگ جاتے ہیں، سقایۃ الحاج ان ہی کا حصہ ہوتا ہے جس سے تمام عرب اور حجاج و عمر میں، ان کا بے مثل وقار قائم ہو جاتا ہے، مگر یہ وقار اخلاقی ہے و درجہ انصاف پسند عقلمند لوگ اس کی ضرورت قدر کرتے ہیں، مگر ظاہر میں اشخاص جن کی ہرزائے اور باخسوس اس زمانہ اور اس شہر اور ملک کی اکثریت ہے، وہ مادی ہی زندگی کے پوجاری ہیں، جو کہ ابناء عم یعنی نبی امیہ میں ہی ہے۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھکانہ بنی ہاشم میں ہوتا ہے اور نبی المطلب پر ہوتا ہے، اس کے بیان کی حاجت نہیں، بالآخر حنین بنی کنانہ میں ہر قبیلوں کو تین ماں تک قید اور ناک کو آپریشن کی مصائب چھیننی پڑتی ہے، ابناء عم کی اسی طاقت میں اس قدر اضافہ ہو گیا ہے کہ قبائل عرب اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے، اگر آسانی طاقت بنی ہاشم کے ساتھ ہے، بالآخر صلح اور نام کو آپریشن کو ختم کرنے کی فوج آتی ہے، تاہم ان کی قبلی ایش رشک میں کمی آتی ہے اور ان کی مادی طاقت میں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسنہ بنت علی عمل میں لاتے ہیں، ان صحابہ اویوں کو جن کو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے طلاق دلوایا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے اور تیسری کی ابوالواص بن ابی سہبہ سے شادی کر دیتے ہیں، جس سے نبی امیہ کی طاقت میں نیز ان کی رشک کی آگ میں کمی کی قوی امید ہے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے

ان کے بیوہ ہو جانے پر حبشہ میں نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط بھیج کر شادی کرتے ہیں۔ اس شادی کی خبر ابو سفیانؓ کو جب پہنچی ہے تو ان کی محبت اور غضب کی آگ ایک درجہ تک ضرور ٹھنڈی پڑتی ہے، اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ وہ یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدا و اذواج کا سلسلہ متعدد حکمتیں رکھتا ہے جس میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے جس کو سیاسی مصلحت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کی اذواج میں کوئی ایشیہ یا مطلبیہ یا انصاریہ عورت نہیں پائی جاتی، کیونکہ یہ قبائل تو آپ کے جانثار پہنچے ہی سے تھے، ان سے علائق مودت و نصرت قائم کرنے اور ان کی اقتساح کو بچانے کی ضرورت ہی نہیں، آسمانی نصرت سنے بالآخر تمام بنی اہم کو آپ کے سامنے سر جھکانے اور بنی ہاشم کا لوہا مانسنے پر مجبور کیا، مگر تاہم ان کی مادی طاقت کم نہیں ہوئی، حدیث جیدہ کے میدان میں صلح کا پیغام دینے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی بنا پر عمل میں لایا گیا، جس کی تصریح خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور یہی ہو بھی، کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش کے مجمع میں پہنچے ہیں، تو بنی عبد شمس اور بنی امیہ ان کے دائیں اور بائیں اکر ان کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور انتہائی عزت کرتے ہیں، مخالفین اسلام جو مسلمانوں کے قتل اور توہین کے انتہائی پیاسے تھے ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے، رفع کمر میں حضرت عباسؓ کی مبارک سنی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر رنگ لاتی ہے، اور ابو سفیان مسلمان ہو کر وہ عزت ظاہری بھی حاصل کر لیتے ہیں، جس سے ان کا اور ان کے خاندان کا یہ کامر تمام قریش میں اڑنچا ہو جاتا ہے، آپ اعلان میں یہ کلمات فرمادیتے ہیں من دخل دار ابی سفیان فھو امن و ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گیا امن پا گیا، ابو سفیان کو سفیر

بنا کر بھیجا جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ بنی امیہ اگرچہ سر جھکانے پر مجبور ہو گئے ہیں، مگر ان کا وقار برباد
 نہیں کیا گیا، بلکہ زندہ ہی رکھا گیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حضرت معاویہ
 اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا رہنا جانا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور نبی کے خلفاء کا احترام قائم و دائم ہے، اس رشتہ کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماموں اور صاحبزادہ بن حضرت حسین و حسن رضی اللہ عنہما کے نام
 مانے جاتے ہیں، الغرض یہ غاذان نہ تو اس قدر اجنبی ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں اور نہ اس قدر
 گرا ہوا ہے جتنا اہل تاریخ اور انبیا و زمان ظاہر کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
 کے زمانہ خلافت میں ان کی پالیسی صلہ رحمی کی اس قدر زور پکڑتی ہے کہ بنی امیہ تقریباً
 کامل عروج وادی حاصل کر لیتے ہیں، اور بنی امیہ کا جذبہ اعتلاء اور قوت اس قدر زور
 پکڑ لیتا ہے کہ وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ مسلمان کا اقتدار اور تحفظ اب صرف بنی امیہ
 ہی کر سکتے ہیں، اسی درمیان میں واقعہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیش آ گیا۔
 اہل فتنہ کے سرور حضرت علی کرم اللہ کے ربیب ہیں محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم کی وجہ سے
 یہ فتنہ پیش آیا، ان کی پرورش حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمائی تھی، دوران کی والدہ ماجدہ حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کے بچہ میں تھیں، باوجودیکہ حضرت علی اور ان کے صاحبزادے، درو پیکر اہل بیت
 رضی اللہ عنہم اس فتنہ سے بالکل علیحدہ رہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر اسہ جاتی تھے،
 مگر صالح وقتیہ وغیرہ کی وجہ سے نہ اہل فتنہ کو دفع کر سکے، اس کے بعد اپنے اقتدار اور بیعت کے
 بعد اہل فتنہ سے قصاص لے سکے، اس پر یہ عقیدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو یہی ہو جانا مستبعد
 نہیں ہے کہ بنی امیہ خلافت جو کہ مادی قوت کا بہت زیادہ محتاج ہے، بنی امیہ سے نہیں ہو سکتا
 وہ اگرچہ تقویٰ اور صلاحیت کی حیثیت سے بہت بلند ہیں، مگر مادی اور حسن تدبیر کی مندرجہ ذیل نسبت

نہیں رکھتے، اس کے لیے غزوہ جمل اور غزوہ نہروان وغیرہ ان کے نزدیک بہت بڑے شہو عدل ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ہی لوگوں کو بھی منجالی نہیں سکتے، خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ ہے کہ خلافت اور نظام اسلامی برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی طاقت اور لین شرط ہے، اور اس میں تمام حضرت بنی امیہ تمام قریش میں واحد مگر ہینا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم اور دیگر مسلم نون کا نظریہ یہ ہے کہ اس کے معنی خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی ہے، اور اس کے واحد مگر بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت علیؑ ہیں اور دونوں اجتماعی نظریے اپنا پھل پھول لاتے ہیں، یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علیؑ کا نظریہ صحیح ہے، اور جمہور اسلام بھی یہی رائے رکھتے تھے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نظریے کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا، بہر حال صحیفین کا آگوار واقعہ پیش آیا، اور آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح اور شراٹا کی نوبت آئی جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، اب اس کے بعد بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا جس میں اللہ وئی سازش حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی، مگر اس کے لیے کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ اور نہ یہ امام ابن نضویس کے ہوائی ہے جو عیبارہ کرام رضوان اللہ علیہم کے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ میں وارد ہیں یا خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہیں، اس لیے اگر زہر کا واقعہ ثابت بھی ہو جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش یقیناً غلط اور بے بنیاد ہے،

دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ زید کی خلافت کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوشش فرمائی، اور اس کا نافرود کیا، اور لوگوں سے بیعت کا سامان کیا اور اسی امر کو آپ پرچہ رہے ہیں، تو اس میں مندرجہ ذیل امور قابل لحاظ ہیں،

فرماتے ہیں دُرِّ عَنَامَا فِي صُدُورِهِمْ آيَاتُ كِتَابِ اللَّهِ يُرِيهِمْ كَيْفَ كَتَبَ اللَّهُ هَذِهِ السُّرَّةَ أَوْ ذَلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ فَالَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔
 اس تحریر میں طویل زیادہ ہو گیا ہے، مگر نشاۃ اللہ بہت امور میں مفید ہوگی، اس کو بغور نظر
 کرنے کے یہ جو جو تنقید است آپ کے خیال میں آئیں ان سے مزور مطلع فرمائیں، میرے پاس
 اس وقت کتابیں نہیں ہیں اپنی ناقص مخطوطات اور ناقص علم کی بنا پر عرض کر رہا ہوں۔
 والسلام۔ سنگ اسلامات حسین احمد خضر۔ ۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء

مکتوب نمبر ۸۹

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے ان امور میں جن کو میں نے دوبارہ حضرت امیر معاویہؓ
 اور زید کے آفرود کرنے کے کہا تھا، بخوبی غور نہیں فرمایا، جو اشکال اپنے نظام پر فرماتے ہیں، وہ اسی بنا پر ہیں
 حضرت مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل مکتوب نمبر ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

تو آج تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زید علیہ السلام	جس وقت حضرت امیر معاویہؓ نے زید کو اپنا ولیعہد
ولیعہد جو کہ نہ فاسق مطلق نہ بود اگرچہ جسے کہہ	کیا تھا اس کا فتنی نظام نہ تھا اگر کچھ کیا ہو گا تو پروردہ
باشد در پردہ کہ وہ باشد کہ حضرت امیر معاویہؓ	جس کا خیر میر معاویہؓ کو نہ تھی۔ اس کے علاوہ جہاد میں
و اذان بخیر نہ بود۔ علاوہ برین جن تدبیر جہاد	ان سے حسن تدبیر کا اہتمام ہونا چاہئے اور جان
انچہ کہ از دستہ مشرود شد مشرور است در بیت ام حاکم	کے گھر میں آنحضرت صلعم کا رد مرتبہ سنا اور جانگ
رضی اللہ عنہما کہ حضرت رسول رب العالمین صلی اللہ	اور ہر مرتبہ ہنسنا مشہور بات ہے۔ اپنے ہنسنے
علیہ و علیٰ اکرمہما علیہم السلام کیا بود با فضیلت و بیدار	کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امت کی
تندہ ہر بار خندیدند و در وجہ خندہ فرمودند کہ	دیکھ جاہلت کو دیکھا ہے کہ وہ دریا میں جہا
جہا تھے از امتیان خود را زید ہم کہ وہ دریا جہاد	کر رہی ہے، جن کے متعلق کسے گیا ہے

ہی کند و دستان ارشاد فرمودہ اند صلوات علی
 اکانتہ او مثل الملوک علی کانتہ صحیح
 خواب تھا میں زیادہ ہوا یہاں پر آئے۔ چنانچہ
 آریخ و ان و میرٹ غراں پتیرہ نیست غایت
 مانی الباب بیدب خرابیہ سے پناہ کی کہ ہشتاد
 سنا تھا کہ در سببہ الرضوان شریک ہونہ ہوا
 نفاق رضوان اللہ نصیب ارشاد شد زیادہ ہم
 از فضل ای بشارت محرم اند۔ و ای طرف
 در حب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ در ہلہ غایت
 آن بود کہ ہر کرا سلیقہ انتظام حکمت زیادہ از دیگران
 باشد گو افضل از او باشد افضل است از دیگران
 نظر بری اور افضل از دیگران دانستند و اگر
 افضل دانستند پس بیش از این نیست کہ ترک
 افضل کردہ چنانچہ در عقائد سابقہ در صحیح سندہ کہ
 استقامت افضل است و در حبیب مکن ای
 تد گناہ نتوان گفت کہ سبب شتم امیر معاویہ
 پیش آئیم۔ و ای طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 ہوا از ہلہ صحابہ غمی تبارکیم کہ سبب ترک
 افضل و اولی ہم دریں چنین امور مصلحت نامک

صلوات علی اکانتہ و مثل الملوک علی اکانتہ
 اسی دوسرے خواب کا اصراف زیادہ اور اس کے
 ساتھی ہی تھے۔ حسب کہ تاریخ ہائے دیوں
 اور احادیث کے پڑھنے والوں سے پتیرہ نہیں ہے
 نتیجہ نکلا کہ جس طرح بیعت الرضوان میں منافقین شریک
 ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا
 سے محروم ہو گئے، زیادہ بھی اپنی اندرونی خرابیوں
 کی وجہ سے اس بشارت کی تفسیر سے محروم ہو گیا
 اور ادھر امیر معاویہ کا مذہب غلامت کے بارے
 میں ہوا تھا کہ جو شخص بدستانت کرنے کا سلیقہ دوسرے
 سے زیادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے بہتر لوگ موجود
 مگر ترجیح اسی کو ہوگی، اسی بات کو در نظر رکھتے ہوئے
 زیادہ کہ دوسروں سے بہتر جانا یا اگر بہتر نہیں سمجھا تو
 اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ افضل کو ترک کر دیا،
 جب کہ عقائد سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ افضل
 افضل صرف افضل ہے کہ واجب ہے کیوں کہ یہی نہیں کہہ سکتے
 کہ سبب شتم کے ساتھ امیر معاویہ سے پیش آیا ہے
 ان امیر معاویہ جو محرم اجلہ صحابہ میں شمار کریں گے
 بلکہ اولی اور افضل کو چھوڑ دینے کی وجہ اس طرح کے
 امر رکھنا ان کو معذور سمجھیں گے۔

اس پر اور اشغال اور شان نیز پاسے خود از شکم
 بہ کھدہ دل بجام وہ سست بجام بہر دو اعلان نوا
 ترک مسلوۃ وادگم بعض مقدمات سابقہ قابل عزل
 گردید و این قسم تحمل احوال گفتہ آمدہ ام کہ ممکن است
 محال نیست مگر درین وقت دے دل الی سے
 و تہمیر مختلف فتاوہ کے زاگر اثر مشفقہ و سادہ تاب
 افتاد و باچار دست بر پیش بکشاد و احترام و حجت
 شرمات اتباع معروف در میاں بناوہ و ان و اگر چہ
 یک جماعت کثیرہ مثلاً امید غلبہ و رجاہ شوکت نظر
 اوجہ شدہ بر غاصت و تہمیر کار و نہر ساخت
 پس ہر چہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
 اور عثمان کو نہ بجا کر نہ و انچہ حضرت سید الشہداء
 نو ذر عین حق و صواب نوروہ برادرین اختلاف
 بر اختلاف امید است نیز اختلاف وہ جو اصل
 فعل و عدم جو از آن مگر انجام کار جو بوقتیں حد
 کو قیام تہمیر حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہم
 نشاء نہ شدت اور وز ماشیرا قیامت قبل از
 قیامت وہ میدان کر بلا ہر نامست اللہ و ان اللہ
 بر بھی کار نہ قطع حضرت پر الشہداء رضی اللہ عنہم

ابتداء میں متاویز کے انتقال کے بعد یہ تھے اچھے پھیلا
 اور دل و جان سے برائی میں لگ گیا برائی کا اعلان
 شروع کر دیا، نماز چھوڑ دی پس بعض مقدمات گذشتہ کی
 بنا پر عزل کر دینے کے لائق ہو گیا، حالات میں اس طرح کا
 الٹ پھیر جیسا کہ میں نے کہا ہو ممکن ہے محال نہیں ہو سکتا ہے
 اس وقت ابراہیم اہل اللہ کی رائیں اور تہمیریں مختلف ہو گئیں
 کس پر قنہ و فساد کا ظہر ہو گیا مجبوراً بیعت قبول کر لی اور
 گناہ سے بچنے کے لیے اتباع معروف کو بطور شرط نظر کیا
 اور جسکو ایک جماعت کثیرہ کے دھروں پر کامیابی اور دیگر
 کا امید دکھائی دی نہ کہے بجز دوسرے پر تیار ہو گیا اور ازلے کا
 فیصلہ کر لیا، سنا جو کچھ حضرت عبد اللہ بن عمر اور آپ کی طرح
 دوسروں نے کیا ٹھیک کیا، اور اسی طرح سید الشہداء نے
 جو کچھ کیا بالکل ٹھیک اور درست کیا، اس اختلاف کی پیٹ
 امیدوں کے اختلاف پر ہر ذر کہ اصل فعل کے جائز یا ناجائز
 کی بنا پر اختلاف جو ہو، مگر اہل کو حق کی فداوی کی دہر سے
 حضرت امام حسین کی تہمیر کا اگر ہوئی، اور ماشیرا کے
 دن میدان کر بلا کے اندر قیامت سے پہلے ایک
 قیامت قائم ہو گئی۔ اما اللہ اعلم
 اس طرح کے کاموں میں ایسی باتیں جنہ سید الشہداء

ما پیش آمد در جہاد میں جنس اکثر پیش کی آید واقعہ ہے
 زمین شنیہہ باشی ہے چنان کہ شہیدان احمد و جنین
 بذریعہ شہادت رسیدہ ذمہ اتان بر ہی کار نیلے
 در فضائی اور مغان دینا فتن چمنیں شہید کر لایا
 دین دتے بہت کو مجرور و متلاف امیر ساری
 با بیت مردم و قتلہ اولیٰ غرضہ امام و شامل شمارند
 و اگر باین قدر کہ بر توجہ کہ نقطہ بانتہ چلقن فتن
 اور قائل شریع و عہد و ظلم و غلامت را تسلیم کنیم و گویم کہ
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و اتباع او شان از
 ربکہ اطاعتت او بنور خارج بود و نہ حالت عزل
 پر نیست و او شان را در خروج و محمد و سنانے
 دین حق و انقاد مطلق علم و انقاد بر چند
 اوز کم فہان نمند گریہ بیخ مسالمت سابقین و آغ
 است کہ بہت پر کس در ذہل مل و عقیدہ فظلم
 اطاعت در حق اور در حق خدام اوی شمرند نہ نہ
 حاجت بیعت حضرت علی ارم اندر وجہ و اہتمام
 بدان بردست حضرت ابو بکر انہی اللہ عنہم بود
 و چمنیں نرید بعد بیعت اہل شام و دیگر اہل مل و عقد
 نہ است گا و بیعت نہ حضرت حسین و عبد الرحمن

و اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کی عتاب ہے

ہی کہ پیش میں آئی ہیں، بلکہ جہاد میں اکثر آیا کیے ہیں
 شہادۃ اللہ و جنین کو سنا گیا ہے اور جس طرح شہاد
 اللہ جنین شہادت کے مرتبہ پر پہنچے اور ان پر دو واقعات میں
 کر دیا ہوا ہے کہ جو سزا کے فضائل میں نہیں پڑے ہی طرح
 اور یہ اس وقت ہر کہ صرف اختلاف امیر معاویہ
 یا لوگوں کا بیعت کر لینا، انکسار تسلیم ہونا وغیرہ کی وجہ سے
 انکی خلافت جامعہ سب کو شامل شمار کر ہی نہ کر سکا
 ان میں کو جو ہر طرف کے خلاف کے سلطانہ منقرہ
 ہے ہم قائل ہونگے اور انکی خلافت کے محرم و شریک کے قائل ہونگے
 اور ہم چاہتے ہیں کہ حضرت امام حسین اور سب کے اتباع و انقاد
 دیر معاویہ کی اطاعت کی ذمہ داری کہ ہر زمانہ حق و معتدل ملک
 اگر چہ ناچھوڑ لگ انقاد مطلق اللہ ہم انقاد کے حق کو
 نہیں سمجھتے ہر گذشتہ واقعات کی قبضت سے بیعت و ریش ہونا
 ہے کہ او باہل و عقد ہی ہر ایک بیعت کو لینا مرنے کے
 حق میں ہوا اسکا بخیر کے حق میں اطاعت کا سبب شمار
 کرتے ہیں و نہ ہر حضرت ابو بکر کے دست ہمارا کہ حضرت علی
 کی بیعت کر لینے کے اہتمام کیا ہوا نہ تھی اسکی سبب
 ہی و اہل شام اور او باہل و عقد کے بیعت کر لینے کے
 بعد حضرت حسین و عبد الرحمن بن ابی بکر اور

بن ابی بکر و دیگر رضوان اللہ علیہم نشدند۔ چون
 ایسے تھے و انہیں شہد و دیگر معلوم باد کہ دار کا برکت
 دست بشتاوت آتا۔ لا اعمال بالنیات و حسن
 نیت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قابل آن نیت
 کہ در آن تردد کردہ آید۔

دیگر بزرگوں سے بیعت کا فراموش گاہ نہیں ہوا جب اتنی
 بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ ہر کام کا دور و برکت
 پر ہے کیونکہ حدیث میں ہے انما الاعمال بالنیات اور حضرت
 امام حسینؑ کے حسن نیت سے اسکی تصدیقی نہیں کہ اس میں
 تردد و تذبذب کو راہ دیکھائے

۱۱۔ یہی صورت در شہادت حضرت امام ہمام
 رضی اللہ عنہ ہے جو تردد و تذبذب در حق اوست ان ظیف بود
 نہ خروج بود ممنوعہ و اگر خلیفہ بود تا ہم خروج
 ممنوع نہ بود و اگر خروج ممنوع بود در حال حضور
 نہ بود و بائجلہ وجود منافعت منقور و موجبات
 جناد و وجود در حسن نیت کلام نیست باز اگر
 او شان شہید نشدند و دیگر کلام خراب بود و از
 ہم در گذشتیم اگر موجبات جناد نہ بود نہ از شان
 نیز از قصد جناد باز آمد می خواستند کہ بر آن خود
 روند لشکریان زیاد پیدا گذشتند و محاصرہ کرد
 نظر شہید سائنہ من قتل دندن عرضہ و ما
 تھو شہید

موجود صورت ہی حضرت امام حسینؑ کی شہادت ہی
 کیا شہر ہی بیزیدہ قراب کا ظیف تھا اور بیزیدہ خروج کرنا
 اجازت تھا۔ اگر ظیف تھا ہی تو چکا اس پر خروج ممنوع
 نہ تھا اور اگر ان ہی بجائے کہ خروج کرنا امام رضی اللہ عنہ
 کا باہر تھا تو عرض ممنوع نہ تھا۔ خلاصہ کہ منافعت کے
 اسباب منقور و اسباب جناد موجود تو چھ حسن نیت ہی
 کیا کلام کیا جا سکتا ہے بجز کہ صورت شہید ہونگے تو وہ سزا
 کون شہید ہوگا۔ اور ہم اسکو ہی چھوڑتے ہی اور کہتے ہیں کہ
 اگر اسباب جناد ہی تھے تو اپنے جناد کے اداد سے باز آکر
 چلے جائیگا۔ راستہ اٹھ کر بیزیدہ کے لشکریوں سے جانے نہ
 اور گھیر کر مظلوم شہید کر دیا۔ حدیث میں ہے جو شخص اپنے مال
 اور بار و کی حفاظت میں کتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

بنی اندویشان مخالفت اجراع کردہ جو
 نیست کہ اول ابتداء شک نیست اگر باشند ہم

آئی رہ گئی بات کہ امام حسینؑ نے اجراع کی مخالفت کی
 سوا سکا جو اب یہ کہو کہ تیرا اجراع ہما تسلیم نہیں ہذا اگر ہو گیا

باشد یا نہیں، اجماع بر عدم جواز خروج بر فساد
 است و معنی اس بر یہ بہت عرض کر دہ شد از
 اجماع بر عدم جواز خروج پر نفس فتن لازم نمی آید
 کہ خصوصیات زائدہ مراتب میں کسی مشکک نیز
 موجب خروج نتوان شد، با این ہمہ اجماع غیر کلم
 و تکیکہ حضرت جعفرین رضوان اللہ علیہما و علیہما السلام بنی ان
 دہ اہل دینہ کا دہے کردہ باشد مخالفت آن را بجمع علیہ
 چگونہ تو ان گوے، و اگر بالفرض اجماع را تسلیم
 کنیم اس اجماع اگر مستند گردد ہ بعد حضرت
 امام حسین رضی اللہ عنہ مستند گردید مخالفت این
 اجماع حضرت امام رضی اللہ عنہ را چہ ضرر
 نماید تا ابیاب امام ہمام رضی اللہ عنہ در زمان
 خود در یک سلسلہ مختلف فیہ خطا کرد و در لایعہ در فیہ
 چنانچہ عرض کردہ باشد اکنون وقت اس است
 کہ عبارت نوری رحمتہ اللہ تعالیٰ میں بارہ نقل کرد
 شروع تہ تحصیل اجمال و تعذیب این مقال بہست
 جامع اصل السنۃ ان لا یغزلی السلطان
 بالصن و اما الوجه المدکور فی کتب العقوۃ
 لبعض اصحابہ انہ یغزلی ترک المعتمد انما

تو اس بات پر مخالفت نہیں ہوئی، یا نہیں ناسخ پر خروج
 کرنے کے عدم جواز پر اجماع ہوا اور اجماع طلب ہو چکی کہ جو
 پہلے عرض کیا گیا، عدم جواز پر اجماع کی وجہ سے نفس فتن
 پر خروج کرنا لازم نہیں آتا، کیوں کہ اس کی مخالفت کے
 مراتب خصوصیات زائدہ بھی موجب خروج میں ہو سکتی ہیں اجماع
 غیر مسلم بیعت و حضرت جعفرین رضی اللہ عنہما و علیہما السلام بنی ان
 دہ اہل دینہ نے فیصلہ کر لیا تھا مخالف اسکو متفق علیہ ہو چکی
 کہہ سکتے ہو اور اگر بالفرض اجماع کو مان ہی لیا جائے
 تو وہ اجماع حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مستند ہو چکی
 اس اجماع کی مخالفت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کچھ
 ضرر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ جا سکتا ہے کہ امام
 موصوف نے اپنے زمانہ میں ایک اختلافی مسئلہ میں
 غلطی کر گئے جس میں کوئی شرعی باہر سی میں
 جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اب ہم امام نوری
 کی عبارت سے رجوع کر دیا نوری کہتے ہیں اگر اس حال
 کی تحصیل اور گذشتہ باتوں کی تصدیق ہوتی ہے
 وہی سنت کا اجماع ہو چکا ہے کہ جو بدعت کے طبقہ
 ضرور نہیں ہو گا، ایک ہمارے مع اصحابہ نتوان کی
 نقل کرتے ہو، یہاں کہ مزوری ہو گیا، ہر قدر سے کجا

ملطمان قائمہ مخالف للاصحاغ قال العلماء
 ومبب عدم العزله وتخير الخروج
 عليه ما يترتب على ذلك من الفتن و
 اراقة الدماء وفساد ذات السبل
 فتكون المفئدة في عزله اكثر منها
 في بقائه قال القاضى عياض رحمه الله
 اجمع العلماء على ان الامامة لا تنقل
 لكافر على ايه لوط عليه الكفر العز
 قال وكذا الوثرك اقامة الصلوة والدعاء
 اليها قال وكذا الاك عند جمهورهم
 المدعة قال بعض البصريين تعفنا
 ونستد اهل له لانه تناول قال القاضى
 فلو طر عليه كفر وتغير للشرع اربعة
 خرج عن حكم الوكايته وصفت طاعة
 ووجه على المسلمين القيام عليه و
 خلفه ونصب امام عادل ان امكنهم
 ذلك فان لم يقع ذلك الاطاعتنه
 وجبت عليهم القيام بملح الكافر ولا يح
 لى المبتدع الا اداد اطوا العداة عليه

حکایت کی گئی جو سورہ غلط ہے اور مخالف جماع کے ،
 علامہ فرمایا جو کہ مسلمان کے منزل ذکر ہے ، اور اس پر فرود
 کرنے کا وجہ جو کہ ایسا کرنے سے فرود کا اور فتنہ فرس
 باہمی بڑھ جائیگا ، اور منزل کا فتنہ اس کے باقی رہنے
 سے زیادہ ہو جائیگا ، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا
 کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ کافر کی
 امامت مستند نہیں ہوتی ہے ، اور اگر امام پر کفر
 لاری ہو جائے تو منزل کر دیا جائے گا ، اور کیا
 ایسا ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف بلانا جو
 توجہی منزل ہو گا ، فرمایا اسی طرح حضور کے نزدیک عت
 کا پایا جاتا پھر فرماتے ہیں کہ بعض بصریہ قائل ہیں کہ عت
 کہ امامت مستند ہوئی اور اقی برائی کیونکہ وہ ناول کرنا
 قاضی صاحب فرماتے ہیں اگر کفر اس پر طاری ہوا اور شریعت
 اندر تغیر باعث ترشح کر دیا تو خلافت و ولایت حکم سے
 نکل گیا اور کیا امامت جاتی رہی نہ سکنا تو اس پر اس کے خلاف
 اٹھنا ، ایک علیحدہ کرنا ، اور دوسرے عادل امام کو مقبول کرنا
 ہر جہاں جو شرطیں اس کی قدرت ہو پس اگر ایسا کیجیے تو گ
 کہ کسی کو نماز کو ترک کرنے کیلئے تو اتحاد واجب ہوتا ہے
 اور عت پر واجب نہیں ہوتا ، اگر اس صورت میں کہ عت

فان تحقروا الحق لم یجب القیام و بیها
 حوالہ مسلم من الارض الی غیرها و تقریباً
 قال ولا یعتدما لفاستق امتداداً فلو طرأ
 علی الخلیفة ذوق قال بعضہم یجب حلقہ
 الا ان یقریب علیہ فمستند و حریص قال
 جہاد اهل السنۃ من انه تقہار لظہدین
 و المتکلمین لا ینعزل بالفسق و الظلم
 و تعطیل المحقوق و لا یخضع و لا یجری
 الخرج علیہ بدلائل یجب و عطلہ
 و تخویفہ للاحتیاج الی الی و ذلک
 قال القاضی و قد اذنی ابو یوسف مجاہد
 فی ہذا الاحتیاج و قد رد علیہ بعضہم
 ہذا القیام بخسین و ابن زبیر و اهل
 المدینۃ علی حی امیۃ و بقیار جماعۃ
 عظیمۃ من التابعین و الصدوق الاول
 علی الاحتیاج مع ابن الاستعانت و قال
 ہذا القائل قولہ ان لا تنزع الامر
 اهلہ فی ائمة العدل و حجة بالخبر
 ان قیامہم علی المحتاج لیس بجزء

کے علم کو کرنے پر لوگوں کو اسکی طاقت ہو اور عبور کی
 ہو جائے تو ایسے وقت میں اٹھائیں چاہئے کہ مسلمانوں
 کو چاہیے کہ اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کر جائیں
 اور اپنے دین کی طرف بھاگیں۔ فرما اور ناسک کی اہمیت
 شروع شروع میں مستند ہوگی اس کے نظریہ کا مشہور
 تو بعض اس کے مخالف کو رد کرتے ہیں بشرطیکہ فساد
 اور جنگ نہ ہو۔ ہر جمہور اپنی منت میں سے غمناک
 اور تکلیف میں سے کٹا ہے کہ نسیہ کی معذرت پر فتنہ ظلم اور
 لوگوں کے حقوق کو چھوڑ دینے کی بار بار ہوگی اور اسکو
 علم سے کیا جائیگا اور اس پر اٹھنا جائز ہوگا بلکہ کوئی
 اور ذرا نامزد کیا ہوگا ان صورتوں کی بنا پر جو اس بارے
 میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ابو یوسف
 ابن ماجہ نے اجازت کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں نے امام
 حسین و ابن زبیر اور اہل مدینہ کا بھی ایسے پروردگار کرنا اور
 اور تابعین کی ایک بڑی جماعت اور صدوق اول کا جہاد
 پر مع ابن الاستعانت کے شیخ کو پیش کر کے ان کا رد
 کیا ہے اور تابعین نے ان کے قول "لا تنزع" اور "ہذا"
 کا تاویل کی ہے کہ اس سے مراد امام عادل ہے کہ اور
 اور جہاد پر روح کی دلیل جمہور کی ہے کہ بعض کے

الصق بل لا غیر من الشریح و ظاہر من
 الکسر قال القاضی وقیل ان هذا الخلا
 کان اولاً ثم حصل الاجماع علی منع
 الخروج علیہم واللہ اعلم بقہی مطلقہ۔
 پس در مقام میں عبارت تصدیق اکثر مقدمت
 ذکر وہ حاصل می شود یا بجز بر اصول اہل سنت
 اہل زیدیت سابق تبدیل شد نزد بعض
 کافر شد و نزد بعض کفر از محقق نہ گشت اسلام
 سابق مکتوب بفسق لاحق شد اگر حضرت امام
 کافرش پنداشتند در خروج بر او چہ خطا کردہ
 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ را ہمیں خاطر پسند
 خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کے
 نزدیک محقق شود و نزدیک اگر ان شود
 بچینیں خروج بر دور حق ای دال مختلف
 حواہ بود اتفاق در تکفیر و تفسیق و تبدیل و
 تخریج کے از ضروریات دنیا یا زیدیت
 عقلی نیست کہ حاجت معذرت اللہ۔

در صورت سابق انچہ جہت کردہ مباد
 خواہ بود تا ہم بیچ صوبتے بر اصول اہل سنت

ناسخ ہونے کا بنا پر نہیں ہو بلکہ اس نے شریعت میں تین
 اور اٹھارہ کفر کیا، کاغذی صاحب فرماتے ہیں کہ کہ گیا ہے کہ
 یہ اختلاف پہلے تھا بعد کو ایسے لوگوں پر آٹھا
 منع ہو گیا۔ و اللہ اعلم۔

علامہ نووی کی اس عبارت کے مطالبہ کے بعد مقدمت
 گذشتہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس اہل سنت کے اصول
 پر زیدیت کی سابق حالت بدل گئی بعض کے نزدیک
 کام ہو گیا اور بعض لوگوں کے نزدیک مکافرت ثابت نہیں
 ہو بلکہ سابق اسلام فسق کے ساتھ مخلو ہا ہو گیا اگر امام
 موصوف نے زید کو کافر سمجھا تو اس پر فریضہ کرنے میں کیا
 غلطی فرمائی۔ امام احمد کو یہ بات پسند آئی جب کہ
 یہ بات ممکن ہے کہ کسی کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک
 ثابت ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو یہاں
 اس پر خروج کرنے میں اختلاف ہو جائے گا، در تکفیر
 تفسیق و تبدیل اور جرح وغیرہ وغیرہ پر کسی کا اتفاق
 کرنا ضروریات دنیا یا زیدیت عقلی میں سے نہیں
 ہے کہ عقد و معذرت کی ضرورت پیش آئے۔

اور فسق کی صورت میں جو کچھ کہیں نے جہت کیا پروردہ
 یا وہی ہوگا پھر بھی اہل سنت کے اصول پر کونہ شمار کیا

چیز پر اندری صورت یا ناسق مطلق بود تا کہ
 مخلوقه وغیره یا بقدر مع بود چہ زود ساسے نوز صب
 است اما اینہد عموم علاقش غیر مسلم نظر برین وجہ
 بیاد لغو طاعت سابقہ در فریضہ بر دینچ قباحتے
 باری ہمد فریضہ بر این چنین کساں امانی تردید
 جائزہ اگر نہ ہمد جائز فریضہ نوز صس جائزہ جائزہ
 اور مشاہدہ عبارت نودی رحمۃ اللہ علیہ در مع است
 در مسائل مختلفہ علاقہ کیے مردیگراں را موجب
 تقیین اوشان آزاد بطلان اعلان اور عدہ شدہ
 نمی تو ان شدہ چنانچہ دانستہ شدہ۔

دگر فرض کنیم بر عدم جواز فریضہ بر جنس
 کساں اجماع است اجماع حادث است
 اجماع قدیم نیست تا بر اصول اہل سنت و جماعت
 امام شام رضی اللہ عنہم زود راہ یا بہ زیارہ از
 زیادہ اگر کسی گوید اسی گوید کہ حضرت امام زین العابدین
 خطاکر نہد لیکن بر معنی اہل بیت علیہم السلام
 نای فریب بر نسبت خطاکے جہاد کی اور یہی
 اور اہل رحم ماں نمی شود و چنانچہ در اصول اہل
 حضرت است و ہم وہ مع است جہاد بر بن

نہیں ہر کہ کہہ اسی صورت میں بریدہ یا تو حکم کھلا ماسق تھا
 میں آدک نماز وغیرہ یا پھر دعوتی تھا یعنی رؤساء انوار صب
 ان تمام باتوں کے باوجود انکی علاقہ عام علیہم بر غیر مسلم تھی
 ان وجہ نہ کہ وہ کسی بنا پر اسی کے علاقہ فریضہ کر تے ہیں کوئی
 قباحت نہیں رہ جاتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے خلاف قباحت
 اس وقت تاہم لوگوں کیلئے جائز ہے اور اگر تمام کے نزدیک جائز
 نہیں ہے تو جن کے نزدیک جائز ہے اگر علامہ فریضہ کی عبارت
 سے سمجھا تا ہے اور مسائل مختلفہ نیز میں ایک کا اختلاف در فریضہ
 کے حق میں معنی دفر کا سبب انکے احوال کا نہ انکے نزدیک
 ہو جانا نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔

اور اگر وہ بھی ایسا نہ کہ ایسے لوگوں پر فریضہ کرنے
 ہم جواز اجماع ہو چکا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اجماع حادث
 ہے قدیم میں ہے کہ اہل سنت کے اصول پر حضرت امام حسین کی
 شہادت میں شہد زود کو دخل ہے۔ زیادہ سے زیادہ
 اگر کہی گئی ہے کہ مکتبہ تہذیب کہ امام بر صرف نے غلطی کا
 ٹیکس کوئی مصافقہ نہیں حکم شہد ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اور کسبھی نہیں لہذا احتیاطی غلطی کی وجہ سے
 ثواب جہاد کی گئی نہ ہوگی جیسا کہ اہل سنت کے اصول
 میں ہے بر چھٹی ہے کہ اگر کہہ کر کہ انکے ہونے کو ٹھکر

غریب روزہ افطار کرو تا نماز مغرب بخواند
 سوز آفتاب غریب نشدہ بود میں کس را
 تا آخر عمر بر خطای خود اطلاع نشد هرگز تا نقلے
 تجویز نمی توان کرد که از ثواب محروم ماند
 در روز تکلیف ماکایطابق لازم خواهد آمد چون
 لَا يَكْفِيَنَّ اللَّهُ لَنَا إِلَّا اللَّهُ

روزہ افطار کر گیا کہ نماز مغرب ادا کرے اور ابھی
 آفتاب ڈوبا نہیں تھا اور اس آدھی کو زہد گاہ
 اپنی غلطی اعظم نہیں ہوا کوئی معتقد یہ نہیں کہ یہ سنا کر یہ
 غریب ثواب سے محروم ہو گیا اور نہ پھر تکلیف
 الا مطابق لازم آئے گی جو محال ہے۔ لاکفیک
 اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا اللَّهُ

آرے بر طبق اصول شیعہ شہادت حضرت
 امام الشہداء و کبار دین و ایمان شان
 ہم از دست می رود خود با شہد نما، مگر باور
 ناشد بنگر کہ در کافی کلینی روایات درین
 باب کہ ہر کرا تقیہ نیست دین و ایمان نہاد
 دار شدہ اند سے سند نقل کی گئی۔

ابن امیر کے اصول پر حضرت امام حسین
 کا شہادت دین و ایمان سے بھی خارج ہو جائے
 سنا ذالہ شہد نما، اگر کسی کو یقین نہ ہو تو اسکو
 چاہیے کہ کافی کلینی کے اندر اس باب میں جو
 روایات ہیں انکو دیکھے لکھا ہے کہ حسن نے تقیہ میں
 ہمیں نہ تو دین ہوا، و ایمان جبکہ حد تک ہم نقل کرتے

۱۱۱ ابن عمر عتبہ بن مسعود عن ابن
 ابی عمیر قال قال ابو عبد الله
 یا ابا عبد الله ان تقیة عشار الایمان فی
 ولادین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل
 شیء و فی المسلم علی الخنین

۱۱۱ ابن عمر روایت کرتے ہیں بت مبنیٰ من مسلم سے وہ
 روایت کرتے ہیں ابن ابی عمیر اجمعی سے کہ کہا فرمایا ابو عبد
 نے سے ابو عمر دین کا دشمنی سے لڑھکے تقیہ میں ہے
 اس کا دین نہیں ہو تقیہ نہیں کرتا، اور تقیہ تو ہر چیز میں
 اور مسیح علی الخنین میں بھی۔

۱۲۲ عن محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد
 بن عمر بن خالد قال سالت ابا الحسن

۱۲۲ محمد بن یحییٰ روایت کرتے ہیں احمد بن محمد بن
 عمر بن خالد سے کہ میں حضرت علی بن ابی طالب سے

عن القیام للو لاقال ابو جعفر الثقیبیہ
 دینی و دین آباغی و کلا ایمان لسن کالتعبیہ
 ازین و در و دیت مثل آفتاب روشن می راید
 کہ ہر کہ تقیہ کند بے دین بے ایمان است انوں از
 حضرت شیعہ انہاں است کہ اگر ہیں تقیہ است
 حسن فائزہ حضرت امام الشہداء معلوم ہوا یا یک شہداء
 و ظاہر است کہ درین روایت صحیح گوید گنہائش از
 یا تھیں نیست اگر آوین فرمائید یا تھیں بے
 و تھیں نمایند شروع خواهد بود انوں ازین پارہ
 نیست کہ مذہب دین سنت اختیار کنند و اگر از
 اتباع حق مدارا نکر است جرم از انہم در از وہ گنا
 کل یا زہ باقی خواهند ماند درین صورت انکار از
 حق و اصرار بر مذہب باطل لازم خواهد آمد . . .
 . . .
 چہ حضرت امام را درین ضیق و اہمیتی کہ مقابل سی ہزار
 فوج جہاد چید معروض بود و آن ہم کے بعد
 دیگر سے شہرت شہادت چہ تہذیب تہذیب لازم ہوا
 اگر در اول امر امید بودن آخرت کہ بچکیں
 نادر تہذیب نامہ لایا بودہ

و شاہ و عالم کے خلاف تھنے کے متعلق سوال کیا اور حضرت نے فرمایا
 کہ تہذیب میرا دیر سے اور اجداد کا دین ہے لہذا میں نے تہذیب
 ان روزوں و روایتوں سے آفتاب کی طرح واضح ہو گیا
 ہے کہ جو شخص تہذیب نہیں کرتا وہ صرف بے دین لکڑی ہے
 جی جی اسی صورت میں حضرت شیعہ سے گناہی ہو کہ
 اگر یہی تہذیب ہے تو پھر حضرت امام الشہداء کے حسن فائزہ
 ہی یقینی نہیں پھر شہادت تو دوسری بات ہے جو حاش
 ظاہر ہے کہ ان روایات میں تو آویل کی اور نہ تھیں
 گا کوئی گناہی ہے اگر آوین تھیں کریں جی تو کریں
 قبول کریں گناہ سوائے اس کے ہوا کہ انہیں کہ سنت
 کا مذہب اختیار کریں اور اگر حق مذہب طریقہ کے اتباع
 میں شرم محسوس ہوتی ہو اور انہما ہی کرتے ہیں تو پارہ
 وہاں وہ امام یا زہ باقی رہا ہے میں اس صورت میں
 حق کا انکار باطل مذہب پر صدر کرنا لازم آتا ہے
 کہ کہ حضرت امام امیر مومنین و اہل بیت سے ہوا
 کے متعلق میں صرف چند گناہوں کا ہونا اور پھر کے بعد
 دیگر شہرت شہادت کو پیش فرمایا اس حالت میں تہذیب کرنا
 ضروری تھا کہ انہم تہذیب تھیں لیکن حکم تہذیب کرنا
 میرا دین تھا تہذیب کرنا ضروری ہو گیا تھا

من انچہ شتر با بلوغ است با توی گوئم تو خواہ از تخم سپند گیر خواہ ملال

و جواب دیگر انشاء اللہ تعالیٰ بشرط فرصت عنقریب بتشریح فرمائیے۔ دیگر گزشتہ کا منقطعاً اس میں دور رس
کہ نقل کر رہے تھے اگر احتمال دروغ باشد مطابق نہ آید اگر نزد شاکائی کلینی موجود بنا شد نسخہ مطبوعہ مطہر
نیز موجود است ملاحظہ فرمائیں اللہ اعلم بالصواب و از زلفنا انتاعہ و از ناالباطل باطلہ و از زلفنا

اجتناباً بلوغ و انحراف عیوننا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (عقودہ نامہ، عقودہ نمبر ۱)

میں نے یہ عبارت بتا ہوا آپ کے سامنے پیش کر دی ہے یہ رسالہ اسی شبہ کے متعلق لکھا گیا ہے
جس کو آپ نے پیش فرمایا ہے، صفحہ ۱۱ تک تہمیدات ہیں جن میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں، اگر
تظہیر کے خوف سے اصل مقصد عرض کر دیا گیا۔

مورخین کا یہ قول کہ حضرت مسعودی رضی اللہ عنہ کو زید کے فسق و فجور کا علم تھا اور وہ علین
بالفسق تھا، اور باوجود اس کے انہوں نے اختلاف کی کوششیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
کی وفات سے ہی شروع کر دی تھیں، عیناً شان صحابیت ہی نہیں بلکہ شان عدالت کے بھی
خلاف ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں ہے۔

کَانَ خَيْرًا مِّنْهُ اَخْرَجَتْ بِلْيَاسٍ

فَاَمْرُوتَ بِالْمَعْرُوتِ وَ تَهْمُوتَ عَيْنِ

الْمَكْمَرِ دَوَّوْنُ مَنَاقِبِ الْاَبِيهِ (عمران)

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا مَرَاتِمَهُ دَسْطًا

فَتَاكُؤُنَا اَشْقَدًا اَمْ عَلَى النَّاسِ الْاَلِيَةِ (بنو

محمَّد) رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ

اَسْتَبَدَّ اَوْ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمًا بِبَيْتِهِمْ تَوَّاهُمْ

عقد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں

زور آ رہا ہے کافروں پر، نرم دل ہے آپس میں تو دیکھیے

رُكَمَا سَجَدًا اِيْتَعُوْنَ فَضَلًا مِّنْ اَللّٰهِ
وَرِيضَانًا سِوَمَا هُمُ فِي رُجُوْمِهِمْ مِّنْ
اَشْرَاطِ السُّجُوْدِ (فتح)

ان کو رکوع میں اور سجدہ میں اور سجدہ میں
کافضل اور اسکی خوشی، پہچان، ای کی ان کے سجدہ
سجدہ کے از سے

وَالَّذِيْنَ اَتَىٰ فَاِنَّكَ رَسُوْلٌ اَللّٰهُ لَوْ يَطِيْعُكَ
فِي كُنْيَتِي مِّنْ اَلْاَمْرِ لَعَبْتُمْ وَاَلَيْتَ اَللّٰهُ حَبِيْبٌ
اِيْنَكُمْ اَلَا اِيْمَانٌ وَرِيضَةٌ فِي تَاْوِيْلِكُمْ وَرُكُوْعٌ

اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر وہ تمہاری
بات میں یہ کرے بہت کاموں میں تو تم پر کئی بڑی بات
نے بہت دلگاہی تمہارے اولوں میں ایمان کی اور اچھا دیکھا

اِيْنِكُمْ اَلْكُفْرُ وَالْفُسُوْقُ وَالْعَصِيَاةُ
اَوْ لِيَاكُ هُمُ التَّوَّابِيْنَ وَاَنْتُمْ اَمَّا
رَفَعِيْهِ وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (تجوizat)

رکوع تمہارے دونوں میں اور نفرت ڈال دیا تمہارے دل میں
کفر اور کفر اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر
اللہ کے فضل سے اور ایمان سے اور اللہ سب کچھ جانتا

يَوْمَ لَا يَخْفَىٰ اَللّٰهُ اَمْسِي وَاَلَّذِيْنَ
اَسْوَمُوْهُمُ فَوْرُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَيَا اَيُّهَا نَهْمُ يَفْقُرُوْنَ رَبَّنَا اِنْعِمْ لَنَا لِيُرَدَّنَا

۱۔ جس دن کہ اللہ نہیں نہ کرے گی کسی کو اور ان لوگوں
کو جو یقین ہاتے ہیں اس کے ساتھ انکی اور کئی دورانی
سے ان کے آگے اور انکے ہاتھ کھتے ہیں کہ ان سے

وَاَشْفِئْ لَنَا اِيْنِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
(تجويز)

ہمارے جوڑ کر دے ہر کامی رہی ہو سنی اور صاف کر
ہم کو شینگ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

ان آیات کو اور ان کے مثل دیگر آیات کو جو کہ تفسیری طور پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی
اصلی درجہ کی صفات کا لہر پر شہادت دیتی ہیں اور جن کے صدق اولیٰ ہی حضرات ہیں ابھرا ان کے
ساتھ ساتھ ان اخبار احوال صحیحہ کو بھی لے لے جو کہ مار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں وارد ہیں مثلاً

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں ان سے سبکی
تم اللہ کرو گے ہر امین پاؤ گے۔

اصحابی کا بیخبر عبادت اللہ
اہل مدینہ (المداہنہ)

۱۔ جس دن کہ اللہ نہیں نہ کرے گی کسی کو اور ان لوگوں کو جو یقین ہاتے ہیں اس کے ساتھ انکی اور کئی دورانی سے ان کے آگے اور انکے ہاتھ کھتے ہیں کہ ان سے ہمارے جوڑ کر دے ہر کامی رہی ہو سنی اور صاف کر ہم کو شینگ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

خیر القرون قرنی تمہ الدین
یلوہم الحدیث
سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے نکل
پھر جو اس سے نکل ہے،

فلان احدکم اقل من اقل احد
ذہب ما یبلغ مد اھیابی وکالتیفہ
الحديث (اداکما قال)
اگر کوئی تم میں پہاڑ احد کے برابر سونا خرچ کرے
تو میرے صحابی کے مد کے ثواب اور اسکے
آدمیے ثواب کے برابر پہنچے۔

اللہ اللہ فی اھیابی من اھیبم و
من اھیبم فھی اھیبہم من انصہم
فصعہی البصہم الحدیث
زر دھڑ سے زر دھڑ سو گھمے بھی پانچ بارے میں
پس جو دوست رکھتا ہے ان کو میری دوستی کی وجہ سے
دوست رکھتا ہے ان کو اور دشمن رکھتا ہے اس
بببب دشمنی میری کے دشمن رکھتا ہے،

ان روایات کے ہم معنی بہت احادیث صحیحہ ہیں جو کہ عامہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اعلیٰ
مناقب پر دلالت کرتی ہیں، پھر اس کے ساتھ جماع امت کو بھیجئے جو کہ بتلاتے ہیں کہ جس شخص نے
ایمان کے ساتھ ایک خطہ کے لیے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر لی اور ایمان
پر اس کی وفات ہوئی وہ بعد کے تمام اولیاء اور اتقیاء اور ائمہ وغیرہ سے افضل ہے، ان اور مذکورہ
بالا کو دیکھتے ہوئے اگر مورخین کی یہ بات کہ فاسق زید اور معین بالفسق کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
نے نامزد و باخلاص کیا، فی جانے گی تو ان تمام نصوص کی تہ لیں تو وہیں ہی نہیں بلکہ بخلاص لازم ہے
ایسی صورت میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اتھالی فسق، رسمیت میں بتلا جو
اور اسی بنا پر ان کی وفات ہوئی بلکہ درجہ کفر تک والعیاذ باللہ فوت آتی ہے دیکھو کہ استخوان
بالمصیبت پکتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

ما یبغی علیہم اللہ وعلیہ
کوئی بندہ ایسا نہیں ہوگا کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے رحمت

فلم یحفظها بصیحة لری عبد راحمة الجنة

(بخاری ص ۱)

ما من ذال یلی رعیتة المسلمین یموت

وهو غاشم لعمرك انهم کاحکم الله علیہ الجنة

(بخاری ص ۱)

الکاکم راع ذکاکم مسئول عن رعیتة

قالا ما راع وهو مسئول عن رعیتة الحدیث

(بخاری ص ۱)

من غشنا طلیس منا الحدیث (ق)

کا راہی در حاکم بنایا اور اس نے انکی کسبانی اور حفاظت

انکی خیر خواہی کیساتھ کی تو حکومت کا خوشبو بھی رہے گی

کوئی شخص اگر مسلمان نہ رہا یا کادال اور حاکم بنا گیا تو

اس حالت میں ہر اور کادال کے حقوق میں ضمانت کرے گا

ظالم تھا تو جنت اس پر حرام ہوگی (مشفق علیہ)

خیر خواہ ہوا تو تم سب کے سب راہی دروازی ہوا اور تم

مسئول ہوا اپنی رعیت کے امام جو کہ لوگوں پر حق رکھ گیا جو

ہے اور اپنی رعیت سے مسئول ہے۔

جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں

یہ مورخین کی روایتیں تو عموماً بے سرو پا

ہوتی ہیں انہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ ان کی توثیق

و تخریج کی خبر ہوتی ہے نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام

بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غفلت و تیسرے سے اور ارسال و انقطاع کے ساتھ لیا گیا ہے خواہ اس میں

ہوں یا ابن قتیبة ابن ابی الحدید ہوں یا ابن سعد۔

ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم

کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احاد

لے اس حدیث میں جو حاکم کو راہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حاکم پر اپنے حکم اور روایاتی خبر گیری

اور خیر خواہی اعلیٰ لازم کی گئی ہے جس طرح جانور پرانے والوں پر جانوروں کے ایک کی حرکت لازم کی جاتی ہے اگر مرد یا عورت

کی خیر خواہی اور خدات مفیدہ کے انجام دینے میں کوتاہی کرے تو ایک کے سامنے برابر قرار دیا جاتا ہے اس لیے لفظ

راہی سے بیٹے کوئی اور لفظ ممکن نہ تھا جس سے تعبیر فرمایا گیا۔ (اصلاح)

لے اس حدیث میں جو حاکم کو راہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حاکم پر اپنے حکم اور روایاتی خبر گیری

اور خیر خواہی اعلیٰ لازم کی گئی ہے جس طرح جانور پرانے والوں پر جانوروں کے ایک کی حرکت لازم کی جاتی ہے اگر مرد یا عورت

کی خیر خواہی اور خدات مفیدہ کے انجام دینے میں کوتاہی کرے تو ایک کے سامنے برابر قرار دیا جاتا ہے اس لیے لفظ

راہی سے بیٹے کوئی اور لفظ ممکن نہ تھا جس سے تعبیر فرمایا گیا۔ (اصلاح)

ادارہ کی بھی سوچ و چوڑی تھی تو مردود بنا دیا اول قرار دیا تین چہ جائیکہ روایات تاریخی اب آپ ہوں تفسیر کو پیش نظر رکھ کر کوئی رائے قائم کیجئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید سلسلہ بائیس تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور کوچہ نہ ہونا چاہئے تھا کہ مٹی اب اس کی نامزدگی کی خبر ممکن ہے کہ صحیح ہو، انہوں نے رومیوں اور عیبی ممالک پر جہاد میں اس کی متعدد دفعہ جہاد و جہاد اور کامیابیاں اور حسن تدبیر و انتظام کو مشاہدہ کر کے اپنی رائے کی بنا پر کہ خلافت کے لیے قریشیت اور حریت عقل و بلوغ کے ساتھ لازم ترین شرط لیاقت انتظام مملکت و حسن تدبیر ہے اور یہ اس میں پائی جاتی ہے یا ہر جہاں موجود ہے جو کہ اور ان میں نہیں ہے اور اگر ہے تو اس درجہ پر نہیں ہے، اس کی نامزدگی کر دی ہوا جیسا کہ بعض مورخین کا قول ہے (یا یہ جہاد و جہاد دوسرے اراکین خاندان بنی امیہ کی طرف سے کی گئی ہو اور یزید بھی اس میں کوثران رہا ہو اگر تمام لوگوں نے اس کو حضرت معاویہ کی طرف نسبت کر دیا ہو، کیونکہ انہوں نے رد کا نہیں (جیسا کہ بعض مورخین کا خیال ہے) یا یہ کہ نامزدگی ان کی طرف سے حقیقتہً یا کل کسی طرح نہیں ہوئی، ان کی وفات کے بعد اہل شام میں سے اہل حل و عقد نے اس کو بائیس در خلیفہ بنا دیا اور رعیت کر لی (جیسا کہ بعض دوسرے مورخین کا قول ہے) یا یہ کہ وہ خود بائیس خلیفہ بن گیا (بعض مورخ اس کے بھی قائل ہیں) بہر حال ان دو جہاد کی بنا پر اس کی خلافت مستعد ہو گئی۔ آپ اس کو تسلیم فرماتے ہیں کہ نامزدگی یا اہل حل و عقد کا بیعت کرنا یا انتخاب یہ تینوں امور انعقاد خلافت کے حلقوں میں سے ہیں، اگرچہ تیسرا امر بالضرورة واجب و بدیہی ہے، آپ کا یہ ارشاد کہ

خلیفہ عادل جس میں کل شرط امامت پائے جائیں کسی دوسرے جامع شرط خلافت کو اپنا جانشین کر جائے اور وصیت کر دے کہ فلاں شخص میرے بعد خلیفہ ہو، اس میں شرط طے اگر شرط وصاحت خلافت مطلقہ مراد ہیں، جو کہ عقل، بصر، اسلام، قریشیتہ سے عبارت ہے، تو یہ تو موجود ہی ہیں، اور یہی امیر کتب کلام و فقہ میں مذکور ہیں، اور اگر شرط طے مراد شرط خلافت کا مد مراد ہیں، جن میں صلاح، تقویٰ و علم وغیرہ بھی معتبر ہیں تو اس کی منہ کی ہے، کتب مذہب میں اس کو انتقاد خلافت کے لیے ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے، اور اگر ایسا ضروری ہو گا تو چاہیے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت بھی صحیح نہ ہو حالانکہ بالا جماع، ان کو نہ صرف خلیفہ بلکہ خلیفہ راشد بھی تسلیم کیا گیا ہے، انکو نامزد کرنے والا عبدالمان بن عبدالملک کا حال معلوم ہے۔

بہر حال وجوہ مذکورہ بالا سے انتقاد مطلق ہو گیا اگر عموم انتقاد جس سے ہر ایک پر تباہ لازم آجائے اور مخالفت کرنا ممنوع ہو جائے وہ نہیں ہوا تھا، انتقاد مطلق اور عموم انتقاد میں فرق ہے، علوم انتقاد جب منتقد ہو گا جبکہ تمام اہل حل و عقد متفق ہو جائیں، بعض کی بیعت کافی نہ ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بہت سے حضرات نے، اگرچہ کر لی تھی، تاہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کی کوشش کی گئی، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد انھوں نے اس کو انجام دیا اور یہی وجہ تھی کہ زید کوشان تھا کہ حضرت امام حسینؑ حضرت عبداللہ بن زبیرؑ حضرت عبداللہ بن عباسؑ وغیرہ حضرات بیعت کر لیں، حالانکہ یہ حضرات فتویٰ بالجمہ ہو گئے تھے کسی نے جنگ کا ارادہ نہیں کیا تھا، اور یہ بیعت کی تھی، ان حضرات کا اس زمانہ میں، اہل حل و عقد میں سے ہونا بدیہی امر ہے،

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ وجوہ وجوہ عموم انتقاد ہی ہیں، اور انتقاد مطلق اور عموم انتقاد میں کوئی فرق نہیں ہے، تو پھر زید کا بعد از طور فسق و فحشاء وہ حال ہی نہیں رہتا

جو ابتدا میں تھا، یعنی اس کے اعمال شنیعہ درجہ کفر کو اگر پہنچ گئے تھے، جیسا کہ امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے ہے تب تو وہ یقیناً معزول عن الخلافت ہو ہی گیا تھا، اب امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارادہ جنگ خروج ہی نہیں شمار ہو سکتا، اور اگر اس کی حرکات ناشائستہ درجہ کفر کو پہنچی تھیں (جیسا کہ جہود کا قول ہے) تو اول تو یہ سلسلہ مختلف تھا ہے، ممکن ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے ہی ہو جو کہ حضرت امام احمدؒ اور ان کے موافقین کی ہے۔

علاوہ ازیں فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے یا نہیں، یہ مسئلہ اس وقت تک صحیح علیہ نہیں ہوا تھا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی رائے یہ تھی کہ وہ معزول ہو گیا، اور اس بنا پر اصلاح امت کی غرض سے انھوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا، پھر باوجود اس کے غلطی کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے، اپنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اسی ب تدریج پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اس کے عزل اور وضع سے مفاسد مصالح سے زائد نہ ہوں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل بیت نے عموماً بعد از بیعت اور دہشتی وفد از شام ایسا محسوس نہیں کیا اور مسجدوں نے غلط کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرہ نمودار ہوا، جس سے دینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی اتھارٹی بے حرجی اور تزلزل ہوئی، کیا تقویٰ لین حرہ کو شہید نہیں کہا جائے گا۔

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے مواعید پر مطمئن ہوئے، بالخصوص حضرت مسلم و عقیل رحمۃ اللہ علیہما کے خطوط کے بعد جن میں پورا اطمینان اہل کوفہ کی طرف سے دمایا گیا تھا، اس لیے ان کا ارادہ جہاد یقیناً صحیح تھا، اور وہ غلط کرنے اور خروج کرنے میں کسی طرح یعنی

نہیں قرار دیے جاسکتے، ان کو صاف نظر آ رہا تھا کہ اس حالت میں مفسد کا قلع قمع ہو جائے گا اور غل بہت کم ہوگا۔ اپنی ظفر مندی کے لیے یقین تھے۔

پھر آپ اس کو بھی پس انداز فرمائیں کہ اہل تاریخ کہتے ہیں کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ اہل کوفہ نے ہند کیا ہے اور مسلم و عقیل و جہا اللہ تعالیٰ شہید کر دیے گئے۔ اور یزید کی فوج یہاں آپ پہنچی ہے تو یہ کہلا چکا کہیں کوفہ نہیں جاتا اور نہ تم سے لڑنا چاہتا ہوں، جھکو کر منظر واپس جانے دو، دشمن اس پر راضی نہ ہوا اور اصرار کیا کہ اس کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر کو منظر واپس نہیں جانے دیتے تو جھکو چھوڑ دو کہیں دوسری طرف چلا جاؤں گا، وہ اس پر راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا جھکو یزید کے پاس لے چو میں خود اس سے گھٹکو کر لوں گا۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور جنگ یا بیعت پر مصر رہا۔ یہ تاریخی واقعہ بتلاتا ہے کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح مجبور و مظلوم قتل کیے گئے ہیں، اگر اس کے بعد بھی شہادت میں کلام کیا جائے تو تعجب خیز نہیں تو کیا ہے، چنانچہ یہ بھی تصریح آپ کتب تاریخ میں پائیں گے کہ یزید کو جبکہ اس کی اطلاع ہوئی کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں امور کو پیش فرما رہے تھے، مگر اس کے عامل نے کسی کو قبول نہیں کیا تو بہت برہم ہوا اور سرزنش کی، واللہ اعلم۔

حاشیہ کتبہ نمبر ۱۱۷۹، الامم المشرکۃ، دالانہ بھی اپنی نگہ پر ملاحظہ فرمائیے، ایک زبردست تاریخی نکتہ ہے اور اتنا نادر و نایاب ہے کہ تھیں کی چند ضرورت نہیں جو اہل بیت علیہم السلام کے بعض اصولی مسائل کا نام لگتا ہے اس لیے اسکو صاف کرنا ضروری ہے، ان میں سے

(۱) تفسیر جو جس پر آیت سورہ آل عمران اَلَا اِنَّ سْتَقْفُوا مِنْهُمْ نِقْمًا سے استدلال کیا جاتا ہے، حالانکہ بقول تیسران القرآن آیت ہا میں خود صریح کے وقت اور کسی کے اظہار اور تلاوت کے احکام کو کہ ہے، اور تفسیر مناد

حضرت مولانا محمد تاج صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں غور فرمائیں، مجھ کو قوی امید ہے کہ آپ کے جد شہادت کا ازالہ ہو جائے گا، اور فرید تفصیل کے لیے اگر خواہش ہو تو قاسم العلوم کا یہ نمبر لنگا کر دیکھ لیں۔ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے متعلق بھی جناب نے غور نہیں فرمایا۔ غرض یہ بھی کہ غلط فہمی اور خطا اجتہادی سے انبیاء عظیم السلام بھی باوجود معصومیت از ذنوب معصوم نہیں ہیں اور ان سے بھی اس غلط فہمی سے بڑے سے بڑا اثر سرزد ہو سکتا ہے اور اس پر مواخذہ نہیں ہوتا، حالانکہ حسب قاعدہ حسنت الابراہیمیات للمقربین ان سے چھوٹے چھوٹے اعمال پر بھی مواخذہ ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام پر مواخذہ ایسے کے متعلق دعا کرنے پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خونِ شمشاد کذبات کے متعلق ظاہری ہونا وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

(بقیہ ماضیہ میں ۲۸۸) میں کفر کا اظہار اور ایمان کا اظہار ہوتا ہے۔

آیت لکراہ پڑھ کر جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

اول لکراہ صرف دینِ ضرر کے خوف سے پروردگاریہ ذکر و علیہ منفعت کے لیے ہے۔

دوسرے لکراہ میں اس عذر کا شدید اور خوف کا قوی ہونا ضروری ہے اور تقیہ میں ضرر کا خیف اور خوف کا وہ دم میں ہونا کافی ہے۔

علی بن عیسیٰ اور علی امی کثرتِ انہ من معرفۃ اللہ میں امام رضا سے روایت کرتے ہیں لایمان من لا تقیۃ لا، اسی طرح ابو جعفر طوسی جانتے لایمان میں روایت لایسے قال لہ علی سلم، لکن تقیۃ کتارک معلوۃ۔ کثر لایمان سعدا اور کلینی میں تو تقیۃ کو حرام تک لکھا ہے، بہر کیف کتب الیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں ایمان نہیں جو تقیۃ کرتا ہے، لکن تقیۃ کا چھوڑنے والا نماز کے چھوڑنے والے کی طرح ہے۔ سناؤ اللہ

(۲) احوال ایسے ہیں، ایک چیز سنا لیا ہے، تقریب علماء ابن حزم کے الفاظ میں یہ ہے (الاشہار)

حضرت موسیٰ علیہ السلام قتلِ نبطی پر تو غاضب ہیں مگر حضرت ارون علیہ السلام رمی الوراخ کے متعلق حوت کا تذکرہ تک بھی نہیں فرماتے۔ جبکہ ان حضرت کی خطا اجتہادی کا یہ حال ہے کہ سرزد بھی ہوتی ہے اور سواخذہ بھی نہیں جوتا تو غیر معصوم سے سرزد ہونا کیوں ممنوع ہوگا۔ اور اس پر گرفت کیوں ہوگی۔ بلکہ حسب ارشادِ اجماع "اذا اخطأ فله اجر و اذا اعتاد، جران" مکن ہے کہ اس کو اجر ملے۔ حضرت سعادہ رضی اللہ عنہ غیر معصوم ہیں اگر ان سے دوبارہ استحقاقِ خلافت اور شہودِ خلافتِ نبطی اجتہادی ہو جائے اور وہ یزید کو مستحقِ خلافت سمجھ کر افر و فرادب یہ کہ خلافت میں قرینیت، اسلام، حریت، بلوغ اور حسن تدابیر انتظام ہی کو شرط سمجھیں، بقولِ اور دیانت ضروری قرار نہ دیں تو کیا اس پر گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

وہ حسن نیت کا سوال تو جبکہ ہم کو عام مرئین کیساتھ حسن ظن کا حکم ہے تو ایک مجال میں کے لیے عذرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمہ بھی موجود ہیں، کیونکہ عمل میں لایا جائے۔ اگر آپ سن لم یرحم صغیرنا پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں تو دوسرا کہہ سکتا ہے کہ لم یوقر کبیرنا کا خطاب بھی تو موجود ہے۔ بہر حال فکر و غور سے املا و عرضہ میں کام لیجئے۔ جلد ہی مست فرمائیے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفر لا

(نقبہ ما غیر لا) (والبغداد ہوا کہ تنقل عن المدس بہ ماسر حالات کا بعد ماسابق) یعنی جس پر حکم و اس کی عادت کیوجہ سے رکہے ظم سابق کی بنا پر پلٹ جانا بلا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس نے اپنی کتاب تاریخ المسلمون میں نسخ اور بار کے فرق پر بحث فرمائی جو طول کے خیال سے پہلے کی ترمیم پر لکھا کہ ہے میں، ارشادِ جبار و اما اللہاء صون ترث ما عہ علیہا مسدوم پر کہ جس چیز کا ارادہ کیا، اسکو چھوڑ دینا، گویا سوزد باشد قدر تالی بھی و ہم اسطی میں پڑ گیا پڑتا ہے۔

(۳) اب کا تیسرا بنیادی مسئلہ بیان، ترجمہ کا ہے۔ یعنی حضرت علیؑ اڑوں کے پر سے جس جے ہوئے یہا

چنانچہ وہ دشمنان سے بھاری سگے نہ ہم ان کی اولاد کے ساتھ شروع کر رہے گے (تسریں سلم) السلامی

مکتوب نمبر ۹۰

جواب صفت نامہ ارسال ہے، ملاحظہ فرمائیں اور اعتماد شدتنائی پر رکھیں، ہندہ کا فریضہ صرف حمد و حمد اور عمل ہے، شہرت ہی ان کو ان جناب باری غرامہ ہے، تلوک نکالنے میں الاصبغین ہیں وہ ہمارے ساتھ روانہ و رحیم ہے، نہ گھبرانا چاہیے نہ ایس ہونا چاہیے اور نہ مطمئن علی غیر اللہ ہونا چاہیے۔ اور اس کی رضا جوئی ہمیشہ مطمح نظر رہنا چاہیے۔

ہوَالَّذِي يُتَعَلِّمُ الْقُرْآنَ مِنَ الْبُعْدِ
مَا تَنْظُرُونَ وَيَشْفِي رُجُمَهُ وَهُوَ الْغَدِيُّ
الْحَمِيدُ - (المشوری)

وہی ہے جو اتارنا ہے سینہ احساس کے کو اس نور
اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے کام ناز
سب طرفوں کے حق

آپ دونوں کے ساتھ سی آئی ڈی اور سرخ پگڑی کا ہونا پریشانی اور اضطراب کا موجب نہ ہونا چاہیے، اور ان آیات میں غور کرنا چاہیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُلُوا
مِمَّا كَسَبْتُمْ قَابِلِينَ مَا كُنْتُمْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ
وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ
عَنْ نَفْسِكُمْ ذَلِكَ مَا لَكُمْ لِيَتَّبِعْتُمْ
ظَنًّا وَلَا تَتَّبِعُوا ظَنًّا وَلَا تَتَّبِعُوا
ظَنًّا وَلَا تَتَّبِعُوا ظَنًّا وَلَا تَتَّبِعُوا ظَنًّا

مے ایمان داروں نے جو اللہ سے اور جو ساتھ سچوں
کے۔ نہ چاہیے مدینہ والوں کو اور ان کے گرد و گونا
گروں کو کہ چھوڑ جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہر کوئی
جان کو چاہیں، نبیہ رسول کی جان سے یہ اس واسطے کہ جو
کرنے والے نہیں پہنچتی ان کو پاس اور نہ سخت اور
بہوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں سے
خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کرنی خبر

شہداء والا نامہ ہونا امجدی اور شیخ مولیٰ محمد صاحب جوہر کے نام ہے۔

وَلَا يَأْتِيكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ إِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِعُ
أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا يُضِقُّونَ نَفْسَهُمْ ضِعْفًا
وَلَا كَثِيرًا وَلَا يَفْطَنُونَ وَادِيًّا إِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ يَوْمَئِذٍ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیکی
عمل۔ نیک اللہ نہیں جانے کرتا حق نیکی کو خیر لکھتا
اور مزید کرتے ہیں کوئی خراب چھوٹا اور نہ بڑا
اور نہ بڑے کرتے ہیں کوئی میدان، مگر لکھا جاتا ہے ان کے
واسطے ان کے بدلے انکو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے

آیات مذکورہ بالا میں ظلم، نصب، محضہ، موطن، میلہ، نفقتہ، وادی یا یہ تمام الفاظ
نکرہ فی سیاق النبی ذکر کے گئے ہیں جن کا مفاہیم و عموم استغراق ہے، ان امور میں سے کوئی بھی
درجہ چھوٹے سے چھوٹا، بڑے سے بڑا یا متوسط پایا جائے تو انہما سے مذکورہ کا استحقاق ہونا
یقینی ہے، آپ حضرات کی یہ کوششاں غلطہ اعداد اللہ معمولی درجہ پر نہیں کر رہی ہیں، بلکہ ان کے
دلوں میں گھاؤ اور گری گھاؤ ڈال رہی ہیں، پھر کیوں پریشانی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں

من اعان غازی فقد غزی
من خلف غازی یا من اهل غنجد
جس نے مدد دی جہاد کرنے والے کی تو اس نے
جس جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب پایا، اور جو کوئی ناز
کے اہل کا قائم مقام ہو گا اس نے جہاد کیا۔

اس صحیح حدیث کی بموجب آپ حضرات مفت میں غازی فی سبیل اللہ بن رہے ہیں۔
افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر الحدیث۔ کیا آپ کے ذہن سے اتر گیا ہے
بہر حال خوش رہیے، شکر کیجئے، ائمہ ان اور تدبیر سے کام کیجئے۔ دشمن اگر قوی بہت گنہگار قوی
تو راست۔ ہرگز ہر اسان نہ ہو جیسے ومن یتوکل علی اللہ فهو حسیبہ
شیخ سرسج الدین صاحب کی تشریف آوری، درصحت سے خوشی ہوئی، ان کی خدمت

میں بہت بہت سلام عرض کر دیکئے۔ ہمارے بہت قدیم اور ممتاز محسن ہیں، اگر انہی میں موصوف نے بہت بڑے بڑے احسانات کیے ہیں۔ وہ کہیں بھی ان ہی کا رہیں منت ہے۔ جزا ہم اللہ دیا کم احسن الجزاء - والسلام

تنگ اسلاف حسین احمد فخر

مکتوب نمبر ۹۱

۱) ایصالِ ثواب کا جو طریقہ عوام میں رائج ہے غلط ہے، عوام سمجھتے ہیں کہ یہی طریقہ متین ہے اور رفتہ رفتہ اس میں بہت سی غیر مفید اور ناجائز باتیں داخل کر لی گئی ہیں جبکہ ایساں ثواب کے لیے ضروری بھی جانے لگی ہیں، مثلاً اس کو تبرک بھجنا اور خود کھانا بچوں کو کھلانا، احباب میں تقسیم کرنا، اغنیا کو کھلانا اور یہ اعتقاد کرنا کہ یہ کھانا اس بزرگ کا پس خوردہ ہے جس کے نام پر ایصال کیا گیا ہے۔ قرأتِ قرآن اور ناسخہ کو ضروری سمجھنا اور اسی طرح دیگر امور مثلاً جگہ کا لینا، خوشبو کا سلگانا، پڑھنے والے امام یا موزن یا مولوی کا حاضر ہونا اور پڑھنا، عوام کے اعتقاد میں یہ امور اگر ہوں تو ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھا جاتا، اور عموماً یہ چیزیں محض نام و نمود اور شہرت کی غرض سے ریاء و سمعہ کی جاتی ہیں یا لوگوں کے لعن طعن سے بچنے کی غرض ہوتی ہے، اخلاص ہونا ہی نہیں، علیٰ ہذا القیاس بسا اوقات

لحاظِ راجح ہر گان کو طریقہ ایصالِ ثواب کیا ہو کیا کھانا وغیرہ یا شرعی یا کوئی چیز ماننے، لکھنا اور اگر کسی چیز کو عود وغیرہ سلگانا، قرآن پڑھنا یا مسنون طریقہ ہے؟ اور اس کھانے میں سے اور اس شرعی چیز سے خود بطور تبرک استعمال کرنا اور احباب کو کھلانا اور کچھ عوادسا کہیں کو دینا کیا صحیح طریقہ شرعی ہے؟ کیا اس طریقہ کو سونا، شامہ، فصل، درخت

رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر چیزیں حاجی اداوار اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے لکھ فرمائی ہے؟

حلال مال ہی نہیں ہوتا، بالخصوص میٹ کے دھاگے کے بعد ان کے ترکہ میں سے جو کچھ کیا جاتا ہے عموماً ورثہ سے اجازت نہیں لی جاتی، بالخصوص جبکہ وارث بعض یا کل نائب یا نائب الخ ہوں مسکینوں یا فقیروں کو یہ مال دیا ہی نہیں جاتا اور اگر دیا جاتا ہے تو بہت کم اور ادنیٰ قسم کا، عمدہ کھانا اور کٹر حصہ غنیمت اور اہل خانہ ہی کھاتے ہیں، حالانکہ ان کے کھانے میں کسی ثواب کی امید ہی نہیں ہے۔

حضرت قطب عالم مجددِ زمان سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ملفوظات میں فرماتے ہیں

وآدابیکہ بحضور طعام فاتحہ دربار بجائی آرد
 پس ایں ہم تبرع خیالات فاسدہ خود درست
 چر فاتحہ بسبب آن طعام بجائے صاحب فاتحہ
 نشدہ پس چرا آدیکہ در استخوان آن نسبت
 صاحب فاتحہ ہم گفتگو بود محل باید آرد۔
 ملک دے نگویدہ چرا اگر ملک درست
 میں چرا فاتحہ کندگان دخل در مال میکنند چون
 خواہش خود می خورد می خوانند بلکه ان را
 بود تا آن صاحب فاتحہ زمانہ نیاز حضرت
 سیدہ امنا، زنی، شد فہما ما بسادات وہند و
 یاز حضرت نفوت، لا عظم رحمۃ اللہ علیہ! ولاد
 انبار ایشان حواد مایہ دخل بذا لعیاس
 دیگر ای آداب گمان ملول ریح صاحب فاتحہ

جو طریقہ کہ فاتحہ کے کھانے پر مجلسوں میں پڑتا ہے
 یہ بھی اپنے خیالات فاسدہ کی پیروی ہے، کیونکہ
 فاتحہ اس کھانے کے باعث جس کا فاتحہ کیا جاتا ہے
 اس کیلئے نہیں ہوتا، پس یہ آداب کیوں بجلائے
 مانے ہیں جبکہ فاتحہ کے معنی ہونے میں کلام ہے۔
 اور وہ کھانا اسکی ملکیت نہیں ہے کیونکہ اگر اہل ملکیت
 ہے تو پھر فاتحہ کرنے والے اس کے اندر کیوں دخل دیتے
 ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق خود کھاتے اور کھاتے
 ہیں، بلکہ صاحب فاتحہ کے دائرہ کو پہنچاتے ہیں
 اور حضرت فاتحہ کی نیار کے کھانے کو رسالت کو دیتے
 ہیں، وہ اسی طرح نیاز شیخ عبد القادر جیلانی کو
 انکا اولاد کو دیا کرتے ہیں، یہی بات تو میں کہنا چاہتا
 اور اگر یہ آداب صاحب فاتحہ کے کھانے کے معنی

وہاں طعام بالمس سے است آں طعام را
 یا بسبب آنکہ تناول کردہ پس خوردہ او شد
 این نظریں فاسدہ ایشان است کہ ہرگز
 معلوم دیشان نیست و اگر با مضمون دانند
 چیز سے اداں معلوم شوو پس حد کہ در آداب
 طعام ازان تجاوز نہ کردہ پس حاصل از آداب
 آں طعام نیست مگر حصول شائبہ کفر
 بنو و کراہیا، خوب و غلات و اجناس طعمہ
 را پرستش می کنند (صراحتیقیم ص ۵۰ تا ۵۱)

یہ اس کے چھونے کے خیال کو چوتے ہیں کہ یہ کھانا کجا
 کھایا ہوا اور اچھا خوش ہے، تو یہ خیالات باطل
 اور لغز ہیں جو ان لوگوں کو قطعاً معلوم نہیں ہیں
 اگر ان لیا جائے کہ کچھ معلوم ہے۔ پس جو تعریف
 کہ آداب طعام کے لیے ضروری ہے وہ کھانا
 اس کھانے کے آداب کا حاصل اس کے سوا
 کچھ نہیں ہے کہ ہذا اہل کے طریقہ کی مشابہت ہوتی
 ہے جو کبھی کبھی دانہ اور غلہ اور کھانے کی چیزوں
 کو سائے رکھ کر پرستش کرتے ہیں۔

چونکہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی ادا اللہ صاحب قدس سرہ العزیز
 کے دادا پیر ہیں، اس لیے ان کی تحریر پیش کر رہا ہوں، خود حضرت حاجی ادا اللہ صاحب رحمۃ
 فیصلہ ہیئت مسئلہ میں صفحہ ۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”اور مشرب کثیر کا اس مسئلہ میں (ناختم) ہے کہ فقیر باسد اس ہیئت کا میں جو گرنے والوں
 پر اسکار نہیں کرتا؟“

اور صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں

”خلاصہ یہ ہے کہ نفس از اہمال ثواب روح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص
 دینیوں کو موقوف علیہ ثواب کے سمجھے یا وجہ فرض اخلاقیہ کے یہ ممنوع ہے اگر یہ عقائد نہیں بلکہ
 کون نصلحت بہت تقید ہیئت کذا یہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔
 ہیئت میں یہ عادت تھی کہ تہلک کھانا پکا کر سکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی

نیت کر لی۔ مٹا خیرین میں کسی خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے، مگر موافقت قلب و لسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے، اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کلمے کا ثواب نکال ٹھنٹھن کو پہنچ جائے تو بہتر ہے انہی خلاصہ یہ کہ جب تک یہ قیود اور تخصیصات لازم نہیں بلکہ کلی تحقق کے شخصیات تھیں جب تک کسی کو کلام نہ تھا، مگر جبکہ عوام کے اعمال و اقوال سے حکم امت نے اندازہ کر لیا کہ یہ قیود ضروری سمجھی جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ مغلظات کو مشتمل ہو گئی ہیں ان کو منع فرمانے لگے، کیونکہ تخصیص مطلق اور تقصید ناجائز ہو گئی ہے، جس کو حضرت رحمۃ اللہ خود فرما رہے ہیں کہ ناجائز ہے، اسی کو صراط مستقیم میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

صفحہ ۵۶ کے آخر میں ہے۔

کلمے کے مستحق ہر بھوکے اور محتاج ہیں۔ اس پر ہر گناہ
 آدمی غیر پرہیزگار سے بشر ہے۔ پس صحت اور کھانسی
 جو بھوکے لوگوں نے ایجاد کر رکھے ہیں وہ خیالات
 کے انہی شے سے حقیقات سے کج سولہ اور ایک حقیقت
 پر پہنچ گئی ہے جس کا عالم بے لگت تربیت و ارشاد کے
 ادوات میں کلیت کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں اور
 کھلم کھلا بیان کرنے کو اس رسوم کے مقابلہ کے وقت
 غیر مفید سمجھ کر خاموش رہتے ہیں کی خاموشی کے نزدیک
 میں نہیں، انا پابیت بلکہ سکے شانے کی لگن ہی کر لی جاتی ہے
 کیونکہ یہ قیود آہستہ آہستہ ہوائی ہوتے اور جاہلوں کو

مصرف طعام ہرگز نہ دیتی ہے
 اور ہر پرہیزگار بہتر اور پرہیزگار سے نہیں صحت
 و توشا کے ساتھ پروا ختم پیمانہ است و تبتلا
 انگار و یہ حقیقت نہایت دور ازنی پیدا شدہ و کانکا
 نزدگان حال آزار و اوقات تربیت و ارشاد
 و زمین کلیات بیان فرمائند و تخصیص و بجاہر
 و بین وقت مقابہ میں رسوم غیر مفید الحاشیہ
 خاموشی شو نہ از خاموشی آنا فریب خورد
 نہ محوئی کسی بید کر و چہ اس قیود شدہ شدہ
 بجاہر انجا سید و آن قیود ضرورتاً قیود

شرعیہ روایان جہلاً تواریفہ کہ الترام آراجزہ اسلام
و ایمان کی نیندازند و تاکہ سعی را در جرم اسما
ان خار سراج از ایمان می ستسمارند۔

چون الترام رسوم بایں حد رسد بالکل تقاب
مطلوب و عکس مقصود گردیدہ و واجب الترتک
کی گردید و بنا بر تیز منن از فرائض تاکید کرد
حدیث می شود و اگر درہ دریں محل بکار دید بود
در واقع ذر و نیاز بایں حد رسیدہ کہ از ذر طعام
و غیرہ گذشتہ جا نما سے جانوران کی نیاز می کنند
در ذبح آن خوشنودی غیر خدا جل شانہ تصدق
مطابق حدیث شریف کہ لیس اللہ ذمہ لیسو اللہ
مدحین شونہ و بقول اکثر علی ابی لنت بیعت کفر
است پس امر سے کہ کفر شدہ کن و عبادت پیدا
بکہ ام مرتبہ زمینی از بونی خواہ بود

و حقیقت آن است کہ یک نیک و نذر و نیاز
از کتاب ماسمی و کفری کنند ایشان را ایصال شرا
منقول نیست بلکہ شرک کی کنند وی دانند کہ این کار
بر اسے بزرگان کی گنہ منی عبادت خدا ہرگز نہ
شان نمی باشد و لیکن اب گہر کہ در تو شوا و نیاز شدہ

قیود شرعیہ سے زیادہ مزیدی جو جاتے ہیں جو کجی انا ایما
تہ اسلام کا ایک جز سمجھتے ہیں اور جو اسکا تارک کرے اور شراہ
اسکو اسلام کا رھ دینے والا اور ایمان کو مارتا سمجھتے ہیں۔

جب انسان رسوات کا الترام آتا ضروری ہو کہ بزرگی
مفسد کے برعکس اور مطلب جاتا رہا ایسے اسکا حضور دینا
واجب ہو گیا، لہذا احادیث میں سنتوں کو فریض کو متا
کرنے میں تاکید کی ہے اس جگہ کام میں آنا واجب ہے اور جو نہ
و نیاز کی رہیں اس حد کو پہنچ گئی ہیں کہ کھانے وغیرہ کی ذر
سے گذر کر جانوروں کو نیاز کرتے اور اس کے ذبح کر کے میں
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا ارادہ کرتے مصداق حدیث
کہ لعنت ہے اللہ کی اس پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا
معاون ہو جاتا ہے، چنانچہ اکثر اہل علم کے نزدیک لعنت
پر وہ کفر کہ ہے، پس جو چیز کہ کفر پر گئی اس کو عبادت
سمجھنا کس درجہ برا اور خراب ہو گا۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ذر و نیاز میں گناہ اور کفر
کے ترکیب ہوتے ہیں ان لوگوں کو شراب پہنچانا منکر ہے
بلکہ یہ حضرات شرک کرتے ہیں اور جاتے ہیں کہ یہ کام
بزرگوں کے دستے ہم کر رہے ہیں اللہ کی عبادت کے
سنی ہرگز ان کے جنوں میں نہیں ہوتا۔ اس پر دلیل

بزرگان مہمان کثیرہ صرف کردہ آتہ اگر اس کے
 پرند کر گا ہے برائے خدا ہم چیز سے دادہ خواہ
 گفت کہ با جملہ خدا را و آنا ریضے در مرتبہ ساری
 تقرب در رضا جوئی کی نمند بیان مال ہمیں معنی
 اہست و میت الہامی من یتقینا من ذوق اللہ
 انشاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ بحسب اللہ و الذین انشا
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ

(لقرہ)

دینے ترجیحی دہندہ دینے ہی بارگاہی
 بہادت خود با استقلال دانستہ از استوار دعا
 بجناب حضرت ہی عمل شانہ بے نیاز می شوند
 پس چارہ کار طالب حق و صواب بیع و عیناً
 حداد رسول درین جزو زبان آن است کہ
 برودح ہر شخصے کہ ایصال تو بہ منظور باشد
 بلا قید وضع و جنس طعام و تنہ و دان، ہی ہر
 چیز کیہ افغ و شہر در حق فقر و محتاجین آن
 وقت باشد و بعضائی نیست دن تر بود و شہر
 نماید و از طرف آن شخص نیت کردہ عمل آن زود اگر دعا
 ہم کند بہتر است و تمام نیر دور سوم یک تم دور کند

یہ کہ جو شخص و شہر و ہند گوں کی نیازوں میں
 در پیر تریج کی اگر اس سے پوچھا جائے کہ کبھی خدا
 کیلئے بھی کچھ دیا ہے کہ گامیں، اس صورت میں خدا کو
 اور ان بزرگوں کو قربت اور رضا جوئی میں برابر تہ
 پر دیکھتے ہیں بلکہ مناسب حال یہ آیت ہے اور بعضے کو
 وہ ہیں جو بتاتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو۔ انکی محنت
 ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی اور ایمان و ایون
 کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی۔

اور بعض لوگ تو ان کی توجیج دیتے ہیں اور بعض تو اپنی
 عاجزی کا مستفاد چوڑا کر شوہا کو کجکند سے دعا اور
 کہنے میں بے نیاز ہو جاتے ہیں مذاقی اور جس کے طلبگاہ
 اور خواہوں کی رضا جوئی کے پیر دیکھیے اسکے سوا چارہ
 نہیں کہ جس شخص کی روح کو خواب پہنچا منظور ہو بلا قید
 ہی اور خاص ہیئت، اتمام کما اور کھانے والوں کے
 جو چیز فقیر ہی تو جوں کے حق میں بہتر اور زیادہ نفع پہنچا
 دلی ہو غلوں ہی سے مرہ کرے اور اس شخص
 کی طرف سے نیت کہے کہ کہے، اگر دعا کی کہے بہتر
 اور تمام قبول و در سوم کو یک نخت
 دور کر دے۔

و نہ پیدا نہ کر نفع رسا یہ باہیات
 باطعام و ناکھ خودی خوب نیت چو این
 سے بہتر و افضل، غرض آنست کہ عقیدہ
 برکم نباید شد بے تعین تاریخ در روز و جنس
 و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر
 جزیل بود و عمل آرد ہر گاہ ایصال نفع
 بعیت منظور دارد و موقوف بر اطعام
 نگذارد۔ اگر میم باشد بہتر است و الا صرف
 ثواب سورہ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب است
 در تعین تاریخ و روز و قسم و در بخش طعام غنیق
 پیش می آید، معنادار ہتمام آن موجب
 امتناع است، و قاتل می گردد و دیگر کار ہے
 اہم معطل می اند۔ بگاہ و بیگاہ و آشناسد
 نا آشنا ہر روز و تاریخ منتظر و تم قہ می اند
 و اقربا را ہم می آید و انسان را خواہ نخواستہ
 کردن دشواری بود ہر انجام آن ضروری وقت

اور یہ گمان نہ کرے کہ مردوں کو نفع پہنچانکا نادر
 تا تو خوانی کے ساتھ اچھا نہیں ہے، بلکہ غرض یہ ہے کہ
 رکن کا پابند بنے اور بے تعین تاریخ و دن و جنس
 و اقسام کھانا ہر وقت اور جس قدر بھی ثواب
 کا باعث ہو عمل کرتا رہے۔ اور جب کسی
 مردہ کو نفع رسائی منظور ہو صرف کھانا ہی پر
 موقوف نہ رکھے، اگر باسانی ہو جائے بہتر ہے
 نہیں تو سورہ فاتحہ اور قل ہوا اللہ احد بہتر
 ایصال ثواب ہے، نیز تاریخ اور دن وغیرہ
 کے تعین میں دشواری پیش آیا کرتی ہے اور
 اس کا اہتمام وغیرہ کرنا تفسیح اوقات کا باعث
 ہوتا ہے اور بہت سے اہم کام چھوٹ جاتے ہیں۔
 اسی طرح اپنے اور بیگانے آشناء پر نئے تاریخ
 وغیرہ پر منتظر رہتے اور اقربا بھی اکٹھا ہوجاتے ہیں
 اسان کو خواہ مجاہد دشوار ہوتا ہے
 بوزا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ العزیز گنج مراد آبادی سے اس طریقہ کی پسنندگی

کو نقل کرنا چاہتا ہے، واللہ صاحب رحمہ و تہمتانہ روزانہ کی خدمت میں رہے تھے، جو کہ
 تقریباً سات آٹھ برس ازاں ہوتی ہے، ان سے بارہا میں نے سنا ہے کہ وہاں اس طریقہ

سے فائز خونی ہوتی ہے، بلکہ ریجی فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے میرے سامنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فائز کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ میاں سم توجیب کی نادر زمانہ ہمارے یہاں تیار ہو جا آئے تو اس کو کسی بزرگ کے بیٹے فائز سے لیتے ہیں (ادو کما قال) بہر حال کوئی عقیدہ وہاں نہ تھا اور ہوتا کیوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ محمد علی صاحب احدث دہلوی کے خاص شاگرد تھے، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اربعین میں فرمودہ رسوم پر انکار فرمایا ہے۔ والد صاحب مرحوم اپنے پیر و مرشد میں فنا تھے، اگر وہاں کا طریقہ پسندیدہ ہوتا تو ضرور عمل میں لاتے، میں نے مولانا محمد علی صاحب مرحوم ناظم مدوہ سابق اور خلیفہ حضرت گنج مراد آبادی کو دیکھا ہے، دینہ منورہ میں بھی اور مونگیر میں بھی بہت آمد و رفت ان کی خدمت میں رہی اور بہت زیادہ غلط و غلط کے ساتھ رہا، موصوفت مست غایت رہتے تھے، مگر میں نے کبھی ان کے ہاں یہ طریقے فائز وغیرہ کے نہیں دیکھے۔ ہاں ختم خواجگان وغیرہ اعمال تصوف ہوتے ہیں۔ دعوات صاحب سے فراموش نہ فرمائیں

والسلام
نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۹۲

(۱) ہاہیل کے متعلق بعض کتابوں میں تصریح نکل آئی کہ وہ حلال طہور میں سے ہے اور ناعدہ کلیہ غیر ذی ثمن بن الطہور کا بھی اس کا تعلق ہے، اس لیے اسکی برٹ ظاہر ہوگی۔
(۲) جو کتاب اقوال بزرگان کی کچھی ہے نہایت بہترین کتاب ہے، مگر اسوس کہ اسکی تفصیح نہیں کی گئی، کتابساک کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں کہیں کہیں صحیح ہے، مگر شاذ ہے۔ ابھی دیکھ رہا ہوں پھر واپس کر دوں گا۔

(۳) شیعوں کے مشفق پوری معارفات تو مولانا عبدالشکور صاحب کو ہیں، ان سے دریافت کرنا چاہیے۔ مگر میرے خیال میں ان کے وضعیہ کا بقیہ اپنی پاک ہے۔

(۴) علی ہذا القیاس اگر وہ سنی کی جانناز پر نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔
(۵) نہایت شہرت کو پہنچ چکا ہے کہ شیعوں اگر کسی سنی کو کھانا پانی دیتے ہیں تو اس میں نجی سہت ضرور ملا دیتے ہیں، اگر کوئی موقعہ نہیں ملتا تو تھوک ضرور دیتے ہیں اس لیے۔
حقی الوریح اس سے احتراز چاہیے۔

(۶) ثواب برائے خدا کے حصول کے لئے نہیں فی نفسہ تو کوئی قباحت نہیں ہے، مگر چونکہ جہاں اس کو نہ ہی جز شمار کرتے ہیں اور وہ بالکل غلط ہے تو اگر کوئی مقتدی ایسا ہو کر اس کے رد کرنے سے عوام کی اصلاح ہوگی تو اس کو رد ہی کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔
(۷) گیارہویں شریفین کے کھانے میں اگر کھانے میں سب میں نیت ایصال ثواب کی لگنی تو غیر محتاج کو زلینا چاہیے، اور اگر نیت ہے کہ اس میں سے ایک حصہ ایصال ثواب کے لیے ہے یا قماندہ اہل خانہ اور احباب کے لیے ہے تو کھانا غیر فقیر کو بھی جائز ہوگا۔ وہ حصہ جو آپ کو دیا گیا ہے وہ ایصال ثواب ہی کا ہے تو آپ کو لینا اور کھانا درست نہیں، اور اگر اہل خانہ و احباب کا ہے تو جائز ہے۔

۱۔ کئی شیعہ مذہب رکھنے والے نے دعویٰ کیا کہ لوگوں میں اس کے ذکر کرنے کے بعد پانی پکڑا تو وہ پانی طہر ہے یا نہیں؟
۲۔ کئی سنی کی جانناز پر کسی شیعوں نے نماز پڑھی اس سے کوئی حرج تو نہ ہوگا؟
۳۔ شیعوں کے یہاں کھانا چاہیے یا نہیں؟

گھ گیاہوں غمغین کے لئے دینا کا کھانا چاہیے یا نہیں، یہاں اگر شہر ہے یا کول کے شاگرد جن کے یہاں مذہب نیاز ہوتا ہے، اور پھر یہ کھانا وغیرہ بھیجتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ (حمیدی)

(۹) صاحبزادہ پر عمل نظر کیا گیا، نہیں، کوئی تجربہ ظاہر ہوا یا نہیں اسیدھی کر آپ بھی وہی وہی ہوں صاحبوں کے ساتھ ہوں گے تو زیارت ہو جائے گی، مگر محرومی ہی رہی اخیر فنا واقعہ دعوات صاحب سے فراموش نہ فرمائیں اور ذکر میں غفلت نہ کیجئے۔ والسلام
نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۹۳

اکھ شہ دیہاتی اور عام مسلمانوں کی جماعت اور مذہبی اداؤں کی کماؤں کو ظلم ہو گیا، افسوس ہے کہ مسلمان عموماً اور علماء خصوصاً اس سے بے خبر ہیں اور دشمنان اسلام اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور عوام کو گمراہ اور تہمت بناتے ہیں، یہی صورت سینٹوں اور جموں کے لیے طوفان خیر کا پورا عمل میں لاتے ہیں، مگر مسلم عوام کا ذرا بھی خیال نہیں ہے، ان کی دیانت اور اسلام تو کیا دیکھتے ان کی غربت اور انلاکس، ان کی جماعت، ان کی بیکاری اور پسماندگی وغیرہ کی طرف بھی بالکل توجہ نہیں کرتے۔

علماء دین اول تو نہایت کم ہیں سچی ملامت، بڑی بڑی ملازمتوں اور وچاہت آمدنی وغیرہ کی فکر میں سرگرداں ہیں، پیشہ و پران نظام کا کام سہرت ٹیکس وصول کر لینا ہے، مرد و جنت میں جا یا دوزخ میں، ہم کو اپنے حلوے نامہ سے فرعون ہے، یہ ان کی حسب حال ہے، آپ حضرات علم دین پڑھ کر پیٹھ و لوی، سکندریہ لوی وغیرہ کا عہدہ حاصل کر کے پیٹ کے پتھر میں ایسے جلا ہوئے ہیں کہ ان غریب و اسلام کی ادنیٰ درجہ کی بھی اصلاح نہیں کرتے، اگر تہذیب اور اتوار وغیرہ کو باقاعدہ نظام کے تحت دیہات کا دورہ اور غریب اسلام کی خبر گیری کا ذمہ اٹھانے اور پلے پتھر تو کیا اس سے عہدہ تاج نہیں نکل سکتے تھے، بہر حال محکوم جید خوشی ہدیٰ کر اس مرتبہ آپ کو

اس زبوں حالی کا احساس ہوا، اگر اور بھی آپ کو تجربے ہوئے تو اس سے بھی حالت گری ہوئی معلوم ہوگی، میرے محترم! بہت زیادہ ابتدائی اور جدوجہد کی ضرورت ہے، عمل کا فیض بہت زیادہ ہے جس سے ہم میں سے اکثر افراد سخت غافل ہیں، سکیم بنائیے، اس پر غور کروں گا، مگر اس سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ بیخودانہ وار اس راہی میں قدم رکھیے اور جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ غار کے ساتھ گل بھی ہیں، غار ہی غار نہیں ہیں، گولوں میں آئندہ استفادہ اور اصلاح بھی ہوتی ہے اور مہر ہی بڑھنا بھی مل جاتا ہے، بہر حال مجھ کو اس سے بہت خوشی ہوئی، اور مجھے امید ہے کہ آپ اپنے ہم خیال اہل علم کی جماعت بنا کر ان کو بیدار کر کے اس علمی میدان میں کچھ کاروبار انجام دیں گے۔ شیخ دینی محمد صاحب کے اٹھوں سے خوشی ہوئی۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

دو اسلام سنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۹

جو ابیات مسئلہ شرعیہ

۱) عقد نکاح کے لیے مذہبِ حنفی میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں البتہ ثبوتِ عقد نکاح کے لیے عدالت شرط ہے، تحقیق نکاح نامقِ معلن بالفسق گواہ سے بھی ہو جاتا ہے۔

۲) شیعہ مسلمان ہے یا کافر۔ یہ مسئلہ قابلِ غور اور مختلف فیہ ہے، خود شیعہ بھی شیعوں کو کافر کہتے ہیں اور مسلمان نہیں مانتے، چنانچہ ان کے محمد نے ناکہ میں حسینہ خدیجہ کے متعلق بائبل کوڑا میں بکت کرتے ہوئے اس کا اعلان کیا تھا جس کی صورت میرے پاس ہے، مولانا عبدالحق صاحب

۳) عقد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے یا نہیں؟

۴) شیعہ مذہب کہنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

اور بہت سے علماء ان کے کافر ہونے کے قائل ہیں، بعض متوقف ہیں، بعضوں کا قول فیصل ہے کہ ان کے علماء کافر ہیں اور جہلانہ مسیح ہیں، یقیناً قرآن میں تحریرت کے منہ والے، اللہ تعالیٰ کے علم بالجبریات کا انکار کرنے والے، بد کے قائل ہونے والے کافر ہیں۔ علیٰ ذلک اقیل حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھنے والے وغیرہ وغیرہ۔

پھر آپ ہی فرمائیے کہ ایسی صورت میں ان کی شہادت سے نکاح کسی قول پر کیسے منقذ ہو سکتا ہے، ہاں یہ عقائد کفر و عوام میں غالباً نہ ہوں مگر ان کے علم میں ضرور پائے جاتے ہیں۔
 (۲) اگر علاوہ شعلی کے، اور دوسرے گورہ سنی موجود ہیں تو ضرور ہو گیا، گوہوں کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ کہا جائے کہ تم گواہ رہو۔ مجلس عقد میں حاضری اور انفاذ عقد کا سنا کافی، عورت کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ عقد نکاح ہو جائے گا، یہ بجاہ و قبول کے وقت جس میں عورت کا وکیل یا ولی موجود ہے گواہوں کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ حضولی کا عقد بھی صحیح ہوتا ہے۔

(۳) کاہن نامہ میں تفویض طلاق اگر شوہر کی طرف سے کر دیا جائے گی تو یقیناً صحیح ہوگی۔ اور عورت کو اختیار ہوگا کہ حسب شرعاً وہ اپنے اوپر طلاق واقع کرنے اور تفویض طلاق کی صورت

میں عقد نکاح میں علاوہ رضی گواہوں کے ایک شہید بھی گواہ ہو تو ایسی صورت میں عقد نکاح صحیح ہو گیا ہے؟

لے کاہن نامہ میں اگر تفویض طلاق شوہر کی جانب سے ہو تو صحیح ہے یا نہیں؟ (حیدر)

لے تفویض طلاق یعنی عورت کو طلاق سپرد کر دینا، تاکہ کسی شخص نے اپنی عورت لے کر اپنی شوہر سے یا نیت طلاق سے کہا، اگر بیک، اختیار کا دانہ ہے، کو اختیار کرنے، زور کو اختیار ہوگا، جس مجلس میں اسکو طلاق دے لے، اگر مجلس طہری ہوئے اور اگر مجلس زہری ہوئی، جو کام کر رہی تھی، اسکو پھر ٹرکے دوسرا کام شروع کیا، جس شخص نے جو پائیگی اور خیار طہری ہوگا، اگر بیک، اتفاق اور اجامی، ذرا باقی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ (اصلاح)

کرتب فقہ میں دیکھ لی جائیں۔

۱۱) اصل خطبوں میں کھڑے ہو کر ہی پڑھنا ہے، اگر بیٹھ کر بھی جائز ہے۔ مندرستان میں عام طور پر اب بھی رواج ہے، عرب میں بھی اب یہی رواج ہو گیا ہے۔

امتحان کے اختتام پر اسکول میں تقبیل ہو جائے گی، نہ لانا آپ وطن، لوف تشریف لیجائیے۔ اس کے متعلق تفصیلات سے مطلع فرمائیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مضمون پر کیا رائے قائم کی، قائم عظیم کے متعلق کئی پرچون میں مینہ کا ڈیڑھ روٹی اور دوسرے اخبار چوکھے لکھ رہی ہیں اس کا کیا اثر آپ نے اور اہل شہر نے لیا۔ ر. ل. س. م.

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۹۵

- (۱) گھر کے خنایں لکھا تھا کہ پر خورہ اور شدہ طاعون میں مبتلا ہو گیا ہے، علاج کیا جا رہا ہے، اب مسموم نہیں کہ اس کا کیا حال ہے، اگر کوئی خنایں گھر کا ہو تو خیر ورنہ آپ ایک جو بی تاہ نام محمد بشیر صاحب المدنی پورہ، ڈیڑھ روٹی میں کہہ کر اللہ کی رحمت سے مطلع فرمائیں۔ یہ کارہ روز شنبہ و یا جائیگا، اور میں انشاء و قدر چار شعبہ یا چھینبہ کو قاعدہ صحیحوں گا و یا جب آپ مناسب سمجھیں۔
- (۲) خلیس اللہ جنگ کے مقدمہ کے متعلق کیا ہوا، کارہ ان سے مطلع فرمائیں۔

سے عقد خنایں کے وقت خنایں کھڑے ہو کر پڑھنا سنون سے یا بیٹھ کر؟

۱۱) حضرت سولانا، رطلار اللہ علی کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔

۱۲) خلیس اللہ جنگ۔ جناب نواب عبداللہ میں جنگ سابق ریڈر لاداقون، لارہ اور پورسی دشمن رنج اور نگہ

کے بڑے صاحبزادے ہیں اور میرے کلمہ زبیدی ہیں۔ یہ برطانوی فوج میں کپتان کے عہدہ پر امیر تھے، کسی نوزائش کے

(۳) دیہند کا خطا بند ہی راواذ فرمائیں۔

(۴) راواذ آباد کا خطا اگرچہ کھلا ہوا ہے، مگر بند کر کے راواذ فرمائیے

(بقیہ ماشیہ ص ۳۰۵) باعث سخت جرم کے ترک ہونے اور عزیز موصوف کو گلہ میں کیرتہ، شل سپرد کر دیا گیا، اختلاف اور ہائی کی کوئی صورت نہیں تھی، وہی اور ملا باہر سے ہر مشروں نے جا کر تقدیر میں بحث کی اور کافی سپردی کی، کوئی صورت اختلاف کی نظر نہیں آئی، سب امید ہو کر واپس آگئے اور سارا نازان برینان تھا، حضرت مولانا، بظلالی کی خدمت بارگت میں، بجا حجت دعا کیلئے درخواست کی گئی، مگر حضرت اقدس استخلاف کے لیے دعا فرمائیں، حضرت اقدس نے خود دعا کی اور مجھے بھی ایک عمل پڑھنے کے لیے لکھا، میں تورا، فیصلہ مقدمہ حضرت اقدس کے فرمانے کے مطابق رو د کر آیا، فیصلہ سے تین چار روز پیشتر میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع چٹیل میدان ہے، اس میں سو یا چوبیسوں اور بہت سے کیتھو اسی جھوسے جھوسے سرخ رنگ کے کتے بچھ کر چلا کر چاروں طرف سے آ رہے ہیں، ان کتوں میں ایک کالے رنگ کا بھی کتا تھا جو ان سب کتوں کو ہٹا کر لایا تھا اور بچھ کر لایا جاتا تھا، میں ان کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہا تھا اور کہیں پناہ لینے کی جگہ نہیں تھی، ان کے حملے سے بچنے کے لیے میرے ذہن میں فوراً یہ بات منجانب اللہ آئی کہ وہ بن کر سانس روک کر تھوڑی دیر سو رہوں، میں نے یہی تدبیر کی، سب کے سب کتے اترے اور مجھے سونگے سونگے کر ادھر ادھر جھگٹنے لگے تو وہ کالکتا پھر ان کتوں کو گھیر کر بچھ کر لایا، اور بچھ پڑا گئے، بڑھ کر اس کالے کتے نے پیچھے چلا گیا، میں نے اب دیکھا کہ بچھ کر لایا ہے فوراً اٹھ کر ہمت کر کے اس کالے کتے کے جھڑے کو دونوں اٹھوں سے پکڑ کر چھوڑ دیا، جیسے جیسے اس کے جھڑے کو چھوڑا ہوں وہ انسانی شکل اور فوجی لباس میں ہو جا رہا ہے، اس کی بہت شکل اور صورت انسان کی ہو گئی، اور وہ بچھنے کے کالے کتے کے گورا فوجی لباس میں ہے، میں نے اسی کو جان سے مار ڈالا، اب دیکھتا ہوں کہ بچھنے میدان کے ایک بند کھلے چھت پر ہوں، اور میں گھس رہا ہوں کہ بائیں اس لاش کو لیکر روں، دیکھتا ہوں کہ چھت کے پیچھے ایک صاف ستھری چوہی بچھ کر لایا، اور وہ بچھ کر لایا ہے، میں نے اس لاش کو چھت پر سے نیچے سڑک پر پھینک دیا،

(۵) اردوئی نفس کی کاپی بتو شاید آگنی ہوگی، کا جو صاحب اس کی دعوات کو زیر بحث لا کر چڑھ گیا

(۶) خواب صاحب اگر موجود ہوں سلام سنون کہہ دیجئے، نیز دیکھو، فقہین پر سن حال

سے سلام سنون کہہ دیں۔ والسلام

تنگ اسلاف حسین احمد

مکتوب نمبر ۹۶

امور مستفسرہ کا جواب

عید کی نماز کے بعد لٹنا اور معافتہ یا معاف نہ کرنا کوئی امر سنون نہیں ہے، لوگوں کی اعتراضات

اور بدعات میں سے ہے، احادیث میں جو اتنا تک معلوم ہے اس کا پتہ نہیں چلتا، غیبت کے بعد

معاف نہ اور طویل غیبت پر معافتہ ثابت ہے، اگر عید کی نماز کے بعد ان کا ثبوت نہیں ہو، یہاں

(بقیہ جلد ۱ ص ۳۰۱) اور وہ لٹیاں اس وقت کراٹھا کر لے گئیں، اسکے بعد میری ہاتھ کھل گئی۔ صبح آتے کر میں نے اس خواب کو

تلفیذ کیا اور حضرت اقدس کی خدمت، پارک میں بھیجا، حضرت اقدس نے ان الفاظ میں جواب رحمت فرمایا تھا "آپ خواب مبارک ہے"

آپ کو جو تمہیں پر قبلی میں ہوئی، مگر چونکہ اس میں غلیل اللہ جنگ کا کامیابی اور نجات کی بشارت ہے۔ لہذا اس کے بعد حضرت اقدس

کے کھینے کے مطابق ماہِ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

یلا اللہ ان کے پاس خبر ملی کہ غلیل اللہ جنگ عاف چھوٹ گئے، چنانچہ ان کو یہ خبر سن کر ان کا خواب صاحب کے کھینے کے مطابق

خواب صاحب کے کھینے کے مطابق ماہِ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

اور در کنت غلیل اللہ جنگ کے بعد غلیل اللہ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

دیہی کو یہ خبر سن کر ان کے غلیل اللہ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

لئے عید کی نماز کے بعد معافتہ یا معاف نہ سنون اور ماہِ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

(جیدہ دی)

لئے عید کی نماز کے بعد معافتہ یا معاف نہ سنون اور ماہِ صلوات میں جو اس مکتوب میں درج ہو کر آیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچویں روز خواب صاحب

یہ حالت ہے کہ وہ فقہاء جو نمازیں تمہارے بلکہ بزرگوار کے ساتھ سلام اور خطبہ کے بعد میں نیت ہوتے ہیں اور اس کو اور دینی سمجھتے ہیں، اس لیے یہ غلط چیز ہے۔

عید کے روز کو شش کرنے پر نازت ویری گئی کہ تمام مسلمان قید ہی ایک بلکہ عید کی نازت اور کر سکتے ہیں، اگرچہ حسب قواعد شریعہ جہل میں اجازت عام نہ ہونے کی وجہ سے عید کی نازت واجب نہیں ہے، مگر اس لیے کہ اس ذریعہ سے قیدیوں کو ایک دن کی تعطیل اور نئے کاموں کا وقت نصیب ہو جاتا ہے، ہم لوگ راہنسی ہو گئے اور پڑھ لیتے ہیں، اس میں خطبہ میں کچھ وعظ و نصیحت کا سرفقہ بھی مل جاتا ہے، چنانچہ تقریباً ڈھائی سو آدمی نماز کے لیے جمع کر دیے گئے، اگرچہ مسلمان قیدیوں کی تعداد تقریباً چار سو ہے، مگر بے نازی جاہل لوگ نہیں آئے، سبوں نے ناز اکٹھا پڑھی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک انکو نصیحت کی گئی، اس کے بعد آپ کی فرستادہ سویاں سب کو کھلائی گئیں، آپ کی حسن نیت سے بڑی برکت ہوئی، تقریباً اس بارہ سیر دودھ حاصل ہو گیا، تمام میوہ جات سے شیر اور سویاں دو بڑی بڑی و گھجیوں میں تیار کی گئی اور سب لوگوں کو کھلائی گئی، تقریباً تین سو یا زیادہ آدمیوں نے کھائی اور بعض بعض نے دو دو اور تین تین دفعہ کھائی، اس لیے کہ ایسی چیزیں شاذ و نادر عام غریبوں کو ملتی ہیں، پہرہ والی چیزیں گراں ہیں، مگر اس حیثیت سے سوارت ہوئیں اور وہ منظر اور مظہر ہوا جس کی اس جہل میں ابتدا سے کبھی فریت نہیں آئی تھی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ آپ کا فرستادہ عشر عید میں کام آیا، جناب شیخ رولی رحمہ صاحب اس بارہ میں فرمایا ہو گئے، غرض کہ آپ کی فرستادہ تمام اشیاء حسب تحریر پہنچیں اور کام آئیں، اور اچھے کام آئیں، اللہ اعلم و البتہ

(۱) ایصال ثواب کے متعلق نہایت عمدہ اور جامع تحریر حضرت امام دہرمان سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات (صراط مستقیم) میں صفحہ ۶۳ و ۶۴ میں موجود ہے، اگر فرمائیں اور کتاب نہ کر ہو جو وہ ہوتے ہیں نفل کر کے بھجودوں، حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید نے

دراحتی تصریح فی احکام الموتی و انصریح) میں پوری تفصیل فرمائی ہے، اس کو دیکھ لیں۔
 (۲) آجکل جو طریقہ جاری ہے وہ غلط ہے بلکہ وہی طریقہ صحیح ہے جو کتاب مذکور میں ذکر
 کیا گیا ہے، میرے خیال میں کسی مفصل اور مستقل تحریر کی ضرورت نہیں ہے، اگر آپ ضرورت
 سمجھیں تو مستقل رسالہ لکھا جاسکتا ہے، مگر افسوس کہ کتابیں موجود نہیں ہیں، تاہم اگر آپ
 اس حالت میں بھی ضروری سمجھیں تو لکھ دیا جائے۔

چونکہ موسم بدلی رہا ہے، امراض زکام و نزلہ و بخار کا دور دورہ ہے، اس لیے اگر مشا
 ہو تو گل بنفشہ کے ساتھ ۲ توڑ گاؤز بان، ۲ توڑ مٹھی، ۲ توڑ رب السوس، ۲ توڑ پستان
 ۲ توڑ لعوق پستان، ہم نزلہ خمیرہ بنفشہ بھجی دیں، یا ۲۲ تاریخ کا انتظام کریں، اگر رہائی
 نہ ہوئی تو یہ چیزیں ارسال کریں۔

شیخ ولی محمد صاحب کو سلام مسنون اور عید کی مبارک باد پائی، ان کو دوران کے جملہ متعلقین
 کو میری طرف سے لکھ دیں اور انکی سابقہ امراض سے شنایابی کی کیفیت بھی دریافت فرمائیں۔
 مولوی محمد صاحب اور عا جنزادوں اور دیگر واقفین پر سان حال سے سلام مسنون
 کہہ دیں، لاری صاحب، خواجہ صاحب بھی سلام مسنون کہہ دیں، والسلام
 والدہ صاحبہ اور متعلقین کی خیر و عافیت سے بھی مطلع فرمائیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ فرمائیں

مکتوب نمبر ۹

صیافین (صیافت اللہ اور آپ کی صیافت) موجب شکر گزار ہے، آپ نے
 اس قدر تکلف اور اتنی وسعت کی جس کا بیان اور شکر دو دن قبضہ قدرت حضور ان سے

باہر ہے، اللہ تعالیٰ جزا خیر عطا فرمائے اس قدر انواع و اقسام اور اتنی بڑی مقدار پر گزرتا ہے جیسا کہ
حالانکہ بہت سے لوگوں میں تقسیم ہوا، پھر بھی کئی روز تک عجم خدام کو اس سے فیضیاب ہونے کی
شرفیت حاصل ہوتی رہی، فجر تک اللہ خیر بجز اتنی الدارین۔

کل فیصلہ اپنی کورٹ اگیا مولوی وحید قاسمی کو نقل بھیج رہا ہوں اور علفاً صحیح رہا ہوں
جس پر یہ وہ منگوار ہے ہیں، مذکورہ نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

علفانہ مشر محمود افسر انچارج پولیس اسٹیشن رڈ کی سابق افسر انچارج دیوبند

(۱) میں رڈ کی پولیس اسٹیشن کا افسر انچارج ہوں، اجرواوقات اس علفانہ میں درج ہیں ان سے
پوری طرح واقف ہوں۔

(۲) یہ کہ مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص میں سے ایک
ہیں، وہ مولانا محمود حسن جو کہ مشہور سازش ریشمی خط کے بانی مہمانی تھے۔

(۳) یہ کہ مولانا حسین احمد مدنی سازش مذکور کے سلسلہ میں عرب بھیجے گئے تھے، اور وہاں
سے ہندوستان لوٹے ہوئے گرفتار کیے گئے اور ان میں نظر بند کیے گئے تھے۔

(۴) یہ کہ بعد میں مولانا حسین احمد مدنی سندھ میں ہندوستان واپس آئے اور انھوں
نے تحریک خلافت کے چلانے میں بہت خاص حصہ لیا، اور وہ ایک امیدوار تھے، عمدہ امیدوار
کے تاکر اس کے ذریعے سے حاد کا فتویٰ دیکھیں، اور ۲۴ء میں خلافت کمیٹی کی مجلس متشکرہ میں بھی منتخب
ہوئے تھے۔

لے علفانہ اور فیصلہ، لکرت دیا، ذیل جو مولانا خلیل الدین صاحب نے دیا، جو منکر میں حیات درانی جو حکم دیکھ کر سن کر
پہرہ شرفیگیا۔ من اور بیگانہ ہرگز نہ عالم کہ اس انچہ کو روانہ اسٹیشن کر

۱۵۱) یہ کہ وہ علی برادران کے ساتھ مقدمہ فتویٰ کراچی میں مزایا ب بھی ہوئے تھے

۱۶) یہ کہ مولانا مدنی نے ۲۳-۲۴-۲۵ کو سہارنپور میں ایک انگ لگانے والی تقریر کی تھی اور

خاص تعلق تھا جمعیتہ ملی ہند سے۔ اس کے ذریعہ تبلیغ کرتے تھے ولایتی ال کے بائیکاٹ کی جس میں انگریزی ال بھی شامل ہے، اور کھدر کے استعمال کی اشاعت کرتے تھے۔

۱۷) یہ کہ مولانا مدنی نے مراد آباد میں ۳۲ء میں صوبہ جمعیتہ لہا کی صدر رہتا کی اور صوبہ خلافت کیٹی کے بھی صدر منتخب ہوئے۔

۱۸) یہ کہ مولانا مدنی نے ۳۳ء میں نوجوان بھارت سہا سہارنپور کے جلسہ میں شرکت کی اور گورنمنٹ کے خلاف بہت سخت تقریر کی۔

۱۹) یہ کہ مولانا مدنی نے ۳۳ء میں مجلس احرار کے لیے چندہ جمع کیا۔ اور وہ جمعیتہ ملی ہند کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ جو کہ اس وقت دہلی میں غیر قانونی جماعت تھی۔ ان کے اوپر ایک نوٹس لکھ کر کی تعمیل کی گئی کہ وہ دہلی میں داخل نہ ہوں، لیکن انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ جیل بھی گئے اور بعد کو اگست ۳۳ء میں رہا ہوئے۔

۲۰) یہ کہ مولانا مدنی نے ۳۶ء-۳۷ء کے عام انتخابات میں کانگریس کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کی پوری اور انتہائی کوشش کی۔

۲۱) یہ کہ مولانا مدنی نے ۳۶ء-۳۸ء میں راجستھان ال کے بائیکاٹ کی کوشش کی اور انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ آئینوالی لڑائی اور بادشاہ کے حین تاج پوشی میں شریک نہ ہوں۔

۲۲) یہ کہ ۳۶ء-۳۸ء میں مدنی کا داغہ دہلی بذریعہ تحریری حکم چھ ماہ کیسے روک دیا گیا۔

۲۳) مدنی نے ۳۸ء-۳۹ء میں ہری پور کانگریس کے اجلاس میں شرکت کی اور آل صوبہ کانگریس کیٹی کے نائب صدر تھے۔

۱۴) یہ کہ مولانا مدنی نے آزاد و مسلم کانفرنس سن ۱۹۳۰ء میں جنرل کی مدداری کی اور اس میں انگریزوں کے خلاف بہت زبردست تقریر کی۔

۱۵) یہ کہ مولانا مدنی نے اگرچہ گاندھی جی کے خاص حکم کے تحت سن ۱۹۴۰ء میں انفرادی ستیہ گریہ میں حصہ نہیں لیا، لیکن اس سال کانگریس مجلس منتظرہ کے ایک ممبر تھے۔

۱۶) اپریل سن ۱۹۴۰ء میں دو تقریریں بھراپوں اور سہارنپور میں بہت سخت کیں اور بھراپوں کی تقریر کے سلسلہ میں ۲۴ ستمبر کو گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلایا گیا اور دفعہ ۶۶ قانون تحفظ ہند کے تحت چھ ماہ کی سزا ہوئی۔

۱۷) مولانا مدنی کا نام سنٹرل گورنمنٹ کی فہرست اعلیٰ پر اور صوبہ کی گورنمنٹ کی فہرست اعلیٰ پر درج ہے جو کہ کسی وقت تیار کی گئی تھی۔ اگست سن ۱۹۴۲ء کی عام گرفتاری کے قبل۔ اس فہرست میں ان ہی لوگوں کا نام تھا جو خاص طور سے خطرناک سمجھے گئے تھے اور بعد میں پوری تحقیقات کے بعد دفعہ نمبر ۷۶ کے تحت گرفتاری کا حکم جاری کیا گیا۔

حلقہ نامہ ہوم سکرٹری

ہی ڈی۔ ایس بیرون سکرٹری صوبہ یو پی ہوم ڈیپارٹمنٹ با حلقہ بیان کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں۔

۱) یہ کہ میں سکرٹری صوبہ متحدہ گورنمنٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ہوں۔ در حکم مورخہ ۱۲ اگست سن ۱۹۵۳ء نمبر ۶۵۳ سی۔ ایس میں نے جاری کیا ہے۔

۲) یہ کہ اس آرڈر کے جاری ہونے کے قبل مولانا حسین احمد مدنی کا معاملہ دو سالوں کے ساتھ گورنر کے سامنے رکھا گیا تھا اور ان کی نظر بندی کا ذکر وہ بالا حکم ہذا کی سیٹی کے حکم کے مطابق ان کے معاملہ پر غور کرنے کے بعد جاری کیا گیا تھا۔

ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ، گنڈو کے سامنے اس بیان غلطی کی تصدیق اور اکتوبر ۱۹۳۳ء کو ہوئی ہے۔

فیصلہ

ان کو رٹ اور اپڈو۔ محکمہ ذبحداری۔ نگرانی، لاہور، ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

باعلا اس آریبل مہر قابل اچھو چیف جسٹس اور آریبل اکیسپٹا مقدمہ نمبر ۵۸، ۱۹۳۳ء

بادشاہ سلامت! بذریعہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرنل جیل مینی۔

بنام مولانا حسین احمد، نی کی طرف سے شیخ ولی محمد!

حکم

یہ درخواست، بطور فوجداری کی دفعہ نمبر ۹۱م کے مطابق دی گئی ہے، اس میں یہ استدعا

کی گئی ہے کہ مولانا حسین احمد، نی جو کہ مینی سنٹرنل جیل میں نظر بند ہیں رہا کیے جائیں۔

مولانا، نی کو ۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء کو قید کی سزا ہوئی تھی اور اپریل کے فیصلہ کے مطابق جنوری

کے آخر میں ان کی سزا پوری ہو جاتی، اسی درمیان میں ان پر دفعہ نمبر ۶۶ ڈیفنس آف انڈیا آرڈر

کے مطابق یہ حکم جاری کیا گیا کہ یہ نظر بند کیے جائیں۔ یہ حکم ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء کو جاری ہوا، جنوری

سے مولانا اس حکم کے مطابق نظر بند ہیں۔ ذیل یہ دی گئی ہے کہ حکم ٹھیک طریقہ سے جاری نہیں ہوا

اور اس حکم کا کوئی قانونی اثر نہیں ہے، جہاں تک طریقہ کا سوال ہو گا وہی سمجھ میں اعتراض یہ ہو کہ

حکم صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے جبکہ وہ گورنر کی طرف سے ہونا چاہیے تھا۔

ہماری سمجھ میں یہ اعتراض کوئی مضبوط نہیں ہے، خاص کر اس وقت جبکہ گورنر ہی گورنمنٹ آف

انڈیا ایکٹ کی دفعہ نمبر ۹۳ کے مطابق گورنمنٹ کے پورے اختیارات خود کام میں لارہا ہے، دوسرا

اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ مولانا کی نظر بندی کے مسئلہ پر خود گورنر نے غور نہیں کیا، ہر کار کے جوہر سکریٹری

نے ایک بیانیہ معنی وہ عمل کیا ہے کہ مولانا کی نظر بندی کا حکم خود گورنر کی ہدایت سے جاری کیا گیا۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ معاملہ گورنر کے سامنے رکھا گیا تھا اور انہوں نے اس پر خود غور کر کے حکم جاری کیا ہے اس بیان حلفی کے رہتے ہوئے ہمارے لیے یہ کہنا ناممکن ہے کہ گورنر نے حکم جاری نہیں کیا، یہ کہا گیا ہے کہ مولانا کی نظر بندی کا حکم گورنر نے جاری کیا ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ جب بیان حلفی میں یہ کہا گیا ہے کہ گورنر کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا اور ان ہی نے حکم جاری کیا ہے تو ہمیں یہ مان لینا چاہیے کہ گورنر نے ہی حکم جاری کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس درخواست میں کوئی زور نہیں ہے اور ہم اس کو خارج کرتے ہیں۔

درخواست دہندہ کے وکیل نے فیڈرل کورٹ میں اپیل کرنے کی اجازت طلب کی ہے، لیکن چونکہ اس میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تشریح کا کوئی معاملہ نہیں ہے، اس لیے ہم ایسی اجازت دینے سے انکار کرتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۹۸

عید مبارک ہو۔ اعداد کرام اللہ وایاد کالمثالہ وامثال امثالہ حاشا وایمانا مفتحنا
بہوضانہ تعالیٰ ورحمہ الظاہرۃ والباطنۃ۔ آمین

بھئی میں بھی رویت ۲۹ ذیقعدہ ہوئی ہے۔ وہاں بھی عید الہ آباد کی طرح بدھ کو ہوئی

ہوگی، مرسلہ سبز چار بہت کام آئی اور خواہش بھی تھی، اس لیے باضابطہ خط میں میں نے طلب بھیجے کہ لکھا تھا، تقریباً دو سو سے زائد آدمیوں کو پلائی گئی، جو کہ نماز عید میں شریک تھے۔ یہ آپ کی بیکت تھی، اگر چاہا اور شکر نہ ہوتی تو کس طرح یہ کام ہو سکتا۔ فائدہ منستہ شکر لگم۔

آجئے سبز چارہ کی بہت بڑا احسان کیا، لکھنے کی ضرورت نہ تھی، میں خوش ہوں، مگر یہ نذر فرمائیے کہ اس کا بنانا بھی آپ کے خادموں میں سے کسی کو آتا ہے۔ بہتر تو یہ جرتا کر چکھو آپ

بلبیتے میں بایتا، اگر پسہ خاطر ہوتی تو ملازمین دلا کو سکھلا دیتا، یا ملازم نہ جاتا۔ یہ چاہیں اجا پان سے آتی ہے۔ ہندوستان میں کالا دیرہ دونوں وغیرہ میں اس کے مانعات ہیں، مگر وہ اس قدر لطیف، اور عمدہ نہیں ہوتی، اور وہ کی چار میں تو وہ کام آجاتی ہے، مگر سادہ کے لیے وہ مناسب نہیں ہے، اس کی سادہ چمکے نرسٹرا اور افغانستان میں اور حجاز اور نارتھ ہندو پھر پان، ٹونیشیا، مراکش فاس وغیرہ میں بکثرت استعمال کی جاتی ہے۔ عمدہ سبز چار کی قیمت گراں زیادہ ہے، چین کے عمدہ قلعے میں بھی نہیں کھلتے، پشاور چلے آتے ہیں، یہاں کھلتے ہیں، جنگ سے پہلے پشاور میں یہ چار چھ یا سات روپیہ سیرکتی تھی، اب قیمت معلوم نہیں۔ پشاور کے ہی عنایت فرمانے پہلے ہی بھیجی تھی اور یہ بھی بھیجی ہے۔

میں دیوبند میں نظر کے بعد اسی کو ساوہ پیا کرتا تھا، اور احباب موجودہ بھی اس کو خوش فرماتے تھے۔ پانی کھولنے کے بعد براؤ (چار دانی) میں اس کے پتے ڈال دیے جائیں اور اوپر کھولا ہوا پانی ڈال کر بند کر کے کپڑے سے براد کو ڈھک دیا جائے تاکہ دم آجائے۔ اہل تکلف تو اس میں عنبر کی خوشبو دیتے ہیں، اس طرح کہ چھپی میں سوراخ کر کے اس میں عنبر بھر دیا جاتا ہے، یعنی ان سوراخوں میں پھر چھپی کو چار دانی میں ڈال کر حرکت دیدی جاتی ہے، اور متوسط الحال طبقہ اس میں پھید الاچی کوٹا کر تاکہ دانے ٹوٹ جائیں دو تین دانہ ڈال دیتے ہیں، اور بعض اہل تکلف سبز پودینہ ڈالتے ہیں۔

دودھ کی چار بنانے کے لیے اس کو خوب اڑانا چاہیے، اس کے بعد اس کو ٹھنڈا کر لینا چاہیے ٹھنڈا پانی ملا کر یار لکھ کر۔ پھر اس کو اچھا بنا لیں، اس کا رنگ سرخ شش کتھ کے پانی کے ہوجائے گا۔ پھر اس میں دودھ زیادہ مقدار میں ڈالکر اور کرب حسب ضرورت ڈالکر آگ پر رکھنا چاہیے اور نیچا چاہیے اور چند روز الاچی ڈال دینا چاہیے، جو شش دانے کے بعد استعمال فرمائیے۔

صراط مستقیم ہی مخرطات حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے، ان ہی مخرطات کو ترتیب دیکر حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کر کے پھر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنا یا ہے، بعد میں شائع کیا ہے، ممکن ہے کہ کتب خانہ، عزاویہ ذی ہند میں موجود ہو اور نہ پہلی کے مشہور کتب خانوں مثل مطبع تبلیغ وغیرہ میں ملے گی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب جو امرتسر میں تنویری مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقطیع اور طرز پر چھپے ہیں، وہ نہایت صحیح اور مکمل ہیں، اس کی تصحیح اور کتابت میں پوری جدوجہد کی گئی ہے۔ اداد السلوک اگرچہ رسالہ مکہ کا ترجمہ ہے، مگر یہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا کیا ہوا ہے جس پر ان کو ایک مقبول دعائیہ اثر ان کے مرشد مروجہ کے پیر بھائی اور مربی حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی۔ اور اس ترجمہ کو بہت پسند فرمایا تھا۔ مولانا شیخ احمد تنویری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ پسند نہیں کیا تھا، اس میں کہیں کہیں کچھ زیادتی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ یہ رسالہ کتب خانہ بحیوہ مظاہر العلوم سہارنپور سے مع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتابوں کے مل سکتا ہے۔ ممکن ہے صراط مستقیم بھی وہاں ہی مل جائے۔

والسلام

نگار اسلام حسین احمد غفرلہ

اردی الحجۃ ۱۳۶۲ھ

مولانا ابوالحسن علیہ السلام کے لکھنے والے کتب کو جمع کرنے کے لیے ایک خود کوشش کا نام ہے کہ

میرزا ان کو مدینہ منورہ میں لکھنے والے ہیں جس سے انکی انادیت میں کوئی فرق نہیں آتا اس لیے کہ وہ اعتبار سے ایسا ہی لکھتا

ہو گا اور تھا، سو کچھ اس میں کامیاب ہے۔ اصدای

مکتوب نمبر ۹۹

مولانا محمد اویس صاحب دہلی نگر اہل ضلع لکھنؤ کے مکرم

امور سولہ ماہ کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) تضارفت فراموش اور وترکی ہوگی۔ سنن موکدہ بعد از خروج وقت نوافل ہو جاتی ہیں جن کی

تضارفت نہیں، اگلا ان بیٹا، اگلا ان مسجد

(۲) یہ حالت کہ زلزلہ زمین میں بوقت ذکر معلوم ہوتا ہے کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔ ذکر کے آثار

مخودہ میں سے ہے، اس سے نہ گھبرائیے اور نہ اس سے دل لگائیے، معرفت محبوب حقیقی سے دل لگ

اور اسی کی طرف دھیان رکھیے، اس میں شیطانانی مداخلت نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

(۳) اللہ اللہ میں لفظ جلالہ اولیٰ میں خرب ہوگی اور ثانیٰ میں خرب نہ ہوگی، تصویر جو گا کہ

میرے قلب میں صرف اللہ ہی اللہ ہے کوئی دوسرا محبوب اس گھر میں جلوہ افروز نہیں۔

والسلام
نگہ اسلامت حسین احمد غفرلہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

مکتوب نمبر ۱۰۰

پہلی حالت پر خوشی اور دوسری پر صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے، آمین۔ میرے محترم

قلب کے متعلق ذکر کا احساس قدرت غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بیزخاں فرمادیں اور ترقی فرمائے، اللہ تعالیٰ

تھوڑی سی محنت سے یہ جاری اور دائمی ہو جائے گا۔ یہ حالت خواہ بیداری میں ہوئی یا سونے

میں سر حال غیبت ہے، طبیعت کا بدل جانا تو کسی گناہ کی ثبوتی سے ایسی حالت کے اظہار سے یا ایسی

قبض سے جو کچھ بھی ہو، انتہا کی کثرت لازم ہے۔ افسوس تو اس امر کا ہے کہ چار وقت کی نماز

کیوں چھوٹی، ہمیشہ خیاں رکھیے، کبھی ایسے وقت میں ذرا لُٹن ترک نہ ہوں، دل لگے یا نہ لگے، کتنا ہی انقباض ہو، گرنہ از پر گز پر گز ترک نہ ہونی چاہیے، تو بہ نصوص کیجئے اور کثرت، استغفار عمل میں، اے، انشاء اللہ، حالت خوب ہو جائے گی، بارگاہِ الہی میں جس قدر بھی روزِ نادار و سوز و گداز ہو، مہتر ہے، ایسی زہرنا پاہ تضرع و زاری مطلوب ہے "اَذْعُنُقُ لَمْ تَنْكُرْ صَحَابَةً وَ قَحْطَبَةً (پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چلکے چلکے) نیتِ چشتیہ کا ابتدائی ظہور ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے..... اس کا خیال رکھیے کہ بحرِ محبوبِ حقیقی کے کسی چیز کو مفکوردہ سمجھنا چاہیے۔ احوال و کیفیات ذرائع ہیں، مقاصد نہیں۔

والسلام، ننگِ اسلافِ حسین احمد غفرلہ، ۴، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰۱

یہ واقعہ ہے کہ سالک کے لیے بالخصوص ابتدائی ایام میں تمنائی بہت زیادہ ضروری ہے، صحبت تو بیشک مفید ہے، مگر بقول شاعر

از خلائق دور همچوں غول باشس

دور ہی رہنا تمام لوگوں سے مفید تر بلکہ ضروری ہے، کسی گمراہ کا قرب و جوار میں انتظام کیجئے، حالتِ بچہ اللہ، مید افزا ہے، مگر ذکر کی مداومت شرط ہے، آپ پاس انفاس پر عمل رہیں، انشاء اللہ، خود بخود جاری ہوگا، سینہ کا نقل، انشاء اللہ، طبل زائل ہو جائے گا، نماز، ایسے ہی مزید شکر کیجئے، سوائے محبوبِ حقیقی کسی کی طلب نہ ہونی چاہیے۔

کعبہ پر بیرونی چسبہ کشی، رنجِ باد یہ کعبہ دست کو سے دلہر قبلا دست رو سے دست

دنیا و آخرت را بگذار حق طلب کن کایں برود لویان را من خوئی مشنام

محبوبِ حقیقی کی یاد جس قدر بھی ہو، مفید اور ضروری ہے، مگانہ حیدر علی بختی

فہم طاعتتہ اللہ اسی طرف اپنی توجہ رکھیے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے۔ والسلام
 ننگ ملاف حسین احمد غفرلہ، ۶ جمادی الاول ۱۴۵۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰۲

جو جسمانی یا قلبی کیفیات آپ نے لکھی ہیں مبارک ہیں، ذکر کی کیفیات جب جسم میں مہریت
 کرتی ہیں تو بہ حالتیں پیدا ہوتی ہیں، یہ بعینہ وہی مثال ہے کہ فلاسفہ لکھتے ہیں کہ اجزاء اور ذرات
 میں اجزاء ارضیہ کو اڑا لیجا چاہتے ہیں، راستہ میں سحاب کے اعلیٰ تک ہوتا ہے تو گرج برق، صاعقہ
 رعد، شہاب وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، ان سے گھبرانا نہ چاہیے، اور استقلال کے ساتھ کار بند ہونا چاہیے
 یہ کیفیات قلب سے تجاوز کر کے تمام جسم میں ساری ہوں گی، اور سلطان الاذکار کا غلبہ ہوگا، جو کہ نفوس
 میں علی اختلاف الاستعداد و مختلف الطوار پر ظاہر ہوتا ہے، بعض اشخاص کو محسوس ہوتا ہے کہ جسم کا ہر
 حصہ اور ہر ہڈی بال و ذرہ ذرہ ذکر کر رہا ہے، بعض کو دوسری کیفیات پیش آتی ہیں، جو کیفیت آواز
 کی طرح معلوم ہوتی وہ بھی بہتر ہے، مگر کسی سے تیز نہ کیجئے، صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا میں
 سرگردان ہو جیے، اسی سے لو لگائیے اور غیر اللہ کو تحت لائیے اور استقلال اور عالی ہستی کے ساتھ
 محبوب حقیقی کی طلب قلب اور روح میں قائم کیجئے، اس کے سوا جو کچھ ہے غیر مقصود اور غیر مقصد
 ہے، ادقات نادرہ کو اسی کے ذکر و فکر میں صرف کیجئے، روزہ، باہر سے رشتہ توڑنا، باہر سے رشتہ جوڑنا
 احوال کو کسی سے بیان نہ کیجئے۔ والسلام ننگ ملاف حسین احمد غفرلہ، ۶ رجب ۱۴۵۲ھ

۵۵
 حصہ چہرہ زندا سے نازل کر کے وہ طاعت پر غفلت کم قائل اور تریاق ہو، غفلت کا لفظ اب جامع ہو کہ اس میں شخص، سوسائٹی
 نازی، شیطان اور حکومت بھی شامل ہے، اور یہ تمام چیزیں ان کی ادویہ بنی ہیں، اس لیے طاعت کو ہم کے غیر آدمی اسلام کے حقیقی ماہر
 ہیں، آپ تو ان ہی کو نہیں بلکہ باطنیوں، دینوں، انھیں، نسیان، و باقرۃ المؤمنین (بت) اب جو کوئی نہ مانے لڑا کرنا، و ان کو اور
 بغیر لاوسہ، سرخ تو اس نے کڑی مقرر ہے۔ (۱۵۷ ص)

مکتوب نمبر ۱۰۳

ولانا در بارہ آیات فسوخ و حکم و فسوخ اسلابت آیاتھا بہت متبرار وہ کیا کہ کچھ عرض کر دوں۔

گھر اس قدر حدیث و فرصت ہوں کہ اب تک مونت ذیل لکھا۔ اس وقت سفر میں دار و دریا بہتا ہوں بخوبی
کی ذہنت پا کر کچھ عرض کرتا ہوں، مگر تمہیداً چند باتیں پہلے ذہن نشین فرمائیے۔

(۱) ہمیشہ کلام کی نسبت تالیف کرنے والے کی طرف ہوتی ہے، اس نسبت کے لیے حکم کا ہونا

ضروری نہیں، البتہ کبھی مولف مستحکم ہی ہوتا ہے، تو کلام بھی اسی کا کہلاتا ہے، اور لفظ بھی، اور کبھی بولت دوسرا

ہوتا ہے اور مستحکم دوسرا اس وقت میں کہنا جاتا ہے کہ یہ دوسرے شخص کے کلام کو بول رہا ہے، یہی وجہ ہے

کہ صدی کی گتیاں اور خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان لکھا جاتا ہے، حالانکہ نظم اور مثنوی، ہاں ہے، جردن بجایا

ہمارے ہی اصوات سے پیدا ہوتے ہیں، ہم لفظ آج لکھتے ہیں کہ ہے میں اور گلستان ۱۰۳۱ میں عرض

وجود میں آئی تھی۔ اسی طرح کبھی اپنے کلمات مولف کو اپنی زبان پر اور اپنی طرف سے تالیف کرتے ہیں اور کبھی

دوسرے کی زبان پر اور دوسرے کی طرف سے تالیف کرتا ہے، اصنافی اور تصاعد دوسرے کے ہوتے

ہیں، نیز اسلوب خطابت وغیرہ بھی اسی دوسرے کے ہوتے ہیں، اگر تالیف کلمات کسی دوسرے کے

ہوتے ہیں، ایسی صورت میں کہ جاتا ہے کہ فلاں منشی اور محرر نے یہ کلام تصنیف کیا ہے، اور فلاں شخص

کی زبان پر تحریر کیا ہے، آپ کے پاس ایک بڑھیا آتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے بے پائے پاس خط

لکھ دو اور فلاں فلاں مضمون اس میں لکھ دو، وہ بچاری جاہل اور گنوار ہے، اپنی زبان میں مطلب

بیان کر رہی ہے، آپ ایسا مشا پر دہی سے نہایت فصیح و بلیغ الفاظ اور عمدہ اسلوب میں اس کی طرف

سے لکھے ہوئے مکتوب الیہ کو بر خود دار فور چشم قرۃ العین وغیرہ الفاظ تحریر کرتے ہوئے مستیاً انداز میں

مضمون اور کرتے ہیں، اگر بڑھیا پر یہ عبارت پڑھی جائے تو غائبانہ سمجھے سے بھی تاخیر ہوگی مگر یہ تمام خطا

بڑھاسی کا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زبان پر لکھا گیا ہے، اس کی طرف سے تمنا طلب کیا گیا ہے، اس کے
 معنوں کو درج کیا گیا ہے، ہاں کلام آپ کا شکر کیا جائے گا اسی وجہ سے اس میں جو کچھ بھی نصاحت
 اور بلاغت آئے گی وہ آپ کی مہارت کا ثمرہ ہوگی، تو یہ کہنا ہے گا کہ یہ کلام تو ظاہر نشی صاحب کا
 ہے، مگر زبان پر ظاہر بڑھیکے لکھا گیا ہے، (میان پر اس کی زبان پر کتنا بطور مجاز ہوگا) اور کبھی حقیقتاً
 بھی دوسری زبان پر کسی شخص کا تالیف کردہ کلام جاری ہو جاتا ہے، اگر کسی پر جن یا عبوت بڑھتا ہے
 تو وہ، بنا کلام اس شخص کے زبان سے پونے لگتا ہے، اور ایسی ایسی باتیں کرتا ہے، جس کی اس کا بیجا
 کو اطلاع تو درکنار ریاضت بھی نہیں ہوتی، صاحب زبان بے ہوش بڑھتا ہے، اور وہ جنی اس کی
 حقیقی زبان سے اپنے تالیف کردہ کلام کو ادا کرتے، انلا عمر یہ کہ کلام ہمیشہ تالیف کرنے والے کا ہی
 ہوتا ہے، لفظ کسی کا ہو، بیجا نہ کسی کے ہو، زبان پر کسی کے ہو۔

۷۰ کلام کا تالیف کرنا حقیقتاً قلب کا کام ہے، زبان تو صرف اس کی ترجمانی کرنے والی ہے،

یہی وجہ ہے کہ شاعر کہتا ہے

ان الکلام فی العواد والسا
 جعل اللسان علی العواد لیللا

اس سے اصل کلام کلام نفسی ہے، جو کہ قلب اور نرود کا کلام ہے، زبانانی الفاظ اور کاغذی نقوش، اور تخیل کا
 جو کہ خزانہ قلب میں محفوظ ہو گئے ہیں، سب کے سب اسی کلام نفسی کے دریاں اور نلال ہیں، ان پر
 اطلاعات کلام ثانیہ اور بالعرض اور مجازاً ہے، یہ کلام مولف فی الغیب کلام نفسی کو معرفت معنی کی صورت میں
 جاری ہوتا ہے، بلکہ کلام لفظی (جو کہ کرب، از الفاظ اور حرفت بجا ہے) کی کہ دست میں بھی ساتھ ساتھ پایا جاتا
 ہے، اگر لفظ نہ پایا جائے یا عرصہ کے بعد پایا جائے، ان وجود کلام لفظی مختلف نظر اور کہتا ہے، پس
 اگر مولف لفظی درجہ کا کلام اور اتنی درجہ کا نصیح ہے تو معانی بھی اعلیٰ پر پایا ہوں گے، اور الفاظ بھی اعلیٰ اور
 معانی پر کس ہے تو سب کے سب گیسے ہوتے ہوں گے۔

(۳۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم اور وحدت کلام سے جو کہ شش و یکصد صفات حقیقہ اولیٰ ہیں، قرآن شریف کو تالیف فرمایا، اس لیے معانی اور الفاظ قدیم ہون گے اور لفظ مثل تحریر و نزول وغیرہ حادث ہوگا، ان الفاظ میں ازل میں تقدم اور تاخر صرف ذاتی ہوگا، اور زمانی نہ ہوگا، اور ہمارے لفظ میں تصور، لہر کی وجہ سے زبانی بھی ہو جائے گا، اس لیے کلام لفظی کو حادث کہنا خلاف حقیقہ ہوگا صرف لفظ حادث ہے، کلام نفسی حادث نہیں ہے اور کلام لفظی بھی حادث نہیں ہے، لہذا فضلہ محمد اللہ صریح و اختصار حقیقہ ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اس کو قدیم کہنا اس بنا پر ہے، مگر حاملہ نہ سمجھ سکے، اور بالآخر تلافی اور کاغذ وغیرہ کو بھی قدیم کہنے لگے، اور یہی سنی قلوب امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں کہ ناظرین ابا حصہ سمعہ انہم ما حقیقہ رائی زوایہ علی ان من قال بعقلی القرآن فهو کان اور یہی وجہ ہے کہ قرآن اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ بھی ہوا جس طرح، اہل درجہ کی حکمتوں اور حقائق کا جامع بھی ہے، کلام اللہ صریح و بلیغ، اس کا شاہ عدل ہے، اور اسی بنا پر محمدی اور انجیل بھی اس میں پایا گیا،

(۳۲) قرآن شریف میں صرف احکام کا ہی بیان نہیں ہے، اس میں محمدی اور انجیل بھی ہے، اس میں قوت تاثیر بھی اعلیٰ پایاؤں کی ہے، **قَوْلًا سَرَّاهَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی حَمَلٍ تَرْتَابًا سَدَّ الْاَبْوَابَ** اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت نزول پینہ پینہ ہو جانا، جسم کو قابو میں نہ رکھ سکا، متغیر اللون و الکلیف ہو جانا، شدت اور برہان میں مبتلا ہو جانا، آپ کے جسم مبارک میں ایسے عقل کا ہو جانا، کہ دوسروں کو حفت اور ترس غمخیزی کی کیفیت نہ عرض ہو جائے، وغیرہ اس کے شاہ عدل ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جنات اور آسیب وغیرہ اس سے سخت پریشان ہو جاتے ہیں، اور جبرئیل جو قرآن کو

لے کر ہم آ رہے تھے قرآن ایک ہلاک تو تو کو کہتے تھے کہ وہ وہب جانا اور پھٹ جانا، اللہ کے ڈر سے (مستمر) کہ میں بڑی کمبری دان ٹوٹ نہ ملے۔

اس کے ہر ہر حبلہ اور ہر ہر لفظ میں نورانیت بہت بڑے پیمانہ پر ہے، جس کو اہل اللہ متاہدہ کرتے ہیں، دیکھو ابریز وغیرہ،

(۵) اس میں شفاء و مراض نلاہرہ و باطنہ بھی ہے، اسی لیے فرمایا گیا وَ سَيُرَىٰ فِي الْفُرْقَانِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَ تَرْحَمَةٌ لِلرَّحِيمِينَ۔ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ هَذِهِ وَ تَجَاءُ

(۶) اس میں ازادہ و ثوب و نام بھی ہے۔ وَ شِفَاءٌ لِمَن فِي الصُّدُورِ۔ نص قرآنی ہے، جلاء مغلوب نص نبوی ہے۔

(۷) اس میں ہر حرف پر اجراء ثواب بھی ہے جس پر فرمایا گیا کہ جس نے ایک حرف بھی پڑھا اس کو دس نیکیاں ملیں گی کَا اِقْرَأَ الْحَرْفَ مِنْ حَرْفِ الْكِتَابِ وَ كَلِمَةٍ مِنْهُمُ الْحَرْفُ وَ كِتَابًا عَلَيْهِ الْكَوْمُ۔ اس کے احکام ہی سے تعبیر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس کی تلاوت سے بھی تعبیر منصوص ہے، خواہ معنی جانے بائیں یا نہ۔ يَنْتَوْنَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْتَاهُ الْفَلِيلِ الْآيَةَ۔ يَنْتَوْنَ حَقَّ تِلْكَ وَ سَيُرَىٰ الْآيَةَ۔ الْمَاهِ بِالضَّرْفَانِ مَعَ الْعَصَةِ الْكَلَامِ الْوَالِدِ الْوَالِدِ، وغیرہ اس کے شاہدوں ہیں اس کی ہر آیت میں ذکر خداوندی بھی ہے، تقریباً کوئی آیت اسما، انسی یا صفات و افعال خداوندی

لے اور ہم کہتے ہیں قرآن میں سے جس سے، دو گد و فح ہوں اور رحمت ایمان والوں کے واسطے،

تہ کہہ دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہر آیت اور شعابے،

تہ اور شفا دلوں کے روگ کی،

تہ میں نہیں کہنا کہ اللہ ایک حرف ہے اللہ ایک حرف اور کلام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے (حدیث) تہ وہ راتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں،

تہ وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا،

تہ نہ حضرت مسلم نے فرمایا کہ ہر قرآن ہر گد اور ہر گد کے دل میں سنتوں کے ساتھ ہو گا۔ (حدیث)

سے خالی نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کا نام بھی ذکر رکھا گیا، غفلتوں کو دور کرنے والا قلوب اور
 اور دماغ کو مانجھنے والا، ان کو رنگ دینے والا، اس میں رقت اور خشیت پیدا کر دینے والا، ان کو شہادت
 اور تائید کی اور سیاہی انہم دور کرنے والا، لانا کثر اللہ اور سکینت کو کھینچنے والا، انہم بار بار دعا
 کا موجب و قرآن ہے۔ مَا تَعْبُدُ اِلَّا فَتٰی مَا خَرَجْنَا مِنْ حَرَمِہٖ بِالْحَدِیْثِ (اداکہ قال) وغیرہ سچ کہ
 یہ تالیف از خطاب باری عز و مجدتی اور اس کا ہی کلام ہے، اس لیے ان امور مذکورہ کا ہونا اس میں
 ضروری ہے۔ ان کے علاوہ خدا جاننے کئے کئے نواہد میں رکھے ہوئے ہیں، ہم نے خدا کو کچھ عرض کیے ہیں۔
 خواصہ کلام یہ ہے کہ نظم قرآنی میں بہت زیادہ نواہد اور مقاصد رکھے گئے ہیں، باہرین اگر کسی آیت کا
 حکم منسوخ ہو گیا تو اس کے الفاظ میں دیگر مقاصد عظیمہ باقی ہیں، اس لیے منسوخ حکم کو ہست تار ت
 باقی رکھا جائے، قیاس تھا اور ہے، آیات احکام چونکہ اصلاح عباد بالخصوص، جن عرب کے لیے
 جنکو اساتذہ عالم بنانا ہے، اتاری گئی ہیں، اور چونکہ اصلاح نزدیک ہی مفید ہوتی ہے، بالخصوص ان
 اقوام کے لیے جو کہ بالکل ہی نابلد ہوں، اس لیے ان کو شیائفاً مودب کیا گیا، کبھی نرمی سے
 سختی کی طرف کبھی سختی سے نرمی کی طرف جب وہ کسی حکم کے عادی بن گئے، ان کو آگے بڑھایا گیا اور
 پہلا حکم اٹھایا گیا، تاکہ وہ کمال تربیت پر پہنچ گئے، تَوَالِیْہُہٗ اَلْمَلٰٓئِکَةُ لِمَا کَانَ اَلْحَبِیْہُہٗ سَمٰٓئِیْنَ
 کر دیا گیا جس لڑکے کو کھنا سکھا، پانا ہے تو ایک، اور تک ہونے قلم سے سختی پر کھنے کا حکم دیا جاتا ہے،
 جب وہ اس میں ماہر ہو گیا تو سختی لے لی جاتی ہے اور کاغذ دیا جاتا ہے، جب اس کا ماہر ہو جاتا ہے
 تو سزا قلم سے لیا جاتا ہے، اور بائیک دیا جاتا ہے، اولیٰ ذالقیاس اور یہ سب مدارج تعلیم پہلے ہی سے
 تعین ہوتے ہیں، اسی بنا پر فرمایا جاتا ہے، مَا نَسَخْنَا مِنْ اٰیۃٍ اَوْ نُنسَخُهَا مِنْ اٰیۃٍ خَیْرٍ مِّنْہَا اَوْ مَثَلًا

میں بہت سی آیتیں منسوخ و حکم و تلافی کر دی گئیں اور اس سے بہتر یہ ان کی مثل آیات آ رہی ہیں۔ جن میں ہر قسم کے فائدہ اور مفاد سے لے کر آیات منسوخ کی حاجت باقی نہیں رہی، اسی طرح جو آیات فائدہ خردی کی مثال فائدہ بقیہ کو جانتے تھے انھوں نے بعض ایسی آیات سے مستغنی کر دیا۔ جن کا حکم توراتی رہا مگر تلافی کی حیثیت سے وہ منسوخ کر دی گئیں کہ عمل کے یا مثال کے موجود ہونے میں ان کی ضرورت نہیں، اگر اس کے بعد بھی ان سب کو باقی رکھا جاتا تو لوگوں کو قرآن کا حفظ کرنا بھی مشکل ہو جاتا اور تلاوت سے بھی گھبرائے، یہ موجودہ قرآن ہی جس طرح یاد کیا جا رہا ہے اور جس طرح اس کی تلاوت کی جا رہی ہے وہ سب کو معلوم ہے، بعضی بھی سورتیں حسب تفسیر آیات صحابہ کرام نے سورہ مقررہ کے برابر زیادہ تھیں، مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر بالقرآن آسان کر دیا گیا وَتَقْرَأُوا الْقُرْآنَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اس کا شاہد مدلی ہے۔

مخبر تبار اول تو آیات منسوخہ حکم کہتی ہیں، اس میں بحث ہے، عام طور سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیان معیار اور تخصیص کے معنی میں ہوتا تھا، نسخ اصطلاحی یعنی رفع حکم شرع یا ختم شدہ کے معنی میں بہت کم ہے، چنانچہ اتقان، وراہ کے بعد فورا کبیر میں مقدار بہت ہی گھٹا دی گئی ہے، آیات کے معنی اس طرز پر بیان کیے گئے کہ ان کو منسوخ حکم کہا ہی نہیں جاسکتا، ذاب صدیق من جانب حق نے کتاب الفسخ میں ان باتیں لکھی ہیں کہ وہی اٹھا رہا ہے، مگر علی تقدیر التسلیم (جیسا کہ عام مفسرین کی راے ہے اور مفہوم ظاہری آیت ما نسخہ آیت کا بھی ہے) ہمارے معروضات سابقہ پر غور سے نظر فرمائیے۔ انشاء اللہ شکلات حل ہو جائیں گے، قلت فرصت میں یہ تحریر لکھی گئی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ عبارت میں الجھاؤ ہو یا احتیاط غلط فہم ہو، مگر غور کرنے پر انشاء اللہ مطلب حل ہو جائے گا۔

ذاتنام - ننگ اسلام حسین احمد غفرلہ، ۱۵ رجب ۱۳۸۹ھ (اڈوا، دہلی)

لے ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھ کر۔

مکتوب نمبر ۱۰۴

ابھی آپ کو بہت محنت کرنی ہے، استقامت اور مداومت ذکر کی ضرورت ہے، والدین کا آپ کو حکم کرنا بے عمل تھا، انھوں نے خود کیوں نہ ان لوگوں کو معیت کر لیا۔ میری سچہ میں نہیں آیا کہ جیکہ وہ موجود تھے تو آپ کو مجبوری کیوں لاحق ہوئی، آپ نے لوگوں کو انھیں کی طرف کیوں نہ بلایا کیا اور اگر وہ موجود نہ تھے تو آپ مجبور کس طرح اور کیوں نہ ہوئے، میرے عزیز! برواہ دشوار گزار ہے، امانت، جاہ پرستی، نفس پرستی، غلو غرضی کو رواہ دینا بہت بڑی غلطی اور اس رواہ میں مد عظیم ہے، قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ اِنَّمَا اَسْأَلُكَ خَشْيَةَ رَبِّكَ الَّذِي هُوَ اَعْلَمُ بِمَا فِي الْقُلُوْبِ اور ہر قول و فعل اور ہر حرکت اور سکون میں اللہ ضروری ہے، اور ہی اگر محنت مشکل ہے، امانت خداوندی اور سالہ سال کی ریاضت کے بغیر اس کا حصول نہیں ہوتا، ایسا وہ ہے کہ اِيَّاكَ دَعُوْا كَمَا دَعَوْا اِيَّاكَ سَتَعْلَمُوْنَ لَوِ اِيَّاكَ سَلَّمْتُمْ عَلَىٰ اَخْلَاصٍ خَلَاصًا فَسَلَامًا عَلَیْكُمْ

محرّم عزیز! نفس اور شیطان کے مکر ہزار ہزار ہیں، دو وزن انسان کو اگر وہ کھلی ہوئی دنیا میں اور جاہ پرستی اور خود غرضی سے بچتا ہی ہے، تو ایسی ایسی خفیہ تدبیروں میں مبتلا کرتے ہیں کہ ان سے بچنا محنت مشکل ہوتا ہے، عمر آلو گرن میں پیری میری، جب جاہ و مال اور خواہشات نفسانی کی بنا پر جاری ہو رہی ہے، بہر حال ان دونوں کے کمر سے بچنے، ممکن ہے کہ نسبت طریقت و الالہ ہو جائے۔

مخبر حضرت محمد بن ابی بکرؓ کی ایک اصطلاح بہت ہے، جس پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ الاسلام اور اہل اہل میں مفصل کلام فرمایا ہے، امام احمد نے اپنے اس دلائل میں نسبت طریقت کی جانب اشارہ فرمایا ہے صاحب مسلم پر کہ اس کی کچھ تشریح کر دیکھئے، مونی بیعت فضائل کی تحصیل کا، مہمست، کتاب، کیونکہ نسبت ہم ہے اللہ تعالیٰ سے یعنی اللہ رب العالمین کے لاجس کا اور امام مہمست ہے اور خود ہی جو تفصیل اس مجال کی یہ ہے کہ (دلی ص ۲۳۷)

اور آپ کو تادمہ بیت اور شاد و سلوک کی اجازت دی جائے، گمراہی بہت سی خامیاں ہیں، اہل بیت میں
 آپ کو بہت قرب کی اجازت دیتا ہوں، لوگوں کو کلمات ایمانیہ تینوں نمازوں سے لڑ کر لیا کریں
 اور آمینہ کے لیے حمد کر لیں کہ وہ گنہوں اور شرک و کفر وغیرہ سے بچے رہیں گے، اگر اس کو خود بخود
 اور چاہ پرستی جھوٹی عظام دنیا کے لیے عمل میں نہ لائیں اور نہ اجماع عام کریں، اتباع شریعت اور احیاء
 میں نہ صرف قرآن پاک، عملانور سلف صالحین بنیں، ذکر کی مدد و دست میں کوتاہی کو روا نہ رکھیں،
 دعوت صالحہ سے اس بنا بکار کو فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ

ابتداءً حاشیہ ص ۲۶۶) بندہ جب اذکار و عبارات اور عبادت پر مدد دست کرتا ہے، تو اس کے اندر ایک خاص صفت
 پیدا ہو جاتی اور ملکہ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے، پس ان دونوں جنسوں کے تحت میں بہت سی انواع داخل ہو جاتی ہیں
 مثلاً نفس کشی اور بیزاری لذات مشابہہ یعنی ملکہ توجہ وغیرہ، لہذا یہ گمان نہ کیا جائے کہ نسبت مذکورہ دونوں بہت
 صوفیہ کے حامل نہیں ہو سکتی بلکہ حق یہ ہو کہ یہ اشغال بھی اس کی تحصیل کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہے، چنانچہ صحابہ کرام
 سیکڑ یعنی نسبت کو اور ہی طریقہ سے حاصل کرتے تھے، مثلاً مواظبت صلوٰۃ اور خشوع اور حضور قلب کے ساتھ عبادت میں
 تہجدات کی لحاظ سے عبادت کی یاد، تہجد کے ساتھ تروان مجید کی تلاوت اور حیرت ہی کی یاد
 پر دھیان وغیرہ سے تقرب الی اللہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا تھا، اور یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہے، باقی فرقہ
 کے طریق انہوں مختلف اور تحصیل نسبت کے طریقے جدا جدا ہیں، حضرت علی کہم اللہ وجہہ نے حضرت حسین صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سول پر فرمایا تھا: قال ہی بلا حرقہ، یعنی یہ وہی نسبت ہے جو ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
 بلا اختلاف حاصل تھی، جب تک یہ نسبت حاصل نہیں ہوتی، شیخ اپنے مرید کو بہت ارشاد و سلوک کی اجازت نہیں
 دے سکتا، اہل بیت قرب اس سے مستثنیٰ ہے، جب کہ عام طور پر لوگ پائے جاتے ہیں، ایک غلطی کا نشانہ کہ دنیا
 ضروری ہے چہ پر کہ چہ ضرور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں کی نسبت طلب کر لی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے
 (باقی ص ۲۶۷)

والحفاظا مطلع علی القلوب ہے ہم لوگوں سے اپنی قلبی اور نفسانی شرارتوں کو چھپا سکتے ہیں اگر جس سے
 (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۸) میں ہم نے عدد اول فلسفہ (۱) کو دیکھا ہے، جو یہ اس کو مفاد حدیث سے تفسیر فرماتے ہیں لیکن
 ہاں تک اپنی نظر صحیح ستہ پر چرنا تھا ان میں موجود ہے۔ البتہ اس توں کی عمدت میں کلام نہیں، کتاب اور سنت میں جس کا
 ذکر در اسکے اقسام کا تہمت پر تحقیق نے کیا ہے کہ روح کا نفس ایک ایسی چیز ہے جو محل خلق و الہام بھی ٹھیک اور ریح ہذا ہی علوی کے
 ریح جو اول سے سکون حاصل کیا تو اس کو نفس بنا دیا، جب روح نے نفس کیا تاکہ وہ لوگوں کی توجہ پیدا ہو گیا اور اس قلب سے مراد وہ لطیف
 ہے جس کا محل پارہ گوشت ہے اور یہاں گوشت عالم خلق سے ہے اور لطیف عالم اس سے ہے اور قلب کا ریح اور نفس کو عالم میں پیدا ہوا
 ہے جیسے اولہ کا آدم اور ختم سے عالم خلق میں جلوہ فرور ہوتا، عوارض میں بعض خونیا کا یہ قول بھی موجود ہے کہ نفس لطیف ہے
 جو قلب میں رکھا گیا ہے، اسی سے اطلاق رزق و صفات دوسریں اور روح بھی ایک لطیف ہے جو قلب میں رکھا گیا ہے اسی سے
 اختلاف ہے، و صفات کمود کا ملور ہونا ہے برکف نفس کی تین حالتوں کے لحاظ سے ام بھی تین ہو گئے ہیں پس اگر نفس عالم خلق
 کا طرف اول ہو، اس وقت کی حالت ہمزہ زور ہی ہے اس کو خوشی حاصل ہوئی، اور تشریت کی پیر ہی میں سکون اور چین
 محسوس کیا، اس نفس کو مطمئن کہنے ہیں رسدہ، انفرج، اور اگر عالم خلق کی طرف حاکم پڑا اور دنیا کا لذت و خواہشات
 میں چسکر جی کی طرف رغبت کی اور تشریت کی پیر ہی سے جاگ اس کو غضب انداز کہنے ہیں کبیر، کدوا، ہی کو ہوائی کا کم کر
 ہے دوسری طرف اور اگر کسی عالم خلق کی طرف جھکتا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کسی عالم خلق کی طرف
 ائی ہو کر ان چیزوں کو پراہنا اور ان سے دور ہانگتا ہے اور کوئی برائی یا کوئی برہمانے شرمندہ ہو کر جو نہیں ہستکتا ہی اس کو غضب انداز کہنے ہیں
 دوسرہ تیسرے ہی عالم میں ابن عربی اور دیگر مفسرین جو میں کہ جہاد بگرفتار ہے یعنی جب نفس کی ساتھ زانی میں کھیلا ہو گئی تو سب ہٹا
 حتی کہ وہ صابم جان کا دینا معلوم چیز ہو جاتی ہے، اسی قول کو بیت خدائو، اذین یذون کفرین تکفان، ایل کا ہی میں پر معمول کرتا
 ہے، میں جو ایک سزا کفر کی بہت ہی تہذیبی استقامت کی علامت اور تہذیبی پیر ہی میں پیر ایک اور بات کا صاف کر دینا ہے کہ وہ یہ کہ مفسرین کی کتابوں
 میں درج حقائق صحیحہ، اکہ صدقہ الی جہاد، اکہ کفر، کفر صحیحہ دیتا گیا ہے، مفسرین سے تفسیر انفس میں فرما کر، امام مسلم
 سے اس کو ہر پہلی میں جہاد کا کلام بتا دیا ہے، اسی طرح عراقی سے بروایت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ خلیف
 (باقی حاشیہ ص ۳۳۰)

سابقہ پر تب اس سے نہیں چھپا سکتے۔ **وَانْ شَدَّ ذِمَّتِيْ لَكَ كَمَا وَدَّعْتَنِيْ بِمَا سَبَّكَوْهُ بِاللَّهِ الْاَلِيْمِ**
 نجات صرف صاحبِ قلبِ مسلم کو ہے، **يُوْزَعُ لِمَنْ عَلِمَ مَالًا وَلَا يُوْزَعُ لِمَنْ اَلَا مِنْ اِلٰى اللّٰهِ يَنْزِلُ سَيِّدِيْمٌ**
 یہ مال فرائض سے دیا گیا ہے، **يُوْزَعُ لِمَنْ اَلَا مِنْ اِلٰى اللّٰهِ يَنْزِلُ سَيِّدِيْمٌ**۔ تو فرائض مال کے لئے نہیں آتے، اگر وہ مال
 دنیاوی دشمنوں سے ہوتا تو ہم بہت کچھ کا بیان حاصل کریتے۔

بایرون را شکریم و قال را اور دن را بنگریم حال را

اس علامہ اینیوب کو رخصتی کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ دنیا میں ہم کتنی بھی کامیابی و شہرت و شوکت
 حاصل کر لیں، صرف چند روزہ ہے، اس مقدس ذات کا قرب اور رضانا حاصل کرنا چاہیے جس کے یہاں
 دوام و بادیت اور ہر حالت کی معلومیت ہے، **فَاَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا**۔

میرے حکم اور اظہار کے ساتھ مروانہ و اور اس میدان میں قدم رکھیے، اور ہر غیر اللہ سے دل کو پاک

دفعہ چہتیسویں ۳۷۱ ہجری تاخری میں ہا برس سے روایت کیا گیا ہے کہ صلعم کی عزا سے وہیں آئے تو فرمایا **رَحِمْنَا اَنْبِيَاءَ اَوْلِيَاءِ اَكْبَرِ**
الْعَالَمِيْنَ اور کتب بہت قریب ہے کہ یہ صحرت صلعم کا قول میں ہو سکتا، اور حدیث کی متورہ سوال کتابوں میں حضرت تا
 عبد العزیز صاحب جیسے متبحر محدث نے دیکھتے ہیں کہ جن کے قواعد کا اسے احادیث و غیر احادیث کا فیصلہ کیا جائیگا کہ اگر کچھ میں
 فن دانے کی بات کرتے ہیں کہ یہ اسے تو صحرا میں آئے اور تہمت کا حکم ہوا، پھر یہاں سے فرسین بن حسن بن ظہیر چلتے
 ہوئے، حضرت کو تنقید و تفسیر کے اہل حضرت اور اس کی عادت، جو میں لیا یاد کیا، اور کر لیا، پانگت و اہام سے ان کے
 کچھ تہمت لیا، محمد بن کی احادیث، تنقید کے طرح اس پر بھی حدیث کا اطلاق کر دیا، ان کے اس میں سن سے حدیث، رسول اللہ صلعم
 ہوا آیت نہیں ہو جائیگا، خوب ہو کر لیا جائے، مطلب اس فقرے کا یہ ہے، تو اسے شہادت میں ہر جو تمہارے اللہ ہے،

رعایہ ہو، اگر ظاہر کر دے، اپنے ہی کی بات یا جھباؤ کے اس کو حساب لے گا، اس کو تم سے اللہ رخصت
 ہے، جس دن کام کوئی الی اور ہے جو کوئی لیا، اس کے پاس بلکہ اس سے روگ، اس سے جس دن چاہتے ہیں تمہارے
 ہوگا، کوئی روگ کوئی ہے، اور تو تمہارے نظر اپنے رب کے حکم کا تو پہلے ہی انکو لے کے رہے ہے (الطہ)

صاف کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی اور میری دستگیری فرمائے اور نفس و شیطان کے کردار سے بھلا کر ان آپ کو
اور سب دوزخوں کو بچائے۔ آمین۔ والسلام

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ الرضوی ایچ پبلسر ۵۹

مکتوب نمبر ۱۰۶

جو کیفیات حاصل ہو رہی ہیں موجب شکر ہیں، اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے آمین قلب کے تعلق آپ کا
خیال واقعیت سے دور ہے، حدیث میں ہے کہ لا یسقی الرضیٰ ولا یسقیٰ اسما یسقی قلب عدی، اور
راؤ کسا قال، یسوی کے معنی یہاں اعاطف کے نہیں ہیں، بلکہ تحمل کے ہیں، اصل تحقیق کہتے ہیں کہ قلب عالم پر
بے ذہنی قلب حقیقی جسم انسانی میں روح جس کام کو قلب ہے یہی عالم ہر کی چیز ہے، باقی جو شیا
عالم خلق کی ہیں، عالم خلق تجلیات ذاتیہ کا تحمل نہیں، اس لیے فرمایا گیا لیکن اسئلہ انی انجیل قات
استغفر مکارہ حسرت تکفینی (الآیۃ) قلب حقیقی میں تجلیات ذاتیہ تحمل نہیں ہے، باقی جسم میں
تجلیات ظلیہ ہی کا مقام ہوگا، ہم کو راقبہ میں تجلیات ذاتیہ کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور جذب کرنا ہر
ع دل گذر گاہ طلیل اکبر است

تو اگر چہ قلب کے مراتب میں وقت یا استعداد وقت ہو، مگر اس پر ہدایت کرنا چاہیے، قرین مشکلات
کے ازالہ کا ذریعہ ہے۔ والسلام

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

تھے زمین اور آسمان سیرا تھیں میں کر سکتے بلکہ میرا تحمل، میں کا دل کر سکتے۔ بقول جانی ہے

بہ نوحیت زنجبدر، زمین و آسمان

وہ میرا ہم سینہ چیز ہم، جوں مار کردہ

تھے لیکن تو بگت، رہا ہمارا کون خوب اگر وہ اسی بگت غمراہ، تو تو ٹھکرو کوسے گا۔

مکتوب نمبر ۱۰۶

مراقبہ کی یہ حالت امید افزا ہے، اس پر پوری توجہ چاہیے، تاکہ خود بخود درام حضور صل ہو جائے
 اَلَا الْمَصْرُوفِينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ دَائِيُونَ كَالسَّمَانِ هُوَ جَاءَ . . . میں آپ کو اجازت
 بیعت و ارشاد دیتا ہوں، اگر کوئی آپ سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کرے تو آپ اس کو بیعت
 کر لیا کریں چاروں غاندنوں چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، اور سہروردیہ میں، جتنا تار، نفراداً اجازت
 جو مضامین سلسلہ غیبیہ کے آخر میں درج ہیں ان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں، اور مراقبہ سعی میں جس قدر
 ممکن ہو کوشش جاری رکھیں . . . ضیاء القلوب، القول بحسب، امر اک مستقیم، اذکار السوکت
 استفادہ فرماتے رہیں، ہر قول و عمل میں اخلاص اور لہیت منظر نظر ہونی چاہیے۔ والسلام
 ننگ اسلاف حسین و محمد غفرلہم جمادی الاول ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰۸

توجہ الی الذات المتصفیہ بحجج صفات الکیال المنزہۃ من جمیع سمات النقص والذوال یہی
 امید افزا اور ضروری الدوام ہے، جس قدر ممکن ہو اس میں انما کہ کیجئے، کلب انسانی اس کا عمل تجلی
 اور کر ہے، لَا یَسْعَىٰ اِیَّیْہِ وَلَا یَسْأَلُہِ الْاَقْلَبُ عِبَادِی الْمُرْسَلِیْنَ اِیَّیْہِ لَا یَتَحَمَّلُنِی فَاَنْتَ اَقْلَبُ
 سَمَّاہَا تَجَلٰی بِاَتَمِّیْہِ الَّذِیْ فَلَاحَ تَحْمَلُہُ عَوَالِمُ الطَّلَاحِ اَلَا قَلْبُ لَعْنُ الْمُرْسَلِ مَا لَہِ مِنْ
 عَالَمٍ وَلَا مِنْ کِبَرٍ وَلَا لَمَّا تَجَلٰی الرَّبِّ سَمَّاہُ لَعْنُ الطُّوْحُرِ حَمِیْ سَمَّاہُ لَعْنُ الْمُرْسَلِ سَمَّاہُ لَعْنُ الْمُرْسَلِ
 یَحْمَلُہُ فَمَا قَالَ اَللّٰہُ سَمَّاہُ لَعْنُ النَّبِیِّ رَسُوْلُہِ تَجَلٰی حَمَلُہُ دَاوُدُ حَمَلُہُ مَوْصُوْفًا ہ
 بہت رب الناس را جان نامی
 اقصای بے تکلیف بے قیاس
 انہم زور

هدنا لاساب لنعيم لعيهم وللعاجز المسكين ما يجمع

اخلاص اور توہم و فریبی کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور اتباع سنت نبویؐ کی صاحبہا الصلوٰۃ
والنحوہ میں اتنی کوتاہی کو بھی روا نہ رکھیں۔ رزقاً اللہ وایاکم صاۃ فی الدنیا و الاخرۃ
و دفعنا سہ وایاکم لہما یحبہ و یبغضہ۔ انہیں لوگوں کی اصلاح و تربیت میں پرتان میں
غلاب بھی امید افزا ہیں، اس رو سیاہ سنگ اسلاف کو دعوات عامہ سے تراشوس نہ فرمائیں
کتاب صرفاً مستقیم اور امداد السلوک کو زیر ملاحظہ رکھیں۔ والسلام

سنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

لہذا توجہ اور باب صمیم کے لیے ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔ عاجز مسکین کے لیے تو وہ ہیرے جیسے گھونٹ گھونٹ پلہا ہے
تھے اخلاص پر تزان حکیم اور اعداد و ثبوت بھی کریم کافی سے زیادہ موجود ہیں اور انکی اہمیت پر کبھی غور نہ فرمایا، اسلام نام ہے
تہم دل اور عقل در در مع کو شہ سائناتی کی محنت میں مدد کر دیے اور اس کی عبادت میں تقرب اور فنا کے سوا کسی اور
پہیز کے د نظر رکھے کے عرض طاعت و عبادت میں ریا کا کلیتہ ترک کر دیا، اخلاص ہی، اور غلو میں اس وقت
ہوتے ہیں جس میں ر بھی خون اور گدگدائی کی آئینہ تر ہو، تزان میں سب سے میں صحت و دہ چر لہذا حاکم۔ لیکن
اصلاح تصوف میں اخلاص یہ سبہ کہ اپنے عمل پر سوائے خدا کے کسی کو تائب نہ بنایا جائے۔ یصلیٰ علی من ارادنا
سے کہ لوگوں کے لیے عمل کا ترک کر دینا یا سبہ اور لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنا ترک اور اخلاص یہ ہے کہ
ان دونوں چیزوں سے اپنے کو دور رکھے جو صفتیں حسین فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے اعلیٰ اور اشرف چیز اخلاص ہے
میں نے بار بار کہ خوشی کی اکیر سے قلب پر انگل جائے گرد و دھری شکل و صورت اور رنگ دیو خیاں کہ یہی کیا کرتا
اخلاص اور صدق میں فرق یہ ہے کہ صدق اصل ہے اس لیے اپلا تہم کیا لکھتا ہے۔ اخلاص درص ہے اور یہ
تایید ہوتا ہے۔ یا یوں تبصر کیا ہے کہ عمل میں داخل ہو جائے کے بعد اخلاص کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ کہ پہلے کیا
ذچ سے کہا گیا ہے کہ گھاس کے مر رہا میں ہونا اور صدق کے اندر محبت و تحضر میں اخلاص کی خاصیت یہ ہے کہ

مکتوب نمبر ۱۰۹

زیارت حرمین شریفین کی صورت پیدا ہوئی مبارک ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرما ہے اور برکات معنویہ سے الامان کرے، آمین۔

(۱) باگاہ نبوت سے استفادہ کرنا سوادب کیوں ہوگا، بارگاہ میں حاضر ہو کر بجا رکھنے صلوٰۃ و سلام مذکورہ درود شریف کی کثرت لھینہ خطاب زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات انہیہ میں مشغول رہیں، جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں وہ پہنچیں گے، اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں ہے، حاضر ہی رد عنہ مبارک کے وقت میں آنحضرت علیہ السلام کی بیعت پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز سننے والی، جانتے والی، غایت جمال و جلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضر خیال کیا جوسے اور جملہ طرق ادب کا کاغذ رکھا جائے، جو لوگ مقصود ادب دشمن ہوں ان کی تحقیر تو ہمیں کی طرف خیال نہ کیا جائے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلا ضرورت شدیدہ تو ہم کہیں، فضول باتوں اور لوگوں کی باتوں میں بلا ضرورت حاضر ہی سے گریز کیا جائے۔ اوقات کو درود شریف، ذکر، مراقبہ، قراۃ قرآن، نوافل ذکر معبود رکھا جائے۔

(۲) مگر عظیم بی بی تو جلالی الذات بلا کیف و بلا کم ہر حال میں خواہ طوائف یا عجمی وغیرہ وغیرہ کی جائے، اور غیر مستونہ، اگر تہمی جائیں جیسا کہ افضل قرار دیا گیا ہے تو وہ بھی مخاطب، الذات الموجودہ فی الارواح و انقیاب المنزہتہ من سائر الصفات، نقص و الزوال کے ساتھ جاری رکھا جائے۔

والسلام۔ سنگ سلامت حسین احمد غفرلہ۔ ۲۰ رمضان ۱۳۶۵ھ

و غیر حاشیہ ص ۳۳۱ (۳۳۱) میں آیا ہے: "اس میں سب جزم ہو کر حرکت رانی کے سنے، ل سے لیں، پر جاری ہو جتے ہیں، خلاصہ یہ کہ ساری طاقت، عبادت اور برائیوں کے سارے اعمال میں غلصہ و دلچسپی کے سوا اور ہر جرم کی لادیت نہ ہو رہی وہ چیز ہے جس کو قرآن آقا و صلوات اللہ علیہ من الخلق لیس سے مومنین کے ہے۔"

مکتوب نمبر ۱۱۰

ادکار سر یہ یا مجریہ اولاً بالذات اسما سے تعلق ہیں اور مراتبہ سخی سے تعلق رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ سخی متبوع اور مقصود ہے اور اسما تو تابع ہیں اس لیے اگر ذکر اسما ہو یہ توجہ الی الذات ہوں نہ توجہ لغت عمل میں لائے والا مراتبہ ہی مقدم ہے، توجہ الی الذات سے مع الصفات کا خیال اجمالی لیا جائے گا، ان تفسیر تفصیلی میں خاص خاص صفات تصدیق جاتی ہیں، اہم کو بالفعل سیر اجمالی ضروری ہے، اس لیے ذر مقدم مقصود بالذات ہونی چاہیے، عموماً مستقیم کا باب ثانی جو کہ صفحہ ۱۳۲ سے بعنوان تکرار بیان ملوک ثانی، راہ ولایت شروع ہوتا ہے، اس کو مطالعہ فرمائیں، اور اخیر تک یعنی ملوک ثانی راہ نبوت کا بھی مطالعہ کریں۔ بہر حال توجہ الی الذات میں حقیقہ بھی کامیابی حاصل کریں وہی کامیابی کی چوٹی ہے۔

والسلام۔ ننگ اسلام حسین احمد غفرلہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ

مکتوب نمبر ۱۱۱

حاجی محمد ایل صاحب جیون بخش حویلی حسام الدین حیدر یلیاران پٹی کے نام
محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
سورہ فزل کا تفسیر میں روایت نقل فرمائی ہے کہ حدیث کا ثواب ایک کاوس اور قرض حسہ کا ایک کاٹھا رہ کر آد
پھر اسکی وجہ ذکر فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ فیضانِ کربلا، حسن الخزانہ، الدارین۔

والسلام۔ ننگ اسلام حسین احمد غفرلہ ۳۱ رذی الحج ۱۳۴۹ھ

دعا ہے کہ توجہ بہرہ حضرت شاہ عبدالعزیز تحریر فرماتے ہیں کہ انحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس نے توبہ سعادت میں مبتلا ہو جائے وہ
گناہ کی ہرگز بخشش ایک دم اللہ کے راہ میں خیرات کرتا ہو وہ اس دم کو توبہ کی جہاں ہے اور جو شخص خدا کی کسی کو توبہ دیتا ہو اسکا

مکتوب نمبر ۱۱۳

کوئی عمل تسخیر کا یہ ہوتا تو میں بیان جیل ہی میں کیوں پڑا ہوتا، سب کے برا عمل تسخیر کا تقویٰ ہے
 اِنَّ الدِّیْنَ اَمْسُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَبِّحْ عَلَیْهِمُ الرَّسُوْلُ وَرُوْحًا۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے، اخلاص

اور ملیت و تقویٰ ہر چیز میں نصب العین قرار دیکجئے۔ سے

سیاں نکھیا پھیراں پیری ملک جہان تنگ جانا کی، ک ہر لاکھوں کریں سلام

والسلام۔ تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۱۴

مولانا سعید علی صاحب امام مسجد درگاہ سلطنت مشرقی پاکستان کے نام

محترم بلقا م زید مجدکم۔ السلام علیکم در رحمۃ اللہ۔ فرزان شریفین۔ اسما والہیہ کو ذات مقدسہ سے

دقتیرہ (۳۳۵) تو بہ شامہ لکھے ہیں جس شجرت میں سے زمین کی زیت و فیضیت تو اب کو ریافت کیا، فرمایا جو شخص مذکورہ جگہ

روتا ہر تہہ کو بھی محتاج کو کہتا ہے اور کسی غیر خدیج کو۔ اور انسان بیوقوف زمین پر جلا کھڑا ہوتا ہے۔ انہو کو زمین دیکھ کر تو اب اللہ دیکھ کر تو

بادہ ہوتا ہے اور جانا باقی ہے کہ اس قسم کے زمین دوزی میں عیادت پر دست مٹا کر گناہ اور محبت قسم کے بجا بگاڑتے ہیں کہ انہو کی نظر پر ہر

نیزہ میں صف خراب نہیں کرتا ہے وہ بیوقوفی پر پائی ہوئی اور اس قسم کے زمین دوزی میں کسی فائدہ کو ہم کو بھی نہیں کو نہیں گنتا اور اللہ تعالیٰ

نہیں دیکھتا تو اب ہائے خار بھی نہیں اگر اس کے حوص میں کوئی چیز کے شکل یا ہر وقت۔ بلکہ انہو کو لایا ہے تو ایسے والیہ میں ہر جگہ

زمین میں تو اب صد تو زیادہ دیکھا گیا ہے۔ اگر گناہ تو اب کہ تو جبر پر کہ جب ایک دم صدوں میں کہ بڑھ جاتا ہے اور اس جگہ ایک دم

ایم میں کہ زمین پر اس شخص کو رہنا ہر گاہ کہ اسکا سلسلہ اپنی پر میں گوارا ایک دم زمین میں دینا اور ہم اللہ دوزی کے ہر جہاں کو کہ جب

کہتے ہیں، شامہ جہاں سے ہر دم ۲۰۵ اور اللہ تعالیٰ میں تو میرے تو بہ تو بہ ہر ہر نے، ان نصیحت فی سبانی نصیحت میں کہ ہے۔

حسب قول سید علیہ السلام میں دماغی کیفیت ہے اور یہی اسما و نام میں مشتمل ہیں، اشخاص کی تربیت ان کے ذریعہ سے ہوتی ہے، ہر شخص کا عروج اس تک ہوتا ہے، جو کہ اس کا رہی ہے، اس سے زیادہ تفصیل اس عویضہ مخمرہ میں نہیں ہو سکتی۔ زندگی ہے در وقت ملاقات کچھ عرض کروں گا۔ والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ

مکتوب نمبر ۱۱۳

مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث، مظاہر العلوم سہارنپور کے نام

میدان المحترم، زودت سعائکم۔ اسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس عنایت اور مہربانی کا شکریہ کس اور کس زبان سے ادا کروں کہ یہاں دو قات اجابت ہیں اس دور افتادہ نالایق کو دعوات صالحہ سے یاد فرماتے رہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزا خیر عطا فرمائے اور مقاصد وادین میں کامیاب فرمائے۔ ان دعوات سے بڑھ کر اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور واقیبت کے لحاظ سے بھی اور کوئی احسان کیا ہو سکتا ہے، اللہ اعلم والسنۃ بفضل فداؤ مذکی سے امید ہے کہ یہ دعوات صاحب راہگان نہ جانے گی، میں بفضلہ تعالیٰ نہایت صحت اور غایت سے ہوں، بہت زیادہ مطمئن اچانچ ہوں، درمیان شریفین بھی نہایت اچھی حالت اور اطمینان سے گذرا، کاش اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوزے، حضرت گنگوچی قدس سرہ العزیز کو خواب میں دوم تہہ خلافت معمول نہایت شفقت اور محبت سے دیکھ چکا ہوں، میری نالایقی ہرگز ایسی عنایت کو متفقہی نہ تھی، حضرت شیخ احمد کو بھی کئی مرتبہ دیکھا، کیا عجب کو ان اکابر کی توجہ روحانی سے میری کچھ اعمال ہو جائے، دارالعلوم کے واقعات یقیناً بہت زیادہ دیکھائیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے، والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ

مکتوب نمبر ۱۱۵

مولانا فخر الحسن صاحب مدرسہ فتح پوری، روہلی کے نام

محترم المقام زید مجاہدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے لیے یہ اسباق مبارک ہیں، ہجرت
بہت دیر سے، خواب بچھے ہیں، اتباع سنت کا خیال رکھیے، موجودہ مسموم قضایں (الحاد و
زندقہ اور نصرت کی) آپ کے قدم کو، تبارع نبوی سے دلگذاڑیں، جسکے حضرت شیخ الحدیث کے
تراجم ابواب اور سند صحیح کا حاشیہ علی البخاری اور فتح الباری مشعل براہ بنائے، میں دعا کرتا ہوں
اللہ تعالیٰ آپ کی دوزخ سے، خود بخاری پر حواشی بہت کارآمد ہیں۔

روزانہ قرآن پوری سند نہیں پڑھتا تھا، روزانہ کے الفاظ تر حسب ذیل ہیں:-

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلق سیدنا وعلیٰ آئیننا محمد والحمد والصلوة

والحمد للہ رب العالمین، اما بعد فان اصلات الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی سیدنا

ومولانا محمد حل اللہ علیہ وسلم دینہ کا مورخ محمدنا تھا وکل محدثہ بلذاتہ وکل بدعتہ

ضلالة وکل ضلالة فی الناس۔ وبالسلام المتصل الی الامام والمحافظة للحجة امیر المؤمنین

فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن سعید بن بزیر بن الجعفی البخاری

رحمۃ اللہ تعالیٰ وبعنا علوہ۔ امین قال

بھگو اجازت وقرأت وسماعت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب عثمانی

سے ہے اور ان کو قرأت وسماعت و اجازت حضرت شاہ عبدالحق صاحب مجددی دہلوی

ثم الدینی قدس الشہرہ العزیز سے ہے، اور ان کو قرأت وسماعت و اجازت حضرت شاہ

محمد اسحق صاحب دہلوی ثم الہندی قدس الشہرہ العزیز سے ہے۔

ن سے اور پر کی سند بخاری تشریف کے ابتدا میں نام لکھی ہوئی ہے، نیز اور دوسرے طرق میں بھی
 خصوصاً سندیں چھپی ہوئی ہیں، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس سندس کتاب کی نیز دوسری کتب
 حدیث اور دیگر فنون کی کتابوں کو پڑھائیں جیسے کہ جنگو اسلاف کرم شریخ، اہل ہند و اہل عرب میں تشریف
 داد ہوا اللہ شرفانے اجازتیں عطا فرمائی ہیں، اتہارح منست اور اسلاف کرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو
 مضبوطی سے معمول پر رکھیں اور تعلیمی اور علمی جدوجہد میں حتی الوسع کمال کو پاس نہ کرنے دیں۔ والسلام
 ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

کتوب نمبر ۱۱۶

مولانا احمد علی صاحب مفسر انجمن خدم الام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کے نام

سیدنا محمد زید مجدکم۔ السلام علیکم وہمہ اللہ بیکاتہ۔ واللانا ربہم بکاتہ سر فرزدی ہوا، مندرجہ مضامین
 سے سخت متاثر ہوا، محترماً کیا آپ کے بیان کی سچائی کے وجود و عدم اور اس کی گہرائی پر موقوف ہے، جس پر
 آپ متاثر ہوتے ہیں، اگلا اللہ ہم اور آپ حضرت شیخ الحدیث شمس اللہ شہرہ الغزنی کے دربار کے بزرگ
 اور اس بنا پر خواجہ متاثر ہیں۔ یہ روحانی نفع کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا، اگر ادبی اسباب حاصل بھی ہوتے ہیں
 تو کیا ہے، ہماری ارجح ایک ہی راہ گہر بار کی حاضر باش میں، حفظ اللہ وایاکم من کل سوء ودر وقت
 عیناً رضائی اللہ زیادہ آخروہ آئین۔ گھر کے لوگوں اور صاحبزادوں اور دیگر اجاب پر سال سے
 سلام مستی اور عرض کریں، دعوات صاحب سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند صوبہ بریچ انسانی ۱۳۶۶ھ

(حاشیہ کتوب نمبر ۱۱۶) مولانا احمد علی صاحب مفسر دہلوی کے دستاوردہ اولے نام مولانا حسین صاحب اہل ہندی، آرم بحروف کھٹ
 میسر سے ۱۳۶۶ھ میں مولانا صاحب کو تحریر کیا، مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب
 مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب

مکتوب نمبر ۱۱

مولانا اعجاز علی صاحب شیخ الادب الفکر دارالعلوم دیوبند ضلع ساہیوال کے نام

محترم تقاضا ہے کہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذکر کو اثر نہایت امید افزا ہے کہ بے امید ماری تھی
 لگی۔ غیر مناسب مواقع پر خود بخود ماری ہونا اطمینان بخش ہے، امام، لک کے نزدیک تر ذکر پکا خازن اور پشاپ
 وغیرہ کرتے ہوئے ہی جائز و مستحسن ہے، اگر لاشرا اس کو کمرہ فرماتے ہیں، مگر ذکر غیر مساتی حوالہ سانس سے ہو
 یا قلب سے، روح سے ہر پاسہ سے یا غنی و غنی سے، اس میں کسی کے نزدیک کرنی گراہت نہیں نمازیں
 خود بخود ہونے لگے تو مت روکیے، بہر حال اس کو جاری ہونا چاہیے، یہاں تک کہ سوتے وقت بھی جاری ہوا
 اگرچہ سوتے والے کو اس کا علم نہ ہو، مگر اس کے جانگنے والے کو سانس کی کیفیت سے ذکر محسوس ہونے لگے،
 گریہ کا غلبہ ہونا نسبت چشتیہ کا ظہور ہے، اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی فرمائے۔ آمین

جو کلمہ اور سانس ذکر کے ساتھ گذرتا ہے، وہی حقیقت میں زندگی کا لمحہ ہے۔ باقی تو عمل لنگر ہے۔
 اللہ یا معلومتہ وصلحوب ما فیہما الا کذا کور اللہ، وما اولیٰ ذلک (اداکا مقال)، اگر سابق اور مجالس میں جو تو س

بقیہ جاتیہ میں ۳۳۹ (۳۳۹) درعیائی کو ائب مدد تجویز فرمایا تھا، اور ان روزوں کے لاناوں کا کلمہ بتل، رات، اجتام، حرام ہے ہم
 پہلی جو خزانہ انہر میر بکر، جس میں دلا، کہ کو ہم یہاں دریا کی جو اسے شوقیہ اور احمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں، حسب لگم دانی حشر
 ملی رحمت برکات ہم کے، روزے نامے شمال خدمت میں، ایک، وہ جو صوبہ پنجاب کی حیثیت علماء کے تعلق ہی اور دوسرا وہ جو حکم
 تقسیم ملک کے بعد تہذیبی علماء ہند سے پوچھا، کہ ان کو علم کو دیا تھا تو وہ پاکستان میں آگئے تھے اور جاری امر کی حیثیت میں، ہند میں
 ہی ماریہ کے مطابق ہیں، پاکستان میں کام کرنے کیلئے آزاد کروا دیا تھا، اس فیصلہ کا بے بری طبیعت بہت ہی پریشان ہوا، یہ
 ملی حضرت دینی رحمت برکات ہم کی رحمت میں، ایک عویذ لکھا، میں عرض کی گئی کہ پوچھیں، مگر ان کی، انگریزی کو مجھے قیامت کے ان نجات کا مجھ کو

تھا، فتح و فتح نہیں، لنگ کر دیا، اس عویذ لکھتے ہوئے، ان کے علم سے، زبان ارسال فرمایا، جو سال خدمت ہے، نقلا
 اصولیہ و شہادتیہ، ۲۰ جون ۱۹۷۷ء

بڑھ کر کیا بات ہوگی۔ دوسرے

حبیبیت بھی تب لاج کماں سنا رہتے تو کیا بوجھ

عشق چوں نام است بشدت ناز و ننگ
پتہ مغز ان تہوں کے جاتہ بچیر پاست

اگر لوگ رنگ آمیزی کریں اور مذاق اڑائیں تو کیا پروا ہے اس کا خیال بھی نہ ہونا چاہیے اللہ مبارک کرے

جو واقعات خلاف طبع ہوتے ہیں ان کی پروا بھی نہ کیجئے اپنے کام سے کام رکھیے، میں نے سنا ہے کہ

دوسرے میں دو سو پچاس سے زیادہ طلبا ہیں، بچہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مایہ سوسے زیادہ طلبہ نہیں آئے

اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ والسلام

نگ سلاف حسین احمد غفرلہ ۳۰ دلفیقدہ ۱۹۱۰ء

مکتوب نمبر ۱۱۸

محل میں نے سہ سہری ظہور پر کھدیا تھا کہ بہار جانے میں کیا حرج ہے، بعد میں حضرت مجدد و حجتہ اللہ علیہ

اور شاہ یاد آیا کہ رمضان شریف کی خاطر جمعی اور توجہ الی اللہ کو تمام سال کی خاطر جمعی میں بہت بڑا اجل ہے

اور صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر عشرہ کے متعلق شدت اہتمام بہ نسبت عبادات خود فرماتا

اور رنجیب شدید دنیا اور فقہاء و صوفیہ کو رام کا عشرہ اخیرہ کی راتوں کو تمام سال کی راتوں سے افضل تر قرار

دینا وغیرہ کا تقاضہ کر نہیں ہے کہ دن دنوں اور راتوں کو صلح کیا جائے جس قدر بھی ان میں قرآن

قرآن ذکر وغیرہ ہو سکیں بہتر بہتر ہوگا، ادھر یہ کہ آپ کا ان ایام میں اپنے بچوں میں رہنا ان کے

لیے موجب طہائیت ہے، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ عید سے پہلے سفر فرمائیں، رمضان میں ریلوں

کی کھچا کھچ میں سفر کرنا اور اس کی وجہ سے تمام معمولات حتیٰ کہ فرض تک میں غلغلہ پڑنا تشویش خاطر وغیرہ

کا ظاہر ہونا کچھ بہتر نہیں معلوم ہوتا، ان عید کے دن یا اس کے اگلے دن اگر آپ سفر کریں تو زیادہ آسائش

مکن ہے کبیر پور تک میں بھی آپ کی اردلی میں ماضی باقی کا شرف مائل کر سکوں، آئینہ، جناب کو اختیار ہے۔ میرے عید کرنے کے بارہ میں کچھ تردد است پیش آرہے ہیں، یہاں کے حضرات سخت متقاضی ہیں کہ منظور پور میں عید کیجائے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ وہی بند۔ بہر حال رستہ کشا ہو رہی ہے، دیکھیے کون غالب آئے، جو مقصد یہاں کے رہنے کا قرار دیا گیا تھا اس کو بالکل انجام نہیں دے سکا، فرسہ دماغوں کا سخت محتاج ہوں۔ آپ کے تیسرے قرآن کی خبر سے خوشی ہوئی، ہذا اللہ باب العظیم مدیمہم فریم تو ابھی تک یک قرآن ہی ختم نہ کر سکے۔ ذی اللہ فضل اللہ یوشہ میں لینا۔ والسلام۔ سنگا اسلاف حسین احمد غفر لہ ۳۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ۔ بڑھیں آباد۔

مکتوب نمبر ۱۱۹

سبحان من اقام العباد فیما اسراد

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْا وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهُمْ
وَمَا يَفْقَهُوْنَ

اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو مجھ پر
وہ جانیں اور ان کا سمجھتے۔

۱۱ رمضان کا والا نامر ملا۔ مجھے سخت تعجب ہے، آپ کے اوام اور لائینی خیالات و انکار و رد نہیں ہوتے، اسی بیچ رہا اب میں آپ پڑے رہتے ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو خدا سے لڑائی کیجئے اور اس کیلئے کربازیجئے، مگر دنیاات اسی کے ارادہ اور قدرت کے کرشمے ہیں، اس میں سرگرائی اور اپنی پیش بردہ احمیتانی حالت کو ختم کرنا قلب اور اس کے سکون کو ان لائینی باتوں میں کاہنہ کر دینا کس قدر کھلی ناش فاطمی ہے، مگر دنیا صرف اسی کے قبضہ میں ہے،

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ نِّبِیٍّ اِلَّا بِاِذْنِ رَبِّهِ
وَمَا تَلٰی اَنْیْسًا كَمَا تَلٰی نَبِیُّنَیْ اَنْتَ

کوئی آفت نہیں پڑتی تک میں اور تمہاری جان
میں جو کچھ، ہوا ایک کتاب میں پچھلے اسی سے کہہ کر

تَبْرَأَاتٍ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ كَيْبٌ
 ہم اس کو دنیا ہی میں کسی اور فریب آسان ہے تاکہ
 لَكَيْلًا تَأْسُرُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَعْرَضُوا
 تم غم نہ کھایا کرو، اس پر جو اچھا نہ آیا اور نہ سچی کیا کرو
 بِنَا انَّا كُذِّبْنَا
 اس پر جو تم کو اس نے دیا (سورہ مدینہ)

ما اصابتك لم يكن لخطيئتك وما اخطاك لم يكن ليصيبك الخديت کو کس ریز کیلئے پر جان
 عجیب و غریب۔ میں کہہ چکا ہوں کہ ذکر کی کثرت کیجئے اور صرف اللہ تعالیٰ سے لڑو گے، مخلوق کو خدائی
 کے لیے چھوڑ دیجئے، اگر کوئی نصیبت آپ پر آئے کشادہ پیشانی سے برداشت کیجئے۔ "خزبہ عجیب
 زہیب" سمجھیے اور قلب کو ان تمام دنیاوی اور تکیونی کدورتوں سے پاک اور صاف کیجئے۔ حضرت
 نقیہ علیہ السلام کی وصیت وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا اَصَابَكَ۔ ہی نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی
 زندگی کو دیکھئے کہ کن شہادتیں گدھی اور پھران کو اسے کَانَ عِبْدًا مُّكْرَهُمْ اَزْوَاجًا اَبَاءً۔ آپ اپنا
 جائزہ لیجئے، ۲۴ گھنٹہ میں کس قدر شکر کرتے ہیں، اور کس قدر غمناک، اہلیہ کا انتقال کرتے ہیں، اس کے
 آپ مسؤل ہیں، اپنے ذرائع کو انجام دیجئے۔ ان دنیاوی پریشانیوں پر لات، رہیے، امن خضر
 سُرَّ اَلَاخِرِہِ وَتَعْنِيهِ" کے کوششے دیکھئے۔ والسلام

تنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۲

مولانا قاری سید اصغر علی شاہ مدرس دارالعلوم دیوبند سہارنپور کے نام
 محترم المقام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گورنمنٹ کا ہمیشہ سے اور کارکنان مدرسہ کا ہوش

شہادت ذکر کی تفسیر میں حدیث کو حضرت امام العصر نے نقل فرمایا ہے کہ جو کچھ تم کو سچا اور سچ و بزرگ کہیں تمہارا کب
 بزرگ پر جان اور خبر ہو گی یا کبھی تمہارا کب بزرگ کہیں، تمہارا کب بزرگ کہیں، تمہارا کب بزرگ کہیں، تمہارا کب بزرگ کہیں،
 کہ لوگوں سے احتساب صاف کا مسکادہ ہے "کو کس بکشتوں و کشاید بکشت این مہلہ"

اور جو لوگ اصول اہتمام و صداقت میں کام کر رہے ہیں ان کا بھی بیشتر سے یہی ارادہ اور جذبہ و جذبہ ہی کہ
 حسین احمد کو یہاں سے نکلوا جائے اور اب ان کو موقع ہاتھ آ رہا ہے اس میں اتنی ہی جذبات کام
 کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز سے، حضرت زکریا علیہ السلام کو آرا سے چروا دیا۔
 حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا، سیکڑوں نہیں ہزاروں انبیاء و موت کے گھاٹ اتروائے گئے
 قرآن کی نص یَفْتَلُوْا اَکَابِنِبَآءٍ یَّعْبُرُ حَتّٰی اِسْ پَر دالت کرتی ہے حسین احمد کتنا بھی مخلص
 اور بے تصور ہو مگر ان انبیاء کے سامنے وہ مقدار بھی نہیں رکھتا جو ذرہ کو پہاڑ کے سامنے ہے۔
 اور وہ، ہتھام و در سبب کی یہ کشمکش اور خود غرضیاں اور لامبانی باتیں بھلو مجبور کرتی ہیں
 کہ اپنے دوسرے عملی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اب آخری حصہ کے فریضہ کو اللہ تعالیٰ
 کی یاد اور عبارت میں خرچ کرنے کا قصد کروں، میرے آقا حضرت گنگوہی قدس، اللہ
 سرور الغزیز کی یہی سنت ہے، اور اسی پر حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری
 رحمہم معذور اور حضرت انور تومی رحمہم معذور آخری ایام میں گذران کرتے تھے، اور حضرت شیخ
 المسند رحمۃ اللہ علیہ آخری ایام میں اسی کے عامل رہے۔

حقیقت میں ان حضرات کو آپ سے یا نشتی شیخ صاحب یا مولانا حسین صاحب، مولانا
 ناننگل صاحب وغیرہ حضرات سے کاوش نہیں ہے، سب کی آنکھوں میں کاسا حسین احمد ہے۔
 اور وہی سے سب کے جذبات منتقل ہوتے ہیں، کیوں نہ وہ اپنے لیے صورتیں سوچے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید تھی ہے کہ تری ایام میں انقلاب حکومت کی بھی
 ضرورت پیش آسکی، اس صورت میں ہماری سیاسیات کا مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا، اب اللہ تعالیٰ
 کی یاد میں بقیہ عمر گزارنا ضروری معلوم ہوتا ہے، بے شک ملازمت کے ترک میں آؤں گی
 سے خطرات پیش ہوتے ہیں، مگر اس راستہ میں سلف صالحین کا طرز عمل، دور رکھی سوکھی پڑتی

ناتوا اور نیم گرمی کو اختیار کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ضروری ہے، اور تقاضائی کے فصل و کرم سے ایسا ہے کہ وہ اپنی رحمت و امداد سے اعانت فرمائے گا۔

ہزار سالوں اور ہزاروں کا خاندان نہیں ہے، فقیر کا خاندان ہے، اگرچہ زمینداری بڑے پیمانے پر تھی، مگر عرفان آخر کا درپوشی دنیا دار گداری ہیں اور نہ باوجود زمینداری کے فقیرانہ طرز رہتا تھا، اور ذکر و فکر مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، یہی بات میں نے والد صاحب مرحوم سے بارہا سنی ہے، خلاصہ یہ کہ مجھ کو ہر وقت اس کے لیے تیار رہنا ضروری ہے، دراب طبیعت اس مازمت سے متفرق ہوئی چلی جاتی ہے، خصوصاً، یہی ایسے مہدین کے راجح اول رکھیکر۔ والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۲۱

مولانا ابو جعفر صاحب مراد آباد کے نام

محترم المعام زید مجاہد - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ ذکر کا طرز اس قدر توجہ اور اس سے بشارت اور نافرمانی جو جانے سے طبیعت کا اثر اس جم غفیرت است۔ مگر میرے محرم! آپ کو اس زاہ میں مود بننا چاہیے۔ اور بہادری اور انگ و رو کرنا ہے، کسی شب میں تضا کیوں ہو؟ اور مقصد، ذکر میں وہی تعداد کیوں باقی رہے، جو دو تین ماہ پہلے تھی۔ اذکر و اللہ حتی یتولوا اللہ الخیرون۔

جان اسے برابر نہ مانہ کبس

دل اندر جان آفریں بند میں

والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۳۱

دو لانا مع والا نامہ صوبید اور صاحب پنچا۔ یاد آوری کا ٹکریہ اور کرتا ہوں۔ ان کے والدین
 اجدین کے تفکرات سے صدمہ جو ا۔ ان کی خدمات عالیہ میں مسام سنون عرض کر دیں اور توجہ لائیں
 کہ جو وقت بھی اس اسارت اعداء اللہ میں گزرتا ہے اجر و ثواب کے غالی نہیں ہے، نیز صوبید اور صاحب
 اس فرصت میں جبکہ اپنی جد و جہد سے غافل نہیں ہیں تو خوش ہونے کا مقام ہے، عزت شدید
 ہے کہ صوبید اور صاحب اپنے اسلاف کرام کے مقامات روحانیہ کو حاصل کریں جس کے لیے خیر فرارغ
 کوئی صورت نہیں، یہ فرارغ ان کو باہر نہیں مل سکتا، مثلاً اللہ اپنی روحانی جد و جہد سے غافل نہیں
 ہیں، ان کو والدین اجدین اور غزہ کی طرف سے آگید ہونی چاہیے، کہ وہ مطمئن خاطر ہو کر اپنی روحانی
 اور قلبی اصلاحات میں پیش از پیش منہک رہیں، اور اعزہ و اولاد کی فکر نہ کریں، **إِنَّمَا أَمْرُهُمْ**
وَأَزْلَاجُهُمْ فِي يَدَيْهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ كَأَجْرٍ عَظِيمٍ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتْلُوا كُتُبَكُمْ**
وَلَا تُؤْكُلُوا مِنْهَا لَعَنَ اللَّهُ مِمَّنَّ تَقْرَأُونَهَا لَعَنَ اللَّهُ مِمَّنَّ تَقْرَأُونَهَا لَعَنَ اللَّهُ مِمَّنَّ تَقْرَأُونَهَا
 کہ غنیمت سمجھ کر اپنی زندگی کے ضروری فرائض کو انجام دینے میں مصروف رہیں، ان کی خدمت نہ
 صرف اپنی ہوگی بلکہ والدین اجدین اور اعزہ کی نہایت بیش قیمت خدمت ہوگی۔

یوسف گم گشتہ باز، یہ کہناں حسیم مخور
 کلہ افراس تہرور روزے گلتن غم مخور
 اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ کریم کار ساز اپنے نفس و کرم سے معائب کے بازلوں کو چھانتے رہے
 اور ہمارے ساتھ ایسے معاملات نہ فرمائے جس کے ہم مستحق ہیں۔ والسلام

تنگ سلاطین اور خیر لہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ
 دہائیہ مکتوب نمبر ۱۳۱، بحقیقت ہے کہ مقامات نصیحت و سوک کے حصول میں فرارغ و خیر و ثلوت و ولات کو
 (۲۴ مئی ۱۳۶۳ھ)

مکتوب نمبر ۱۲۲

مولانا غلام پیر صاحب قصبہ لویفٹ راجپور ضلع غازی پور نکم

محترم انعام زید محمد کم - اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مزاج شریف - غلام ربانی صاحب عباسی کی گرفتاری اگرچہ بظاہر باعث تکلیف ہے مگر ان کے تعلقین اور احباب کو مبارکباد دینے کے لئے ان کو بھی مبارکباد پہنچا دیجئے۔ زور دجا دین میں داخل ہونا اور اللہ کے راستے میں تکلیفیں جیلنگ غلیم اشان عبادت ہے۔ قرآن مجید میں سورہ توبہ کے آئین ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا يَجِدُ كَفْرًا لَهُمْ وَلَا يَجِدُ مَلَائِكَةً كَانَتْ لَهُمْ جِثَّةٌ مِمَّنْ طَلَعْنَا عَلَيْهِمْ مِنْ أَدْبَارِهِمْ إِذْ جَاؤُوا بِالْإِيمَانِ الْيَوْمَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّالِحِينَ** اگر تھوڑی بھی پیاس یا بھوک یا تھکن لگ جائے

(غیر صبیحہ ص ۱۳۴) راستہ بڑا نل ہے، خلافت اللہ کے بعد حسب نظام اسلامی میں دست کچر بھی یہ ایسا بگنی زور فدا کرنا نے جگہ جگہ خالصتاً ہی قائم کیں جس کا اندھا صحابہ معذرتی اللہ عنہم کو تروہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سنی خاندان اور تمام سنی بھائیوں کے اور میں تیسر ہوا، صوفیہ کرام جن لوگوں میں اعتقاد و محبت پائے تھے، ان کو پروردگار نے گندے احوال و کمال کر اور اعلیٰ درجہ کی تربیت دیکر ایسی کام کے لیے تیار کرتے تھے، جس کے لیے پیر سید علی، شہید علی، پنے صفا کو تیار کیا تھا لیکن آج خاندان کا منہم اس درجہ گر گیا ہے کہ یہ قطعاً سننے ہی انسان کے ذہن میں ایک ایسی جگہ کا تصور آتا ہے، جہاں ہر انسان کو گندہ ہر اور ۱۹۶۸ء میں یونٹسک ہسٹری کا ارتقا رہے، حضرت امام مسلم سنت کی جیتی جاگتی تصویر اور کھنڈی حضرت سلطان جبار کے پیکر میں جیل خانہ کی خاندان اور اس کی تنگ و تاریک کونھوں اور شاہد و اصلاح کی تربیت لگا ہی، چھوٹی کٹی کا بھی حقیقی مفہوم ہے جیسے زمانہ بائبل میں نے بھی، چاہے قید خانہ عبادت کا گوارا، معرفت و بصیرت اور عقائد کلمہ لکھ کر کرن گیا، ریاضت و عبادت اور تہذیب و تہذیب کو تفسیر کا تہن جو گیا جن کو لنگ چیل کے نام سے لراہ آتا تھا، اسی کے اندر سے نین و بوزلی و در کر کے **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَا يَجِدُ كَفْرًا لَهُمْ وَلَا يَجِدُ مَلَائِكَةً كَانَتْ لَهُمْ جِثَّةٌ مِمَّنْ طَلَعْنَا عَلَيْهِمْ مِنْ أَدْبَارِهِمْ إِذْ جَاؤُوا بِالْإِيمَانِ الْيَوْمَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّالِحِينَ** اور وہ سن کا انوش مادیانہ، سب کے ریاضت و عبادت کا گوارا، معرفت و بصیرت اور عقائد کلمہ لکھ کر کرن گیا، ریاضت و عبادت اور تہذیب و تہذیب کو تفسیر کا تہن جو گیا جن کو لنگ چیل کے نام سے لراہ آتا تھا، اسی کے اندر سے نین و بوزلی و در کر کے

یا کوئی اولی درجہ کی بھی ایسی پال پلے جس سے کافرین کو غصہ آئے یا کوئی حق ان پہنچائے۔ ان کو تو نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کے کام کو ضائع نہیں کرتا اور اگر کچھ خراب کرے اللہ کے راستہ میں خواہ تھوڑا ہی ہو اچھے راستہ چلے تو وہ بھی لکھا جاتا ہے (میرے بھائی یہ بہت بڑی بشارت قرآنی ہے جو کچھ تحریر کیا ہے اس حکومت کی شوکت اور توث کو مٹانے کے لیے ہے جس نے اسلام کی دشمنی میں کوئی زرد گتہ اشت کبھی نہیں کیا ہے، یہ توفیق خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اس کی توفیق عطا فرمائی پہلوں نے اپنی جانیں مال، اولاد کیا کیا نہیں خرچ کیا، ہرگز است گھبرائے اور نہ مکر در ہوئے، قرآن اور حدیث بشارتوں سے بھرے ہوئے ہیں، ان کو اور ان کے گھر والوں کو اطمینان دلائیے اور مستقل اولاد پر قائم کیجئے، اور ان کے گھر والوں کی خبر گیری کیجئے اور کرایے احمدیہ شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص

(تقریباً ۱۹۳۱ء) کا جہاں، ان اور وہاں برطانیہ کے تھوڑے بھڑا کی کوٹھراں اور ان کی مہتممیں ہیں جکے ذرہ ذرہ کو تپا کے دن، گاہ رب العزت میں سفارشی بنکر، جو گاؤں، بندہ دروالم سے خائیر لے لے ہے۔ یہ ہے درانت بنیاد کا مقام اور یہ ہے فنا کا گھو بھو بیاد ہی منوم اور یہ ہے سلوک و تقرب بروت اور یہ ہے ولی سبیل اللہ الحقیقت کا عملی مظہر اور یہ ہے

لَا تَبْتَغُوا ظُلْمًا وَلَا تَتَّبِعُوا مَن تَبِعُوا وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ يَدْعُونَ إِلَى الْبَغْيِ وَأَكْبَرُوا فِيهِ فَعَمَلٌ تَغْيِيرٌ

یہ رتہ بندہ ظالم کو مل گیا ہر دم کے واسطے وارد رہن کہ ان

ان میں آس لاد میں پسند کی کام تقویت اور جھڑپوں ہی چلنی کام سلوک لکھا گیا ہے کیا یہ رہبانیت کے قبول سے میں ہی حالانکہ جو وقت اسات اعداد شریفی لکھ رہا ہے اسکا ایک گھنٹہ موجودہ خلافت ہی میں اتوں سے متبر اور ہر تو اب میں قبول تھا اور جو انسانی سووی گھو بھو بھو غلطی سے تونہ حیات ہیں تاکہ عالم، ان کی اسات کے حوالہ نام انصاری کی جو بھی تقریر لکھیں جو اسکے چند شعور ہیں۔

وہ جس کی زندگی کا شرف ہو اسوہ یوسف	اسے بڑی جھلکیا سخن وزمان سے پریشانی
پر شہادت ہی گھو بھو بھو کیوں اس میں دستاں سے	یہ زمان توہم اور حسیلوہ گویہ، کھانا
سہارک مروتان میں کو کات ترحمت	جہاں کے یہ یہاں میں دو وقت کمال
سماں کی حیات تک اس نے نہیں جانا	حقیقت میں یہ زمان زندگیاں جس نے دہمائی
شادس کا بزرگوں صفت کارہ تفریح سے	جنا داس کا نہیں پاسندہ تہم بجز آوردنی
یہاں سے ہر گھروں، خلافت ہی سے طوقی اس کا	زمانہ سے، لگ ہے اس کا آئین حلالی

مکتوب نمبر ۱۲۳

حافظ محمد یعقوب صاحب محلہ قاضیان قصہ گنگوہ ضلع سہارنپور کے نام

محترم انعام زید مجدکم، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ بجا پارے کی شکایت کرتے ہیں۔ حکیم فریسیہ دن نہایت مبارک خیال کرتے ہیں، مہ تون کی تمناؤں کے بعد اظہار اور دو فرزندوں کو کہیں ایسا موسم نصیب ہوتا ہے، آمدنی ہوتی ہے، مگر یہی اس کی شکایت ہے، محمد اللہ ہم اور بقا، سب کے سب بخیر و عافیت ہیں، علاوہ حافظ صاحب گنگوہی اور مولانا حفیظ الرحمن صاحب کے، قاری عبداللہ صاحب مدرس شاہی مسجد و صدر کانگرس کیشی لاہور آباد، مولانا محمد اسماعیل صاحب ایم ایل ہے مدرس شاہی مسجد، منشی معین الدین صاحب خلیفہ منشی حمید الدین صاحب مرحوم منجمی مولوی لودی حسن آن سلیم پور اور مولوی عبدالقیوم صاحب اور پیر خورد مولانا محمد اسماعیل صاحب موصوف حضرات ہیں رات کو ہم ایک بارگین کیے جاتے ہیں، جس میں ہم اور تین خادم گیارہ بارہ آدمی ہوتے ہیں اور کوئی دوسرا نہیں ہوتا، سو اس بچے (جدید نام) پر تیرا دیکھ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور پارے میں سنا تا ہوں، اب دوسرا قرآن پورا ہے، ماڑی سے بارہ بچے فارغ ہو جاتے ہیں پھر سو جاتے ہیں ڈیڑھ اور کبھی دو بچے، ششہ بین، نو، نفل میں قاری صاحب موصوف دو پارے اور مولوی حمید کی صاحب دو پارے سنتے ہیں، ان صاحبوں کا بھی دوسرا قرآن پورا ہے، اگر وقت بچر باقی ہوگا ہے تو یہ بھی حسب وقت ایک یا دو پارے پڑھ لیتا ہوں اور نہ سڑھی کھانے بیٹھ جاتے ہیں، پھر ناز صبح پڑھ کر اس بارگ سے نکل کر قیام گاہ کے حجرہ پر آ جاتے ہیں اور کھینچے مکروں میں سو جاتے ہیں، اس

(عاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۳) کہیں منشی کی انامی کے مورثوں نے ہر فرزند حق کو کانگریس نے اس کے گورے بیک کر قبول

کرنے سے اسکا کچھ دیا جو بل دیر سے بھد کر لیا کہ ہندوستان کے مذاہبات کو قوت سے دیا جائے۔ چنانچہ
(انسانی مکتوب نمبر ۱۲۳)

تک سوتے رہتے ہیں، اس کے بعد کتابوں کا مطالعہ، سیاسی مذاکرہ، تصنیف، کھانے پکانے، اشیاء کے منگوانے وغیرہ کا تسلسلہ، نمازوں اور دو قرآن کا تسلسلہ، روزانہ غسل کرنا، وغیرہ جاری رہتا ہے۔ وہ بجے شام بارک مذکور میں چلے جاتے ہیں، یہ ہے معمولی روزانہ۔ والسلام

تنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

۶۳۷
 (تقریباً ۱۹۴۰ء میں ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۴۰ء کی شب میں حضرت اقدس مظلوم کو وارث گرفتاری پیش کر دیا گیا، اب ۲۵ جولائی سے ۲۸ اگست ۱۹۴۰ء تک مزاد بازار میں تھرا ہے، ایک اعلا میں چار کوٹھریاں ہیں، انکے سامنے بڑا دروازہ ہے، پہلے یہاں تھی کے کمرے میں کون کوٹھریوں میں رکھا جاتا تھا، حضرت کو وہی اعلا کی کوٹھری میں رکھا گیا، مشورہ تھا کہ اس اعلا میں جوت رہتے ہیں اس لیے وارڈ بھی آئے ہیں، گرجا گھر، امتیاز نڈا، تھانہ، و جانوں جو انکا نام ہے اور جو آج ۹ اگست ۱۹۴۰ء کی صبح کو سب سے پہلے سافٹ محمد ابراہیم صاحب اور برصورت پر پناہ خدمت میں آ، بابا ہوئے، پھر دیگر وقت جیل میں آئے، پورے اور حضرت کی گریہ و شہقت میں اہل و عیال کو بھلا دیا، بند و سلاخوں کے علاوہ جیل کے ملازم اور اس کے احترام سے پیش آتے تھے حتیٰ کہ وہائیں تک کے کلاب تھے، حضرت مظلوم کی سہ ماہ کی سزا ۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء کو ختم ہونے والی تھی، کہ آپ پر دفعہ ۱۷۱ عیسائیت انڈیا ایس کاؤنٹس قسمل کر کے عرصہ دو دست تک کیسے نظر بند کر دیا گیا، اسکے بعد ۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء میں تحریک اپنی طبعی حتم کر دی تھی، لہذا سیاسی قید و سزا کو منتقل کر کے شروع کر دیا گیا، حضرت امام احمد رست برکات تم ۱۴ جنوری کو میں جیل آئے، میں وہاں پہنچ گیا، اب رفتار اور خدام کو سلام ہوا کہ وہ ہیں جس میں اور غائبی امی احساس پیدا کرنا تھا، مگر عبادت منکر کی اس سے زیادہ ناکامی کی ہو سکتی ہے کہ یہاں یہ کہ وہ دستقامت گرفتاری میں آئی، کہ برائی میں متاثر نہ ہوا، اور زبان حال سے ہرگز نہیں ہے، ناراضہ رہائی دکنہ عرض امیر : حوزہ اعلیٰ میں رہنے کے گرجا خانہ بود۔

مکتوب نمبر ۱۲۴

مولانا حکیم انظار احمد رضا انصاری دُعا شامصل فیل خا مراد آباد کے نام
 محترم المقام زید مجدد کم. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک بکرا غنہ تک
 میں خرید لیا جائے، میرے حساب میں، اور اس کو حضرت حاجی صاحب کے لیے قربانی کروا جائے،
 اور اس میں سے ایک تائی یا ادھائپ حضرات کو کہ لیں اور باقی ذبحہ ہمارے پاس مسجد میں۔
 والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔

مکتوب نمبر ۱۲۵

ذکر پر ہمیشہ مداومت رکھو، اثناء ذکر میں تھوڑی تھوڑی اور پر کے بعد (خواہ ایک تسبیح کے بعد)
 یا کم و بیش کے بعد یہ دعا دل لگا کر پانچ گونہ کرنا اور یہ انت مقصود ہی ترشح الدنیا والاخرہ
 لا اتمس علی نعمتک واس تقنی وصولک التاد ورضا لا یخط بعد ۱۴ بدنا۔ اس کا التزام
 کرو، فرحت کو غنیمت سمجھو اور عمر عزیز کو ضائع ہونے سے بچو اور یہ کھو کر کیا اور گناہ کر گرتے ہو
 اور حالت کیا ہے، مخلوق کو خالق کے لیے مجبور اور اپنی معرفت خالق سے لگاؤ، سر کا پکر نہ چکر ہوگا۔
 والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔

مکتوب نمبر ۱۲۶

محبوبہ معلوم ہوا ہے کہ بعض مہران شوری کو ان درمیں کی تنخواہوں کے بارے میں رکھنے
 متعلق اعتراضات اور شبہات ہیں جو ان دنوں قید و بند کے مصائب میں مبتلا ہیں، اس لیے

میں سندرجہ ذیل امور کو پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ ممبران کے سامنے میرے خیالات کو پیش کریں،
 ممکن ہے اس سے کوئی روشنی حاصل ہو سکے۔

۱۱۔ اس وقت جو حضرات گرفتار کیے گئے ہیں، کسی اختیاری فعل قانون شکنی وغیرہ کی
 وجہ سے نہیں پکڑے گئے ہیں، بلکہ حکومت نے محض اپنے حضرات کی بنا پر فقط مستقبل کی وجہ سے
 دفعہ ۱۱۷۹ اور دفعہ ۲۶ کے ماتحت نظر بند کر دیا ہے، کسی جرم کو ان کے ذمہ نہیں لگایا گیا، اور نہ
 باقاعدہ مقدمہ چلایا، نہ کوئی مدت نظر بندی کی مقرر کی گئی، اگرچہ یہ حضرات جمعیتہ یا کانگریس کے
 باقاعدہ ممبر تھے، مگر فقط یہ چیز سبب نہیں ہوئی، مولانا فخر الدین صاحب نہ صرف جمعیتہ کے عام
 ممبر ہیں بلکہ وہ ورکنگ کمیٹی کے بھی ممبر ہیں، اور ورکنگ کمیٹی کے اس اجلاس میں بھی شریک ہوئے
 ہیں جس میں سوں نافرمانی پاس ہوئی تھی اور مولانا موعود پاس کرنے والے بھی تھے، مگر نہ فقط
 گرفتار ہوئے اور نہ یہ ممبران جمعیتہ گرفتار کیے گئے، جو کہ اس اجلاس کی صدارت انعامت
 یا کینت کر رہے تھے، مولانا عبدالرحمن صاحب جمعیتہ کے اجلاس کی صدارت کر چکے ہیں، مگر
 وہ بھی نہیں گرفتار کیے گئے، خلاصہ یہ کہ یہ گرفتاری ایک آسانی اور ناگہانی مصیبت ہے جو ان
 اصحاب کا شہ پر نازل ہوئی ہے، کانگریس کی ممبری اس کی علت تامہ نہیں ہے، بہت سے ممبران
 کانگریس آج بھی آزاد ہیں، اسی طرح بہت آزاد خیال اشخاص موجود ہیں جو کہ آزادی کے ساتھ
 پھر رہے ہیں، حکومت کو کیوں ان کی نسبت یہ خیال پیدا ہوا، اس کی ذمہ داری حکومت اور
 اس کے کارکنوں پر ہے، ان کے کسی فعل جدید پر نہیں ہے، یہ حضرات اپنے خیالات اور ارادوں
 کے اظہار بھی ویسے ہی ادا کر رہے ہیں جیسے کہ اس سے پہلے سالہا سال سے تھے۔

۱۲۔ اصحاب سہادیہ اور اتقا قیہ میں مثل امراض وغیرہ اور دوسرے اور اسباق وغیرہ کا تعلق
 ہونا بدیہی ہے، ذمہ داران ادارت تعلیمیہ حسب قانون اور حسب صواب دیکھنے اور اتقا قیہ میں

بجای نہیں ہوتے کہ اپنے مدرسین اور کارکنوں کو ہمت افزائی کریں اور ان کے اہل و عیال کی خبر گیری کریں، بلکہ عملی حیثیت اختیار کرنا بھی روایات و ادارات میں چلا آتا ہے، ایام حج میں ادارہ فریضہ حج کے ایام تعطیل کی تنخواہ کا دنیا، ایام امراض میں تنخواہ کا جاری رہنا، تعطیلات جاریہ میں تنخواہوں کا دنیا، بڑھاپے اور ضعف کے ایام میں پیشینہ جاری ہونا وغیرہ مشہور و معروف امر ہے (۳) ان حضرات کی گرفتاری کی مدت اور وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے آج اگر حکومت کی پالیسی بدل جائے تو ممکن ہے کہ فوراً یہ حضرات رہا ہو جائیں اور اسباق کو انجام دینے کے لیے ذمہ مستعد نظر آئیں بلکہ عملی طور پر جود و جہد کرتے ہوئے بھی پائے جائیں گے، یا اگر حکومت کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مستقبل میں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو آج وہ ان کی قید و بند سے گذرہ کش نظر آئے گی۔

(۴) ارباب ادارت تعلیمی کا سما طرح فریضہ ہے کہ وہ تعطیلات کو جاری کریں ایسی طرح ان کا فریضہ ہے کہ وہ قابل ترین مدرسین و ملازمین کو بھیجا بھی کریں، اور ان کو طعمہ نہ ہونے دین، خصوصاً جن سے کسی ادارہ کو سالہا سال سے تجربہ ہو رہا ہے، اور جنہوں نے سالہا سال خدا کی انجام دی ہیں اظہار ہے کہ ایسے مخلص ماہر اور قابل اہل تدریس بروقت اور ہر جگہ میں دستیاب نہیں ہو سکتے، اور نہ ہر عالم اور ہر مدرس ادارہ کی قابل قدر خدمات انجام دے سکتا ہے، اور جب تک ایسے مدرسین کی ہمت افزائی اور ان کے ایام مصائب میں اہل و عیال کی خبر گیری نہ کی جائے گی، یہ متاع ہاتھ نہیں آسکتی۔

(۵) مسلمانوں کے ادارات تعلیمی صرف قطعی خدمات انجام دینے کے لیے نہیں بنائے گئے ہیں، بلکہ مسلمانوں کی مذہبی اور دینی اور دوسری ضرورتوں کی خدمات بھی ان کے فرائض میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ جنگ و دم و دروس کے زمانہ میں حضرت نانو تو ہی قدس اللہ سرہ العزیز اور

درہمیں نے دورے کیے اور ایک عظیم الشان مقدار چندہ کی جمع کر کے رڑکی کو بھیجی اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں قنصل رہا اور تھوڑی دیر میں وہی تحریک جنگ بنگال میں حضرت شیخ احمد اور دیگر اہل کین دارالعلوم سے تقریباً ایک ماہ یا زیادہ دیر سی خدمات بند کین اور دورے کر کے اور چندہ جمع کر کے ہلال احمر کی شاہراہ اعانت کی، ایام تحریک خلافت میں حضرت مولانا حافظ احمد صاحب اور مولانا حبیب الرحمن صاحب نے نمایاں حصہ لیا، اجلاس گیا، اجلاس لاہور، اجلاس سہواڑ، اجلاس جمعیت، اجلاس خلافت میں خود اور مدرسین اور ملازمین شریک ہوئے اور کیے گئے اور تھوڑی دیر میں وغیرہ جاری رکھی گئیں، مانسی گوکی آمد پر جبکہ مسئلہ تعلقاً وغیرہ کے لیے جدوجہد ضروری سمجھی گئی، یاشارہ ایکٹ کے پاس کرنے، راجیل، وقت بل وغیرہ کے لیے ایسی قسم کی جدوجہد کی گئی اور مدرسین وغیرہ کی شرکت اور اسباق کے تعلق کی فوٹو تین آئین، شدھی اور سسٹیشن وغیرہ کی نحوستوں کے زمانہ میں بلگاڈرا جھوٹوں وغیرہ کے علاقوں میں مدرسین اور علماء کے نوڈ کیے گئے اور ان کی تھوڑی دیر جاری رکھی گئیں، ایسے اوقات میں کام کرنے والے، اہل علم نے دانی یہی مدرسین اور علماء جوئے اور ہو سکتے ہیں، اگر ان کے اہل و عیال کی خبر گیری بند ہو جائے تو یقیناً اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت نقصان اور مصائب کا سامنا ہو جائے گا نہ ہی طلبہ اور مناظرات نہ نہیں کے اجلاسوں وغیرہ میں علماء اور مدرسین کا شریک ہونا اور تدریسی خدمات کو سنبھال کر نہ صرف آج بلکہ اسلام کرام کے عمرو و اضیہ سے چلا آتا ہے، پادری خند کے مناظر اکبر آباد، مناظرہ شاہ جہان پور، (بلاضد اناسی) مناظرہ رڑکی وغیرہ کے اجلاس کو ملاحظہ کیجئے جمعیۃ علماء کا قائم کرنا اور آزادی ہند کی جدوجہد کرنا، انھیں دینی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے اندر ضروری سمجھا گیا ہے اختلاف آراء، دوسری چیز ہے، پس جو ہلک بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں وہ کسی ادارہ علمیہ کے مقاصد کے علاوہ کسی دوسرے مقصد میں حصہ نہیں لے رہے ہیں، سیاست

خواہ قدیر ہوں یا حاضرہ ذہب اسلام سے غارت نہیں ہاں خصوصاً آج جبکہ موجودہ سیاسی مصلحتا ہر قسم کے ذہبی مصائب کے سرچشمہ بنے ہوئے ہیں اور مسلمانان ہند پر ہر چار طرف سے ذہبی بربادیوں میں مبتلا ہیں، نیز بیرون ہند کے مسلمانوں کی مصائب کیسے بندہ وستان کی غلامی کے مرہون ہیں، بناؤ علیہ یہ بھی جہد و جدوجہد اور اس کی ذمہ داری سے اور است علیہ کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

(۶) مدرسہ شاہی مسجد بانٹھووی ابتدا سے مسلمانان مراد آباد کی مختلف ضروریات کا تکفل رہا ہے، اس کے مدرسین کے فرائض صرف تعلیمی نہیں رہے ہیں، بلکہ جب بھی مسلمانوں کے لیے کوئی مذہبی ضرورت پیش آئی ہے، میان کے مدرسین اور علماء نے انجام دی ہیں اور نہ صرف مراد آباد شہر میں انجام دی ہیں بلکہ اطراف و جوانب اور بیرون ضلع میں بھی انجام دی ہیں، اور نہ صرف اپنی خواہش سے انجام دی ہیں بلکہ مسلمانوں نے ان کو مجبور بھی کیا ہے جس سے آپ لوگ بخوبی واقف ہیں۔

(۷) سنہ ۱۳۳۰ء وغیر، میں بھی مدرسین کو ایسے واقعات قید و بند وغیرہ سے دوچار ہونا پڑا ہے، اور مدرسین کو مدد سے تنخواہیں دینی گئی ہیں، ہاں اس زمانہ میں جبکہ حسب ہدایت جمعیت بعض مدرسین نے جمعیت کے پلیٹ فارم سے سول انفرانی کی، جمعیت نے مدرسین کے اہل و عیال کا تکفل کیا ہے۔

(۸) ان گرفتار مدرسوں کے اسباق کا تکفل جبکہ متمم صاحب اور دوسرے مدرسین اس بنا پر کر رہے ہیں کہ تھیماست کا حرج نہ ہو اور گرفتار ہونے والوں کے اہل و عیال کی ضرورت کی کیا ہے تو بظاہر کوئی وجہ پس و پیش کی اجراء تنخواہوں میں معلوم نہیں ہوئی، ہندو جمہوریت کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنخواہیں آپ حضرات جاری رکھیں اور اس کا اختیار

تیزی متمم صاحب کے سپرد کر دین دالسلام
 ننگ اسلان حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۲۷

مولانا عزیز گل صاحب و مولانا محمد حسین صاحب کے نام

مخدومی و محرمی جناب فیض تاب مولانا عزیز گل و مولانا محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ
 علیہم وعلیٰ آئینہ کرمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ دعا گو تادم تحریر عرصہ میں اخیر و اصححتہ اور صحت و دی آپ حضرات اور دیگر اکابر
 کی مظلوب ہے، آپ حضرات سے اور شریف لے گئے، دوسری ملاقات کے شوق میں اپنی
 پہلی ملاقات کو ناقص چھوڑا، میں پہلے ہی بوجہ خلاف قانون دوسری ملاقات سے مایوس تھا،
 مگر آپ نے اعتبار کیا، کیا خبر کوئی ضرورت بھی ایسی نہ تھی، محترم حضرات! میں نے آکر اور دوا شدہ رسالوں
 کو دیکھا اور بہت زیادہ متاثر و محزون ہوا، حالانکہ مجھ کو خوش ہونا چاہیے تھا، ان رسالوں کے ٹائٹل
 پر لفظ خلیفہ، جانشین خاص کامیرے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے، یہ کس قدر ظلم اور کذب و افتراء ہے
 جس کو آپ حضرات خود ہی سمجھ سکتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ خلیفہ ہونا بجز خلیفہ مکی نہیں
 پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کب اور کس وقت مجھ کو خلیفہ بنا یا، میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے
 بیعت بھی نہیں، اس کو میں انکار نہیں کر سکتا کہ انھوں نے اپنے کریم و عزیزیت سے میری غاہری
 و باطنی تربیت فرمائی، ان کی صحبت سے مجھ کو غاہری ہی فوائد حاصل نہیں ہوئے بلکہ میری باطنی
 حالت پر اس سے بہت بڑا اثر پڑا، بلکہ انھوں نے ایام ماٹ میں میری باطنی اصلاح چرکھی تھی
 پر توجہ مبذول رکھی، اور کیوں نہ رکھنے میں ان کا ہی تھا اور ہوں، اگر میری قابضیت فاسد
 اور مستعد ہو کا مدد ہوتی تو میں آج بیگ روی ہوتا، اور روحانی کمالات کا ایک گلدستہ

نظر آتا، مگر قہستی کا کیا علاج ہے

بہ شکوفہ نازکے نغمہ نساہ د اوم در حیرتم کہ در بستان پر کدو کشت مارا

جیسے . کالے تڑپے پر کتنی ہی روشنی ڈالی جاوے، اس کا روشن ہونا اور روشن کرنا

متنع، اسی طرح مجھ جیسے، لائق و ناکار سے کی حالت واقع ہوئی ہے۔

کہہ بھی گئی پر نہ چھا عشق تو نہ تھا ز فزم بھی پیار نہ بھی آگ جگر کی

بقول شاعر سے نہیں اگر نگاہ رودانجو . . . نہ علم نصیب ہوا نہ عمل، نہ نغمہ نہ

ذرا ت ہاتھ آئی، نہ حفظ و ذکاوت، نہ تحریر آئی نہ تقریر، نہ معرفت آتی تھی نہ طریقت، نہ عرفان

ہر طرح اتھ خالی ہے۔

ہنیالتر باب النعم بعہم وللعاجن المسکین ما ینجب ع

یہ الفاظ اور جھوٹ بھج پر نہیں بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ہے، پھر آپ لوگوں نے کیوں اسکو

حائز رکھا . ذرا خدا سے ڈریے دہان پر جا ہے، وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ

السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَ مُسَوِّدِكُمُ الْوَجْهِ

اور خصوصیت ایسے مقامات میں بغیر اعطاء شیخ ملتی ہوتی تو کسی شخص کو جس کو شکوہ بھی سکتی

تھی، ان اگر کوئی جاہل کے کہ یہ امور بوجہ استحقاق حاصل ہوئے ہیں، تو اول فقط استحقاق

بغیر عمل شیخ کیسے قابل، اعتبار نہیں ہوا، اگر بالفرض ہو بھی تو آپ خود انصاف کر کے کہیں

کہ وجہ استحقاق مجھ میں کس ہیں . . . میں قسمیہ کتابوں کہ وجہ خلافت اور جانشینی کسی

شرح مجھ میں متفق نہیں، یہ سب سے لیے بس ہے کہ میرا حشر و زمرہ خدام میں ہو گا شہ دہی، بلا خدا

میرا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور مریدین ایک سے ایک اعلیٰ موجود ہیں، دنیا گراں کی

ذات سے فیض پہنچ رہا ہے، ان میں سے اصحاب قرابت حضرت بھی ہیں، اگر بوجہ استحقاق

غلامی کی غذا اللہ کوئی صورت نظر نہیں آتی، میں خود سخت حیرت میں ہوں کہ حضرت گنگوہی
 قدس سرہ العزیز نے کس بنا پر یہ معاملہ فرمایا، اور ٹھکڑو، فسوس ہے کہ لوگوں میں یہ امر کیوں
 ظاہر ہوا، کاش مولوی عاشق علی صاحب وغیرہ اس کا ذکر نہ فرماتے، ایسی باتوں کی وجہ
 بڑوں پر سخت دھبہ ہوتا ہے، ان کی رقت نظروں سے گر جاتی ہے۔

سودہ گشت از سجدہ زہد بان پیشیم چند بر خود تممت دین مسلمانی منم
 خدا نے تین ایسے برگزیدہ بندے جو کہ حقیقی ائب ختم الرسل علیہ السلام تھے، ٹھکڑو دکھلائے،
 اور کم و بیش ان کی محبت عطا ہوئی، مگر محرومی کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہ لگی، خدا کے لیے مجھ پر رحم
 کیجئے اور اس قسم کی تشہیروں سے ٹھکڑو اور عالم کو گمراہ نہ کیجئے، قرآن کے ترجمہ کے طبع کی صورت
 کیجئے مولوی احمد صاحب اسپوری کو دیکھئے! جس طرح مناسب ہو عمل میں لائیے، مگر عبد
 نکر ہوئی جا ہیے، میرے چھوٹے کا خیال اور اس پر توقف نہ ہونا چاہیے، نہ معلوم میں کب
 چھوٹوں، اور پھر کتنے دنوں آزاد رہ سکوں، ہندوستان کا معاملہ نازک تر ہوتا جا رہا ہے، اگرچہ
 آپ کو کتنا کمت، بلقان آسوغتن ہے، مگر پھر بھی آنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ مولوی شبیر احمد صاحب
 اور مولوی قسیمی صاحب کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیجئے، اسلام کی خیر ہی میں ہے، میں نے
 ہر چند استخارہ حسب ارشاد کیا مگر ٹھکڑو کچھ نہ معلوم ہوا، اور نہ کسی طرف میری رائے کا رجحان
 ہوا، آپ خود بھی عمل کریں اور اسباب و ذرائع کی طرف توجہ کریں، جو خیر ہو گا واقع ہو گا،
 اس امر میں مولوی محسن صاحب، حکیم منشی مظہر صاحب، مفتی صاحب، مولوی عینف صاحب
 مولوی یحییٰ صاحب سب کا اتفاق اور مشورہ ہونا ضروری ہے، ورنہ اشد تکالیف اور
 مشقتوں کا سامنا ہو گا، ہم لوگ پر دہی ہیں سوچ لیجئے، تم اٹھو جیل، مولوی برج قول بزرگان
 ہمارے ناز و دار، ہمارے قدر کوٹنے لائے، ہوا ہمارا ہمارے سروں سے اتر گیا ہے، ہم

بے باپ تیمر گئے ہیں، تمہیں کی قوت اس کی بہت اس کی پشت پناہی کی حالت آپ کو سنا ہے
 دیوبند میں خصوصاً شیخ زاہد حضرت الانشا اللہ پر دسیوں کو اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور
 دن کو رقت دے رہے ہیں، اس لیے ذرا سوچ چکے کہ قدم اٹھانا چاہیے، پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہم لوگوں
 سے ایک جماعت جیسے خوش اور بھی خواہ ہے تو دوسری اس کے خلاف بھی ہے، اس لیے جلد ہی
 کرنے سے پہلے متعدد وعدہ استوارہ سنو نہ کیجئے اور پھر ان حضرات کو روین کو متفق الرائے بنا کر کام
 کیجئے، واللہ یتوفی اکامہ، وبقدر سماضید الخلیفہ شکر و حید کی نسبت کی فکر اتنا ہے ہے، میں نے
 انہا سے واپسی کے بعد چاہا تھا کہ اول اس کے عقد کی فکر کروں، اس کے بعد اپنا سامان کروں گا، حدیث
 کے خطوط سنہ ہر کہ جب آجا دیکھو تو شاید ان میں کوئی اور ات معلوم ہو جاوے، یہ خط میں خفیہ روایا
 کہ رہا ہوں، آپ اگر جواب روانہ کریں تو اردو کا پتہ جیل ہی کا لکھیں، غالب یہ ہر کہ ٹھکانا جاوے
 زیادہ بجز سلام سنو نہ اور کیا عرض کروں۔ والسلام ختام

حسین احمد غفرلہ، زہار می جیل احمد، یادگرات

حاجتہ مکہ سبر ۱۲۰۰) جس کتاب پر سالہ پر خلیفہ خاص و غیرہ لکھا گیا تھا، تو بارہ رسالہ، سیراٹ کا پیغام کے نام سے حضرت
 امام العصر کی وہ دو سو کراہا تفریزیں ہیں جو دہلی اور سیواہ میں لڑائی تھیں، انصاف کا تقاضا ہی تھا کہ سب کے حضرت
 امام العصر کو کاشیف شیخ احمد رحمت اللہ علیہ نے لکھن اور بھننا کتران نعمت ہے، اور دوسرے امجد داروں کو پائین
 کتا رکھا، ہفتین کے صحیحہ مشال سے ادا نصیحت کی کھلی ہوئی دلیل ہے، حضرت یحییٰ اللہ رحمہ اللہ علیہ کا صحیح
 توہر، اصلاح باطنی، محبت، تربیت، رفیرہ کا بین ثبوت خودی والا، سب سے، یہ فقیرے تو خاص طور پر خلافت و جانشینی
 کی غازی کر رہے ہیں، انکی صحبت سے محکوم ظاہری ہی زائد حاصل نہیں ہوئے لکہ، امام باں جن میری باطنی اصلاح چھٹی طور
 بہ توجہ مدد دل رکھی گئی، وہ کہوں زور رکھتے ہیں ان کا ہی تھا، ہر ان امام العصر کو بجا طور پر فخر ہے کہ ان سے بزرگوں کا
 کم و بیش صحبت حاصل ہوئی جو اپنے وقت کے بشکل و صنیہ اور امام ابوحنیفہ تھے، جس کو یہ حضرت شیخ، ثوب و در علم
 (بال ص ۲۶۲)

مکتوب نمبر ۱۳۸

آپ کا یہ فرما! نکل بجا اور صحیح ہے کہ اس قسم کی فراغت کہاں نصیب ہو سکتی تھی، واقع میں
 بس اچھا موقع ترقی اور کام کا ہے، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ طبعی تکامل و ذاتی قابلیت قسمت کی
 کوتاہی نفس کی شرارتیں اٹا اور کراچی میں جس طرح سدرہ تھیں یہاں بھی ہم وہ ہیں سے
 آسماں قسمت را چہ سود از دہرہ کامل کہ خضر از آب حیوان تشہی آورد سکنہ را
 ۵ سو وہ گشت از سجدہ راہ بتابہ پنہام چند بر خود تحت دین مسلمانم

ایضاً ماشیہ میں (۳۶۱) ماہی اور امانت جابر کہ حضرت تھگ لنگوہی حضرت قاسم انور توی اور حضرت شیخ المذک کے ناموں
 اور مذہب کا ناموں سے قیامت تک یاد کرتا رہے گا، حضرت سراج مدیہ السلام کا ارشاد ہے: "وخت اپنے پہل سے پہچاننا
 ہے" اگر اس تجربہ طویل کے پہل کو رکھنا ہے تو حضرت امام نصر کو دیکھیے اور پھر ان سب بزرگوں کا زندگی کو سامنے رکھیے
 تو صحت نظر کے لگا کر اس آسان دین کے نیچے بیوں بزرگوں کا معنی جاگتی تصویر آپ ہی کا ذات گزی ہے، جن بزرگوں
 سے بافتیں و فیض لکھا صحیح لکھا، اس لیے کہ حضرت امام نصر ہی نصیب کے اہل نہیں تھے تو ان کو کہنا، ان ہی بزرگوں کا نظر
 نہیں آتا اور مخصوص تربیت ہی کا جو پورا پورا اثر حضرت امام نصر پر پڑا ہے، کہ تو فیض و ناکساری از تو تہا و عاجزی، غلوی
 و دلالت کا جو پلندے بعد تمام ہو سکتا ہے قدرت نے خصوصاً خود پر انسانی فرمایا ہے۔

ایسی سعادت بزرگ، بزرگت آواز بخشندہ خدایے بختندہ

باقی حضرت امام نصر کے مقام کو تو وہی جان سکتے ہیں جو خود دیکھیں، مگر اس وقت کرام میں یہ حال نہیں ہوتا
 حضرت مولانا سید شہید، حضرت مولانا فضل حق وغیر ہم زمرہ ہوتے تو آپ ہی کے حق میں فیصد دیتے، ظلمات
 و دشمنیوں برد ترقی و جادو کے گویا غیر تشریح کنایہ کی کمال پندارنی ہے، کیونکہ کسی کا فیض وہی ہو سکتا ہے جس کو ظاہر و
 باطن سمجھنے سے دیا وہ ثابت و ثابت ہو، تو ہر قرآن سے اور حضرت شیخ المذک کا وہ ترجمہ ہے جو اس وقت ان
 (۱۰۱ ص ۲۶۷)

مع ذلک اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جو کچھ ٹوٹا بیٹھا ہو سکتا ہے، کرہ یا ہوں، اللطاف
ربانیہ کا شکر کرتا ہوں۔

میں آں خاتم کہ ابرو بہاری
کنہ از لطف برین قطرہ باری
اگر برودید از ہر سوز بانم
ادائے شکر لطفش کے تو انم
حسب ارشاد و طاقت ہوں، آپ بھی دعوات صالحہ سے فراہم فرمائیں۔ والسلام
نگاہ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۲۹

مولانا محمد عثمان صاحب برائے شاہ حضرت شیخ الہند محلہ ابوالعالی دیر بندہ سنگ نام
عزیزم سلم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ امور غیر متوقع نہیں ہیں اور نہ تھے،
آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ میں ایک پرہیزی ہوں، میری ذاتی کوئی طاقت نہیں ہے، شاہ صاحب دینی

(تقدیر مانیہ ص ۳۱۲) میں جیل کے اندر حضرت امام العصر و خیرم کی رفاقت میں مکمل ہوں ہے، اگر حضرت جیل کے اندر ہو سکتے
تو فریاد اور عرضی کا کام آپ ہی سے لیا جاتا، آپ کے بعد اگر کوئی اس کام کو احسن وجوہ کر سکتا تھا تو وہ حضرت مولانا
شہیر احمد عثمانی مرحوم کی ذات گرامی تھی، چنانچہ مولانا عثمانی نے عرضی تحریر فرما کر دنیا پر پڑا، اسان فرمایا، جزاء اللہ خیرا
و صل اللہ شہادہ۔ باقی اس وادانہ میں یہ فقرہ کہ تو ہی تیرا صاحب دہلوی تھی حسن صاحب کرانے سے جدا نہ
ہونے دیجئے۔ اسلام کی خیر ہی میں ہے، اسی کے ساتھ حضرت شیخ اللہ صاحب اللہ سے رہا ہو کر سال میں پڑتے
تو آپ کا دینی تفسیر حسن صاحب مرحوم کو یہ لکھ کر مخاطب فرمائیں کہ کیسے اب کہاں جیسے کارا رہے، اسی سہ کی
خود تب سے بڑی اور ثقہ شرع ہے، کیا عوس کروں بڑا ہونے کا راستہ ہے، اللہ ہم لوگوں
پر اپنا بہیم فرمائے۔ آمین۔

تحریر کے خلاف بھڑکے لایا گیا۔ مدرسہ کو، اللہ تعالیٰ نے دن دن رات چوٹی ترقی دی، لوگوں کی امیدوں پر بار بار خاک پڑی، لوگوں نے اپنی اغراض بڑی طاقت سے پوری کرنی چاہیں، مگر کام رسد مدرسہ کی ہر قسم کی ترقی اس قدر ہوئی کہ زائد سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی، پیر پرستی کے جھگڑوں میں ناکامیاں ہوئیں، حکومت کی چالیں بے اثر رہیں، یہ سب امور ایسے ہیں کہ جو کچھ برا وہ بہت کم ہے، میں دوستوں سے بار بار کہتا رہا کہ مجھ سے تعلقات بہت کم رکھیں، جناب عبدالصاحب اور جناب ہتم صاحب سے بھی تعلقات رکھیں، میں سب کا مخلص ہوں، میری مصلحت ہر حال میں قائم ہے، اور رہے گا، مگر دوستوں نے نہ مانا، اور نتیجہ ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں، جو کچھ خواہاں ہوئے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو تیاں کر رہے ہیں، اساتذہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی توجہات میں، اللہ تعالیٰ کا مخلص ذکر رہے، جو کہ قلوب اور نیات سے واقف ہے، یقیناً سچے کی بات دہی ہے جو اپنے اساتذہ ظہیر کی لکھی تھی آپ سب حضرات کو وہی اختیار کرنی چاہیے، میرے ساتھ تو متوازن مذاہات چاروں طرف سے کھیلین گے اور کھیل رہے ہیں، مگر آپ حضرات کیوں چنے کے ساتھ پسین، بیچہ پڑھی، مگر ذرا اور نمانی کہ تر نہایت آسانی سے دودھ کی لکھی کی طرح نکالا اور ناک کی لکھی کی طرح اڑایا جاسکتا ہے، خصوصاً جبکہ بہت سے قلوب میں زخم اور آنکھوں میں میرا وجود جا رہا ہے اور زہر پلایا جا رہا ہے، اب بھی دوستوں کو گھننا چاہیے، اور کہن فی حزب من علیا پر عمل کرنا چاہیے۔

ہر دو مرتبہ ہتام کی اس طرح مخلصانہ بہادری کرنی چاہیے کہ ایک ماہ پر وہی کام سالی ہونے جا رہی فکر کیجئے ہم تو سادوں کی چڑیاں ہیں، ہم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو تیاں سیدھی کرنے کی نعمت سالہا سال تک نصیب فرمائی ہے، ہم اس طریقہ کو نہ چھوڑینگے، (انشاء اللہ) ہم کو اللہ تعالیٰ نے دربار رسیدی اور امدادی قدس اللہ اسرارہ ہانک پینچا، ہم انکے طریقہ پر انشاء اللہ مشین گے، خواہ تو کت جو اعزاز اور تکلیف ہو یا راحت، کرنی ڈرست ہے

یاد دشمن بنے، پہاڑی بھی دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جن پڑرگوں کی جوتیاں عطا فرمائی ہیں، ان ہی کے نقش قدم پر چلتے اور ارسے آئیں۔ ہم کو دارالعلوم سے نکالا جائے ہم خوش ہیں، رکھا جائے ہم خوش ہیں، امدق کا کھیل دار، علوم نہیں، اللہ تعالیٰ ہے، سو کھی روئی تمہیں، ذمہ سے ڈیگا، گورنمنٹ جھکیو مسلمان ہند میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے، میں اس کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں، میں ہر نسبت جھیلنے کے لیے رضا، باری تعالیٰ کی وجہ سے تیار ہونا چاہتا ہوں، عزیزم! ان احوال کی وجہ سے پریشان نہ ہو، واقعات حقیقہ کو تاریخ وار قلم بند رکھو اور عمر میں اختیار کرو، زبان کو بند رکھو اور آنکھوں سے دیکھو کچھ نہ بولو، قدرت کو دیکھو کیا کرتی ہے، وہ بے نیاز اور بے پردہ بھی ہے، اور سب سے زیادہ درافت اور رحمت والا بھی، اس کا ظاہر ہی اچھے بھی ہے اور خفیہ بات بھی، کچھ فکر مت کرو، کسی کو مت ستارو، وَاللّٰهُ مَنَّكَ اَيْنَمَا كُنْتَ، اگر واقعات اور انہماک سے باکریں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی یاد کرو، اور اگر اس پر بھی قلبی سکون نہ حاصل ہو تو فرماؤ پر جا کر تھوڑی دیر بیٹھ کر ایک دو پارے پڑھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دو سو پڑرگوں کو بخش دیا کرو، یہاں بات مولانا محمد علی اور مولانا اعجاز علی صاحب کے کدو، اور اگر مولانا مفتی گل صاحب آجائیں تو ان سے بھی یہی کدو، یہاں میری استاد مولانا سلطان صاحب اور شیخ محمد شفیع صاحب سے ہے، سب کو زبان تھامنی، صبر جمیل کرنا، ادب کا لحاظ رکھنا، اپنے فرائض میں مشغول رہنا، اللہ تعالیٰ کو رضی رکھنا، اپنے اسلاف کو امام کے طریقہ پر چلنا، اور ان سے توسل رکھنا چاہیے، انشاء اللہ خیریت اور خیران پاس تہ آئے گا، چند روزہ دریا کے

لے برصارت کرنا، اوقات اور احوال سے باکریں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ (اور حضرت شیخ الحداد) کی زندگی یاد کرو، فریضے سے کسی کو شہادت تھی ہوں، اس لیے جو میں یہ گفتاؤں اور غلطیوں کا سہارا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، بات اجماعی طور پر طے ہے کہ عبادت سوائے خدا کسی کی جائز نہیں، ایسا کہ بعد دایا اور مستعدین فرماتے ہیں:

زیادہ فکر مند ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی اور ہماری امداد فرمائے، اور اپنی رحمت خاص سے نوازے، آمین۔ اس کی آنکھیں بند نہیں ہیں۔ والسلام

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ، رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

مکتوب نمبر ۱۳۰

جو کچھ احوال ان مبارک مہینوں میں وہاں پیش آ رہے ہیں ان کے متعلق اطلاعات ہوئیں
آپ حضرات اپنے فرائض پر متعلق رہیں، انوار ہون سے متاثر نہ ہوں، بڑوں کے ادب و احترام

دقیقہ جاتیہ ص ۳۶۵) حدیث میں ہے اللہ صراط العبادۃ۔ لہذا شیخ عبدالقادر جیلانی تیناً اللہ راہم میں اللہ میں
پائی تھی چیزے اور پائے خدا پر سید کسا اور انکا ہرگز جائز نہیں ہے، البتہ برگوں کے نزار پر حاضر کا کے وقت اگر یہ کجا
اور وسیلہ قرار دیا جائے کہ اسے خدا پرست فلان برگ یا پر سید فلان بزرگ سیری فلان حاجت کو بروری فرماتو یہ جائز ہے
جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اناتوصل الیہ بع نبیائک کے ساتھ بانی طلب فرمایا تھا، جانتو وہ عید تھو، وہیں بھی انکا
تقریر ہو جو ہے، یعنی سختی اسانہیں علیہ، ہمارے عمارہ میں طہیں بھی حیرت کے ہم سہی جو ای طرح ناز و روزہ اور حد
و غیرہ کا تو اب غلوں کیساتھ اور روح کو کشا اور اللہ تعالیٰ سے انکالت اور شذاعت منک طلب کرنا جائز ہے چنانچہ امام
ابو بکر بن عظیم علی بن عبون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں ابو حنیفہ کے وسیع سے
برکت حاصل کرتا ہوں، اور ہر روز ان کا قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے
حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں، اسی دعا کے بعد طلب میرا بروری ہوا کرتی ہے، تا۔ پنج تہیوں (۱۵ ص ۱۱۳)۔
کہ اس نبرد مست شہادت کے بعد اللہ بالکل صاف ہو جاتا ہے، البتہ اگر اس سے پہلے قرآن پڑھا ہے، اس وقت اس کی تفسیر
زبان ہی کو مجھ پر بکریا کرنا جائز ہے، ان لوگوں کی تہہ کیوں ہے جو ہنر کرے اور سنت کی بروری میں اتنے ہی کے جو جس کر کے
انکا علیہ کہ اهل اللہ بار من المؤمنین والمسلمین وانما انشاء بکون تحقیق من انہم مکملنا ہینہ قرآن ہنر

کو بجا لائیں، تقادیر کی نیرنگیاں اگر غلامانِ طبع ظاہر ہوں تو عبرتِ شکر کریں اور ذوقِ صرفتِ اللہ ہے، وہ کہیں
 نہ کہیں سے سامان پیدا کر دیگا، دشمن اگر تخری است نگہبانِ قوی تراست۔ اخلص ولایت کو ہر
 مدرسہ میں ملحوظ رکھیے، اور جہاں تک ممکن ہو علومِ دینیہ اور دارالعلوم کی بہتری کی کوشش کیجئے، مظلوم
 اہلِ غلامانِ ظالم ہونے سے بہتر ہے۔

جو حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا تنظیم کر دیا ہے کہ حضرت مولانا اپنی قید کی مدت پوری کر
 بھی آزاد نہیں ہوں گے، تو آپ حضرات کو اس پر خوش ہونا چاہیے، حضرت شیخ زائد رحمۃ اللہ علیہ
 کے ساتھ ایسا ہوا تھا، میں تو ان ہی کا کار و نالائقِ غلام ہوں، اگر ایسے معاملات رونما ہوں
 ہیں تو شکر کی بات ہے، کیا تعجب ہے کہ کہیں وہی انقلاب پیش آئے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی
 مخالفت اور ایذا رسانی کرنے والوں پر آیا تھا، بہر حال آج تو تمام ہندوستان میں قید و بند کی
 آندھی چل رہی ہے، اگر میں آزاد بھی ہوتا تو آزاد نہیں رہ سکتا تھا، کانگریس غیر قانونی جماعت ہے
 نہیں اس کا ممبر ہی نہیں بلکہ یورپی کا نائب صدر بھی ہوں۔ میرے خیالات اور کلمات شروع عام
 پر ظاہر ہیں، جب تک گورنمنٹ برطانیہ یہاں موجود ہے اور اس کی پالیسی موجودہ پالیسی ہے
 اس وقت تک میں کیا ساہیے تخری اور سرگرم کارکنوں کے لیے آزادی تقریباً مستحیل ہے، اس
 پر جس کا جی چاہے خوش ہوئے، اور میں کا جی چاہے کبیدہ خاطر ہو، اللہ والی اللہ والی اللہ
 ہمارا فریضہ ہے، ہماری عین تمنا اور خواہش ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سچا تاجدار
 بنائے اور اسلافِ کرام اور انبیاءِ علیہم السلام اور حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہو۔ برطانیہ اور اس کے
 ہزارہ نادر اعدائے ہوں، ان سے نکالینٹ پنچین، وہ ہم کو پر باد کریں کسی کی پروا نہیں، جو محمد
 بنائیتِ مسلمین، خاطر ہوں، خورش و خرم ہوں، دنیاوی مستقبل کو طرف سے مجھے چور
 اطمینان ہے، آخرت کے مستقبل کی طرف سے امیدیں بہت توی ہیں کہ اپنے اسلافِ کرام کی

برکات سے محروم رہیں گا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت میں خواب میں غلات تو قح بار بار ہونے لگی ہیں، جو کہ نہایت امید افزا ہیں، جو لوگ میری گرفتاری اور مزید گرفتاری کی کوشش کرتے ہیں، اس پر غصہ ہوتے ہیں، ان کو اپنی طاقت کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اِنْفَا مَيُّوْا مَكَّنَ اللّٰهُ فَلَآ يَأْتِيَنَّكُمْ اللّٰهُ اِلَّا الْقَوْمَ الْخَاسِرِيْنَ

ہم کو کسی سے بھی دشمنی نہیں ہے صرف برطانیہ، اس کے اعداؤں دشمنان اسلام سے دشمنی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جلد سے عاجز بنا کر دے اور مشکوہ کار و شکر و ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ آمین۔ والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ، سردار رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

مکتوب نمبر ۱۳۱

حافظ محمد یوسف صاحب انصاری ایم گنگوہی بازار شہید گنج ضلع سماپٹو کے نام

محترم الغام لید مجید کم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فراق شریف، دہلا ناہ حافل بہت سرفرازی ہوا، جو کچھ کارروائی ظہور پذیر ہوئی باغینوت ہے۔ بلکہ کامیابی ہی کامیابی ہے، جو کہ آپ کی اور مفتی صاحب اور دوسرے اصحاب کی معاملہ فہمی دور بند و جد کا نتیجہ ہے، انشاء اللہ جسٹس صاحب یتیم اس معاملہ میں آپ کو ملانے جلد و جلد کے اپنے نفس امارہ کی بھی بہت سزا دینی پڑی ہے کیونکہ در تارک اجلاس کے لیے رہنمی نہیں ہوتا تھا، خدا کرے یہ امارہ لوہار ہی نہیں بلکہ مٹھنہ بھی پڑ جائے۔ آمین۔

جو کچھ آپ نے پہلے بھی اور اب بھی طلبہ کے لیے سعی میں لڑائی سے، جو جہیل سے خالی نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ بڑا معاملہ پر شیخ کا ہے، مگر آپ نے معاملہ ادھر ادھر اور ہموار دہ تھیں لکھا کیا، دور ہو گئے، اللہ کے دروازے سے، سو بے در نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے جہیل میں پڑنے والے۔

میں نہیں فرمایا، بلکہ مولانا ابراہیم صاحب پر آپ کی رائے تھی، اور مولانا عزیز علی صاحب صاحبہ کی رائے تھی، تو کوئی شخص نو مقرر ہونا چاہیے تھا۔ مولانا علی صاحب ہوتے یا خان بہادر ہوتے یا مولانا، نافع گل صاحب ہوتے، کس قدر غضب کی بات ہے کہ ساتھ طالب علموں کو اس طرح خارج کر دیا گیا۔ بہ حال اب ہر ایسا فرد اگر زما مولوی طیب صاحب کو بلا کر وہاں توں کے متعلق سمجھائیے۔

اول یہ کہ اس زمانہ میں جیکہ الی و اور بریدی کا اس قدر زور شور ہے، دین اور اہل دین کو لوگوں کو جس قدر دوری اور تفریق اور ہے، نہ صرف انہیں بلکہ اپوزن کو بھی، لیگ ایک طرف زور شور سے علماء کے اقتدار کو مٹانے کا پیرا اٹھائے ہوئے ہے، علی الاعلان مجامع میں آؤتے کس رہی ہے، مشرقی اور اس کی جماعت مولوی کے، ایمان کے نام سے اہل دین سے انتہائی نفرت پھیلا رہی ہے، سو دوری صاحب اور ان کے ہنر اس زور سے تلے کر رہے ہیں، قادیانی ایک طرف زہر پٹی گیس پھیلا رہے ہیں، شیون کا درستہ الواعظین اور اس کے متعلقین پنجاب کے اضلاع کو گراہ کرتے جا رہے ہیں، نئی نئی بالین شیعیت کے پھیلانے کی عمل جاری ہیں، کہیں مجلس عینی کا جال پھیلا جا رہا ہے، کہیں تبراچی ٹیش علانیہ کیا جا رہا ہے، کہیں بلدیہ کے جلوس نکلائے جا رہے ہیں، اہل بدعت کے دہن و فریب کا جال پیلے ہی اٹھانے میں پھیلا ہوا ہے، اگر بڑی پور میں تعلیم نو نمان اسلام کو برابر اسلام سے نکال رہے ہیں، بقول ڈبلوڈ بوسن ہمارے کالجوں اور اسکولوں سے پڑھا ہوا کوئی نوجوان نہہ ریاسلمن ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو، فوج در فوج لوگ اسلام سے برگشتہ کیے جا رہے ہیں، یہ علمبرہ کو شست کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو مہتر کرین، یکساں کر رہے ہیں، کیا جا رہا ہے، دس لاکھ دہلی میں جمع ہو گئے۔

عیسائی مشنریاں اپنی جانوں سے گذشتہ سال تقریباً ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہندوستان

کو یہاں بنا دی ہیں، کچھ اپنی جدوجہد سے اپنا حلقہ وسیع کرتے جا رہے ہیں، مسلمانوں اور ہندو
 کو کچھ بناتے اور اپنے رہنماؤں وغیرہ میں مسلمانوں کے اقتدار کو مٹاتے جاتے ہیں، کیا
 ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ چاہیے تھا کہ آپ کے حلقہ اثر میں آئے ہوئے لوگ خارج
 کیے جائیں یا یہ چاہیے تھا کہ آپ کھینچ کھینچ کر مائیں، اور ان کو صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں، جیسا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کرتا تھا کہ پاس لوگ مشرق ارض اور مغرب ارض سے
 علم سیکھنے کے لیے آئیں گے ان کے متعلق میری وصیت ہے کہ ان کے ساتھ خیر اور بھلائی عمل
 میں لاؤ، اور صحابہ کرام جب کسی طالب علم دین کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ تم جیسا ہوتے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم، کیا اس پر یہی عمل ہو رہا ہے کہ آپ معمولی سی بات پر کہ انہوں نے اس
 رہ کر مظاہرات کیے اور وہ بھی آپ کے حکم کے مطابق، آپ کا سفر کر رہے تھے ان کے ساتھ
 رہتا تھا، کوئی بدامنی، انہوں نے نہیں کی، آپ نے بالکل مظاہرہ سے، ان کو منع نہیں کیا تھا
 انہوں نے کافر، ایک دشمن اسلام کو گرفتار کے خلاف فرسے لگائے، اس پر انتہائی سزا
 دی، اگر سزا دینا ہی تھا تو بہت سے بہت یہ سزا دیتے کہ ایک ہینہ یا دو ہینہ کا کھانا بنا
 کر دیتے، یا اس قسم کی کوئی اور تمہید کرتے، حالانکہ یہ کرنا ان کا ذہن کی دشمنی میں تھا
 اور نہ عرصہ کی قانون شکنی میں، اگر تھانہ دار کا خون تھا تو اس کی دوسری صورتیں تھیں،

خلاصہ یہ کہ ظلم کے داخل کرنے میں دوست و عداوت اور دوستی سے کام لیں،

روم یہ کہ جن پانچ اشخاص سے منشی محمد شفیع صاحب، مولوی عبدالوحید صاحب
 مولوی محمود گل صاحب، مولوی سلطان الحق صاحب، مولوی محمد عثمان صاحب کی برطرفی کا
 فیصلہ کرنا چاہیے تھا، حالانکہ یہ پہلی قسط تھی، دستور تو یہ ہے کہ ۲۶ آدمیوں کو برطرف کرنا چاہیے تھا
 اور ڈابھیل کے عہد میں بلائے گئے تھے، اور دوسرے عہد میں کو بھی روکا گیا تھا کہ محض شہری

کے بعد تھا راہ جان تقرر کیا جائے گا، واللہ اعلم۔ ان سے مولانا طیب صاحب کی صفائی کر دی گئی
انھوں نے صدر صاحب سے طلبہ کے اخراج کے وقت فرمایا تھا کہ جو لوگ اصل اصولِ فدا میں
ان کو نکھائیے صدر صاحب نے فرمایا کہ دن کی رپورٹ اور مسلین پیش کرو میں ابھی نکھائوں گا۔۔۔
بہر حال ان لوگوں کی صفائی مولانا طیب صاحب سے کرادی گئی، تعجب ہے کہ آج فتنی شفیق صاحب
کے بیٹے یہ کیا جا رہا ہے، حالانکہ اس سے پہلے بارہا انھوں نے فرمایا کہ جدید غلامین میں در شخص نہایت
اچھے اور کام کرنے والے ملے ہیں، ایک فتنی محمد سعید صاحب اور دوسرے فتنی محمد شفیق صاحب،
فتنی محمد شفیق صاحب جو تک مجھے علم ہے کبھی بھی کوئی خلاف ورزی یا ایذا رسانی نہیں کی، بجز
اس کے کہ ترک موالات میں ان کا عقیدہ سخت ہے، مگر پچار سے ہمیشہ عمل میں دوسروں کی طرح
رہے رہے، اور ملی مذاہب یا باقی ماندہ حضرت بھی عقیدہ ترک موالات میں متفق ہیں، اس کے
علاوہ جو تصور بھی بتائیں اس کو ثابت کریں اور ذکر رکھیں گے، اور ان حضرات سے اس کی
پرسش کرادیجئے۔

عقیدہ ترک موالات میں اور شرکت تحرک میں خود مولانا طیب صاحب غور کریں
کہ اگر حضرت شیخ ابیہند رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو کیا کرتے، اور ال پائلس کیا ہوتا، علی ذالذی
اگر حضرت نافو ذی قدس سرہ الغریز زندہ ہوتے تو کیا کرتے جن کی نسبت حضرت گنگوہی قدس
سرہ الغریز کے الفاظاً کہ جب تک مولوی قاسم صاحب موجود تھے جھگڑتیں نہ کر پیلے بارہا سرگواہی کے
اب تو جہاد کی امید بھی جاتی رہی، (ادنیٰ معذہ)

شہد کے مجاہدین کی اسپرٹ کیا وہ تھی جو آج دیکھو، اہتمام دیکھا رہا ہے، یا حلقہ
بکوشان خاقانہ تھانہ بھون نکل میں لا رہے ہیں، میں متفق ہوں اسام اور قروں اور ان کی اسپرٹ
کی طرف توجہ نہیں دیتا، میں مسرورم قرآنید اور آیات متعلقہ باجماع کو پیش نہیں کرتا، میں حضرت

سید احمد شہید اور مولانا امجد علی شہید رحمۃ اللہ علیہما کے واقعات کو نہیں دہراتا۔ میں ابھی قریبی تھا اور اپنے مخصوص بزرگوں کی جذبات اور اعمال کو پیش کرتا ہوں۔ کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ گورنمنٹی کالجوں اور اسکولوں کے طلبہ ہندو پرنسپلز سٹیٹس بنارس اور گرڈ کالج کانگریسی کے طلبہ تو جذبات رکھیں اور وہ کھلی کھلی تشدد آمیز خلاف قانون کارروائیاں کریں اور مسلمان طلبہ نوجوان اگر غیر تشدد آمیز کارروائیاں اور احاطہ قانون میں پابند رہ کر مزاج جو وہ حکم سے متسلطہ کے متعلق جذبات رکھیں تو اس پر طرح طرح کے تشددات اہل عمل و عقیدہ کے کئے جائیں اور کہا جائے کہ اور بڑا اس کے طلبہ اس قسم کے جذبات نہیں رکھتے ہیں۔ کیا یہ انقلاب حقائق اور تعلیمات بنویہ کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔ پوری محققہ روح و دیورہ کرشمہ و ناز، اسی طرح کے یہ ملازمین و مددگارین فقہ جذبات ہی تو رکھتے ہیں۔ اہل عمل و عقیدہ کی تشدد آمیز کارروائیوں سے ڈر کر علانیہ تصحیر کات میں نہیں لیتے تاہم ان کو اصل اصول نسا دکتے ہیں، اصل اصول نسا در حسین احمد ہے جو کہ علانیہ تحریکات میں حصہ لیتا ہے اسکو نکالنا چاہئے۔ اصل اصول نسا حضرت شیخ اہند تھے جنہوں نے وہ کرد کیا جسکو دیکھ کر بڑے بڑے قومی لوگ دنگ رہ گئے۔ جس اصول نسا حضرت نانو قومی اور ان کے رفقاء تھے جنہوں نے حقیقی تابعداری آیات جہاد کی کیا اور اسی جذبہ پر واقعات پائی۔ حضرت شیخ اہند کے قلب میں چنگاری پیدا کر دی۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، سوال نمبر ۱۱۲

مکتوب نمبر ۱۱۲

یکے از ممبران مجلس شوری، دارالعلوم دیوبند ضلع سہا پور کے نام
مترجم القام زید محمد کم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف، قوی امید ہے کہ

اب آپ بھی مع ستائیں منصورہ سے واپس تشریف لے آئے ہوں گے، اور عیونی جی بھی آگے ہوں گے اور یہ بھی قوی امید ہے کہ سب حضرات بخیر و عافیت ہوں گے، عیونی جی کی بیماری بھی جاتی رہی ہوگی، قاری اصفہلی صاحب مجھ سے جب ملے آئے۔ تھے تو انھوں نے جناب کی بہرہ دی بھرے ہوئے الفاظ اور عنایات بے غیابت کا تذکرہ کیا تھا، میں اس کا شکر یہ دوا نہیں کر سکتا، اگر ضرورت پیش آئی تو آپ جیسے مریوں کا دروازہ کھٹکھٹانا مجھ، کارون کے لیے باعث شرف ہی ہوگا، پروردگار کا ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے خزانہ غیب سے جادو ہم دگمان تمام مصارف کا انتظام کر دیا ہے، جو نظام میں نے فرض کا بایا تھا، اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی، اور بغیر کسی استدعا کے تمام ضرورتیں پوری ہو گئیں، اور ہوتی جا رہی ہیں، انشاء اللہ العلیہ۔

یہ خبر تو جناب کو پہنچ بھی گئی ہوگی کہ پریل میں صرف چھ ماہ کی قید محض باقی رہ گئی تھی، جو آج اور ایک سال کی قید جاتی رہی تھی، پھر ہم نے جلد آپ کی خدمت میں عاجزی کی غرض سے اختیاری طور پر شدت لے لی، کیونکہ اس کی وجہ سے نیک چلنی کے ریشن کے ساتھ ڈیڑھ مہینہ کیلئے چھوٹنے کی امید ہوتی ہے، بعض حضرات کا اس کے بعد ہی ارادہ تھا، کہ ہائی کورٹ میں نگرانی کر دی جائے، اگر اہل ارادے اور جاننا پر ایم صاحب کی رائے ہوئی کہ اگرچہ فیصلہ میں جان نہیں ہے اور ہائی کورٹ کی نظیروں کا تقاضا ہے کہ بالکل برأت ہو جائے، مگر اس وقت کی فضا گورنمنٹ کی پالیسی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر برأت بھی ہو گئی تب بھی نہ رکھا جائیگا اور دفعہ ۱۲۹ کے ماتحت گرفتار کر لیا جائے گا، نیز اس کے دوران بحث میں درکنگ کمیٹی جمعیت کا فیصلہ بھی یہی جو ہے کہ نگرانی نہ کی جائے، فضا نارب نہیں ہے، اور حسب تجربہ درکنگ کمیٹی رہائی کے بعد سول ڈس اوس کرنا ہوگا، پھر گرفتاری ہوگی، اس لیے اپنی کورٹ کی نگرانی کے لیے مصارف اور جہد و جدبیکار ہو جائے گی، مدت میں زیر باری ہوگی، چنانچہ معلوم ہوا

یہ کہ پیل کے فیصلہ سے پہلے ہی دفتر جیل میں دنہ ۱۶۵ اور دفعہ ۲۶ کے ماتحت وارنٹ بھی آگئے تھے، اس لیے نگرانی چھوڑ دی گئی۔ اب اگر ماضی پیش نہ آئے تو ممکن ہے کہ بقرعید کی نماز میں آپ کے سایہ میں ادا کروں۔ و اعلم عند اللہ۔ خدا کے فضل و کرم سے نہایت آدم سے ہوں، اور گت کو حافظ محمد ابراہیم صاحب زید دفعہ ۲۶ آگئے ہیں اور اسی طرح مولانا حفیظ الرحمن صاحب مولانا محمد، جمیل صاحب منجھلی ایم، ایل، اے اور دوسرے اشخاص نے آکر جیل میں جشن کی صورت پیدا کر دی ہے، دنہ ۱۶۵ والے تو عترت چلے جائیں گے، متعلقین سب ہندوہ میں ہیں، اور دینار ہنمان کا مناسب معلوم ہوتا ہے، ابنتہ اسعد اور فرید انشا اللہ تعالیٰ دس ماہ شوال تک دیر بند پنچ جائیں گے، تا کہ تعلیمی مشاغل انجام دے سکیں۔

جو فیصلہ جناب نے ابتدائی شعبان میں امتحان کے بند کرنے اور بیچ کو یکبارگی مکلف ہو کر کرنے اور تقریباً چالیس طلبہ کو بالکل نکال دینے اور اکثر کو بالکل سند سے محروم کر دینے وغیرہ کا کیا ہے نہایت ہی تعجب خیز ہے، اور سب سے زیادہ تعجب ٹھیکو اور جناب پر ہے، آپ تجربہ کار، سرد گرم کو دیکھے ہوئے، زمانہ اور اس کی رفتار سے واقف، معتدل مزاج، قوی القلب، بھاری بھرکم معاملات کو بخوبی سمجھنے اور جاننے والے تھے، مگر آپ نے ایسا فیصلہ کیسے کر دیا، اور اس میں کس طرح بہرہ گئے، زمانہ عجیب و غریب پر غور فرمایا، زمانہ کی روش اور ماحول پر توجہ فرمائی، زمانہ کے طرز عمل اور دور العلوم کی سابقہ تاریخ کو دیکھا، جہتہم خدایا جان اجاروں میں شدت ہوا ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ نہایت سکون کے ساتھ عملی مشاغل میں منہمک تھے، پھر ایسا فیصلہ کیوں کیا گیا، اور اگر بالفرض کوئی شوش بھی ہوتی تب بھی ایسا نہ کرنا تھا، اسٹرائک کے زور میں تو بندش نہیں ہوتی آج کیوں ہوئی ہے، بن طرہ نہ صرف وہ سب سب ہی ہوتے، رہش ترکہ، امتحان کی تھی، ان کو سخت جواب دینا یا ایسے خاکہ سیم بن

نظام کو نہیں بدل سکتے، ہم امتحان ضرور لیں گے۔ جو سرکیک امتحان نہیں ہو گا وہ حسب تواعد
 دارالعلوم اس سزا کا مستحق ہو گا۔ جو پہلے سے مقرر چلی آتی ہے۔ مطبع کی سندس کا کیا رنگی اعلان اس
 سے جو سرکاری پمیل گئی، اگر یہ سطلہ امتحان تھا اور ظاہر میں ہے تو جبکہ طلبہ نے تشدد آمیز کارروائی
 نہیں کی تھی، جو بھی ان سے اعمال حضور پذیر ہوئے تھے، وہ امن و امان کے حدود میں رہ کر ہو
 تھے، اور جبکہ وہ ان طلبوں اور طلبوں کی بھی بندش چھوڑ کر بالکل سکون کی حالت میں آچکے
 تھے، تو پھر کیوں یہ انتقام لیا گیا اور کیوں ایسی بھیانک صورت اختیار کی گئی، اور اگر بالفرض
 ان سے کوئی عورت تشدد اور خلاف قانون کارروائی ہوتی بھی تو دارالعلوم کو اس سے کہا
 واسطہ گورنمنٹ کی باور کالم کرتی۔

اور اگر بالفرض امتحان لینی، تو معاملہ نہایت عجیب و غریب ہے، تمام ہندوستان کی یونیورسٹیوں
 اور کالجوں، اسکولوں، اور مدرسوں میں باوجود اتھارٹی شور شون اور سخت سے سخت تشدد
 کے ان کے کارکنوں نے ایسی کارروائی کی اور نہ گورنمنٹ نے رہبان دشمنی و مخالفت کی جتنی
 کہ آپ نے کی، حالانکہ دارالعلوم آزاد تھا، گورنمنٹ کا دست لگتا تھا، اور نہ ہے، پھر اس قدر
 ٹوڈیٹ اور اظہارِ وفاداری کے کیا معنی جو کہ حد و عقل سے بھی تجاوز کر گئی کیوں اس قدر
 گھبرائست آپ کو پید ہو گئی، کیا یہ طلبہ اس سے زیادہ کر سکتے تھے جو چھٹی، پورہ، مدراس
 ناگ پورہ وغیرہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ نے کیا اور کیا یہ ویسا ہی کرتے یا کر سکتے
 ہرگز نہیں، مستم صاحب خود فرماتے ہیں کہ نہایت امن و سکون تھا، اور اگر بالفرض احتمال
 ہی کی بنا پر یہ سب ہو تو پھر ایسا احتمال ہمیشہ ہے، مدرسہ کو ہمیشہ سکیے بند کر دیکھے، آج
 اور کل کا کیا اطمینان ہے، منتظرین مدرسہ کا فریضہ تھا کہ اگر ایسے واقعات پیش آتے تو دوک ٹوک
 کرتے اور اتنی قوت نہ بڑھاتے تو دوسری قوت تسلط سے مدد لیتے، نیز کہ محض احتمال یا ظن پر

تمام اور دیکھ کر بند کر دیا جائے، اور کارکنوں کو سخت کی تخرابہ شہان درمضان کی باہمی جائے طلبہ تو بھوکے منگتے پھرین اور ملازمین عزتے پھرین، طلبہ نے جلسے، درجلسے بے تنگ کیے، اور ہا ہا ہا ہا نے روکا تو نہیں رُکے، اس سے زیادہ اور کیا جرم ان کا تھا، یا یہ کہ اس کی وجہ سے یہ دور دراز کے طلبہ وی تعلیم سے ہمیشہ کے لیے محروم کیے جا رہے ہیں، پھر جب ملک کی عام نضا اس قدر سووم جو رہی ہے، کہ وہ ملک کے نوجوان طلبہ جنگی تمام میدان گورنمنٹ کی غلامی پر بندھی ہوئی ہے، وہ ملک کے لہڑان کی گرفتاری پر اپنے آپ سے باہر ہو گئے، حالانکہ ان میڈروں سے ان کو کوئی خصوصی تعلق نہ تھا، اور اگر تھا تو بہت دور کا تھا، اور انھوں نے بن اور دھڑکی باڈی لگا دی، اور تقریباً ایک ہزار بار اس سے زیادہ پروانہ وار جان بھی ہو گئے اور کئی ہزار زخمی ہوئے، اور اب بھی ہو رہے ہیں، اگر ایسی صورت میں گورنمنٹ کے اس شرناک معاملہ پر جو کہ اس نے ابتدائی طریقہ پر ان کے ایک نالائق خادم پر جاری کیے تھے، اگر کچھ مظاہرہ کر بیٹھیں (جو کہ ہر کارنگ اور نیو یورک میں آئے دن پیش آتا رہتا ہے، جب بھی وہاں کے اساتذہ، مدرسین، پرنسپل کے ساتھ کوئی ایسا سلوک پیش آتا ہے) تو وہ استہد موجب غیظ و غضب اور سزا اور انتقام کیوں قرار دیا جاتا ہے، بیشک حکم ادارہ ہتہام نہ اس جرم ہے، اور غلطی ہے، مگر وہ بھی مجبور ہیں، طبعی جذبات ہیں، ان پر حسن تدبیر سے قابو کیجئے، اور پھر جب کہ وہ حضرت مفتی صاحب، مولانا حفیظ الرحمن صاحب اور دوسرے حضرات کے بچھانے کا وجہ سے پراسن، مطیع و فرمانبردار ہو چکے ہیں، اور بائین حمد و حمد کو بھی خجور چکے ہیں، پھر آپ کو یہ متفقانہ کاروائی اور اس قدر تشدد نہائی رو، تھا، یا جو اور اگر باغرض آپ کا انصاف اس کی کو تقضی ہے تو آپ میں سے رحمت اور غریب پروری علوم شہید کے حاصل کرنے ذائقوں کی خصوصی مراعات جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

استوصوا بھرجبہ فرما کر مہرگا رہے ہیں، کمان چلی گئی، آپ اس کو کیوں بالکل بلا سے جان
 رکھ رہے ہیں، یہ مسلمانوں کے نوجوان بچے ہیں، نا تجربہ کار ہیں، کم عقل ہیں، کیا ان کی مذہبی پرورش
 (جو کہ اس دور الحادہ از مذمتہ میں اذہب ضروری اور قابل توجہ ہے) کا یہی طریقہ رہ گیا تھا،
 اپنے گھرانوں، اور خاندانوں کے نوجوان بچوں کو دیکھئے، ان سے کس قدر نافرمانی، نالائقی
 آئے دن صادر ہوتی رہتی ہیں، اور آپ طرح پر طرح دیتے رہتے ہیں، یہ بھی تو آپ ہی کے
 بچے ہیں، ان پر ایسا نادر شاہی حکم کیوں صادر فرماتے ہیں، اور ہمیشہ کے لیے معلوم دینیہ اور
 معارف اثنیہ سے محروم کر رہے ہیں، بیشک ان کی تربیت کیجئے، سرد اور گرم معاملہ پرستے
 مگر نہ اس طرح جیسا کہ کر چکے ہیں، اور غالباً اس کے بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیا وہ طلبہ جنگو
 ہمیشہ مہمانان رسول علیہ السلام کہا جاتا تھا، اور لوگوں کو چندہ اور کھانے کی ترغیب ایسے ایسے
 الفاظ سے دیکھاتی تھی، ان کی یہی گت ہونی چاہیے، جو اپنے مصلح بند کر کے دو مین دن کی دولت
 سے جرنی حکم دیکھ ان کی تمام شایانہ کرام کے ظاہر فرمائی ہے، ایسا ان کا حکم نہ ہم نے کسی عربی
 مدرسہ میں دیکھا اور نہ سنا، انگریزی مدارس میں نہ مسلمانوں کا درس لگے ہوں، نہ ہندؤں کی
 درس لگائے ہوں، آج بڑا آنکھیں اٹھا کر اہل بنارس کی ہندو یونیورسٹی کو دیکھ لیجئے، انھوں نے
 کیا کیا طلبہ لے کیا کیا، گورنمنٹ نے کیا کیا، پھر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ درگاہ جو کہ تین لاکھ روپے
 سالہ گورنمنٹ سے لیتی ہے وہ تو اس قدر بے حواس نہ ہو اور آپ اس قدر مضطرب فائدہ
 اٹھو اس جو جائیں، یہ کیا معاملہ ہے۔

کیا یہی طریقہ حضرت شیخ، لہند کا تھا، کیا یہی طریقہ حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی
 رحمہم اللہ تعالیٰ کا تھا، کیا یہی طریقہ عالم مسلم پاک اور آپ حضرت اپنی اولادوں اور چھوٹوں
 سے برت رہے ہیں، اور اگر یہ نہیں ہے تو دارالعلوم کے نادار غریب الوطن نوجوان طلبہ

کے ساتھ یہ سلاک کیوں روادار کہہ رہے ہیں، معاف فرمائیں یہ کلمات مخلصانہ شکایات ہیں، معاذ اللہ
 آپ کے وقار اور پرستی پر چلا نہیں ہے۔ اگر میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں تو آئندہ کے لیے جلد سے
 جلد اصلاح فرمائیے۔ اور اگر آپ کے نزدیک میری عوافض گہرے ہوئے کے، نئی ہیں تو کال سے
 پریشی خاوند۔ انا اللہ وانالہ راجعون۔

آپ کی ذمہ داری ہے، آپ بھی عند اللہ وعند الرسول جواب دہ ہوں گے غفلت بھی
 آپ سے سوال کرے گی، اب آپ کا سالانہ اجلاس ۲۱-۲۲-۲۳ اکتوبر کو پورا ہے، سوچ
 سمجھ کر دو پیش کو دیکھ کر فرائض استقامیہ کو غور کر کے علوم دینیہ اور ان کی اہمیت اور ضرورت
 پر نظر ڈال کر عمل درآمد کیجئے۔ اغراض اور اپنی بچ کو چھوڑیے، محض افواہوں، اور بے تحقیق
 باتوں پر خاک ڈالیے، نہ صرف عدل و انصاف کو بلکہ شفقت اور رحم کو بھی اتھوں میں مضبوط
 پکڑیے، کسی شخص کی ذاتی رعایت کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو تو ہی اور مذہبی، علمی اور دینی
 ضرورت اور منافع پر مقدم نہ کیجئے، اور وہ کام کیجئے جو کہ آپ کو کل یوم قیامت میں کام آئے، حکومت
 کا خطرہ، لوگوں کی بے گونی کا خیال، آپ کو حق و انصاف رحمت اور الطاف سے مانع نہ آئے۔

والسلام۔ ننگ اسلام حسین احمد غزالی

دعائے شکر، ۱۷ ستمبر ۱۳۷۳ء، ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کلمہ کبھی اسلام کیا تھا، یاد داری نہیں رہی، بلکہ اسلام نے
 ہیبت دہنی برگیر دست کام میں اپنا فریضہ بھی ادا کر چکا ہے، پرنازین طاغوتی قرین اور شیطانوں جین اہل حق کی راہ میں
 اڑتے آئینہ گران نفوس تو میرے اپنی ہمیتیں بند رکھیں، اس پرنازین میں جبکہ حسب ہدایت کیہ سٹون اسلامی
 اقتدار، تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کو دنیا سے شامیہ کی بڑی حد تک جدوجہد کی گئی تو علماء حق اور مسلمانان
 نے رخصت ہی لاؤسے سٹار کے جان گزارا و اتفاق کے بعد تاہم کیے، یہ ان علماء کی تہذیب و ذراست ہی تھی کہ جس نے
 سادے کام چھوڑ کر علم دین کو قائم رکھا، ذات کا ہم ترین مقصد کجا جنانیہ مدد ستا ہی مسجد واد واد واد واد واد واد
 دہائی حاشیہ ص ۲۰۰

مکتوب نمبر ۱۳۳

جناب یاقوت فضل الرحمن خان صاحب سید ہاری عظیم گدھ کے نام

محترم القام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج سر لین والا نامہ مورخہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۰
 باعث سرفرازی ہوا تھا، مگر اس مدت میں اس قدر مصروفیت تھی کہ جواب نہ لکھ سکا، خیال تھا کہ کسی
 فرصت کے وقت میں لکھوں گا۔ ۲۰ نومبر کی شام کو بعد از مغرب جب میں عظیم گدھ پہنچا، تو اس
 ارشاد کی بنا پر چکر پہلے، آپ نے فرمایا تھا کہ ان اطراف میں جب بھی آنا ہو تو سدھاری ضرور
 آنا چاہئے، تھوڑی مدت کے لیے ہو، اور میں نے قبول کر لیا تھا، ارادہ تھا کہ اگر ممکن ہو تو رات
 کو آپ کے یہاں قیام کروں، اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو چند منٹ کے لیے حاضر ہی ہو جاؤں
 مگر افسوس کہ ایسے واقعات پیش آئے کہ ہر دو میں کامیابی نہ ہو سکی، آپ نے جن امور کو دریافت
 فرمایا ہے ان کے متعلق تفصیل تو زبانی ہی ہو سکتی ہے، مگر اس وقت اجمالی طور پر آتا ہوں کہ
 یوں کہ تحریکات آزادی ہند میں ۱۹۱۳ء سے شریک ہوں، اور اس کو مسل تو ن کا ذمہ سہا اور
 انسانی فریضہ سمجھتا ہوں، پہلے میں تشدد وار وادی انقلاب پارٹی میں شریک تھا، اور حضرت
 شیخ انند داس، اللہ سرور، عزیز بہار سے رام تھے، اور اسی سلسلہ میں بہار امانا کی اسیری کا واقعہ
 پیش آیا، وہاں سے روپسی پر خلافت کیٹی، جمعیتہ کانگریس میں شرکت اور عدم تشدد کی پالیسی
 میں دخل ہوا، اسی زمانہ میں، زواہر خاں ترقی پسند مسلمان لیگ سے منسلک ہو کر خلافت میں
 شریک ہوئے، اور کانگریس میں بھی رہے، کیونکہ تشدد سے لیگ اور کانگریس متحد ہو چکے
 تھے، لیگ میں ان کے دلگ جانے کی وجہ سے جان باقی نہیں رہی تھی، موجودہ غلام کا بڑا حصہ
 تقریباً میں سمجھا، ممبرانہ گورنمنٹ کا کمرہ پڑھنے والا تھا، ہم نے اسی بنا پر سمجھا کہ لیگ کی طرف رخ

(۱) مسلم لیگ کی پالیسی کا مقصد یہی نظام کا بروئے کار لانا ہے جس کے تحت ترقی بند اور آزاد خیال مسلمانوں کے اوپر سے سخت چوہانیں۔

(۲) مسلم لیگ موجودہ دستور سے بہتر ایسا دستور حاصل کرنے کے لیے جو سب کو پسند ہو گا کانگریس کا ساتھ دے گی اور حکومت پر دباؤ ڈالے گی۔

(۳) مسلم لیگ اس اصول کو برقرار رکھتی ہے کہ بطن اقلیت مسلمانوں کو کافی تعداد حاصل ہو۔

(مبتدئہ حیاتہ ص ۳۸۰) کانٹون کی طرح کھٹکارا، جی کریم بند کے بعد نادان دوستوں نے اس کا ناکو نجا ماجا اور گورنمنٹ کی پشت پناہی کی ساتھ تھی، مگر جو جو گرامی انقلاب مصلحت کرنے اور بطن یہ کے ڈیڑھ سو سو رقصہ مبتدئہ کو ڈھانے کا بیڑا اٹھا چکا تھا، بھلا آؤ بوی بند کا خاتمہ، رولی اٹھی چرم کو گرگورما ہونے دیتا، اور کس مال کے لال کو بہت تھی کہ اس ٹیڑھیہ استقامت کو برطانیہ کے نکلنے سے پہلے دارالعلوم سے نکال سکے تھا، زونڈ شاہد ہے کہ شیخ احمد رضا شہر علیہ کا مشن کامیاب رہا، ساتھ ہی ہیٹھ اس کو بھی ڈراموں میں نہیں کر سکتی کہ جو پارٹ آخری دور غالباً سہ ماہی میں دارالعلوم کے اندھا دکھایا گیا کہ چائیس سے زائر نما مان رہا، سول کو غارت کیا گیا، گھسے رہے ہوئے، گھر سے حرج مچھانے کی نعمت نہیں دی گئی، مدوں سے حروف کی دلگی، غلط بیان کی گرفت میں شکایت کر کے رہو، اسے گرفت گری، حیرت کو صلائی کا موتی، زویا، بطبع کی مددش کا اعلان، استقامت، دانش میں ہائیدی و حسب بیان، اخبارات، شخاف، اہتمام، طلبہ نہایت سکون کے ساتھ ملی من ملی میں سمکھائے، پھر زائر شاہی حکم فرما پر وہ کسی اور چیز کی عجازی کر رہا تھا، تو کئی مستحق سے اس پر وہ دکھاری میں، مکتوبات نہ کو کو کو جو پڑھنے پر حضرت امام العصر کی یہ عیار بھی دقت بگر سے آجاتی ہے کہ جو حضرات کے تین کرم نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ حضرت مولانا پٹی قید کی مدت پوری کر کے بھی آزاد میں ہوسکے، سب سے بڑا ثروت ہے، دارالعلوم کے اندر وہ اپنی کھیل کھیلا جا رہا تھا، اور ہمدردان دارالعلوم خود، امام العصر کے مقام سے کسی درجہ اعلیٰ تھے، حالانکہ ماٹو بہت پیٹے، ان کا بڑا رنگوں کے، اسے میں فرما گئے تھے

میں شکر گدایان خلق را کہین توام
 تھان سے کر دھمزدان بے کلامند

۱۹۱۱ء میں لیگ تمام قومی مسالمت میں کانگریس سے تعاون کر گئی اور اس کے ساتھ ہو گئی۔
 (۵) لیگ کے صدر کی حیثیت سے میر خیال ہے کہ ایسے چالاک لوگوں کو جن کا مقصد حکومت کے
 ماتحت عہدے حاصل کرنا ہے، اور جنہیں عوام کے حقوق، ضروریات اور مفاد کی مطلق پروا
 نہیں، سیاسی میدان سے نکال دیا جائے۔

مندرجہ بالا مضمون کی لیگ کے میونسٹیو کی عبارت ذیل مندرجہ صفحہ پوری تائید کرتی ہے۔
 "انٹیکو جمہوریہ ڈاکٹریٹم کے قیام اور عملدرآمد سے کچھ ایسی مختلف قوتیں پیدا ہوئی ہیں، جنہوں نے
 اپنا اثر خوب بولا ہے، قائم کر لیا ہے، اور ان ہی جماعتوں کے ساتھ ایسے اشخاص و افراد کی ٹوہیں بھی
 بن گئی ہیں جن کا مقصد و غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوا کہ وہ صوبوں میں جان کھین اور
 جب کبھی ممکن ہو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں اور جگہوں پر دست درازی کریں، اور ان پر پابندی
 جائیں، یہ تجویز جو کہ گورنمنٹ کے معاہدے میں ہے، نہ تو ایسی جماعتوں کو ہر طرح کی مدد و حمایت
 گورنمنٹ سے ملی جس سے یہ لوگ نہ صرف ملک کی اصلی ترقی و بہبود کے مزاحم ثابت ہو رہے ہیں،
 بلکہ سمجھا رہے ہیں کہ ان کی خود غرضانہ حرکتوں سے نقصان پہنچ رہا ہے، مختصر یہ کہ جماعتیں
 یہ اشخاص گویا ملک میں اپنی ایک شخصی جابرانہ حکومت قائم کیے ہوئے ہیں، اور لیگ کا اصلی
 مقصد یہ ہے کہ اس جبر و استبداد کا پوری طرح انہماک سے قلع قمع کیا جائے۔"

عبارتوں سے مذکورہ سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مسٹر جناح اور لیگ کی پالیسی اس وقت
 کیا تھی، اور وہ کس قدر آزادی خواہ اور ترقی پسند مسلمانوں کے قریب تھی، اس وقت اگرچہ
 وہ مکمل آزادی اور ہمس کے لیے ڈاکٹر کٹ ایکشن کے مدعی نہ تھی، مگر رجحان پسندوں اور خوشام
 لوگوں سے بالآخر تھی، مسٹر جناح نے ۱۹۳۶ء کے ایکشن کے لیے جلیقہ ملتان ہند سے اتحاد
 و تعاون چاہا، وہ زمانہ دستگیری کی حکومت کا تھا، اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی

جدوجہد پر سخت قانونی پابندیوں کا یہ تھین۔ مسٹر جناح نے چند گھنٹہ ہم سے گفتگو کی اور درخواست پر زور دیا اور کہا کہ میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں اور ان کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کر کے صرف انراوخیل ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنا چاہتا ہوں، تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ، ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج کر کے تو کیا ہوگا تو دیا کہ اگر میں ایسا نہ کر سکتا تو میں تم لوگوں میں آ جاؤں گا اور لیگ کو چھوڑ دوں گا، اس پر مولانا شرکت ٹائیٹل اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا اور تقریباً پورے دو مہینہ کی رخصت ہوئے تھوہ دارالعلوم سے لی اور اتحاد و جد کی دیگر کچھ پارٹی اور دوسرے رجعت پسند امیدواروں کو شکست ہوئی اور تقریباً تیس یا اس سے زائد ممبر لیگ کا بیاب ہو گئے جس پر چودھری خلیفہ الزمان نے ٹھیکہ خط میں لکھا کہ تیس برس کی مردہ لیگ کو تو سنے زندہ کیا، ہم نے لیگ کا تعاون عام مسلم نون سے کر لیا، اور لیگ کی آواز بہرہ ہر جگہ پہنچا دیا، اس وقت مسٹر جناح نے جمعیتہ کا تیار کیا ہوا میوزنٹو قبول کیا، اور اسی کو تیج میں شائع کیا، جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلوں میں اگر کوئی خاص مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیتہ علماء ہند کی رائے کو خاص وقعت اور اہمیت دیا جائے گی۔

گراؤسوس ہے کہ لیگ نے کامیاب ہونے کے بعد پہلے ہی اجلاس لکھنؤ میں اپنے محمود اور اعلا نامت کو توڑ دیا، اور ان رجعت پسند خوشامی، انگریز پرست لوگوں کو لیگ پارٹی میں داخل کرنے کے خواستگار پر زور طریقہ پر ہونے، جن کو خارج کرنا کا اعلان کیا تھا، اور ان کی ہرزور مذمت کر رہے تھے، اور جن کے متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہمیشہ ان کی زندگی قومی تحریکات کی مخالفت اور انگریز پرستی میں گزری ہے، ان سے وہیں کہا گیا کہ اپنے تو مددہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا، آج ان کو لیگ میں لانے

اور پارٹی ٹھین جگہ دینے کی آپ کو شش کر رہے ہیں، تو سب کو کہنا کہ "یہ پولیسکل وعدہ ہے"۔
 علاوہ اس کے ایرتداد و اعمال، غلات، اعلان و عہود کیے، جس کی بنا پر سخت، یوسی ہوئی
 اور سب مخلصی اور کوئی صورت سمجھ میں نہ آسکی، انھوں نے مرکزی اسمبلی میں شریعت بل
 پاس نہ ہونے پر، قاضی بل کی سخت مخالفت کی، انصاف منگوانے کے متعلق غیر مسلم حاکم
 کا شرط قبول کر لیا، آرمی بل پاس کیا، وغیرہ وغیرہ

الحاصل ایسے حالات اس میں سالہت میں کے جن سے ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ
 حضرات مسلمان اور ملک کی مصالحت کے لیے نہیں، بلکہ سرمایہ داروں، بھت پسندوں، جہاد
 پرستوں کے ساتھ ہمہ روی اور تعاون کرنے والے ہیں، اور اسی کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے بھی
 حامی اور مددگار ہیں، اور حسب تصریحات میونسپلٹی بورڈ میں ان کی حامی ہے وہ آپ ہی
 غور فرمائیں کہ ان کے ساتھ رہنا اور ان کی مدد کرنا کس طرح پر جائز ہے؟

ہندوؤں کے ساتھ اتحاد اور دوستی بڑھانا خود ان کے دستور اساسی کا متضاد دستور ہے،
 چنانچہ آں انڈیا مسلم لیگ کے دستور اساسی کے صفحہ ۳ میں وقفہ ۲ ضمن ۳ میں حسب ذیل الفاظ
 ہیں: "دیگر اقوام ہند کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات اور اتحاد کو بڑھانا"

مذکورہ بالا احوال پر غور فرمائیے، پھر دیکھیے کہ آپ حضرات کا لیگ اور اس کے
 امیدواروں کی امداد اور جمعیت اور مسلم پارلیمنٹری بورڈ کو ناکامیاب بنا، کس طرح صحیح
 ہو سکتا ہے، نیز آپ کا نگرہ سے تنفر ہو یا آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اتنا تک صحیح ہے، اگر
 یہ تنفر کسی خاص شخص سے اس کی غلط کاریوں کی بنا پر ہے تو وہ دوسری چیز ہے، اور اگر نفس
 کا نگرہ اور اس کے اصولوں سے ہے تو میرے سمجھ میں نہیں آیا، میں امیدواروں کو حسب
 کئی ملاقات کی نوبت آئے تو آپ مجھ کو واضح طور پر سمجھا دیں تاکہ میں اپنے خیالات اور

اعمال کی اصلاح کروں

صاحبزادہ کے متعلق جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے، اس میں بھی میری ہمیشہ سے رائے یہی رہی ہے اور اس پر عمل ہونے کو خواہ ان طلبہ کو اپنی تعلیمات کو پورا کرنا چاہیے، ایام طالب علمی میں کسی عملی سیاست میں حصہ نہ لینا چاہیے، ان اوقات خاندان میں علمی سیاست میں حصہ لینا صحیح اور درست ہے، صاحبزادہ صاحب نے جو تیرہ اختیار فرمایا ہے بالکل غلط ہے، ان کو اپنی استعداد علمی کی باطنی جہد و جد کرنی چاہیے، تعلیمی پروگرام پورا ہونے کے بعد جو چاہیں کریں ان کو اختیار ہے، علی بن ابی القیس یہ بھی آپ کا خیاب بالکل صحیح ہے کہ اس میں، ان، ناوقت اندیش مصاحبوں کی وجہ سے زبان درازی کی عادت ہوتی ہوتی ہے، جس سے آئندہ اخلاق اور اعمال سخت خطرے میں ہیں،

مخبر، اس کو جانتے تھے، لہذا ہی اسکا ایسی صحبتوں سے بچائیے اور صرف تعلیم اور اعمال میں حصہ لیں، یہ کام خود بنائیے، یہی زمانہ اس کے سنبھالنے کا ہے، اگر اس وقت میں سنبھال گیا اتوں اصلاح، اخلاق درست ہوئے اور رہے تو مستقبل درخشان ہوگا، مولانا اصلاحی مصاحب واقع میں اصلاحی، نہایت نیک طبیعت اور مخلص شخص ہیں، جہاں تک میں نے، ان کا تجربہ کیا، ایسویت رائے مخلص، سچے، دیندار، ذی علم و عمل اس زمانہ میں کم ملتے ہیں، اور ان کو آپ کے ساتھ اور آپ کے تمام خاندان کے ساتھ جو تعلق ہے، مخلصانہ ہے، وہ تو اپنے خاص اعزاء اور خاندانوں کے مہربان ہیں، یہی زمانہ بہت کم پایا جاتا ہے، میں تو ان کی آپ کے یہاں موجودگی آپ کے اور آپ کے خاندان کے یہ نعمت عظیمہ، اور قابل رشک خوش قسمتی سمجھتا ہوں، نا سمجھ، ورنہ تجربہ کار بچوں کو مولانا موصوف کے منہ آنا اور گستاخی کرنا اتنی ذلیل حرکت ہے، ایسی حرکات سے روکنا اشد ضروری ہے، مہاراجا میں مولانا پر دائرہ خاطر ہو کر غصہ ہو جائیں گے تو صرف ان بچوں کا بلکہ آپ کے تمام خاندان اور تمام گائروں کا نقصان عظیم ہوگا، ایسے ماحول میں بچوں کو سرزنش کیجئے اور اس قسم کی

ہمزیا حرکات سے سختی سے روکیے، اور مولانا پر زور ڈالیے کہ وہ متاثر نہ ہوں، مولانا کا اب و اتحرک
 ہر چھوٹے بڑے کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اور ان کے دل و دماغ پر فزہ برابر کہ درت ڈالنے ویسے
 نیز اپنے ملازمین وغیرہ پر بھی تاکید کر دیجیے کہ مولانا کی پاسداری اور خدمتگذاری میں کسی کوتاہی کو
 روا نہ رکھیں، لگہ میں بھی اس کی تاکید کر دیجئے۔

آپ نے سید پور، گھنڈا، بھاگلپور کے واقعات کے متعلق دریافت فرمایا ہے تو میں اڈیشن
 زخم کی پریشانی پر لکھ چکا ہوں کہ وہ واقعات صحیح ہیں، مولانا ریاض الدین صاحب جھنڈا لے اجناد
 میں اس کو شائع کیا تھا، وہ خود سید پور کے باشندہ ہیں، وہ اور ان کا لڑکا مولوی محمد صلح علی
 سفر میں ساتھ تھے، سونا دانی سے ساتھ واپس ہوئے تھے، ان سے تعارف بھلا تقریباً پندرہ برس
 برس سے حاصل ہے، میں سونا دانی اپنے ایک شخص دوست افندی، احسان الحق مرحوم کی تقریباً
 کے لیے گیا تھا، جن کا اہل شہر میں اس سال انتقال ہو گیا تھا، وہاں سے واپس ہوتا ہوا چند گھنٹوں
 کے لیے سید پور میں بعض اجباب کے اصرار پر آ رہا تھا، وہ سفر میرا کسی سیاسی غرض یا پروپیگنڈا
 کی بنا پر نہ تھا، بغیر میری اطلاع کے اجباب نے جلسہ اور تقریر کا، ملان کر دیا تھا، ایسا پہلے کسی
 مرتبہ سید پور میں ہو چکا تھا، وہ تقریریں میری عمو و غلط نصیحت ہی ہوتی تھیں، مگر لگیوں کو یہ
 خیال ہوا کہ اس کا یہ دورہ سیاسی پروپیگنڈا کی بنا پر ہے، انہوں نے جو معاملہ کیا وہ نہ صرف غلط
 اسلامیات تھا بلکہ خلاف انسانییت بھی تھا، مجھے فسوس ہے کہ قدرت نے اس کی پاداش سختی سے
 کی، میں نے کوئی بدو مان نہیں کی تھی، بلکہ اس کا خیال بھی نہیں آیا تھا، ان کی ناشائستہ اور خلاف
 انسانییت حرکات پر طبعی طور پر مدد ضرور ہوا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو اور ہر گورہیت مظالم سے
 آپ اس کا خیال نہ فرمائیں، اور نہ کبھی ہر خاطر ہوں، انید علیہم السلام اور بالخصوص ہرے اہل حضرت
 سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی قوم نے کیا کیا نہیں کیا، ہم کیا چیز ہیں، ہم کو بھی سزا

استقلال اور دعائیں ہی کی طرح میں لانا چاہیے۔

جنگو عدیم القریٰ اور پے در پے اسفار کی وجہ سے جو ب میں تاخیر کشی کی نوبت آئی، کئی مرتبہ سفر ہی میں جواب لکھنا شروع کیا، مگر پورا ذکر سکا، آج بھی سفر ہی میں ذرا فرصت پانے پر فسخ گواہ ہارہ آسام سے یہ عرض پورا کر رہا ہوں جس کی، بعد تقریباً بیس روز ہوئی تھی، البتہ محترمہ اور صاحبزادہ صاحبہ اور دیگر متعلقین و احباب بالخصوص مولانا اصلاحی صاحب کے سلام مسنون عرض کر دیئے، دعوات صاحبہ اور اتباع شریعت پر رادعت رکھے، ذکر اور تسبیحات میں غفلت دیکھیے۔ والسلام۔ تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۳) مولانا محترم۔ السلام علیکم قبل اس کے کہ حضرت کا مزاج برسی کر دوں یا پھر کھڑا مولانا محترم لیدیں صاحب اصلاحی پر بھائی کے حالات تحریر کر دوں، یہ عرض کرتا ہوں کہ خصوصاً سید پور بنگال اور جاگلپور کے چھوٹے چلانے کا کیا واقعہ ہے، تاکہ ہم لوگوں کو حضرت سے معلوم کر کے کیوں اور تشریح ہو، دوسری گزارش یہ ہے کہ آجکل ایکشن کا بروقت ہر جگہ چاہیے، اور تقریباً ہر جگہ کم دین دو بار شایاں ہیں، بخت مسافرت اگر اس تک پہنچ جائے کہ دوسرے پارٹی کے لیدر و پیشوا کی شان میں جہد و لگ بڑھنا شروع کر دیتے ہیں، اکثر نا قابل روایت ہوتا ہے، یاد چو دیکھے خود کانگریس سے محنت و محنت اور اس کا محنت مخالفت ہوں مگر محنت تک قطعاً حضرت کہنے اس سے ایک اپنے بھی انگ نہ ہوں اور اشارہ اللہ حاضر ہو سکتا، حالانکہ میرے ٹرنے لڑنے کو بھی اس کے چند اسکول کے ساتھی اور دست و گھر و خاندان کے لوگوں نے، یاد دیکر اس کے ساتھ ساتھ ساتھ کا وقت سہ پہر ہے، جو پورے قلعہ رکھتا ہے، مگر اوڑھ خیرہ بنانے کے کاموں میں لگا دیا گیا ہے، جس سے پورا اسکول کے وقت کے بغیر ساوا وقت اس میں جا رہا ہے، جس سے میرے دیکھے ہیں فی الحال نقصان تو بظاہر ایک تو تعلیم کا جو کہ مقدم، دوسرا یہ کہ لوگوں کے ساتھ میں بڑے بڑوں کے منہ آکر سے حیا دے شرم ہونا جس سے کہ وہ میں تک تمہارے میرا ہونا ہوتا ہے، یاد چو دیکر وہ ایسے ماحول میں رہ گیا ہے، اور بہت زیادہ (باقی ص ۳۸۷)

مکتوب نمبر ۳۳

بابوسراج الحق خالصاً سیدھاری، مختصراً عظیم لفظ کے نام

محرم المقام زید محمد کم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فرات شریف، مولانا مہر و مریدنا
 ارشوال کو موصول ہوا، یاد آوری کا شکر گزار ہوں، مولانا وحید الدین صاحب مرحوم سے بخوبی
 واقف ہوں، ارباب ان کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا، اس ملاقی پر بہت کرم فرماتے،

(بقیہ حاشیہ ص ۳۸۳) طبیعت پیدائشی ہے، یعنی جو کچھ میں آگیا، پھر اس سے ہلکا ہٹا نہیں، مگر پھر بھی میں کسی طرح
 پر اس حالت میں دستاویز ہر اعتبار سے خلاف بحث ہوں، اور اس سے الگ رکھے کی کوشش کر رہا ہوں، کیونکہ اسکے
 وجہ سے اور مسکتوں میں لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں اور اگر تو ایسے وقت پر میرے پرچائی اور عن مولانا اصلاحی صاحب
 بھی ہوتے ہیں، تو ان سے باتیں بڑھ جایا کرتی ہیں، اس میں وہ لوگ نہایت گستاخانہ اور استغالی کرنا شروع کر لیتے ہیں، اور اس
 سلسلہ میں اصلاحی صاحب کے درپے آزار ہوتا ہے، لہذا ایسی شکل میں جناب والا سے درخواست ہے کہ ہم خادمان کو کیا حکم
 دیا جائے، تاکہ اس کے بعد بلفظ تعمیل کی کوشش کیا دے۔ اور اسلام خادم صلوات اللہ علیہ اجمعین سے یہ دعا کروا دینا

تو میں ہر نفس الرحمن صاحب کے سوال اور حضرت امام العصر و اہل بیت کے متمتع و مفصل اور صحیح جواب کو لکھ کر فراموش
 ہاں یہ تو یہ تھا کہ ابو صاحب موصوف اپنی زبان کا پاس رکھتا کرتے ہوئے عیسیت علماء ہند کے مہینہ دار کی حمایت کرتے
 یا مائوش بیٹھ جاتے، کہہ کر بچے کاسر جھانکے مگر رہا ہی کیسے جائے، مگر بڑی دانگ دانگ ہے۔

نہ سچ ہو کہ ہر نفس الرحمن صاحب کا موصوف، مہر و مریدہ سیدہ گار واد کر کے وقت میرا تمام اور تمام موصوف
 کے یہاں تھا، ابو صاحب کے خدا کے نقل جس سے فی حق، حضرت کا جواب بھی دیا تھا کہ ان کے بڑے صاحب زادے کے چہن اور ان کے
 تھا کہ دو دستوں کی شرارت سے ننگ لگ کر کہہ رہا ان ساتھ لیا اور کچھ بابوسراج الحق صاحب کے یہاں رکھ کر مکان ملا گیا کہ تمہاری بیٹی
 اور ہم ہوتے کہ بابوسراج الحق صاحب کو بحث، اور صاحب ابو حاجی زولمندی و ابو نور الحسن خالص صاحبی جو بچا کہ

دورانہ ملوک آپ کو انا، سخیڑہ سنو نہ سات تریہ کر پاپیے اور اگر اس کے بعد خوب میں کوئی اٹھا پیر کی
طرف معلوم ہو تو فہماورہ اپنے رجحان ملی کو دکھنا چاہیے، اس کے بعد اطلاع دین، میں ایک مالک
شخص ہوں، بجز حسن ظن اجاب کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

ذیقعد ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۷ء) تک سیدھا سہارا، آزاد رہا جو گا، ہم سب جمعیت کے ممبروں میں سے تھے۔ مگر تینوں
آپا تو ماسر ہو کر مہر، مہر، مہر، مہر، اور خدمت کو سعادت سمجھیں گے۔ ذخیرہ۔ مجبوراً چلا آیا اور جب تک سہارا کی
آبادی واد سے روٹ نہ گئے۔ حضرت، ہم انصاف کے جوابی دلانا نہ یہ ہے ہی نام آیا تھا جس کی نقل رکھ کر میں نے جو صاحب
کو بھی دیا تھا، اس موقع پر ہم ایک مسدحات کر دینا فرمادی تھیں، جن کی تشریح حضرات صوفیہ نے فرمائی ہے
کہ اوقات فعلی اور کتبے کہ پر کہ اس لیے اگر پیرنا خوش ہو کر اوسے کہ تو یہ برون نہیں یا اہ کسی بات سے خوش ہو جائے
تو اس سے بیعت نہ لگ نہیں جوتی، ان اگر مریدانہ لگا کر ہے اور اودت قائم نہ لگے تو بیعت صحیح ہو جاتی ہے، خوشی کا
بات ہے کہ اوشنیں اور حسن حسبت نے مشہور میں رو انگی کا کے مسد میں اپنی گذشتہ زندگی پر نام ہو کر حضرت مولانا
سرخا واد سے رو کہ قسمت، اپنے تعلقات قائم کر لیے۔ مگر بعد میں ہی حالت جیسی کی تھی رہی، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے
اور انہی کو مان لے، اسی بارہ یکے سے خدا سے بھائی، گنا اور ان اوس کے معنی آگاہی پاپنا جو پوڈ غیب میں ہیں، اور ان
شرعاً وحقاً کسی قصد کی تصویر میں نہیں ملتا ہے، ایسے امور میں بلا شہد اپنے مذہب اور تردد کے ازار کیلئے اللہ تعالیٰ
سے سنو نہ لگتی پاپنا، اسی بارہ کر کے اعلیٰ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے، وہ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز، سنت استسارہ
انگ سے پڑھے، مگر اوقات، مگر وہ میں نہیں، اور کسی خاص صورت کی نہیں بھی نہیں ہے، اور بعض روایتوں
میں قتل یا اور قتل ہوا اللہ کی ہے، نماز پڑھ کر ذیل کی عمارت بڑھی جائے اور چیکو، اپنی کردت پر سوجائے
وہا میں جان پڑھنا، اگاسی آپا ہے اسی حاجت کا نام ہے یا دل میں تصور کرے، پنا، اللہ سات مرتب تک ضرور
دل میں دعا کی طلب ہے، اللہ پوجائے گا یا خواہ ہی میں اشارہ ہو جائے گا، استسارہ مبارک اور بعض میں ہو گا، اگر کسی

مکتوب نمبر ۱۳۵

حضرت مولانا نجم الدین صاحب تشریف لائے آپ کا والا امر بھی ملا، بابو و حاج الحق صاحب کی دینی امور کی دعوات حضرت آیات پر صدرہ تجلہ نیا زندوں اور متقلین کو ہونا طبعی بات ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور پسانوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ مولانا سے بھتے صاحب کے مانڈا ہوا اور تریک میں قرآن شریف سننے کا حال سلوم ہوا، اس سے بہت خوشی ہوئی، میں ذمہ صرف ایک والدین اور پنجاب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، بلکہ خاندان کو مبارکبادی دیتا ہوں، احادیث صحیحہ دیکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ایک عظیم الشان نعمت ہے کہ جس پر جتہ بھی اظہار مسرت اور شکر گزاری ہو وہ کم ہے، امید ہماری کے احوال کچھ تو والا اس سے اور زیادہ تر مولانا کی زبانی معلوم ہوئے، دوسرے لوگوں کی غلط کاری سے صدرہ ہوا اور آپ کی امتقارست اور خوش اسلوبی سے

(حقیقہ حاتیہ ص ۱۳۸۵) واجب کرنے کے لیے اور اسی طرح کسی حرام اور کرمہ کے ترک کرنا کے لیے استوارہ کی کوئی جزا نہیں ہے، مشورہ بات ہے اور کافر حاجت بیچ استوارہ نسبت سے، تجارت اور کما دھیرہ کے متعلق استوارہ کیا جاسکتا ہے حضرت، ہم عصر استوارہ کرنے کا حکم اپنے عقیدین کو اکثر ذرا یا کرتے ہیں، تاکہ حکم نبوی کی تعمیل بھی ہو اور برکت و روشنی آرزو کے اندر ہو اور یہی طریقہ صحت کا بھی باب ہے (دعا استوارہ) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اِسْتَعِیْرُکَ بِذَلِکَ وَ اَسْتَعْدِرُکَ بِقَدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ حَبْلِکَ لَطِیْمٍ فَانِّکَ تَقْدِیْرُکَ اَقْدِیْرُ و تَقْدِیْرُکَ اَعْلَمُ اَنْتَ عَلَمٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَجْعَلْ لِّیْ دِیْنِیْ وَ عَاقِبَتِیْ اَمِیْرَیْ ذَا قَدْرِیْ وَ اَمِیْرَیْ ذَا کَرَمِیْ وَ اَمِیْرَیْ ذَا رِزْقِیْ وَ اَمِیْرَیْ ذَا نِعْمَیْ وَ اَمِیْرَیْ ذَا اَمْنِیْ وَ اَمِیْرَیْ ذَا حَبْلِکَ کَانَ لَکَ اَمْنٌ حَبِیْبِیْ سَیِّدِیْ ۵ استوارہ کی اور ترکیبیں نزل آئیں اور نسیا، بقدرت میں موجود ہیں۔

بہت زیادہ خوشی ہوئی، میں اللہ تعالیٰ سے درست ہر ماہ جون کہ وہ کریم کہر ساز آپ چادون بجایوں
 اور ان کے جملہ متعلقین کو تمام آفات دنیاویہ اور اخرویہ سے محفوظ رکھتا ہوا کامیاب و باعز و ہنار
 اور ہمیشہ اپنی مرضیات پر چلائے، آمین۔ مولانا موصوف کا وہ دن بہت ہی غنیمت، ان کے
 اخلاص و دلیریت، اعلیٰ اخلاق و سچائی کو غنیمت کبریٰ سمجھنا چاہیے، اور اس کی قدر دانی سے استفادہ
 حاصل کرنا چاہیے جو کہ محض فضل خداوندی سے آپ کو حاصل ہوئی ہے، میں اور دوسرے بھائیوں
 جن سیدھاوی کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔ والسلام

سنگ اسلات حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۳۶

مولانا عبد الباری صاحب قاسمی، مبارکپور اعظم گڑھ کے نام

محترمہ المقام زید مجدکم۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تجلجلیہ معلوم کر کے صدر ہوا کہ دارالعلوم
 کی موجودہ گزٹنگی وجہ سے آپ وہاں کے چندہ بند کر رہے ہیں اور تمام اطراف و جوانب میں اس
 امر کے لیے دورہ کر رہے ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ یا تو آپ کو خبریں غلط پہنچائی گئی ہیں یا کچھ غلطی
 ہوئی ہے، یا یہ خبر سچی غلط ہے، میرا حال انتظامی معاملات میں کوئی فریب غلطی پر ہوا اور نون غلطی پر
 ہوں چندہ تو تعلیم علوم و دینیہ کی بنا پر ہے، وہ بچہ اللہ علی اکمل الوجوہ جاری ہے، زید پڑھائے
 یا عمر۔ اس لیے چندہ جاری رہنا ضروری ہے، اور اس کی سادگی میں فرق نہ ہونا چاہیے، اس لیے
 میں امید دار ہوں کہ اگر آپ نے اس قسم کا کوئی اقدام کیا بھی ہے تو اس سے رک جلیے،
 اور خود سنا کر وہاں بے طرفت ہو کر تحقیقات کیجئے، یا میری آزادی پر موقوف رکھیے، و اللہ بہ
 ضرور ہے کہ اگر میں نڈاؤ ہوتا تو غالباً یہ و محراش اتعانتہ پیش شستہ، یہ لفظی بات ہے کہ اس میں

حکومت کا تحسب اور خود غرض اور غلط کار لوگ اس کے اغراض پورا کرنے کے آلات بن رہے
 ہیں راشد اعلم۔ والسلام۔ ننگ اسلام حسین احمد نقولہ

مکتوب نمبر ۱۳۶

مولانا شمس الدین صاحب مبارک پورا عظیم گڈھ کے نام۔

محترم، تمام زید مجدکم۔ السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔ میرا ہی صاحب بیچو
 جیکر میں ایک بندہ کے مسئلہ میں تقریر کرنے جا رہا تھا، تو سڑک پر ملے، میں نے ان کو کہا کہ مکان پر
 بیٹھے میں ایک گھنٹہ کے بعد آؤں گا، مگر وہ وہاں نہیں گئے، اور جا کر کسی مسجد میں بیٹھ گئے
 پھر جبکہ سڑک پر تھا، تب یہ حال معلوم ہوا، میں نے گھر پہنچ کر دریافت کیا تھا، اور کھانے
 کے وقت تلاش کیا تھا مگر یہ نہ ملا اب مجھے اس کا فیس ہے، ان سے معافی طلب کرتا ہوں،
 والسلام ننگ اسلام حسین احمد نقولہ

مکتوب نمبر ۱۳۷

بیاباچی محمد یوسف صاحب مبارک پورا ضلع عظیم گڈھ کے نام

محترم، تمام زید مجدکم۔ السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف، آپ نے ذکر پر دست
 فرمایا، اور جہاں تک ممکن ہو پینے نفس اور قلب پر قابو رکھیں اور اگر بے تاب ہوئے تو
 ہر دو شریف پڑھتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کریں، بار و بار معیشت کا

لئے حضرت امام احمد کے اہل حق کا یہ ادنیٰ پر تو ہے کہ جہاں خود نفی کر کے تکلیف کا مورد بنے اور اپنے گھڑتی ہی
 اس سے معافی ہاں، اللہ بزرگ برحق ہی اور یہ ہر شے ان کی شفقت کر جس کو کہنا اور سمجھنا دشوار ہے۔

مجھ پر اب انھوں میں جبکہ اللہ میں پھر پڑ سالی میں ہیں اور ان کو ضروریات زندگی اور پیش میں کی
 درج میں عقل و مروت نہیں ہے، ان کی تابعداری اور خدمت گداری نہ صرف فریضہ انسانی ہے
 بلکہ عبادت بھی ہے، ناز و تمجید اگر ہو سکے تو ان کے ذمہ اور نافرمانی نہیں ہے، سونے سے پہلے ہار رکھتے پڑھ لینا
 اسی نیت سے مبارک ام ہے، سوتے وقت اور اسوہ کہتے پڑھ لینا، انھوں کے کھل جانے کا ذریعہ ہے
 والسلام۔ تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۳۹

سید اسلم حسین صاحب کرام۔ ضلع لکھنؤ کے نام

محرم العاشر زیدری کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میرے سلسلے آپ کا والا نام محمد زیدری ہے

دعا ہے کہ مکتوب نمبر ۱۳۸ اور ۱۳۷ کے شریف کے برکت پر منتقل کیا گیا موجود ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کاہنہ کی فرمائش
 نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خدا تعالیٰ کا نوازنا ہے، ہم کو کہہ دیجئے گا، اس دور و شریف کی رکن سے حاصل ہوا، جس نچ
 شہور ہے، ہر مہینے کی ادوار دو شریف پانچ داغ رہے کہ دو شریف کے اوقات اسی وقت ہوتے ہیں جب
 پڑھنے والا پابند شریعت اور بدعت سے دور ہو۔ جگہ خوشنودی کے لئے انھیں علم کی عقل اور باطنی
 کھانڈت ہوگا۔ پھر کہ ان ٹھکانے ہوگا۔ سورہ کھت کی آیت یہ ہیں۔

إِنَّمَا الدِّينُ أَمْرٌ وَعِبَادَةُ الصَّالِحِينَ كَمَا تَقْرَأُ فِي الْقُرْآنِ وَاللَّهُ وَبِهِ يُتَّقَىٰ. قَالَ الَّذِينَ يَدَّبُرُونَ
 عِبَادَةَ اللَّهِ قُلُوبًا تَرَاهُمْ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ اللَّهِ وَأُحْسِنُوا الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ وَآتَوْا زَكَاةً
 وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي الْبُيُوتِ وَالْحُرُوقِ وَاسْتَمِعُوا لِلْحَدِيثِ وَالْحَدِيثُ حَقٌّ وَإِن تُكْفِرُوا
 بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا أَنَّا نُنزِلُ بِالْحَقِّ وَإِن تُكْفِرُوا بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا أَنَّا
 نُنزِلُ بِالْحَقِّ وَإِن تُكْفِرُوا بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا أَنَّا نُنزِلُ بِالْحَقِّ وَإِن تُكْفِرُوا
 بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا أَنَّا نُنزِلُ بِالْحَقِّ وَإِن تُكْفِرُوا بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا
 أَنَّا نُنزِلُ بِالْحَقِّ وَإِن تُكْفِرُوا بِمَا نَزَّلْنَا بِالْحَقِّ فَاعْلَمُوا أَنَّا نُنزِلُ بِالْحَقِّ

کے کہ خدا کی عبادت جو کہ ہے۔

مرد مسؤرا عننا کے متعلق پر عرض کرنا ہے کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے بحیثیت فتویٰ جو زمین مورت
 سے حاصل ہوتی اور شہاد کو آپس میں تقسیم کرنا حسب شرع ضروری ہوگا اس کی نفی میں کہ مورت شہاد
 کل جائداد یا بعض جائداد جائز طریق پر حاصل کی ہے یا ناجائز طور پر ضروری نہیں ہے، اور اس کو
 معالٰیہ ہوگا کہ جو کچھ اس کا حق حصہ رسد پنجاہ ہے اس میں مالکانہ تصرف کرے، اگر اس کے کسی حصہ
 میں باسب میں مورت ناجائز طور پر مالک ہو، اتنا وہ اس کا ذمہ وار ہے، ان اگر کسی شخص
 جائداد پر قطعی طریقہ پر علم ہو جائے کہ یہ جائداد حرام ہے، کوئی صورت جو ان کی نہیں
 ہے تو البتہ ذمہ پر واجب ہوگا کہ مالک پر رد کر دے، ہمارے یہاں کی مورت ذمہ مینون میں
 بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مینون اور بیٹیوں نے اپنے حصص کو بخشا یا بچوں بنائی موان
 کر دیا ہے، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کے باپوں اور بیٹیوں نے اپنے اور بیٹیوں کے اس قدر
 مالی حقوق لازم کر لیے تھے جو کہ بہت مرتبہ ان کے حصص سے بھی مجموعی طور پر زیادہ ہو جاتے ہیں
 ظاہر ہے کہ شرعی طور پر بیٹی کو زید جوڑے، جہیز وغیرہ دینا اور بیٹیوں کو ہر تقریب ولادت وغیرہ
 خطبہ (ملگنی) نکاح وغیرہ پر لڑکیوں اور ان کی اولاد پر اخراجات عمل میں لانا شرعی حیثیت سے
 لازم نہیں ہے، اور یار عوبہ میں اس پر عمل نہ آتا بھی نہیں ہے، بلکہ تقریباً تمام مالک اسلام
 میں اس کو وجود نہیں ہے، اگر کہیں پایا بھی جاتا ہے تو بہت کم، تو متعدد میں بطور حساب و دستان
 وہ اس کو عمل میں لاتے ہیں، لڑکیاں بھی اس کا احساس کرتی تھیں، اور بیٹیوں پر اپنے
 اس قسم کے حقوق لازم جان کر بزور مطالبہ کرتی تھیں، اس قسم کے اور بھی بہت سے احتمال
 ہیں ان کے موجود ہوتے ہوئے منافی قطعی طور پر فتویٰ نہیں دے سکتا کہ ہمارے اسلاف کی
 جائدادیں حرام نہیں ہیں، وہاں ہمیشہ تقویٰ جس میں دعویٰ ہے اللہ کا جہیز ہے کہ
 ارشاد ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ممکن درجہ تک امتیاز برتی جائے اور دختریں شہاد

میں سے جو مہر برون یا تو ان کا حصہ حسب شرائض دیا جائے یا ان سے معافی طلب کی جائے اور
اسلاف کے لیے حسن ظن اور انتفاع دونوں کو عمل میں لایا جائے۔ والسلام
تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۳۰

مولانا محمد نسیم صاحب ننگرام ضلع لکھنؤ کے نام

محترم نام زید مجدکم، اسلام علیکم برحمتہ اللہ وبرکاتہ، خواب و دونوں اچھے ہیں، انشاء اللہ
فائدہ پہنچے گا، دلائل الخیرات، حزب البحر اور مناجات مقبول سب کی اجازت ہے جس میں
سہولت سمجھیں پڑھیں، تمام اربعہ مطلوبہ کی اجابت کی دعا کرتا ہوں،
فراہر پر جا کر جو ذکر ہمیشہ کرتے ہیں اس کو کرنا چاہیے، ان کی برکت سے اسپن ترقی ہوگی،
والسلام۔ تنگ اسلاف حسین احمد۔ از: یونہ

مکتوب نمبر ۱۳۱

نواب ساجد حسین صاحب محلہ میان سرائے قصبہ منہاں مراد آباد کے نام

محترم نام زید مجدکم، اسلام علیکم برحمتہ اللہ وبرکاتہ، بیابان عینہ کا سنا اور وہ بھی موصول ہوا
چو کہ حسب حکم جان جان مناسب سمجھا گیا بطور صدقہ نظر دیا گیا، میں امید دار ہوں کہ آئندہ
اس کے تقسیم کا نقل مجھ پر نہ رکھیں گے، بلکہ اپنی صوابدید سے سخیں وغیرہ میں تقسیم کر دیا کریں گے،
جو زمین کھانہ سے خریدی گئی ہے، اس میں عشر نہیں ہے، اگر بطور استجاب دیا جائے بہتر ہے
چونکہ گن گونہ منت وصول کرتی ہے وہ حربی زمین میں کافی ہے، البتہ اگر اس کی آمدنی خواہ

نذر سونقہ بطور تجارت کام میں لے جائے اور دس پر سال گذر جائے تو اموال تجاریہ کی
زکوٰۃ کے طریقے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ والدہ

نگ، ملاف حسین اور غفرارہ اور معافان الباریک

مکتوب نمبر ۱۳۱۲

محمد سیاح صاحب شہ کونٹھی، سر ادا کشمندر خان سبزی منڈی، دہلی کے نام
محترم، تمام زید مجدکم، السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنجناب کسی غلطی میں نہ رہیں، میں
حضرت مجد علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے نہیں ہوں، حضرت کی اولاد کے لوگ رامپور میں اور
خود دہلی میں خانقاہ مجد دیر میں موجود ہیں، زید میر سے مراد اقا حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ
الغزیز ہیں۔ انھوں نے اگرچہ ٹھکڑو جہازوں طریقوں میں بیعت فرمایا تھا جس میں سے طریقہ تشبہ
مجد زید بھی ہے، مگر اصلی طریقہ اور عام تعلیم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چشتیہ صابریہ کی تھی، انبار میں
مناسب سمجھتا ہوں کہ آنجناب حسب مرام کسی اور بزرگ کا قصہ فرمائیں، جو کہ حضرت امام ربانی
مجدد العالی تالی قدس اللہ سرہ الغزیز سے روحانی اور جسمانی دونوں نسبتیں رکھتا ہو۔ یا صرف روحانی
اور قبیح شریعت اور باہر طریقت، جو میری ظاہری معذوری تو ظاہر ہے، باطنی حیثیت بھی ثابت
گندی ہے، اور پھر یہ اصلی مقصد جس کو آپ تلاش فرما رہے ہیں وہ معذور ہے، خان محمد صاحب
کی خدمت، قدس میں بھی بعد از سلام سنون ہی عرض پہنچا دیجئے، یہاں اگر کوئی صاحب
تشریف لائیں بھی ترملاقات نہیں ہو سکتی، معذوری ظاہر ہے۔ والسلام

دعا گو قدیم چراغ محمد غفرارہ

۱۲/۱۳ بادی اشانی ۱۳۱۲ھ

مکتوب نمبر ۱۴۳

مولانا محمد طیب صاحب سائیکل ڈاکخانہ بازار باٹ ضلع بھاگلپور کے نام
 محرم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض شریف۔ ڈاکٹری علاج میں کوئی
 حرج نہیں ہے، ان اگر کسی دوا کے متعلق بائیسین یا بندہ نطن یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ناپاک اور ناجائز
 تو اس دوا کو استعمال نہ فرمائیے، مطلق ڈاکٹری علاج میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت شیخ الحدیث
 ڈاکٹر عید الرحمن صاحب مرحوم وغیرہ کا علاج کرتے رہے ہیں۔ والسلام
 ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۴۴

مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم، بھاگل پور (بہار) کے نام
 محرم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی پہلی حالت کا تغیر غالباً کسی
 گناہ کا نتیجہ ہے، جن سے استغفار کی ضرورت شدید ہے، اس استغفار میں اس قسم کے الفاظ
 ہونے چاہیے۔ اللھم اغفر ما قدمت وما اخرت وما امرت وما اعلمت وما ابیت
 اعلمہ منی یا کریم۔ ان الفاظ کے معانی کا خیال کرتے ہوئے، علاوہ ان الفاظ استغفار کے
 جو آپ کے لیے بتائے گئے تھے جس قدر ممکن پورا و زائد کر لیا کریں۔ علی الاقل سو مرتبہ تو ضرور پورا
 کرے جبکہ آپ کو ضعف و ماغ تھا، اور ذکر با بھر پر آپ تادرتے تھے، تو اس وقت کیوں نہ
 فرمایا کریں کوئی دوسرا ذکر بتاتا، غالباً میں نے آپ کو پاس الفاظ بتایا تھا، آپ اس پر عمل کریں۔
 والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

مکتوب نمبر ۱۴۵

میرے قلم، اس ذلیل و خوار عالم دنیا میں اگر مستحق لذت و راحت اور باب خیر و تقویٰ ہوتے تو سب سے زیادہ شہم اور فحش اور راحت میں بسر کرنے والے انبیاء میں سے ہوتا۔ مگر ان ہی کی پاک زندگی کو دیکھیے، وہ سب سے زیادہ تکالیف شاد میں نظر آتے ہیں، پس ان تکالیف سے گھبرانا نہ چاہیے اور نہ خوف شکایت زبان پر لانا چاہیے بلکہ شکر کرنا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اپنے انبیاء اور خاص خاص اولیاء کو عطا فرمائی ہے، اور باوجودیکہ اس کی قدرت میں اس مصیبت سے بڑھ کر عظیم الشان مصائب تھیں مگر ان سے محفوظ رکھا، اور ایک چھوٹی مصیبت میں مبتلا کیا اور بالقرض شکر نہ کریں تو کم از کم صبر تو ضرور ہی کریں، جزع و فزع شکایت شکوہ سے بچیں، دل اور زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رکھیں، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ان ہون کی خواہش رکھیں، غیورانہ خواہ وہ ذن فرزند ہی کیوں نہ ہوں، ان کو دل میں جگہ نہ دیں، دل میں جگہ اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے، اس کے سوا کوئی بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے، ان حقوق سب کے ادا کرتے رہیں، اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں، سب کا شکر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ والسلام

نگ اسلام حسین احمد غفرلہ

دعا ہے کہ مکتوب نمبر ۱۴۵ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے لیا گیا ہے، مگر باوجودیکہ اس کی قدرت میں اس مصیبت سے بڑھ کر عظیم الشان مصائب تھیں، مگر ان سے محفوظ رکھا، اور چھوٹی مصیبت میں مبتلا کیا، اگر آدمی کہ نظر کسی بات پر متکرم ہو جائے تو مصیبت میں اس معرفت خداوندی کے ساتھ مدد سے لگاؤ میں طلب کئے اور مستمرا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں، سب کا شکر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں، سب کا شکر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۳۵

مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوری امام جامع مسجد منصوب پور ضلع مظفرنگر کا
 محترم القام زید بیدگم۔ السلام علیکم در حرمت اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ مراقبہ فی انفسکم اولاً
 تفسیر سؤدق۔ یعنی کسی ذاتا مقدر ہلاکت و کم کما یقین و شانہ مع غایۃ تعظیم و الجلال قلب میں موجود ہے
 اس میں جس درجہ ممکن ہو جاوے جہد جاری رکھیے۔ ذکر اسم کو بھی اسی کا وسیلہ کیجئے
 ہر آن کو فائل از دے یکت بان است ہاں دم کا فرست اما نیاں است
 باو انا نبی پیوستہ باشد در اسلام بروے بستہ باشد

مراقبہ میں لذت کا محسوس ہونا بہت امید افزا ہے۔ اللهم زد فرزد۔ مگر مقصد اصلی وہی ذات

(لقبہ ماشیہ میں ۳۵۰) جو یہ اس امام ترمذی اور حنفی کے مل فرما ہے وہ یہ ہے کہ قرب خداوندی اور خوشنودی باری کا دل
 معائب و تکالیف کا بند پر ہے۔ چنانچہ رنگ و نم، شحیت و مصیبت، بیماری اور فقر و فاقہ حتی کہ اللہ کا وہ میں معمولی سا
 کامیابی جیتتا ہے۔ وہ بند سے گناہوں کا کفارہ اور قرب خداوندی کا سبب بنتا ہے۔ بقول حضرت ابراہیم حاضی معائب
 پر صبر کرنا ہے کتاب مست پر تابت تہی کا اور جب یہ چیز حاصل ہوگئی تو مصیبت خود ایک بڑی نعمت بناتی ہے جو ارانی سے کچھ
 سمجھائی جیو ای کام غلط فہمی کہ حضرت امام معمر نے دور زکرا ٹوٹے ہوئے دلوں کو جھڑو دیا ہے۔ وہ خدا سے اتنا قریب کر دیا کہ
 جس طرح ذکر اور کثرت نوافل سے بندہ زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کر لیتا ہے۔ معائب و آلام کے وقت غم اور یہ دین تک کو
 دیکھا گیا جو کہ ان میں مضامین کو یاد کرنا ہے۔ وہ یادوں میں جب گھوٹا ہے، وہ جنگلی میں جب پگڑا ہوا ہو سوئے خدا کوئی اور نہیں ہوتا۔ غویہ
 یاد کیا ہے وہی اگر خدا سے دین رحیم کے ذات باور کچھ جوڑا ہوا تھا تو اگر خدا تو اسی سے ہمیں بڑا ناپا ہے تھا۔ اور جو
 دہائی کوئی طاقت اور دعا قریب نہ کر سکا۔ اس کو مصیبت سے بالکل قریب کر دیا۔ حق کے ادب میں ہمارا یہ مصیبت
 نے پر دہ میں قریب عجیب لفظ ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ

ظاہر استخوانت واکساض اور اس کی رضا ہوتی چاہیے اور پس زلفت اور ذکوئی امتیہ ولایت

تقلیت و خوشیت وغیرہ

دنیا و آخرت را بگد اور حق طلب کن

کاین ہر دو لویاں زمین خوب می شناسم

والدہ صاحبہ کو صبح رشام تہنیت سہ تہلا دیجئے۔ والسلام

تنگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۴۶

مولانا سید انظار احمد صاحب فاضلی دہلوی کے نام

مخرم المقام زید مجیدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فرماج شریف۔ احوال معلوم ہوئے

پاس انفاس کا جاری ہونا مبارک ہو۔ اس کا خیال رکھیے پتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے، کھڑے

غولکے ہر وقت میں خیال رہے، آپ جس وقت خصوصی میں اس کی مشق کرتے تھے، اس میں ذکر

تعلیمی شروع کر دیجئے۔ اس میں زبان کو حرکت نہیں دینا چاہیے، دماغ کی طرف توجہ کی جائے گی۔

بلکہ قلب سے تلفظ اللہ نکلا جائے گا، یعنی یہ خیال باندھا جائے گا کہ قلب جو کہ بائیں بتان

سے باہر انگلی نیچے واقع ہے اور جہاں ہر وقت دھڑکن محسوس ہوتی ہے، یہاں سے یہ ام

مقدس نکل رہا ہے، اور اسی کو شمار کرتے جائیے، ایک مجلس میں یا چند میں، اولاد دن رات

میں دو ہزار بار کیجئے، وہ سچے آہستہ آہستہ بڑھا کر پانچ ہزار تک کر لیجئے، سانس کا ذکر جاری

ہو تو اس کو بند نہ کیجئے اس کو جاری ہونے دیجئے، اگر قلب کا ذکر یا خیال جاری کیجئے، اور یہ

نصوہ ماننے رہے کہ قلب کا تصور اور محبوب حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ سب چیزیں جو کہ

اس کو یاد کر رہا ہے، انہیں شہداء اکثر ذکر کرتے آتی وہاں حسب دستور جاری رہیں، اگر

صبح سے پہلے آگے نہیں کھلتی ہے تو سونے سے پہلے بریت تہجد جس قدر فوائد ہو سکیں پڑھ لیا کریں۔ وقت غنیمت سمجھیں اور ذکر میں نکاسل ذکر کریں۔ ع من ذکر دم شہادہ کھنید۔
والسلام۔ سنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۳۷

مولانا حمید الدین صاحب سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نام

چنانکہ سابقین زوقی الاقدار ساحت شہادہ اموال قدر ویرانہ زور ناریت فخر محمد
صہبت نمی نمایند بگورہ مخارج سائر اہل عزت و افتخار مثل شاہزادہ ہائے عالی مقام اور اور
کبار تجویز پرنی فرمائید۔ بلکہ مصارف این اموال از دایران ذوی الحاجات و انعامات از
دیں پچنین حضرت ملک، لاطلاک اموال زکوٰۃ دار بر عمیر ذہلی ائمہ علیہ السلام کہ مخارج انکباب فی
الحقیقت از مخارج خاصہ حضرت رب، لارباب دست و بر سائر بنیائیم کہ ملائم غوت و نبوت
بان جوابی داشتہ تحریر فرمود و مصارف ان اموال از ذوی الحاجات معین نمود۔ پس کہ سائر
کہ دایران صدقات تحریر فرمودہ اند عزت و افتخار سے حاصل شدہ کہ شکر ان بیچ زبان ادائی
توانند کہ دیگر فقط در مقام ہمین نعمت صدقہ انواع عبادات و نیز از اقسام طاعت بجا آید
ایشان زہدی سر و نسبت مقبلہ مثل این نعمت عظمیٰ بکفران و ارتکاب حصیان کہ نام پایہ
یارسندہ (صفحہ ۶۳ صراط مستقیم، لطوفات حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ)

لے عبارت صراط مستقیم کہ منوم در مع ذیل بر ارشاد ہوتا ہے کہ میں درسا ہنسے ہنسے سخاوت پیشہ ارادہ نذر دنیا کے مالوں کو
ذہبے ذاتی ترجیح دیتا ہوں اور دوسرے سرد لوگوں بھی شہادگان اور اراکرام پر صرف فرماتے ہیں۔ بلکہ ان مالوں کا
صرفت ضرورت صدقہ ہیں اور انعام و اکرام ہی تک محدود رہتا ہے۔ یہی طرح ائمہ صحابی سے لے کر زکوٰۃ کو پہنچے پھر اور
۶۴ ص ۱۰۴

عزیزم، سلو اللہ تعالیٰ۔ اسلام علیکم در حشر اللہ برکاتہ۔ ابو عاصم کی روایت کو تم اس زمانہ میں ترجیح دینا مناسب سمجھتے ہو، اسرار جلال میں ابو عاصم کو غیر مدثر شمار کیا گیا ہے، لہذا اس روایت کو خود تنازعہ نہیں، جو علت اس روایت کی ذکر کی گئی ہے وہ ختم سے بنی ہاشم کا محروم ہونا ہے، جس کا بہدب بہت اسالی کافیاد ہے مگر یہ تفسیل نص کے معاصر ہے، نص میں اسکو اسخ، کہا گیا ہے، روایات صحیحہ و کجیہ کی محتاجت محتاج کے لیے اسخ کھا، کوئی صاحب عزت و مردت جائز کریگا، مفسر کے لیے تو یہ بھی محال ہے، مگر بحث غیر مضطر میں ہے، پس یہ تفسیل جو اس فتویٰ کی بعض تاخرین ذکر کرتے ہیں اور خود اس روایت کی وجہ امام سے کتب میں دکھائی گئی ہے، قابل اعتقاد نہیں، ہم، مگر اس سے قطع نظر کریں تو بھی بنی ہاشم اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت فقر، فاقہ آج کل کے فقرا و بنی ہاشم سے دنیاوی معیشت کی حیثیت سے بہت زیادہ گری ہوئی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچا جیسا جس سے

زقیہ، ناشیدہ ام، تام جی ہاشم پر مرن کرنا بہدب رشتہ آنحضرت معلوم حرم قرار دیا ہے، کیونکہ آنحضرت علم کے مصادر حقیقاً معرفت خاص اللہ تعالیٰ کے اندر ہیں، لہذا ان امور کا صحیح معرّف ماخوذ نہ کرنا کو ضروری ہے، پس جن لوگوں پر صدقات، اعزاز قرار دیا ہے یہ عین انکی عزت، ازادگی کا باعث ہے، جس کا شکر کسی زبان سے اور نہیں ہو سکتا، اگر ایسی ایک نعمت عظمیٰ مگر دن جہاد میں اور طرح طرح کی نیکیاں بنائیں تو سزاوار ہے اور اس نعمت غیر مرتبہ کے مقابلہ میں کھران نعمت اور گ بوں کے اور کتاب کا انجام بھی سوچ لیا جائے۔

لے ابو عاصم کی اس روایت کے متعلق علامہ بحر العلوم لکھتے ہیں، "و قد اتفقنا بعد المتأخرین من علماء اہل الذکر و الخطا، و غلط لانه مخالفت النصوص، و القاطنہ۔" یہ کہ ابو عاصم کے متعلق اسرار جلال میں بھی جرح و رفع ہے، چنانچہ امام بخاری انہیں معین و مدعی ابو عامر مسلم، دولابی، بوعلی وغیر ہم ذہب احمدیہ، مگر یہ سب ذہب در صیح تک کے الفاظ تہذیب اللہ میں لکھے ہیں،

ہاتھوں میں کھٹے پڑ جاتے۔ پانی ہزاروں سے گندھوں پر کھٹے پڑ جاتے اور اس وجہ سے عدم طلب کرنا اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو خادم نہ دینا احادیث میں مذکور ہے۔ کتاب القسط میں ناقون پر گزردان کرنا اور دینار لفظ پانا وغیرہ مذکور ہے جس سے انکی تنگی حیثیت کی انتہائی حالت معلوم ہوتی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پوسٹین پنکر ناقہ سے تنگ ہو کر ٹھکانا اور بیوہ کی کے بارغ میں ایک ایک کھجور پر ڈول بھرنے وغیرہ اس قدر واقعات ہیں کہ جن کو اگر دیکھا جائے کہ خود زائد سعادت میں آج کل کے فقروں سے نہایت زیادہ سخت حالت بنی ہاشم کی معلوم ہوتی ہے، مگر اس وقت میں اجازت نہیں دی گئی۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آتا کہ آج اس پر فتویٰ دیکر مقابلہ منصوص کیونکر کیا جائے اور ظاہر الروایات اور احادیث صحیحہ کو ترک کیا جائے اور اگر بالفرض ایسا کرنا ہی ہے تو حد قائلہ کی اجازت دی جانی چاہیے، اور اگر ضرورت ہی ہو تو تکیہ کا طریقہ کیونکہ اختیار کیا جائے، صراطِ مستقیم کی عبارت کو میں اسی واسطے میٹھا کر رہا ہوں، اگر مجھ میں اُسے کہ کتنی عظیم الشان نعمت بارگاہِ نبوی سے بنی ہاشم کو عطا کی گئی ہے، اس کے ہوتے ہوئے ہزار ناقہ بھی تھمیل کیے جاسکتے ہیں، ہاں اگر حالت شرعی اعظماہ کو سچی ہو تو البتہ بقدر اعظماہ مثل میں اجازت ہوگی۔

سوی مدت اسارت قاعدہ سے ۲۶ جنوری کو ختم ہونی چاہیے، مگر میں نے شفقت لے لی تھی اس بنا پر حسب قاعدہ تقریباً ایک ماہ کی تخفیف ہو سکتی ہے، یعنی ۲۶ دسمبر تک جھوٹ سکتا ہوں، مگر دورانِ اپیل میں پچیس دفعہ ۱۲۹ آگئی تھی اور پھر دفعہ ۲۶ سے بند ہو گیا یہ دونوں نظریوں کی ہیں، اپنی نقطہ منافی حکومت کے زیرِ حکم ہوتی ہے جس میں وہ ہیئت تک نظر بند کیا جاسکتا ہے اور دفعہ ۲۶ گورنمنٹ آف انڈیا کے زیرِ حکم ہوتی ہے جس میں جنگ کے

اختتام تک نظر بند رکھا جاسکتا ہے، مگر آکاٹگریسپون کی دفعہ یہی ہے، اس بنا پر ہمیں کہنا
 کہ گیدہائی ہوگی۔ والسلام

نگ اسٹان حسین احمد غفرلہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

مکتوب نمبر ۱۴۸

مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب القراء دارالعلوم دہلی ضلع سہانپور کے نام
 مرقم القام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 آپ کے مندرجہ ذیل کلمات حد مر کے باعث ہوئے۔

یہ غلام ہمارا ہے جو کہ حضرت کی خدمت سے باوجود اس علم کے کہ حضرت نے لاکھ خدمت اس
 الائی پر فرض و باعث فلاح دہا رہیں ہے، یکسر عاری ہے، بہرہ و خداداد کی دس روپے کی کتاب
 حقیر رقم حضرت والا کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہے، اور نادہم ہے کہ خدمت
 پر اور بائین رقم حقیر اور اپنے حال پر افسوس کرتا ہے۔ الخ

اس سے معلوم ہوا کہ تعلقات بین المرید و المرشد خدشات مالیر کے لیے ہیں، جن میں
 زیادہ سے زیادہ قربانی کی ضرورت ہے، حالانکہ یہ بالکل خلاف ہے، اگر آپ کا یہ خیال ہو
 تو نہایت افسوس کی بات ہے، اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو ان مشائخ کے لیے ہو سکتا ہو
 چو کہ محض توکل کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور ذرائع معاش سے خالی ہوں، نہ کہ اس
 شخص کے لیے جو کہ سنگ و یا ہو، علوم دینیہ پر اجرت لیتا ہو، اور اجرت بھی اتنی بڑی
 جو کہ تقریباً پانچ سو روپہ ہوا ہوتی ہے، ایسے شخص کو مرشد بنا ہی غلط ہے، کاش
 آپ بجائے اس کے اپنے ذکر و شغل کی بلند حالتیں ذکر فرماتے تو بہت خوشی کی بات

جوتی، و عوامت صاحبہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

نگاہ سلا حسین احمد غفرلہ، قصیدہ: مطلع فیض آباد ۲۵ رمضان ۱۳۶۱ھ

دن تیرے کتب میر ۱۳۸ (۱۱) ماہ اللہ و امت جو صنم کا یہ دانا اور بھی اپنے اور عزیز سہیلی منوبت رکھتا ہے اور عہد حاضر کے دکھ دار کو
 پری پریری کا ڈھونڈنے والے دنوں اور سکاردن پر ایک شدید تار یا بڑی جو علم دین آتا ہے کہ ہاں میں تیرے اس کا
 خدمت کر سکیں اور علم ریا کر سکوں اور کاجون میں پیٹ پائیں، دن کی مثال دھونڈنے کے اس کا جو جو گھر کا اور رنگی شہ
 بانی بھی جو نقل، تمناعت اور اشار کی زندگی، سادگی اور بے نفسی، علم و عمل میں مامیت اور کئی حسب ان اللہ اور بغض ان اللہ کا
 یہ کہ جتنی جوتی کا صحبتی باگتی تصویر اعلیٰ کھڑا تھی اور حیرت جاد میں معنی کا کمال ترین نمونہ، جو سچے شاعر اور شاعر کمال کی
 علامت و پہچان ہے، حضرت امام العصر کے سوا ان کے معاصرین میں سے کسی اور جو وہ کسی پر یہ تعریف صادق آتی تھی ہے؟
 گورنر ان کی تم غزنی کہ ایسا ہی کامیون اور جہانی امر میں کے لیے اپنے تہہ در تہہ اچھے وکیل و محقق اور تجربہ کار طبیب و ڈاکٹر کی تھی
 ہوتی ہے اور اس کی طرف رجوع کیا تا جو اور پھر ڈاکٹر کے اس کو آنا وعدتہ لکھا جاتا ہے، لیکن طبیب و روحانی کے لیے اچھے
 شاعر اور کمال مدد کے ہوتے ہوئے پھر ڈاکٹر کے نام نہاد جن کا بیخ علم اور دکان کی پر ہی ایک عہد وہ ہے اور علم کا
 استفادہ نہیں کہ تقدیر میں عہدہ کی کتابوں کو کچھ سیکھیں، سوئی بولنا اور گفت تو ان کی اس زندگی میں ممکن ہی نہیں، سوا اگر ایسوں
 کو پر بنایا گیا تو بقیاد ہی خیر ہوگا جو مشہور ہے نیم حکیم حطرہ خان اور نیم ملا فضل ایمان، پھر کلاس کے واقعات تاریخی تذکرہ
 دیکھو میں بہت سے موجود ہیں، لیکن ہے لوگوں کو فرصت نہ ہے اس لیے ہم ایک درودت و رتہ شہادت جو احمد شہ
 پیر اور مرید دونوں مقید جات ہیں اور خدا کرے تا دیر باقی و قائم رہیں ہے اللہ ان میں پیش کرتے ہیں تا کہ عبرت کیا تھ
 نصیرت ہی جو، و ہو بنا:

نہ الفراء سولا اھذا، لہر من صاحب مدس دارا علوم دہو بند کے والد بزرگوار حضرت مولانا حسین احمد
 مدنی دست پر کا تم کو مامی تعلق تھا، اس لیے حضرت مدنی کا، انا بھی جو کہ آتھا، تباری خط اور جن صاحب کو بھی اس
 تقریب تعلق سے، گرکہ عقیدت کے در حد تک، زحما اور مسرت کے علم و خفا کے ہفتوں کے، اور جو دسے ہی
 (باقی ص ۱۰۶ پر)

کتاب نمبر ۳۹

مولانا عزیز الرحمن صاحب علم آباد مولیٰ رضاع و بیعت گاہ اکیانہ مکتول کے نام

محترم القام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ باعیت سرسزدی ہوا اور جانتا
چنگاڑ کی پابندی اور اس میں ہستی باعث فرحت و سرور ہوئی۔ اللہم زور فرود۔ خطرات اور رساؤ
تلبیہ اور احادیث نفس طبعی امور میں شیطان اس میں بہت غلو رکھتا ہے، اکثریت ذکر اور قلبی توجہ

(ذبیحہ حاتیہ ص ۶۰) مشائخ پڑکتہ صینی حدود کے اندر باکرتی تھی، چاکر مراد میں سزدی تھی اس لیے بارہ علوم میں
رہتے ہوئے بھی اکبر کا خدمت میں ماضی کا بہت کم اتفاق ہوا تھا اور اصلاح نفس کینال تو آتا ہی نہ تھا چہ رساں
بعد پر کیا تھا کہ جذبہ دل میں پیدا ہوا، مگر کسی بزرگ کا جانب طبیعت کا سامان نہیں ہوا، اس ہادی خدا کو یقین کر کے
اپنے طبع پر اذکار شروع کر دیے اور راتوں کو کفوں میں یہ دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! اگر اہل شہ کے میرے حال کی اصلاح
ہو جائے تو مرشد کی ضرورت نہیں اور اگر مرشد کا ضرورت تو میرے لیے کھتا ہے تو میرے لیے ایسے مرشد کا انتظام فرما
جو کہ رشد و ہدایت اور علوم مرتبت میں تمام عالم کے اند فانی ہو۔ یہ دعا تقریباً آٹھ سال جاری رہی جس وقت حضرت مولانا نے
جیل میں تھے، ایک رات مشورع و حضور کے ساتھ دعا مانگ کر قاری حبس گئے، جواب میں کہا کہ دیکھا کہ موصوف مع انبی
امیر کے کسی غیر معلوم جگہ سفر فرما رہے ہیں، اتفاقاً وہ جگہ دینہ مسورہ تھی، یہ صورت ہے اپنی اولیہ سے فرمایا کہ خدا ادا سے
درد و شریف پڑھنا ضروری ہے، پھر دینہ آواز سے کسی اور کے در رہت شریف بیٹھے کی آواز سنی ہی، چنانچہ جوں ہی روڑ
کا قریب پہنچے آنحضرت صلعم با اطلاع شریف گئے اور اپنے سینہ مبارک سے چٹائی، قاری صاحب پر گریہ جاری تھی
اور یہ روڑ اٹھ کھیل دوسرا روڑ علی سید الشہد و علی کی سیدنا بھی کھانچا اور تھوڑے دیر کے بعد
سازمان روڑی ایک رتہ چاری تھا، حوا کا پوسا ایک گھڑ سے دیکھا موزن سے بڑا کھانچا ہی اور کھانچا کھانچا کھانچا کھانچا
تو لیت پر گواہی بہت کان کر مٹا، اللہ دہر کائنات کی جانتے گا۔

دل سنانی اندک اس کے رخصت کے لیے تریاق ہیں۔ ومن یعق عن ذکر الرحمن یقصل شیطاناً
ہوئے شیخین۔ بہر حال ذکر پر مداومت کیجئے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

(تقدیر عاتقہ ص ۶۴) دوسرا سبب یہ دیکھے ہیں، بارگاہِ حق سے قریبی ذہن ان بہت حد تک بڑھ چکا ہے۔ پچھلے حالات میں تارکی
بہت دور چلے گئے، کیا دیکھا کہ دماغ میں ایک بڑھتی ہوئی اور اس پر ہونے والی کلیم مجیدہ تادوت زاریت ہیں، دیکھتے ہی حضرت
مولانا بدوح کھڑے ہو گئے، قاری صاحب بھی بدوح سے اُٹے رہے، حضرت مولانا نے اپنے سے نہاں اور وہی کیفیت میں
برگئی، ذکر پہلے جواب میں مذکور ہوئی، پھر آگے کھل گئی اور دل سے حقیقی طور پر محسوس کیا کہ تمام شرارتوں کے مطابق پر حفازا ایک
بہت دور چلا گیا، ایک دور روز کے دھندک نہ جا رہا، انا نکلیں گئیں گئیں اور بہت بڑے شوق کے لیے اپنی جیٹا تقریر دیکھ کر پھر
اس وقت مولانا قاری اسلام دیکھے، میں جیل میں تھے، اس لیے حضرت کے بارگاہِ حق میں کوئی تھیں، یہی قاری صاحب
بہت دیر سے جیلوں سے نکلے اور شہداء انتظار کے مدد خواہ حضرت امام اسیر سے تشریح حد درجہ کیا، کہ اس سے کہہ کر کوئی
کاملی تلاش کر لے میرے پاس کیا رکھتے، اس جواب میں امیر پر کھلی گئی، پھر درخواست دی کہ ممالک کو ترک کر دوں بیعت
فرمائی جائے، جواب آیا تھیل سے بیعت نہیں ہو سکتی۔

پھر تیسرا سبب تارکی صاحب نے دیکھا کہ ایک کمرے میں سونے ہوئے ہیں، جس میں تادم کے بڑے بڑے ہیں، ایک
دو کھت نماز اور کے دوسری کھت، کیسے دیکھے کہ پاؤں کے پچھے ایک تخت ٹوٹ گیا، اس میں گر کر زون ایسی جھنسی کا ٹکڑا تیار
تھا، وہ ایک بڑگ سنے آکر منتھال دیا، عاجز روی کر لی تو دیکھا کہ وہ حضرت مولانا قاری صاحب سے، نظر پڑے، حضرت
سے تیرمیں زیادہ چلو بیعت ہو، جہاں حضرت نے قاری صاحب کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں اتھوں کے درمیان پکڑ بیعت فرمایا
پھر اٹھا ہوا کچھ بیان کر دیا، ایک بڑے بھلے کے سامنے قاری صاحب نے زبردست تقریر شروع کر دی، اڑھائی تمام اتوں کا زور
ہی کرتے جاتے تھے جو سخن کا حقیقت زرش بننا، نسبت و بہانے کیا کرتے ہیں، تقریر کو یہ سلسلہ تقریر زیادہ گھس رہا، اور پھر آگے
کھل گئی، تمام حقائق اٹھ گئے، جہاں سب سے تمہارا وارنہ پر کہ تصدیق قاری صاحب میں مانگزیں ہو گئی، اللہ اعلم بالصواب، اس بارگاہِ حق میں
کے پھر تیسری بیعت ہو گیا، امدان الیہ ایک سترہ روز مختصر، ۹ بجے دن دو روز آٹھ دن پر حال ہوئی، حکم حضرت والا صاحب سے
تشریح فرمائی۔

علاوہ ان ٹیسٹ شدہ کے پاس انفاس کیجئے، یعنی محض سانس کے ساتھ بغیر حرکت زبان و حرکت ہونٹہ بلا آواز یہ ذکر آئندہ ہو کر سے، یعنی جو سانس اُتار دہل ہو اس کو اس طرح کھینچنے کو لفظ اللہ پیدا ہو، اور جو سانس باہر نکلتا ہے اس طرح نکالیے کہ لفظ ہو پیدا ہو، زبان کو اس وقت میں نالوسے لگایا کیجئے تاکہ اس میں حرکت نہ ہو، سانس حسب عادت نلتے نہ زور زور ہو کہ کوئی سن لے اور جلدی جلدی ہو، روزانہ با وضو قبلہ و مسجد میں یا مکان میں عشاء و شکر تقریباً ایک گھنٹہ اس ذکر کو کیا کیجئے، جو وقت مناسب اور فرصت کا ہو، اس کو معین کر لیجئے، اور برابر اس پر مداومت رکھیے، اگر اس وقت پر کسی روز مجبوراً ذکر سکیں تو اس روز کسی دوسرے وقت میں حتی کہ پانچگانہ پیشاب کرتے ہوئے بھی، سانس کو اس طرح جاری رکھیے، تاکہ عادت ہو جائے اور بغیر قصد ہونے لگے، کثرت اور ادا جلدی کیلئے مفید نہیں، اس کو تو ذکر کی کثرت کرنی از بس ضرور مقاب ہے، وفاقاً کفر

(بقیہ حاشیہ میں)۔ ہم یہ قاری حفظ الرحمن صاحب مرقم کا خواب میں آنحضرت معلوم کیا، باریک اس طرح شریف ہوا، ہم نے حضرت یہ خواب حق ہے، صحاح میں یہ روایت موجود ہے، میں مہمانی فی المناہجہ فقہ رآنی تان السیطر کا یہ تہمت بلکہ اور کہا، اذ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی آنحضرت معلوم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مجھ کو سب میں دیکھا، اگر اس نے مجھ سے کوئی چیز کہی، اس پر یہ کہنیٹاں میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، قاری صاحب دعوت کی طلب ہوا، وقت قدم ہدایا میں خیمہ ہوئی، اور آٹھ سالہ بچہ کا غلام ٹھکانے لگا، اور واقعی ایسا میری عنایت کیا گیا کہ جو نماز نماز سب نہیں کہ ضرور دنیا و آخرت کا مصداق ہو، بلکہ ایسا ملک میں پر شاہی ہر شہت ہو چکی ہو۔

یہ تشبیہ بلند ملاحظہ فرمائی گئی ہے
 ہر دماغ کے واسطے اور درون کمان
 لہ تشبیہات شریف میں جو حد نماز مجرب بعد نماز مغرب پڑھی جاتی ہیں، سبحان اللہ، تو بارہ الحمد للہ، تو بارہ
 لا الہ الا اللہ، تو بارہ، اللہ اکبر، تو بارہ، استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ، کا جو یعنی القیوم، و انویا
 ایسے تو بارہ، اللہ جل علی سیدنا و مولانا محمد و والد و رحمہ و وارث و سلم، کما تحب ترخصاً و بعداً، تو بارہ ترخصاً

میں ہر نبی کے ساتھ اسماء حسنہ اور اسماء جناب سرور کائنات علیہ السلام میں ہیں، بلکہ صحت
و تدبیر کی منزل میں ہیں۔

ترمذی شریف بلدیاتی کتاب الدعوات میں قرآن شریف کے حفظ ہونے کی ایک نماز اور دعا
ذکر کی گئی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی شکایت کی تھی
اس پر آپ نے یہ طریقہ بتلایا تھا، اس سے ان کو بہت فائدہ ہوا، شرح حدیث اس پر پانچ ترجمہ ذکر فرما
ہیں اس پر آپ بھی عمل کریں۔ و السلام

ننگ اسلام حسین احمد غفرلہ ہر جیب سے
لے لے قرآن مجید کی تلاوت دعا ہے کہ تورات کی تورات کی تالی یہ وسایا اس رات کے اورین جاو رکعت نماز اس طرح
پراو رکعت کہ سنی رکعت میں سورہ فاتحہ سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور دوسری میں سورہ فاتحہ سورہ حم المدثر اور تیسری میں سورہ فاتحہ
سورہ الم نشرح سورہ اور جو تھی میں سورہ فاتحہ سورہ تبارک الم نقل پڑھی جائیں، پھر تیسرا سورہ کی تلاوت اور دوسری
پھر تمام، نبی اکرم اور مومن اور مومنہ اور ان بھائیوں کیلئے جو گھر گئے ہیں بخش طلب کیجئے، بعد سلام و نذر بجا آئے یہ دعا پورے
اطمینان و سکون کے ساتھ پڑھی جاوے، اللھم ارحم الراحمین ابدیاً ما یقینی دار حسنی ان اکتلت ساکا جینی
وارتقی حسن حظی یا مہدی عی اللھم یدیع السموات والارضہ المجلد والاکرام والفرقۃ الھنی کاترام
اسئلک یا اللھ یا رحن یا رحیم و نور و جھاک ان تلم قلبی حفظاً کبیراً کما علی منی وارزقنی ان اقرانی
الھو الذی یرزق عی اللھم یدیع السموات والارضہ المجلد والاکرام والفرقۃ الھنی کاترام اسئلک یا
اللھ یا رحن یا رحیم و نور و جھاک ان تنور بکتابک بصری وان تطلق لسانی وان تفرج مد عن قلبی و
وان تشرح بصدری وان تغسل بیدینی کالبشر علی لحن عیبرک و کایحییہ الامت و کاحیون و کاقوۃ
الکائنات العلی العظیمہ۔ حضرت ابن عباس کما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ بار سات جہوات کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے پیلے میں آیات بھی پھونڈیں، کہ مکتبہ حق اور ان
بانی رتبی تھیں اور جب اللہ جاس کے قریب بیٹھا ہوں اور اس قرآن دل میں پھونڈا ہوں جان میں گویا قرآن میرے ساتھ کھڑا
کھا پڑے، حال، حاجت کا بھی مقادیر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اسے جو کس نے تو میں ہے، آپ کعبہ کی قسم

مکتوب نمبر ۱۵

میں یہ جواب لکھا ہوں پاس انھیں پر مدامت کیے، تا اگر طبیعت نہیں ہو جائے، چلے پھرتے
 دیکھتے بیٹھے بیٹھے، سٹے غصہ، ہر حال میں خواہ و خواہ ہو یا نہ ہو۔ بدن میں لڑھ پیدا ہونا بہترین علامت ہے
 تیز دنیا اور اہل دنیا سے بے غمی، اور نفرت بھی عمدہ بات ہے، اہم زود فز، ہے آپ کو ریل یا کسی دوسری
 تیز سواہی پر دیکھنا بجا عمدہ بات ہے، ہرگز ہرگز ذکر میں کمی نہ کیجئے اور جس قدر ہی زیادتی اور مدامت ہو
 غنیمت سمجھیے

ہر نفس بہت مسکامت چہرہ	گزاروی پاس اواز جلی گشت
وین چنین انھاس خوش ضایع کن	طقت اندہ تہربان مشایع کن
دیگرے بزیادہ دست ہر چہ کنی گزندی است	جز سر عشق ہر چہ بخوالی طالت است
سدی بشوی لوح دل از عشق غیرتی	علیکہ راہ حق نہ ناید جہالت است

اسے عزیز، عزیز کا لہجہ با غنیمت ہے، اور جو بہرات بے مہا سے زیادہ قیمتی ہے اس کو اس
 کے ذکر میں خرچ کیجئے، اکاندے کو چہرہ عالم کورہا کاہا، مدد ملیک، دار مدد بانی در جہان کورہ
 لکہ من اعان الذہب والفضة وخیر لکم من ان تفرحوا کفر فقلوا نعم وقلوا بکثا لہا یارسول
 قال ذکر اللہ والحدیث اس سے نائل ہرگز مت ہو جئے، ع من نہ کردم شہد کہند۔

خیانت قرآن شریف پر جو آفت آئی اس سے مدد ہو، اگر ایس ہونے کی کوئی بات نہیں مقوی
 استعمال کیجئے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا، میں دعا کرتا ہوں، اور سر کے لیے دعا کیجئے، اگر ہو سکے تو یہا
 مدد مع الغائب یا حبیب یا بدیع، روزانہ بعد غشا، اور سو بار مرتبہ اول، آخر اور دوشرف الہامیہ
 پڑھ کر دعا کیجئے، اگر گھبرا، اور کاشنگاری کرنا بھانڈا شمارہ سات مرتبہ مرغوب طبع پڑھا سجا کر

اختیار کیجئے۔ دیہات میں جمہور نہیں ہوتا۔ اگر اختلاف اور فسادات روز نماہوں تو پڑھ لیا کیجئے۔
 مگر پڑھائیے ہرگز نہیں اور ان کو کہہ دیجئے کہ حضرت ابو حنیفہؒ کے بیان جمہور دیہات میں نہیں ہوتا
 اس لیے میں نہیں پڑھاؤں گا۔ اختلافات اور فسادات کی بنا پر میں تمہارے ساتھ پڑھ لیتا ہوں
 اور اور ذکاوت دوسرے درکار نہیں ہیں ذکر پاس انفاں جب جاری ہو جائے گا تو آگے
 بڑھائے جائیں گے۔ والسلام تنگ اسلام حسین احمد غفرلہ

۱۔ محمد بن القزاقی کے بارے میں حنفیہ کے تین گروہ ہیں، ایک مطلقاً دیہات میں جمہور پڑھنے کو ناجائز
 بتاتا ہے، دوسرا گروہ مصر اور قریہ کی تفریق کرتا ہے، تیسرا گروہ مطلقاً حجاز کا قائل ہے، چنانچہ
 علامہ شامی رحمہ اللہ ص ۵۱۳ میں فرماتے ہیں: فی مجمع الاہل نہ جائز مطلقاً فی زماننا
 لانه وقع فی تارخ شخص دامت بسین و تسعاً اذن عامر و علیہ الفتوی۔ ترجمہ: ہمارے
 زمانہ میں جمہور گروہوں کے اندر پڑھنا مطلقاً جائز ہے، کیونکہ ۹۴۵ ہجری میں اذن نام ہو گیا ہے، اور اسی پر
 فتویٰ ہے۔ امام تاج الشریعہ فیصد کرتے ہیں مکالمات کبریٰ صاحبہ مصر (شرح وغیرہ) معلوم
 ہے کہ جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اگر وہاں کے نام لوگا، وہاں جمہور میں تو گنہ گار نہیں رہے، وہ بھی مصر کے حکم میں ہے،
 یہی تخریب حنفیہ کے نزدیک نہ تو درست ہے کیونکہ مصر اور سلطان کی قید احتیاطی ہے ذکر شریک حضرت شاہ ولی اللہ
 مصر میں تخریب فرماتے ہیں کہ ہر جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر اجتماعت علیہ از مسلمین در قریہ اور شہر دوسری
 جگہ کھتے ہیں ظاہر نسبت کہ وہ دیکھ کر دونوں میں جمہور خاندان نازانین کی عجایب است و تمنعنا تم شونہ ... بعضی
 حضرت مولانا محمد تقی فیوض قاسم میں فرماتے ہیں کہ "اگر کسی روز دیکھو تا تم کند دست گیریا نش، از منہ"
 حضرت مولانا محمد یعقوب (از فتویٰ جمہور مکتوب تلمی نمبر ۲۴) میں فرماتے ہیں "جمہور میں ہونا تعلق اور تروہا، اختلافی
 ہیں، ایسی باتیں، احتیاط شرط ہے، علامہ حنفیہ نے اس مسئلہ میں تقلید ائمہ باقی کی ہے، لہذا علماء و پرہیزگار دیہاتوں میں
 جمہور نہیں پڑھتے ہیں جیسا کہ حضرت امام مصر نے فتویٰ دیا ہے، و قائل دونوں جانب ہیں اور سب حق پر ہیں۔"

مکتوب نمبر ۱۵۱

مولانا فخر الدین صاحب صانع گیا کے نام

مخرم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بہت قریب بننے والے ناکام رہے ہیں، اور دور کے بننے والے مثل اویس قرنی رضی اللہ عنہ کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنی قلبی اور تبلیغی سرگرمیاں جو کچھ اپنے ذکر فرمائی ہیں، بہت زیادہ امید افزا ہیں، اوقات ذکر کے علاوہ جس قدر بھی آپ اس میں سرگرمی رکھیں، بہتر اور مفید ہے۔ یقیناً فتنہ خاکساری بہت بڑا فتنہ ہے، جو کہ عسکریت کے روپ کا بنا پر قلوب کو جذب کرتا ہے اور ان میں انگریزی غلامی کا زہر پھول کر رہا ہے، اس کے سامنے کوئی صحیح نصب العین موجود نہیں ہے، جس پر اعتماد کیا جائے، اس کے سامنے میں جس قدر بھی حصہ لیا جائے از بس ضروری ہے، اور چونکہ وہ عسکریت قوت و نظام بھی کم و بیش پیدا کر رہا ہے، ویسے زیادہ چلکر شہرت کیسے اس سے زیادہ نقصان دہ سان ثابت ہوگا، تینا کہ انگریزی اسکول، کالج، یونیورسٹی کچھ وغیرہ ثابت ہو، اسکو ابھرنے دینا سخت غلطی ہے، والسلام

جزاوردست ہرچہ کنی عمر صانع است
 جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
 سنگہ بشوی لوح دل از نقش غیر حق
 طیکہ راہ حق ز نہایہ حالت است

تنگ اسلاف حسین احمد شغزل

لے اور دونوں کی صحبت پر کتاب است و آثار است کمال سے زیادہ موجود ہیں کہ غور ہوتی ہیں، ہم جلسہ اول کا بھی جلسہ دوم
 میں اللہ سے ایسے لوگ ہیں جہاں پر صحبت، برکت نہیں ہوتا محض صحبت ہی کوئی میر نہیں، جسک کہ فائدہ و ستادہ طریق سے
 رہا وہ بہ وقتا دیکھے کہ بھلا جو کچھ دینی فائدہ ہوگا، اسی شہوت سے ہوگا، اعتراض دیکھتے ہیں اس راہ میں کم تالی ہیں، خدمت
 معلوم ہو، کہ ماہیت نہیں، حضرت مسعود سوری نے لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت ابوحنان مغربی کی بہت میں تھے، زبان کت

مکتوب نمبر ۱۵۲

جناب مجتہبی حسین رضا جہان آبادی نے پر علی (ادو) کے نام

مخرم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔ والا نامہ ریل کی ڈیوٹی کے بعد میں نے دیکھا، انہوں نے کہا، اتنی فرصت نہ مل سکی کہ آپ سے باتیں کرتا، آپ کو معلوم ہو گا کہ ہر شے کے لیے دو چیزیں ہیں ایک اسم و دوسرا معنی، حقیقی کمالات معنی ذات اور شخص میں ہیں جن کا نام مثلاً عبد اللہ ہے، اس کو معنی کہا جاتا ہے، وہی قوت رکھنے والا اور وہی سنے والا ہے، اسم معنی نام میں دراصل کوئی کمال اور قوت نہیں ہے، مگر معنی کی طاقت کا اثر اسم میں کم و بیش آتا ہے، مثلاً شاہ کا نام بھی اگر لے لیا جاتا ہے تو لوگ کانپ اٹھتے ہیں، اگر مجمع میں کہہ دیا جاتا ہے کہ فلان صاحب نواب صاحب کے نزدیک باغلام یا بیٹے ہیں، تو لوگ مرعوب ہو جاتے ہیں اور اس نام کی وجہ سے تنظیم و تنگدلی کرنے لگتے ہیں، اگر حقیقت میں یہ بھی، شرمسی ہی کا ہوتا ہے، مثل مشور ہے کہ فلان بادشاہ یا فلان حاکم کا نام حکومت کرتا ہے، العون نام اور اسم میں بھی تاثیر اور قوت ہوتی ہے، مگر یہ نسبت معنی کے بہت کم ہوتی ہے اور معنی ہی سے آتی ہے، لفظ اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ جب باری تعالیٰ کے نام ہیں، ان ناموں میں بھی قوت اور تاثیر ہے، ان ناموں کی بھی تقدیس اور تشریح اور ذکر کا حکم کیا گیا ہے، ان ناموں کو زبان سے یا دل سے یا سانس سے یا ذکر، بار بار لینا اثر پیدا کرتا ہے، اور معنی کی طرف کھینچا جلا ہے، مگر

دقتیہ ماشریہ ص ۱۲۷ میں نیز فرمایا کہ زیادہ تر اسمیں محبت میں ہیں، تاہم بلکہ خدمت میں، تاہم اوقات محبت میں نیز فرماتی ہیں اور اور
اور یاد خدمت کا سبب بناتا ہے، جیسا کہ حضرت امام العصر کی تحقیق سے ظہور کیا اگر اول مخلوق کی توجہ تو یہ قریب ہی بدستاب ہے
ہے جو ذہن پر محبت حقیقی شوق کناری ہے، یہی وہ چیز ہے جو حکیم سنی نے فرمایا ہے، اگر نفع چینیوں احرام و کی خدمت پر نظر

حقیقی کمالات لفظ اللہ اور رخمان وغیرہ کے سنی ہیں جو کہ بچوں و بچکون سے اس کے مثل کوئی چیز نہیں لیس مگر لہ شی و نور ہے، نور سے پاک ہے، نور و نار اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں وہ جسم اور مادہ صورت اور شکل، رنگت اور روپ سب سے منزہ ہے، یہ سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، وہ مکان اور زمان، جہت اور جانب، او ایں بائیں، نگے پچھے، آسمان و زمین سب سے منزہ اور بلند ہے، یہ سب چیزیں محض ذات کے لیے ہیں، اجسام کے لیے ہیں، وہ لامحدود اور غیر محجم ہے، یہ چیزیں کمزوری کی وجہ سے ہیں، وہ ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک اور اعلیٰ ہے وہ سب جگہ ہے، اور کسی جگہ مقید نہیں ہے، وہ سب کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے، اور کوئی اسکا احاطہ نہیں کر سکتا، جو اسکا قوی تر اور بلند ہے، کوئی اس جیسی قدرت اور بلندی نہیں رکھتا، ہر قسم کی شوکت اور عظمت رکھتا ہے، کوئی اس کے سامنے شوکت اور ہد بہ نہیں رکھتا ہے، وہ سب کے قریب ہے، مگر ہر مکان سے منزہ ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے مخلوق اور اس کا محتاج حادث اور فانی ہے، وہ سب کا پیدا کرنے والا، سب کے مستغنی اور ازلی ہے، اب تک جو کچھ آپ ذکر کرتے رہے اور جس قدر بھی آپ نے یاد کی ہے اس ذات مقدسہ کے نام اور اسم کی کیا ہے، اور چونکہ اس کے نام میں بھی بہت زیادہ کمالات اور قوتیں ہیں بسے اسکے آثار مجد اللہ ہی ہر جہ سے ہیں، شکر کیجئے، مگر میرے محترم اب آپ کو اصل اصول اور حقیقت الحق کی طرف توجہ کرنا چاہیے، اگرچہ اس کے نام کی طرف توجہ کرنا بھی اسی کی طرف توجہ جیسے کہ بادشاہ کے غلام یا بیے کی تعظیم و تکریم ہے، مگر بواسطہ اور بلا واسطہ میں زمین اور آسمان کا فرق ہے، اب

لہ اس کتاب گرامی میں حضرت امام العصر نے ایک اصطلاحی صفحہ تصنیف کیا، استخوان و ایما جس کو صوفیہ حضرت انجیل اور حضرت الوجود سے تعبیر دیا ہے، مراد سنی اور ذات مقدسہ کی طرف توجہ ہے، جو کہ تہ اعدیت سے بچتا ہے، حقیقی و معارف ہے جس کو حضرت امام العصر نے اس کتاب گرامی میں اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔

آپ سبھی اور ذات مقدسہ کی عزت تو بڑھ کر رہی۔ قرآن شریف میں فرمایا جا ہے وہو معکم ایما الذم
 وہ ذات مقدسہ اپنی شہادت اور تہلیل اور اپنے نام حقیقی کلمات کے ساتھ ساتھ جہان بھی تم ہو تمہارے
 ساتھ ہے اور دراز ایک گھنٹہ کسی مہینہ بوقت میں اس وحی کو پڑھنے اور اس تصور و خیال کو پڑھنا
 کر کے اس قدر بڑھائے کہ دائی ہو جائے اسی کو مراقبہ کہتے ہیں اور وہ اذکار جو کہ اسماء کے ہیں خواہ
 قلبی ہوں یا نفسی یا لسانی ان کو اس مراقبہ کے لیے مؤثر بنائیے۔ اگر تسبیحات اور وہ اذکار پورے
 ہو سکیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے کرنے کی وجہ سے ان میں کوئی کمی رقت کی وجہ سے ہو تو حرج
 نہیں ہے۔ رزق و مصلحت ہے ان میں تسبیحات مستحیبا اور کسی ذکر کو کم کر دیں مگر اس مراقبہ میں کوتاہی
 نہ کریں اور دعوات و صلوات سے اس رو سیاہ کو بھی یاد کر لیا کریں۔ والسلام

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۵۳

مراقبہ کی کیفیت امید فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ اور رقی عطا فرمادینا۔ ذات باری عزوجل

لہ مراقبہ کے معنی امید رکھنا، نگاہ رکھنا، حفاظت کرنا، گردن بیچے ڈالنا اور اصطلاح تصوف میں مراقبہ نام ہے
 دل کا پوری طرح خدا سے تعلق کی ضروری میں جو جائز اگر خدا اس کا قرآن کریم کی آیات اقدسہ کا تلاوت
 رقیباً۔ وکان اللہ یکلّم شی رقیباً۔ اور حدیث جریب عبد اللہ بھی جو متفق علیہ ہے اور حدیث عمر بن الخطاب
 دینہ مال فاحبہ عن الاحسان قال تعدد اللہ کانک مرادہاں لہرکن تہاہ فاندہ مرادہ تہ۔
 جس سے مراقبہ کی حالت کی جانب اشارہ رکھنا ہے، یہی چیز تو ہم غیر کی اول جو حساب میں ایسے نفس کا حساب کرنا اور
 گذشتہ اعمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصطلاح حال کی طرف مگر جاننا اور طریق حق کو ہم کر لینا وغیرہ کے بعد حاصل
 ہوتا ہے، گویا بندہ نے اپنی تعلق خدا سے مضبوط کر لیا اور بندہ اس حد تک گنہگار بن گیا کہ وہ زمین ہو گیا کہ
 (۱۱۱۶ ص ۱۱۶)

تمام رنگ و روپ، جمالیات اور ادیت سے مزین اور پاک ہے اور تمام کمالات اور بڑائیوں کے ساتھ مینوں ہے، اب آپ یہ دھیان بندھیں کہ یہ ذات مقدسہ اپنی عظمت اور جلال اور تمام پاکیزگیوں کے ساتھ میرے قلب میں جلوہ افروز ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَفِي
 اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ وَاُوْرْتَحٰرٰی ہاتھوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے (دوسری جگہ ارشاد ہے
 وَفَعَلْنَا حَقْلًا مِّنْ اَكْثَادٍ وَفَعَلْنَا قَوْمًا مِّنْ سِبْطٍ نَّفْسًا اَجْمَعًا لَنْ نَّكُوْبَ اَكْبَادًا اور ہم نے
 بین جو دوسرے میں کاٹیں کرتا ہے، اور ہم اس سے اس کی رنگ زندگی (جس اور پیر سے بھی زیادہ
 قریب ہیں، غرض کہ اس ذات مقدسہ کو بلا کیف و بلا کم و بقدر اس کی شان و عظمت کے مطابق قلب
 میں تصور کیجئے سے

انصالی بے کیفیت بے قیاس ہست رب الہ اس را با جان ناس

اس تصور اور دھیان میں پوری طرح مد و وجد کیجئے، محبت کا راقبہ اس کے نبی اہل بیت سے

(تقریباً ۱۰۰) وہ ذات اقدسہ اس کے قلب سے قریب ہے، لہذا سال و قاتل اور خیال سب کو دیکھا اور شنا
 رہتا ہے، جس پر شخص اس حالت و کیفیت سے ناس ہوگا، باعظمت کر جگا، وہ و عمل کی امتدادی مراتب سے اور ہر
 جانب تک پہنچاڑی پیرایہ کبیر ہے، اسی لیے ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل عبادت تمام وقت
 دل کا خدا کی حضور میں لگا ہونا۔ جو یہ کہ تو یہاں تک دہانگے ہیں کہ راقبہ کے غیر کشف اور شہدہ تک آدمی پہنچ
 ہی نہیں سکتا، ہر عشق و محبت بھی ان ہی بزرگوں کے ساتھ ہیں، تفصیل ریاض الریحہ میں موجود ہے۔

حضور کی گری خواہی از و غائب ہونا
 حق اتمن من تموی روح الہ نیا و انما

غرض خدا کے حضور میں اس طرح ڈوب جانا کہ سوائے اس کے کوئی چیز خیال و دھیان میں نہ رہے جس کی
 بہت ہی ضرورتیں ہیں جیسے راقبہ محبت کہ لہر نفل کے اشرفی کی حضور میں نظر اور اس کے ساتھ ہونے کو خوب
 ضرورتی سے تصور کرے، اور جو ذات نامی کو محبت اور مکان سے پاک نہیں کرے، آیت و جہود کا اجماع لکھنا
 (۱۱۶ ص، ۱۱۷ ص)

ذکر جاری رہتا ہے یا نہیں، محبت خداوندی یا خوف خداوندی کے قلب کو دوسرے قلب سے گریہ کا ہوتا ہے یا نہیں
بدن میں غیر اختیاری حرکت کبھی معلوم ہوتی ہے یا نہیں، قلب میں ذکر یا اس کی حرکت محسوس ہوتی
ہے یا نہیں۔

مسلمانوں کی عبادتِ خالصہ مثل جماعت خمسہ، ظہر و عصر وغیرہ میں غیر مسلم قائم نہیں ہو سکتا،
مگر جس طرح جسمانی سجاوٹ، بنا، عمارت، دینیہ، مثل مساجد، مدارس وغیرہ و عمارت و دیوبند
مکانات و چاہا وغیرہ و ذراعات و اسفار و دینیہ و دنیویہ، اور طب سیاسیہ و غیر سیاسیہ و ایجاد
و تصطبیح آلات و حربہ و جہاز وغیرہ میں غیر مسلم کی رہنمائی بالاتفاق جاری و جائز ہے، اسی طرح
آزادی وطن کی جنگ میں بھی جائز ہونی چاہیے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن
ابی بکرؓ کو جو کہ مشرک تھا ہجرت مدینہ کے وقت اسی کو، پناہ دے اور رہنمائی کیا تھا، وہ تمام راستوں
سے راضی تھا، اور وعدہ کا سچا اور بجا تھا، اسی کے ساتھ آپؐ (ابوبکرؓ) رضی اللہ عنہ غار ثور
سے مدینہ منورہ پہنچے ہیں، کالائیکین والکاکیرین اذلیکا کا ترجمہ قرآن میں دیکھ لیجئے، آیا ایمان و وسعت
آتا ہے یا نہیں، علاوہ ازیں موجودہ تھرک میں غیر مسلم کو طرہی جنگ میں قائم بنایا گیا ہے، نفس جنگ
میں نہیں، جنگ تو حسب نصوص شرعیہ واجب و فرض تھی ہی جیسے مسجد بنانے میں، بیماری اور کرنے
میں غیر مسلم کو قائم بنایا جا سکتا ہے، آیت میں دلی دوست بنانے کی ممانعت ہے، یہ لفظ بمعنی محبوب
یا ناصر ہے، ان سے دلی دوستی کو آیت میں منع کیا گیا ہے، یا ان سے ناصرت طلب کرنا منع
کیا گیا، وہ اور چیز ہے اور اشتراک عمل اور چیز ہے، سوچ لیجئے۔

نگ اسباب حسین احمد غفر

۱۹ ذی الحجہ

مکتوب نمبر ۱۵۵

مولوی عبدالوہاب خان گتھلوی بلڈنگکے لیے لڑنے والے ہیں۔

مترجم انعام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا، نہ باعث سر فزاد ہی جو امین
نہایت عدیم العرصت ہوں، آپ کا مضمون تفصیل طلب ہے، کاش اگر کوئی ملاقات کا موقع ہوتا
تو تبادلہ خیالات کی پوری صورت ہو سکتی، تحریر بہت زیادہ طول چاہتی ہے، جس کی فرصت نہیں
موجود ہے صاحب کا مضمون احوال حاضرہ کے ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے محترم! کوئی ایسا مسلمان نہ ہوگا، جو کہ مسلم راج کا طالب اور خواہشمند نہ ہو۔ جیسے کہ کوئی
ہندو اور سکھ اور کوئی پارسی اور عیسائی ایسا نہ پایا جائے گا جو اپنے مذہب اور قوم کی حکومت کا
ذمہ لے کر اس کے نصب العین اور قلبی خواہش سے روکنے والے گرد و پیش کے احوال پر اترتے ہیں، اگر
احوال مساعد ہوتے تو یہ ہندوستان کی چھ سو برس کی مسلم حکومت ہی کیونکر قائم ہوتی، اور کیوں مسلمانوں
کی عام سلیک غیروں کی غلام ہوتی، آج روئے زمین پر بقول نیویارک ٹائمز مسلمانوں کی عوام شہادی
سٹر کر رہے مگر آزاد مسلمان بشکل چار پانچ کروڑ ٹنکل سکین گئے، صرف ہندوستان ہی کے مسلمان
غلام نہیں ہیں، بلکہ تمام برٹش، فریقہ اور یورپ اور اکثر حصہ ایشیا کے مسلمان مجبور، مقہور اور غلام
اخیار و اعدا ہیں، اور جہاں یہ آزاد بھی ہیں وہاں بھی حکومت الہیہ موجود ہے صاحب کی تقریر بہت
ممدوم ہے، ہندوستانی مسلمان تو سب سے زیادہ مجبور و مقہور ہیں، اور تو حکومت اعدا و اعدائے
کی ہے ہی، اور غیر مسلم اکثریت جس نے ہر طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے، اس کے علاوہ اکثریت
غیر مسلم بھی معمولی نہیں ہے، (فیصد ۵۰) تمام ہندوستان میں غیر مسلم ہیں، اور فیصدی ۲۵ مسلمان
ہیں، علاوہ تفریق ظاہری و باطنی کے ان کی خواہشات اور ڈیڑا ڈیڑا اینڈ رول نے وہ تشقت پیدا

کیا ہوا ہے اللہ ان اور محفوظ پھر اس پر ان کا فقر وفاقہ، انلاس و، لغدام، سکھ وغیرہ اور بھی ان کو بے بس کیے ہوئے ہے، مگر اس پر بھی علماء کی جماعت نے بار بار ازمنہ سابقہ میں کامیابی کی انتہائی کوشش کی، مگر سونے ناکامی کچھ ہاتھ نہ آیا، حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما نے کیا کچھ نہیں کیا، مگر کیا ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں حضرت حاجی اراد اللہ صاحب اور مولانا نونو تری اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم نے کیا کیا نہیں کیا مگر کیا ہاتھ آیا، ۱۹۱۱ء میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا نہیں کیا مگر کیا پیش آیا۔

حضرت! سیاسیات صرف فلسفیات سے انجام نہیں پاتیں بلکہ تاریخ بھی ان کے ساتھ ضرور ہے۔ جمہوریتیں اس ہون اہلیتین کی طرف کھینچ کر لاتی ہیں اور لائی ہیں، مذہب اسلام بھی احوال کی بنا پر احکام کو بدلاتا ہے، راجوں کو روپوش سے چشم پوشی طاقت اور خود کشی ہے، آج ہم اگر تشدد پر تادہ ہوتے تو کہا جاسکتا کہ مسلم اقلیت اپنے معاہدہ پر کامیاب ہو جائے گی، مگر یہ چیز ناممکن ہو گئی، آئین تحریک میں اگر کامیابی طلب کی جائے گی تو بجز اشتراک عام آزادی اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، آج ہر ہر قدم پر انگلستان سے یہی راگ الا پاجار با ہے، کہ ہندوستانیوں کو آزادی صرف اس وجہ سے نہیں دیا جاسکتی کہ وہ آپس میں متحد نہیں ہیں، ہندو سیاسیات میں نہ سیاسیات میں، ایک جماعت اگر کھل آزادی کی خواہشمند ہے تو دوسری ڈومینین آپس کی قسری برطانوی راج کی، چوتھی رام راج کی، پنجون ڈیموکریسی کی، چھٹی بالٹویریم کی، وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آپس میں فرقہ وارانہ جذبات کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے، گائے اور باجپا پر روز بروز خون کی ندیاں بہا کرتی ہیں۔ اگر ہاؤنڈل ماطفت ان سے اٹھ جائے گا تو ہندوستان جہنم نشان بن جائے گا۔ آئے دن کے واقعات، استدلال، بحثیں کیے جاتے ہیں، اور پھر اپنی مقصد براری کے لیے تباہندہ دستاویزوں کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم

اس طرح چسپا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان قابض ہے جان ہو کر رہ گیا، فقر و فاقہ کا چاروں طرف
طوفان بپا ہے، بے کاری اور بے روزگاری کا گھنگور گھٹائیں چھانی ہوئی ہیں، اور اپنے سخت
اندھیروں سے سب کو پر باد کر رہی ہے۔

تجارت، زراعت، حکومت، ملازمت، دین و دولت سب کو ہی برباد کیا گیا ہے، اور
کیا جا رہا ہے، ہندوستان کے چشمہ بے زندگی و سرمایہ واری اپنے قبضہ میں کر کے ہندوستان یون کر
مخلوچ بنا دیا گیا ہے، نہ مفاد عامہ ان کے ہاتھ میں ہیں، نہ مفاد خاصہ۔ پس اگر بالفرض آگہ کر دے
مسلمان سب کے سب یک جان اور متحد و قابض بھی ہو جائیں تو کیا وہ اپنی تنقہ آواز سے بھی
کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جس چیز کو موردی صاحب پیش فرما رہے ہیں اس کے ذریعہ سے
اس غلامی کی لعنت سے گلو خلاصی ہو سکتی ہے، اور کیا پر ڈیسی، انہی پنجہ گوہر اتفاق اور اتحاد
(اگر پیدا بھی ہو گیا) توڑ سکتا ہے، اور کیا اس کے ذریعہ سے ملک کی اندرونی فتنے صرف اس کی وجہ
سے مندرج ہو سکتے ہیں، عالم اسباب میں اسباب و ذرائع تو نہیں کیے جاسکتے، نہ شریعت نے
اس اعتراض کرنے کو وارکھا ہے، اور نہ عقل اور تاریخ اس کی اجازت دیتی ہے۔

اگر، امت کے ہی معنی ہیں اور غیر مسلم کی امامت مسلمانوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے تو
میونسپل بورڈوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، اسمبلیوں، کونسلوں، تجارتی، صنعتی، انتظامی بورڈوں
وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت ہندوستان میں بالکل حرام ہونی چاہیے، کیونکہ اکثر ان سب کا
پریذینٹ اور سکریٹری غیر مسلم ہوتا ہے، علیٰ ہذا، انقباس جوہر شہنائے حکومت کو خراب فوجی ہوں یا
انتظامی، علمی ہوں یا صنعتی، مالی ہوں یا تجارتی وغیرہ وغیرہ۔

رہنہ کی ملازمت بہ فروع منوعہ اور حرام ہوگی، کیونکہ ان سب کا، ام غیر مسلم ہے، وہ
جو قانون چاہتا ہے بناتا ہے، اور جس طرف چاہتا ہے چلاتا ہے، تمام ملازموں کو اسی کے حکم پر

چنانچہ ہے، اور نہ ملازمت سے ہاتھ دھوا، اور نقد و نقد کے صاگ گڑھوں میں تمام خاندان اور
 بچوں کو فنکے گھاٹ آرا نہ ہوتا ہے، صرف یہی نہیں کہ اشخاص فنکے گھاٹ ترے ہیں، بلکہ قوم
 مسلم کو ہر قسم کی بربادی گھیرتی ہے، اور انہیں فرمایا ہے اور یہی نظر ڈالیے، نیز اگر غیر مسلم کی امامت
 کے یہی ہستی ہیں جو کہ مورد روی صاحب ہلا رہے ہیں تو آپ ہی بتائیے کہ غیر مسلم ڈاکٹر کا مسلح
 غیر مسلم انجینئر اور سفارت کی تعمیر غیر مسلم منظم کا انتظامی کارروائیاں، اس کی قیادت کے تحت
 سب کی سب ناجائز ہوتی ہیں، کیا ان سب کو قلم تحریم سے لیکر ممانعت کے حکم سے فنا کیا
 جاسکتا ہے، اور اگر ایسا ہے تو اس ملک میں فلاح اور سہولت کی کیا صورت ہوگی۔

مخربا کیا، اس وقت تک کہ آپ اپنی اتحادی قوت پیدا کریں، آپ اپنے آپ کو اور اپنی
 قوم کو ان تمام دطلات سے محفوظ رکھ سکیں گے، اور تمام اتحادی قوت پیدا ہو جانے کے بعد
 بھی آپ قوم اور اشخاص کو اس ملک میں نجات کے رستہ میں گامزن کر سکیں گے، ذرا سوچئے
 اس کے بعد دوسرا سوال یہ پیش آتا ہے کہ آیا آپ کی مسلم قوم کو صرف ایک راستہ ہی پر
 لایا جاسکتا ہے، جبکہ آپ کے پاس مجبور کر کے والی کوئی قوت نہیں ہے، جبکہ ہر ایک آزاد ہو
 اور ہر ایک عقل اور ہمت، قوت ارادہ دوسرے کے تین ہونے کو قبول کرنا نہیں چاہتا
 ہمارے پاس بجز وعظ و نصیحت و ارادہ و لڑائی و رہنمائی کوئی چیز ہے، جس سے سب کو راہ پر لایا
 اگر ایک طرف شریعت نے اپنا فریضہ بنایا ہے تو دوسری طرف شریعت اپنا ڈرا ڈالے ہوئے ہے
 ایک طرف شریعت کا دور دورہ ہے تو دوسری طرف قادیانیت کا، تیسری طرف ناکساریت کا
 چوتھی طرف عدم تقلید کا، وغیرہ وغیرہ، ہر ایک اپنی عقل کو افلاطون اور ارسطو سے بالا سمجھ رہا ہے،
 پھر اس کی سبیل کیا ہے، سیاہی افکار ایک نہیں ہیں، انتظامی خواہشات جدا جدا ہیں، اغراض
 اور خود سستی کا وہ غلبہ ہے کہ الامان اور تحفظ، باہمیہ جمعیت نے جو نصب نہیں اور دست

ساحی پیش کیا ہے اور جس کی طرف وہ مسلم قوم کو بلا رہی ہے کیا وہ یہی نہیں ہے، پھر بتلائے
 کہ کیوں وہ ناکام ہے، اور کیوں آپ کا طوفان ملامت اس کی طرف اٹھ رہا ہے، آپ دیکھ
 دستور ساسی کو ملاحظہ فرمائیے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیت نے غیر مسلم کو قائد اور امام بنا دیا ہے، وہ مستقل ادارہ ہے، وجوہات
 بھی کانسٹیبل یا دیگر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں اس کو جمعیت کے اور باب حل و عقد اپنی مشعل
 ہدایت کے سامنے لا کر جو قرآن و حدیث و فقہ ہی سے بنی ہوئی ہے خورد و لکر کرتے ہیں اور صحیح
 چیز کو اختیار کرتے ہیں، غیر صحیح کو رد کر دیتے ہیں، جمعیت مسلمانوں کے سامنے اس کو نہ پیش کرتی ہے
 نہ خود عمل کرتی، اس کے ریکارڈ کو جانچئے، ایسے متعدد واقعات اور پروگرام آپ پائیں گے جن کی
 ضرورت عدم موافقت جمعیت کی طرف سے ہوئی ہے، بلکہ مخالفت اور سرکشی بھی عمل میں آئی رہی
 ہے، جمعیت ان امور سیاسیہ اور آزادی کی جدوجہد میں صرف اشتراک عمل کر رہی ہے، کسی غیر مسلم جماعت
 یا غیر مسلم قائد کی آنکھ بند کر کے تابعداری نہیں کر رہی ہے، اشتراک عمل اور چیز ہے اور اقتدار و
 تابعیت اور چیز ہے، یہاں تو غیر مسلم کا اقتدار بڑھا جاتا ہے نہ اس کی امداد و اعانت پائی جاتی
 ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لاہور جانے والی شہرک پر دو شخص مسلم اور غیر مسلم ایک گاڑی میں چل رہے
 ہیں، اور قانون اور چورون اور رائے کے گم کرنے سے ہر ایک دوسرے کا تحفظ کر رہا ہے اور
 بس ایسی صورت میں امانت مفروضہ کمان پائی جاتی ہے، اور اس کا الزام کھاتا تک صحیح
 ہے، احوال حاضرہ کو جانچ کر کوئی حکم کیجئے؟

میرے محترم! نماز جیسی قطعی اور لازمی چیز ہے، احوال سے قبل ہوتی رہتی ہے، جو حالت
 امانت اور حالت سفر کی نمازوں میں کس قدر تفاوت ہے، حالت صحت اور حالت مرض
 کی نمازوں میں کتنا ہون بید ہے، مفرد و دو غیر مفرد کی نمازوں میں کس قدر فرق ہے؟

احوال کے تبدیل سے روزہ، زکوٰۃ، حج اور غیر اسب ہی تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کیا آپ آج
ہندوستان میں حکومت الہیہ کا حکم و حجم زانی کے لیے قطع یا عداوت کے لیے، اسی کو زون کا حکم شریعتی
اور آؤت کیلئے خاص اور دین کا حکم تالی کیلئے قطع ایسی اور اہل کا حکم تراویح اور باغیوں کے لیے جو کہ قرآن میں
میں جاری کیلئے اور کیا اس دار الحرب میں اور موجودہ احوال میں یہ جاری ہو سکے ہیں، اور کیا ہم پر
ان کا اجراء ان احوال میں فرض ہے یا نہیں، کیا میتہ کے کھانے اور شراب کے پینے خنزیر
کے گوشت کے احکام اگر اور اضطراب کی حالت میں ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے کہ طوع و خیار
یا غیر اضطراب میں تھے، کیا اگر کوئی اضطراب یا اگر اطمینان کی حالت میں ان چیزوں کو اختیار کرے
اور قتل ہوئے تو گنہگار ہوگا، اس قسم کی سیکڑوں نہیں خیر اور نظیرین شریعت میں پائی
جاتی ہیں، سب کو ایک ہی لاشی سے ہانکا نہیں جاسکتا، کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا عبد اللہ بن ابی قحطیبہ کو پوختہ ہجرت اپنا رہنا یا جبکہ کفار جان کے درپے تھے، اس پر
دشمنی نہیں ڈالتا، وہ جس دستہ پر سب کی نجات سمجھتا تھا لیجاتا تھا، آپ کے ساتھ تھے،
اور اتباع کرتے تھے، اس پر عتاب کیے ہوئے تھے، وہ رہنا تھا، اور راہوں سے واقف تھا، ہجرت فرض
تھی پھر اس رہنمائی اور اتباع اور اس رہنمائی اور اتباع میں کیا فرق ہے، بدتہ نگراں کو مال دنیا تو
عقل و انصاف کیونکر ہو سکتا ہے، مدینہ منورہ میں پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود
سے صلح کیا اور مشرکین سے جنگ جاری رکھی، مدینہ میں مشرکین سے صلح کیا اور یہود سے جنگ
کیا ان میں ہمارے لیے دشمنی نہیں ہے، ہم ہرگز اس کو رو نہیں دیکھتے کہ احکام شریعت میں اپنی
بھی تغیر کیا ہائے اور کسی غیر مسلم باطل کی قیادت کے ماتحت کوئی بھی شرعی حکم چھوڑا یا بدل جائے، اور اسی
وجہ سے جمعیت العلماء کا قیام ہر زمانہ میں ضروری اور لازم سمجھتے ہیں، اور مسلمانوں کے لیے واجب
جاتے ہیں، کہ اس کی ہدایت پر عمل کریں، ان یہ بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ احکام شریعت میں

میرین کا غور و غور میں جو اور اپنی پوری قوت دائمی اور عملی سے کام لے کر مسلمانوں کی رہنمائی کی جاوے
 جتنا تک ہم سمجھ سکتے ہیں جیتنے نے آج تک یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے، وہ نہ قوت باطل سے دیکھ
 کوئی تغیر احکام میں کرتی ہے، نہ آج تک اس نے کی ہے، اور نہ وہ کسی نطم اور لالچ میں سرکری کی
 راہبنت کرتی ہے، نہ اس نے آج تک کی ہے، ناواقفین شریعت اپنے اپنے خیال کے مطابق
 تنقیحات اور اعتراضات کی بوجھ کرتے رہے ہیں، مگر انھوں نے مگر رسالاتِ عظیمہ الصلاۃ والسلام
 کو کب معاف کیا تھا، جو آج ان سے کوئی امید کی جائے۔ و اسلام

میری معروضات سابقہ نے آپ خود سمجھ جائیں گے کہ کلمہ چاعتوں کا آپس کا اختلاف خود رانی،
 خود غرضی نفس پروری، خود بینی اور عدم اتباع شریعت اور حکومتِ دلت کی تفرقہ اندازی، لیڈروں کے
 ہوس اقتدار وغیرہ کی وجہ سے ہے جس کو تجربہ ہی سے بھانپا جاسکتا ہے، افسوس ہے کہ خلاص و
 نصیحت بہت ہی کم یا غائب ہے، دعویٰ بہت ہیں، الفاظ بہت زیادہ ہیں، حقیقت اور معنی تقریباً
 ہیں، بھولے بھالے لوگ دھوکھوں میں آئے ہوئے ہیں۔

نگ سلاف حسین احمد غفرلہ، کلیم محرم ۱۳۶۱ھ

(ماشیہ کتب ۱۵۰) کرمی منظمی جناب مولانا صاحب زادی اعجازی، اسلام علیکم، بعد آداب سنون کے عرض ہے کہ
 مجھے یہ خیال بہت دنوں سے گھیرا ہوا ہے، تھا کہ کیا ہم کنگ میں شامل ہو کر ہی آزادی حاصل کر سکتے ہیں، منجھہ ہو کر
 خلیفہ کام کو سرانجام نہیں دے سکتے، اور کیا مسلمان بہ دن کی قیادت میں ہی حصول آزادی کیلئے کوشش کر سکتے ہیں، حسب
 آج میں نے مولانا ابو ناظمی سرودوی کا مضمون پڑھا تو مجھ پر کلی طور پر نقیب لاری ہو گیا کہ مسلمان اگر غیر ملکی قیادت میں
 کوئی کوشش کریں گے تو وہ بے سوزناہت ہوگی، اور اگر کچھ کامیابی بھی ہوئی تو وہ صرف ملی ہوگی، اور اسلام کے اصولوں کے
 خلاف ہوگی، لیکن میرے دماغ میں اس وقت یہ خیال آیا کہ حسب ہمارے سب مل کر کنگ میں شامل ہو گئے ہیں تو ہم
 پہنچے ہو سکتے ہیں، لیکن شامل ہونے سے پہلے میں نے یہ سوچا کہ پہلے پہل کنگ کو جو مسلمان ہونی چاہیے جس کو درج سے
 (۱۳۶۱ھ ص ۶۲۰)

تحریر، سفین اور ترجمہ وغیرہ سے کوئی شخص صاحبِ قلوبی نہیں ہو سکتا۔ صرف واقفیتِ زبان اس کے لیے کافی اور نہ کسی کو اپنی زبان زور کا سے لوگوں کو بھالینا قابلِ اعتقاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ روزانہ دنیاوی بقیہ عاشقین (۱۰۷) اور طلقی فاکوسا، پرہم مسلمانوں کو ضعیف ہو کر اس کے خلاف ہم زراہم کرنا چاہئے، اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔ (۳) کسی مسلمان کو یہ حق نہ ہو گا کہ وہ مسلمان کے خلاف غیر مسلم مجاہد کو دوسرا اور انکی رعایت کرے۔

لگا گیا ہے کہ اس معاہدہ میں ایسی تنازعات کے متعلق رسول اللہ صلعم کے فیصلہ کو آخری تسلیم کیا گیا ہے، مگر ظاہر ہے کہ غیر مسلم کے اشتراکِ عمل کے لیے اس کو شرط کی حیثیت نہیں دیا جاسکتی، کیونکہ اگر کسی موقع پر مسلمانوں کی حیثیت نہ ہو اور غیر مسلم سے اشتراکِ عمل کے بغیر خود مسلم معاہدہ بنا اور ہو رہا ہو اور ایک تیسری قوم کو تقویت پہنچتی ہو جو مسلم اور غیر مسلم دونوں کو کچل رہی ہے، تو کیا وہ برینِ اسلام کے لیے جائز ہو گا؟ وہ تو مسلمانوں کے ساتھ مسلموں کے ٹی اور اجتماعی مفاد کے لیے اور کائنات کو دیکھتے ہیں۔ اور کیا اسلوبِ سفید سعتی وغیرہ خصوصاً کا تقاضا نہ ہو گا کہ وہ غیر مسلم سے اشتراک کے لیے تیسری قوم کو قبول کرے؟

اسی کے ساتھ ہندو، اور انگریزوں اور دونوں کی مثال سامنے رکھ جائے اور پھر حکمِ خدا پابندی کو بندوستان میں اسلامی حکومت کے سامنے قائم کی، جس کے تو ذہن کے مسلمانوں کو صلعم اور عقلا تمسایا، اور کس کے گورس و نصابِ تعلیم کے مسلمانوں کو جانوں کو زبردستی اور دیکھ کر جان کی نہ کر لیا، عازمِ مقدس، اشام، عراق، ایران، فلسطین وغیرہ ممالک، اسلامی کی تباہی اور تھوڑے بنگا و جیسے ٹکڑے ٹکڑے، اسانابت کے شرمناک وجہ سے کسی کے ذہن پر ہی وغیرہ، اور غیر مسلم مجاہدوں کو تھا، کیا شرمناک اور یہ غیر مسلم مجاہد، اگر کوئی شورہ یا غیر خواہی کی، ت کرے تو اسکو اسلام نے قبول نہیں کیا ہے، کیا صلحِ حدیبیہ میں رسول اللہ اور قاصد جوئی خزاہ کے سردار تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کے مشورہ کو نہیں قبول کیا گیا، امامِ رافضی رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے تحت تحریر فرمایا ہے:

وایضا حوزہ مستصاحب ملوڑہ بغداد استظہار اس واقعہ سے چرچنا ہے کہ اگر پادشاہوں کے دستِ مبارک علیٰ غیر ہم ولا یصلحہ اللہ من الملوکاۃ الیکھاس کے مقابل میں چرخی نہیں کی، ان قبول کر جائے، اور پھر کسی طرح ممالک گنار اور ہندوستان میں جنت شریعت لایا گیا

وکان من موالدہ اعداۃ اللہ
 رافضی ص ۲۲۶

مسائل میں بھون اور ہائیکورٹوں میں دگلا اور ہیرسٹون کے احوال کو جو کہ لاکھ نسیم حاصل کرنے کے سبب
 حاصل کر چکے ہیں قابل اعتبار قرار دیتے ہیں، غیر مندرجہ ذیل ہیرسٹون کو خواہ وہ کتنا ہی فیلسوف اور لاکھ کے
 علاوہ دوسرے فنون میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو کورٹ میں کسی اور قانون اور فیصلے کے متعلق بحث کرنی

(بقیہ مائیس ۱۹۰۷ء) مذکورہ بالا ثبوت کے مد نظر حضرت امام العصر نے مسلمانوں میں دینی کے اندر متحدہ قومیت پر زور دیا کہ
 ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور بحیثیت متحدہ وطن ہونے کے ایک قوم بن جائیں
 اور اس پر دینی قوم سے جو کہ دین اور تشریح عقائد سے محروم کرنا ہوئی سب کو فنا کر ہی ہو چکا کہ اس کے لئے حقوق حاصل کریں،
 اس تقریر کا پس منظر تھا کہ جب انگریزوں نے عربوں کو ترکوں سے بانجھا بنا یا تو یہ ذمہ لگا کر آج تو میں ذمہ نہیں
 بنتی لہذا آج تو میں سیاسی اور اقتصادی مسائل کے پیش نظر بنتی ہیں، لہذا ترک جدا تو ہے اور عرب جدا تو ہے، عربوں کے
 ترکوں کی غلامی مار ہے، وغیرہ۔ یہ دعویٰ مالک کی برابری کا ایسا حربہ تھا کہ اگر اس کے خلاف کچھ نہ کیا جاتا، اور خاتمی برآئی
 یا تو اس گناہ عظیم کی بارش ناممکن ہوتی، امام العصر کی فرمائش نے انگریزوں کا اس خطرناک پال کو توڑا اور جزا سب سے
 تھلا۔ واحد دہم استعظم کے پیش نظر ایسا توڑ کیا کہ سفید ناموں کے بچے جھوٹ گئے، اختلاف شروع ہو گیا، ایسا نام
 انگریزوں کی ذمہ اور ذمہ جو گنہگار نہیں، مستقل اور اسے توڑ دینے کے لیے قائم ہو گئے، جس کے لیے نرسے بڑے دست یغیب لوگوں کو
 عیب ہونے کو ہندوستان کے اندر سے متحدہ قومیت کے تھیل کو دور کریں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مصلحی نے مسلمانوں کو جو کچھ لکھا
 وہ اسی سلسلہ کا ہم کڑی ہے۔ اگر وہ نہ لکھتا تو ہندو قوم کا علم گم کر دینا، تو طلوع اسلام وغیرہ سارا اس کے اثر و اثر
 میں اتنی صلاحیت تھی کہ وہ کچھ بھی لکھ سکتے۔ دورہ اسلام کی لیکن مسلمانوں میں سلامتہ آنا کہ وہ ان کو دل کھول کر حیرت
 کے خلاف انگریزوں کی اولیٰ زور دیا کرتی، غلامیہ کہ امام العصر کی تقریر کی گواہیوں کو، اسے نظر انداز کیا گیا۔ جہاں دلوں سے
 کے اسلام کو بچھتی ڈال کر زیادہ شروع ہو گئی، انہوں سے

تیسری لکھی تھی اسے ہی تیرہ لکھا پھر چارے فریاد تھی کہ وہ کتنا

حضرت امام العصر کے اس واقعہ کا ایک اصولی بات یہ لگتی ہے کہ نہ جیسی تعلق جیسی احوال سے عدل ہونا

اہارت ہی نہیں دیتے بلکہ اگر غیر مذہب کو کچھ کہنا چاہے تو کورٹ کے کنگڑے سے نکلوا دیتے ہیں۔ وہ جس نے لاکھ میں تعلیم حاصل کی ہو، مگر فیمل ہو گیا ہو اس کو بولنے کی اہارت نہیں دیکھائی، ایسے لوگوں کو جج کے فیصلہ میں گنگڑا کرنا قانونی جرم قرار دیا جاتا ہے، ان کی بات کو ماننا تو درکنار، مگر کیا توبہ کی بات نہیں ہے کہ سنا لیا کی اور دنیاوی قوانین کی تو اتنی پابندی ہو اور خدا زہری لا اور اسلامی قوانین میں ہر شخص واسے دینے اور اور بڑے بڑے ان حاملین قوانین شریعہ کے فیصلہ کو جنھوں نے دس دس بیس بیس تیس تیس سال تک لاکھ لاکھ خدمت اور اس عرق ریزی کی ہو اسے ٹھکرا دیتے ہیں، میرا دور کا اگلے کس عربی مدرسہ میں تکمیل کی؟

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰۴) رہتی ہے جس کے چند نظائر خود کتب میں موجود ہیں، باقی چند کا اور بیان لڑکیا جاتا ہے تاکہ غلط فہمی پیدا ہو۔ حافظ ابن تیمیہ نے اسلام اوتھین میں بتایا ہے کہ زمان و مکان اور حالات و نیات اور عواطف کے بدل جانے سے احکام شریعہ میں کس طرح اور کن اصول پر تغیر ہوتا ہے، اسی بحث کو کتاب ذکر میں ملاحظہ کیا جائے۔ ستاد اول کے واقعات و نظائر کو ملاحظہ کیا جائے۔

۱۱) نبی صلعم نے جنگ کے موقع پر چور کا ہاتھ کٹنے سے منع فرمایا ہے اور (۱) اور (۲) علماء اسلام نے فتویٰ دیا ہے کہ دشمن کی سرحد میں پر حدود و جاری نہ کیے جائیں۔ (۳) ابو مخنف شافعی پر اقامت مدینہ اخیر کی گئی۔ (۴) عاظ عورت پر حد کی اقامت فتویٰ کر دیکھائی ہے، جبکہ بچہ دودھ پیتا ہو (۵) رضی کی حالت میں بھی اقامت مدینہ منع ہے، (۶) اسی طرح، تھرا کی جرم سے بھی حد کا امتناع بعض عمود قون میں موجود ہے۔

علامہ مکتوبت ہے کہ جمعیت علماء ہی مسلمانوں کی دینی دنیاوی امور و قون کی سب سے بڑی ضمانت دہی ہے اور کبھی بھی اس نے احکام شریعہ میں اصول شریعہ کے خلاف نہ کیا ہے، ماوراء باطل توت سے دیکھو شریعت کے احکام میں کوئی تغیر کیا ہے، اور اگر ایسا کبھی ایسا کیلئے تو تفسیر احکام مجازاً از منہ و احوال کے خلاف نہ تھت، کیونکہ جمعیت علماء باہری شریعت کے غور و خوض سے مرکب اور عبارت ہے، مذکورہ بالا یعنی صاحب کی سیاسیات جو کرنی فلسفیات پر مبنی ہے اور تاریخ کا کہیں پتہ نہیں، جماعت اسلامی پاکستان دہند کے ارے میں علماء حق نے جو فتویٰ دیا ہے کہ (۲۰۱ ص ۳۰)

کوئی سرٹیفکٹ ان کے پاس ہے، علوم عربیہ، در فقہ اسلامی (اسلامک لاء) میں ان کا کیا پایہ ہے، کتنے
 دنوں حضور نے عربی علوم و فنون اور فقہ اسلامی کے اصول و فروع کی خدمت کی؟ ہم تک اس کی
 کوئی تصفیہ نہیں پہنچی ہے۔ بیشک ان کے سینہ اور دل میں اسلامی پورہ روشی و زندگی جوش بہت
 کچھ بھرا ہوا ہے۔ تحریرات زور دار کرتے ہیں، اگر قوی کے لیے یہ مقدمہ کافی نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا یہی سی اختلاف ہے، اور بہت
 زیادہ اختلاف۔ مگر وہ جزئیات اور فروع، اسلامک لاجن کو سیاسیات سے تعلق نہیں ہے، ان میں
 ان کا قول قابل اعتماد ہوگا، مولانا موصوف کا اسلامی تعلق، در علوم و فنون میں تمام عمر مصروف رہنا
 ان کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار معینہ اور کارآمد تصانیف
 و تالیفات کے عالم اسلامی اور خلافت کو فیضیاب بنانا، ان کی طرح دنیا میں روشن ہے اور
 پوچھا ہے اس بارہ میں مولانا صاحب کا قول ان کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے
 ایک کامیاب برسرٹکے سامنے چوتھی پانچویں کلاس کے طالب علم کا قول ہوگا۔ اپنے چوراہا دفرمایا
 ہے کہ مولانا صاحب زاز کی سائٹنگ ایگادات اور تیز رفتار تمدنی انقلابات کے ہوتے
 ہوئے ہر ایک اور ہر ایک کی روشنی میں مسائل کو حل کرنا، نوجوان طبقہ کو اسلام سے بدظن کر دینا اور
 اتحاد کے شکار کر دینے کے مرادف ہوگا۔ ان نمانیت عقب خیز مقالے، پھر قرآن مجید کے ہر
 اور ہر ایک کے قرآن و حدیث کو بھی لائیں گے، اگر ان چیزوں کی موجودگی میں ہر ایک اور ہر ایک کا رویہ
 سے مل نہیں کیا جاسکتا تو یہ بھی کہنا کیوں نہیں درست ہے کہ پھر آج قرآن و حدیث کو ایسی وجہ سے
 (جسے مانتیہ ص ۲۶) یہ جماعت اسلامی مسلمانوں کے لیے حید نہیں ہے، وہ اپنی جگہ پر چھوٹے، کیونکہ علوم دینیہ
 میں ان کی عداوت، اقصیٰ و عقل اس سے بھی کم ہے، نتیجہ ظاہر ہے، دوسری علیہ میں اور بہت سارے شکر
 در ذمہ حفاظت اسلامی نہ کر کے نیکو اہل دین پر چھوڑیں گے۔ (دعا علیہ)

بالائے طاق رکھ دینا چاہیے، ورنہ تو جو ان بقعہ اسلام سے بدظن ہو جائے گا۔ الخ

زیر سے محترم، آپ کا ارشاد بہت اور حضرت مخازی کے فتویٰ میں منادات نہیں معلوم ہوتی، مولانا صرف نماز کے متعلق منع فرماتے ہیں خطبہ، اور غلط بکچر وغیرہ میں منع نہیں فرماتے، نماز میں کوئی بیعت نہیں ہوتی، عبادت الہی اور ادا کی جاتی ہے، وہ اگر کبریا الصوت کی محتاج نہیں، سب سے وہ اور یہ کوع اور توجوہ کے استثناء سے اس سے معلوم نہیں ہوتے، قرآن عربی زبان میں ہوتی ہے، نماز کی محنت کے لیے قرآن کا سننا ضروری نہیں، نظر اور محصر میں تو کوئی نہیں سمجھا، جبری نمازون میں دوسرے لوگ نہیں سنتے، اور اگر سنائی بھی دے تو اس کا بھنا جبکہ عربی میں ہوتی پھر عربی زبان کے کسی کو نہیں ہو سکتا خواہ لاڈلہ سپیکر ہی ہی کیوں نہ ہو، اس لیے یہ تحریر اور فلسفہ بے مبرقع ہے اور غلط ہے، نماز کو لاڈلہ سپیکر سے پاک کیجئے اس میں خارج نماز آواز وغیرہ امور خارج ہیں، نماز کی ضروریات تکبیرات، استعاذ کی ترتیب، اہم و جوہ پوری ہوتی اور ہو سکتی ہے، بے ترتیبی سے تو لاڈلہ سپیکر بھی کچھ نہیں کر سکتا، خطبہ میں آپ کو خوشی سے استعمال کر سکتے ہیں، بنا بریں امور سولہ کے جو بات تفصیل سے حسب دلیل ہیں

۱۱۔ اس آراء سے تبلیغ اور غلط و نصیحت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ کوئی حکم حرام کہتا ہے،
 ۱۲۔ اس کا جواب کام سابق سے معلوم ہو گیا، یعنی تہذیب باطل پر تہذیب حق کو کیسے کا سیاب بنایا جائے
 ۱۳۔ یقیناً وہ آواز جو امام کے منہ سے نکلی تھی، نہیں ہے، بلکہ اس میں دوسری چیز کا اشتراک ہو رہا ہے جس کا آپ کو بھی اثر ہے، کہ کبھی کی طاقت نے بہت بلند کر دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ امام کی آواز کی وہ کیفیت سن کر اللہ جل جلالہ باقی نہیں رہتی جو کہ اس کے منہ سے نکلنے پر ہوتی تھی، احکام شریعہ میں تا اشتراک بھی تفریق پیدا کر دیتا ہے جس کی نظیرین کتب نقد میں موجود ہیں
 ۱۴۔ نماز کے لیے بحیثیت عبادت مقصودہ حضور تکب اور توجوہ الی اللہ مطلوب ہے نہ سماع صوت قابل تعلیم اور صحیح ہے، میری سمجھ میں خطبہ میں لاڈلہ سپیکر کی حماقت نہیں آئی ہے، بلکہ اس کا اثر

حضرت مولانا قاسمی کے سوا کسی اور کو گناہ دیکھا کیجئے۔ والسلام

نگاہ اسلاف میں احمد غفرلہ

دعا شدہ مکتوب نمبر ۱۵۰ صحابہ کرام اور جلیل زمرگان دین کا جو عمل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ تھی اس لیے وہ تمام اعمال میں آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے، کیونکہ صحابی قلب اور تزکیہ نفس بڑی درست تعلیمات مسطوفی کا اثر ہے، جب ہم نے یہیں تبادع نبوی ہرے نکتہ بہ تعجیبات خود بخود اٹھے جاتے ہیں، اسی لیے کتابت رسول فرس اور عین محبت الہی کی تلاوت ہے اور اتباع رسول کا صلہ ہی محبت الہی قرار دیا گیا ہے، پس جو شخص تمنا زایہ پیغمبر رسول ہے اسی قدر زایہ محبت الہی کا بھی حصہ دار ہے، حضرات صوفیہ صافیہ نے اتباع کا حق ادا کیا ہے اور اسی کی تائید فرمائی ہے، شیخ عبد القادر جیلانی کا ارشاد ہے: اتبعوا اولیٰ التبتدعوا سنت لکیرای کرو اور بدعت نہ نکالو، دوسری جگہ فرماتے ہیں: اجعل الکتاب والسنة امامک واعمل بمهما ولا تعتریا العقال والقلیل ذمتھ الذی ان اور سنت کو اپنا پتلا بنا لو اور اس میں عمل کیا کرو اور لوگوں کی کسی سنتی اتوں پر حوکا نہ لکھا کرو۔ شیخ احمد عبد الحئی دودوئی اور جو دیگر مجتہدین تھے، انہیں اتباع سنت نبوی کا یہ عالم تھا کہ صبح میں سب سے پہلے جاکر اپنے اعضاء سے حجامت دیتے تھے اور چالیس سال تک جاملتے، نماز پڑھی گزیر نہ جانا کہ صبح مسجد کو نہ کر اور کہہ رہے (مسائل لیکن) ابوسعید بن ابی الخیر جو جمال اہل طہریت تھے، جب ہی کا ہاتھ سے کہ ایک شخصہ یا اور مسجد میں سب سے پہلے دنان سنت! اباں پیر کا اپنے فریاد پڑھا، میں اس سے لیا نہیں چاہتا جو دوست کے گھر میں جانے کا طریقہ نہیں جانتا، اللہ انکم) سید الطائفہ حیدرآبادی فرماتے ہیں: ہاں اسرار علم کن بدعت کا پابند ہے، دوسری جگہ فرماتے ہیں: علی پر تمام راستے بند کر دیے گئے، بنی ہاشم کے کہ سنت نبوی کے نقش پر چلا جائے اور اس کی تائید امیر معاویہ کی ہے، ان تفرکات سے بیات ثابت ہو رہے کہ تمام جلالوں کا سرخیز اور خیر کا وہ نور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع سنت میں ہے، اس سے باہر نہ تو کوئی راستہ ہے اور نہ کتاب و سنت سے بہتر کوئی مسخر شیخ احمد دہلوی اور ریاضت ہو سکا ہے، کیونکہ صاف اور پاکیزہ دینی دین لیا، حمان سے خیر ہو گیا

گرتے تھے پھر سلوک بانڈ کر دیا تہہ کرتے تھے مگر بسا اوقات اب ہوا کہ سالک کی عمر تہذیب و اخلاق
 ہی میں ختم ہوگئی اور وصول الی اللہ کے بعد اخلاق روڈیہ کا ازاں کرتے ہیں اس میں اگر سالک کی عمر درمیان میں ختم
 ہوگئی تو عہد میں جلد نیز وصول الی اللہ کے بعد اخلاق روڈیہ کا ازاں نہایت آسان ہو جاتا ہے وہی طریقہ کہتا ہے
 ہا کہ رینہ فرماتے ہیں بنا برین اب کو پوری تہہ و تہذیب و تہذیب جاری رکھنی چاہیے۔ معافی کا لانا دیکھتے ہوئے دل
 لگا کر ذکر میں کوشش فرمائیے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اصلاح اخلاق روڈیہ ہو جائیگی اس کے معنی نہیں کہ ان کے
 اصلاح سے پہلے پھر لیا جائے بلکہ اس کی طرف کو مقصد اصلی رکھنا ہے اور وصول الی اللہ ہی کو مقصد
 اصلی قرار دیکھنا ہے تہہ و تہذیب جاری رکھنی چاہئے۔ بنا برین عرض ہے کہ ذکر کی کیفیت باعتبار تہذیب و تہذیب
 اور اس کی مدت و دستاویز تہذیب میں پوری کوشش جاری رکھیے۔ والسلام۔ رنگ ملا حسین احمد خضر

(ماثیہ کتب نمبر ۱۵۰) تفصیل سے اجالہ کیا ہے کہ تہذیب و تہذیب کے اسباب میں تہذیب و تہذیب سے کہ اپنے بندوں کو اپنی تہذیب
 کی پیروی پر تہذیب کی مدد سے ہوتا ہے اس کو تہذیب سے موسوم کرتے ہیں اللہ کی توسط سے تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب کا
 کمال ایک کو تہذیب و تہذیب اور دوسرے کو تہذیب و تہذیب کہا جاتا ہے تہذیب و تہذیب کا تہذیب و تہذیب کا تہذیب و تہذیب
 نے ہر انسان کے اندر تہذیب و تہذیب کی اور تہذیب و تہذیب سے تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب سے تہذیب و تہذیب
 کا تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب
 اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب
 وصول الی اللہ سے عہد میں رہتے۔ کیونکہ ذکر تہذیب و تہذیب میں اس کو حاصل ہو چکا ہے۔ ملاحظہ کر حضرت ستا
 دشمنیہ کلیم رفتی رسیدی دست جو تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب
 اس کا تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب
 سے کیا تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب اور تہذیب و تہذیب
 ازہم اللہ کا بھی ہے۔ واللہ اعلم

مکتوب نمبر ۱۰

خالسار مرتب کے نام

سیدنا محمد زید محمدکم
السَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَکَاتُهُ

۱۱) سراج الحق صاحب کی اصلاح و ہدایت کے لیے نیر و نیکو حضرت کے لیے جو کچھ مساعی آپ عمل میں لاد رہے ہیں ہر طرح مشکور ہے۔ (ان ۱۰ یکتا اللہ صلیک رحلتا حیدرک من جملة السعیم) اور کما قال علیہ السلام: کچھ چھ میں ان کا تشریح بھی اگر غیر عرس کے موقع پر ہو تو اطمینان سے ایصال ثواب اور حصول برکات موقع ہوگا۔ اور عرس کے موقع پر تو سوائے تلو میں اور میر تاشہ کوئی چیز نہیں ہے، تعجب ہے کہ ایسے عقلمند اور تجربہ کار ہو کر کیسے اس کو پسند کرتے ہیں۔ اس موقع پر تو اجتماع فرائض اور مینات کا ہونا ہے اور اگر ان کو، میں پر عرصہ ہی ہے تو تحریری تصریح ہی کیوں جانتے ہیں، بغیر و پچھے اور کے سے بیسیوں چیزیں انسان عمل میں لاتا رہتا ہے، ہم کو کیوں شریک مصیبت کرنا جانتے ہیں، بہر حال اگر اللہ تعالیٰ نے کسی قریبی زمانہ میں ماضی کا موقع دیا تو عرض سرور رض کی مزید نوبت دے گی۔

اللہ تعالیٰ درجات و درجات کا اس کرے، اس جہت چھات کی بنا ہی ہے جبکہ چھوڑا پھر اسکو تو یہ نصیب ہونا نہ خواہ
 ہوتا ہے، یعنی ادا و انون کا ملنا حق پر بھی اعتراض ہوتا رہتا ہے، تاکہ اسکی ادب میں اپنی بددیہی کو چھپائیں، خلیجی ای کا
 تمام پر دو گنہہ ہے کہ یہ حضرات، پر کے تامل، دیبا کی بڑگی کے معترف، زیارت قبور ان کا مذہب و غیرہ، مہمانہ حضرت
 امام العصر نے مسائل غیب میں وفات صاف لکھ رہا ہے "بڑا اولیاء، خدا اور شاخ کے نزدوں کی زیارت سے شرف ہوا
 کرے اور فراغت دل کے اوقات میں ان کے نزدوں پر بیٹھ کر ان کا روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اس کی حقیقت
 اپنے اہل کی ہمت میں تصور کرے اور جناب جو کرے اور برکت حاصل کرے اور کبھی کبھی نامہ ابن اسلام کے تراویح
 پر جا کر سوت کو یاد کرے اور نانو پڑھ کر ان کو ثواب پہنچائے۔" رہ گیا عرس میں جانا تو یہ ضریح بدعت ہے اور

عہ دام انصوات
 رسوخا
 کو ہوت کر چھپانے ہے
 یہ لفظ بھی اسکی اولیاء
 چھپا کر انصوات
 نے یہ میں لایا
 اور مولانا اور حضرت
 کے لئے مال میں کو
 سید کے نقاب سے
 اور فرمایا تھا۔

(۲۲) حضرت تہاوردی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہم جیسے ہر امام کلمہ لکرا ان کو خیال فرمادے

چہ نسبت خاک را، عالم پاک

کا مصداق ہے، ہمارا حال تو حسب قول شاعر ہے یہ

بظن الناس بی حیا وانی لشہ الناس ان لہم رعب عنی

(۲۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مشکل کشا کا لفظ معلوم کس وجہ سے طبعیت کو لگوان

ہوتا ہے، زائد سابق میں یہ لفظ ہمزہ لقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے مستعمل ہوا تھا، اسی زائد

میں شجرہ تصنیف کیا گیا ہے، ہم نے زائد ظنونیت میں سن رسیدہ لوگوں کی زبان پر اس کو بہت زیادہ

جاری پایا، مگر یہ لفظ عربی کے طلال المعادہ کا ترجمہ ہے، حسب معنی لغوی خصوصیت ذات خدا ذری

کے ساتھ نہیں رکھتا، معانی شرعیہ کے اعتبار سے مشکل حل رہتا، ہوسکتے ہیں، جس کا مصداق ہر فقیر

صاحب الرائے ہو سکتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بوقت ارسال میں جبکہ انھوں نے نہایت

فرمانی کہ میں حدیث السن ہوں اور آپ مجھ کو تا صلی اور عالم بنا کر بھیجے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سینہ پر تصویر پر دست مبارک، راجس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں خدا شلگ

فی قصیدتہ بعدا، پھر ان کے وہاں کے مشکل سے مشکل نیٹھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

اور ان کی شہس (۳۳) رقم اخذات کو عوسوں میں قرون پر سجدہ کرنا تک مشاہدہ ہے، حالانکہ ان بزرگوں کی

ادراج اس سے بیزاد ہوتی ہے، کہ خوش، چنانچہ ان عوسوں کو ہمارا زمانہ میں بلاطاً لکھا جاتا ہے، وروہ تمام صحابہ

ہاں ہوتی ہیں جو بیٹھیل میں ہوا کرتے ہیں، کہیں کم کہیں زیادہ ہیں سے شریعت لان اور اقد نہر گریبان، اگر تصدیق

یاد سے حصول برکت و استفادہ فیض ہے تو یہ چیز عوس میں معال ہونا اور وہ جس پر ہوا ہو اس کے خود پر ثابت ہو، کہ

تک پہنچے، اگر کسی کو بڑا عواد ہو تو پھر تو یہی ہے کہ کیا معنی، فرقان کے کہ اگر فرقان کیا تو وہ ہر گناہ ہوگا، اور نہ کسی

میں آسکتا ہے، جبکہ اس نے مستحق کہ رعایت فرمائی، اس دن اس میں حضرت امام العصر نے اپنی طرف اشارہ فرمایا جو کسی کے پاس

ذکر کیے گئے ہیں جن پر آپ نے، علماء و فضولین کی فریاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ لو کہاجی
 اصلاحات میں وہ ایسے مشکل مقام میں تھا جو کہ مشہور ہے، مشکلات کے حل کرنے میں نہ از حد صاحب
 میں حضرت علی مشہور ہو گئے تھے، تا آنکہ سخت فیصلہ میں یہ شمس صحابہ کرام کی مشہور ہے، فضیلت و کما
 اباحسن لہما ہر حال سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا وجہ اس لفظ کے ابا کی ہے، اگر کوئی خصوصی اہمیت
 یا نحوہ ہوتی تو کل کلام تھا۔

۴۳، علماء و صحابہ کو خواب میں دیکھا روایا عالمہ میں ہے اور مبارک امر ہے۔

۴۵، آپ فرماتے ہیں بسا اوقات بہت سے شغل اور اذکار کی صورت پر بدعت کا گمان
 ہوتا لگتا ہے، کیونکہ صاحب شریعت نے یہ وہی صلاحتوں کے لیے جو معتد فیہ توجہ کیا تھا اسکے
 اجزائے مناسب میں، رد و بدل کرنا اور بعض چیزوں کی تبادیل کو صاحب شریعت کی توجہ کر کے وہ معتد
 سے بڑھا کر بعض دوسرے اجزائے معتدروں کو اسی نسبت سے گھٹا دیا، منیٰ احداث فی اس باب

۴۶، یہ کہ صورت علی کرم اللہ وجہہ کہ شکل کن تھا، جیسے کہا جاتا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور رعایت سے
 سے بڑے امور کو کچھ طور پر بڑھاتا دیتے تھے، اور صحابہ کی جماعت میں آپ کا لقب "عالم اللغات" یعنی گروہ کے گھرنے والے
 پڑ گیا تھا، جیسے منیٰ غزوی کے اعتبار سے کہنی خصوصیت ذات الہی سے ہیں ہوتی اور یہ چیز تو ضرب التسل کے طور پر ہو گئی تھی کہ
 کوئی ایسا مقدمہ تفسیر نہیں کہ جس کو حضرت علی نے صاف نہ کر دیا ہو، جو کہ بدعتی اور دو اہل حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کہ شکل کن اس خصوصیت کے ساتھ اپنے جن جو ذات بحت کا عام ہونا چاہئے ہے، اس معنی کی ترکیب تاریخی قرار دیا جائے
 داخلیت میں اس فقرہ کو چھپا، جس میں قلمی طور پر نفس کی ہر آتی ہے، اور اہل حدیث نے حضرت امام احمد سے اسی خیال عام
 کی تھی چاہی جو کچھ انرا بھی طرح ہو گئی اور یہ بات پر ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت علی کو شکل کن کہا گیا اور اس سے مراد
 شکل مسکن کو حل کرنا ہوتا ہے کہ وہ کون سے نہیں ہی، آئی اپنی اسے یہ کہ لفظ شکل کن کا استعمال حضرت علی رضی
 کے لیے اگر ترک کر دیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہو گیا کہ یہ کہ عوام اس فرق کو کیا جانیں۔

مذہب فہرست کے تحت: سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ محض یہاں اگر کوئی چیز کسی نے ایسی کی ہے یا لکھی ہے جو
 صراحتاً خلاف شریعت ہے، وہ تو یقیناً مردود ہے ہی، مگر چونکہ بہت سے ایسے ایسے ایسے ایسے ایسے ایسے
 اس کا زمانہ متاخر کیا یا اغراض وغیرہ کی ایسی ایسی چیزیں ہیں جیسے قرآن میں احباب لگانا، اس کو طبع کرنا،
 اس کی جلد باندھنا، اس کی تدریس، تعلیم اور سکاتیب اور ان کے لوازم کو اس میں ملانا جس کو حکم و سنت نے
 ضروریات زمانہ اور مقتضیات و استعدادات اقوام کے مطابق فرائض و واجبات کے مثل کرنے کے لیے
 موقوف علیہ یا ضروری سمجھ کر وضع فرمایا ہے۔ قاعدہ مایوتوقف علیہ المامور بہ فیہ ما موسرہ
 کا قاعدہ سب کو ماننا ضروری ہے، کیا علماء کرام اللہ اور جہاد کے لیے آپ توپ، اسلحہ، گن اور دیگر
 کو بہت فرمائیں گے۔

وہ تو یہ ہے کہ نفوس زمانہ سعادت میں جس قدر استعداد رکھتے تھے اس کے مطابق اور ان کی
 کے اثرات کے تحت حیر، لغو، بن عدو و قیود اور کیفیات و کار تھیں، مگر ان میں واجبات
 ذکر، ارتقارب الی اللہ کے لیے حکم و اور اس کو ازمنہ تا فیہ ان اعداد و قیود ضروری معلوم ہوئیں انکو
 بدلت فرمایا، اور ظلم ظاہر و جہاد کے اسلحہ کے لیے شروع و سنوں ہونے کا حکم دینا کی ظلم نہیں قرار دیا
 جائے گا، پہلے والا نہ کہ جواب کسی سفر میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ کوئی ماننے پریش آیا اور جواب پورے
 نہ ہو گا، پھر اس سید میں کہ کوئی فرصت ہو، یہ وقت آگیا، صاف فرمائیں۔

ہاں اگر کسی امور میں اعداد اور اوضاع اگر مقصود و بانذات ہوں جیسے اعداد رکعت
 صلوٰۃ مفروضہ اور اوضاع و ہنات قیام و قعود و رکوع وغیرہ تو ان میں کمی زیادتی تیز و تبدیل
 یقیناً ناجائز و حرام ہوں گے، ظہر کو باج رکعت یا زیادہ اسی طرح منوع ہو گا جس طرح تین رکعت
 یا اس سے کم، مگر اشغال و اذکار میں اس کا وجود نہیں بلکہ اگر تیس فرمائیں گے تو ان میں گناہ کبیرا
 و طلاق اور ازواجی ہر ملتا ہے۔ تا ایما الذین استواء ذکر اللہ ذکر الکتب الایۃ اگر

کیست کے اطلاق پر دلالت کرتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى مَا قُلْتُمْ اَوْ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ اذْكُرُوْهُ بِرِکِيْفِيَّتِ
 کے اطلاق کو بتاتی ہے، وعلیٰ بڑا القیاس۔ آیات و احادیث اس بارہ میں اگر تلاش کی جائیں تو متعدد بالا
 مضمون کا عظیم الشان ذخیرہ ہاتھ آئے گا۔ بہر حال یہ اسکا بالکل بے موقعہ ہے، امراض باطنیہ کے آثار
 کی بنا پر عیانت اور ادویہ میں تفاوت کا ہونا ضروری ہے۔ زہد نامے مشہور ہمارے اخیر پر اس زہد کو جو کہ
 مشہور ہوا باشریح و سادہ قیاس کر، فطیعی ہوگی۔

۱۔ دائرہ وجود نے اپنے عزیز میں چونکہ کئی نکات تھے، وہ کتب پر امین حضرت ام العصر نے من فرے علیٰ ذلک
 یہاں پر جو تحقیق فرمائی ہے، وہ بھی موجود ہے، انھیں لکھ کر لکھو اس سے پورا وطنیان ہو گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 کے مطلب کی خوبی کا، ذرا حضرت ام العصر کے ارشادات اور حضرت سونہ نافعہ کی واسطے سے کیا جاسکتا ہے، کیونکہ
 ہر دو سرگرم اور دینی عیسویوں کا ایک ہی نقطہ نظر ہے، الفاظ میں فرق ہوا کرتا ہے، دو سرگرمیات جو حضرت ام العصر
 کے والد امیر سے مسلم ہوئی وہ آیت سورہ آل عمران و آیت سورہ نساء میں بصرحت موجود ہے، یعنی کثرت ذکر
 اور دوام ذکر، ظاہر ہے کہ حسب ہم، نوتے ہیں کہ اللہ کی یاد دہنیے جتنے جاتے سوتے قائم تھی ہے تو اس سے مراد
 کثرت اور دوام ہی ہوتا ہے، قرآن مجید و احادیث میں ذکر کی فضیلت، اہمیت پر آئی آیات و احادیث بھی موجود ہیں کہ ان
 پر آئے ہے کہ ذکر خدا سے تنہا ایک جگہ اور تو ہی ترسنا کن ہے، سوگ اور معرفت الہی کا اور کوئی ہرگز بغیر دوام ذکر کے
 و ایک نہیں پہنچ سکتے، حضرت دقان فرماتے ہیں ذکر مشہور ولایت است، لازمتیں عبادت اور بندگی ذکر ہے،
 گرض اوقات ایسے ہیں کہ وہی وقت اس کو نہیں ان کیا جاسکتا، بجلاں اس کے ذکر یعنی یاد یا یادداشت بہر وقت
 دہنی جاسکتی ہے، حضرت ام ہانک تو بہت تک فرماتے ہیں کہ ایسے مواقع جہاں ذکر ان سے نہیں کر سکتے وہیں دل سے
 ذکر عبادت نہیں جس لوگوں کو حیا ہے کہ ذکر لکھ کر لکھو نہیں، ان کو معلوم ہو، صاحب ذکر ذکر کے کمال چیز ہے، اور
 ذکر سے نہ ہوش ہے و لکھنا لکھنا کے ساتھ ہے، یہ ذکر کا خاصا جس سے ہے یاد کی ذیادگی لکھنا بیان ذکر کا
 قابل اگر جاسے فرمایا کہی، اللہ شہید! یہی تم لکھو اور ذکر میں تم کو یاد رکھوں گا، حضرت حسن زلمی نے کہا کہ شام اور عراق

اب میں آپ کے اس واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو کہ آپ کے ۱۹ حجیب کا زمانہ
 فرمایا ہے بابو میں اپنی صاحب کے متعلق غائب، اسی وقت عرض کر دیا گیا تھا و اللہ اعلم بہر حال میں نے اس وقت
 بھی دانا کی تھی اور اب بھی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا سیاب فرمائے آمین۔ مبارکپور میں اس زمانہ میں بابو
 فضل الرحمن صاحب کی اہلیہ محترمہ کا دارالانوار ایک صاحب میکر آئے تھے جس میں مندرجہ تھا کہ ہم کو
 معلوم ہوا ہے کہ تو ہم لوگوں سے بہت کشیدہ خاطر ہے، اس کا ہم کو بہت افسوس ہے، چھاری بڑی تو بہتر
 ہے کہ تو واپسی پر ہمارے یہاں چند گھنٹہ قیام کرنا ہو اوراپس ہو، یہ روایت (یعنی ہے) میں نے جو اب میں
 لکھا کہ آپ سے خط کی کوئی وجہ نہیں، ہاں بابو صاحب کے متعلق کچھ ایسے معلوم ہوئی تھیں۔ سو ان سے کشیدہ خاطر
 ہو کر یہ کیا کر سکتا ہوں، اور چونکہ واپسی پر ٹھیکہ مہلت نہیں ہے، اس لیے حاضر ہی سے معذرت ہو کر دانا
 یہی مضمون تھا، بہر حال بابو صاحب کی اہلیہ محترمہ سے تو بخشش کی وجہ کوئی چوبی نہیں لکھی تھی، البتہ اگر بابو صاحب
 سے ٹھیکہ بخش نہ ہوتی تو مانع کیا تھا، جبکہ واپسی پر سوڈان کے گھر کے سامنے سے گذرنا ہوا اور اٹیشن پر گیا تھا کہ

دقیقہ عاصیہ ص ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸

میں آدھ گھنٹہ یا اس سے کم و بیش کے لیے وہاں زخمی ہو کر، بہر حال ان کے غلط اعمال پر مجھ کو یقیناً صدمہ
مگر واقعہ یہی ہے کہ میں کبھی کیا سکتا ہوں، میں ایک سہولتی غریب آدمی ہوں اور وہ ایک ایسے
زمیندار ہیں، میں ان سے رنجیدہ ہو کر ان کا کیا بگاڑ سکتا ہوں، اور ان کی طبیعت پر میرے
کبیدہ خاطر ہونے کا کیا اثر ہو سکتا ہے، ان کی اہلیہ خیر بیواری عورت ہیں، عورتوں کو
صفت قلب کی وجہ سے کچھ اثر ہو جاتا ہے، بہر حال ابو صاحب ایک امیر آدمی ہیں اور
وہ اپنے گھر خوش رہیں، میں ایک غریب آدمی ہوں اپنی عزت میں خوش ہوں، میرا فیض
ہے کہ ان کے لیے، ان کے گنہگار کے لیے اور تمام امت محمدیہ کے لیے دست بردار ہوں،
اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے، اور سمجھوں کہ مقاصد دارین میں کامیاب فرمائے۔

حضرت مولانا معلوم ہونا چاہیے اہل دیار و مسافر اور ہر ایہ دار صرف ادبیت اور اس کی
توت کے معنی اور دلدادہ اور پرستار ہوتے ہیں، ہم جیسوں کو تو وہ اپنے جوڑے کی خاک
کے برابر بھی نہیں سمجھتے، میرے تعلقات اہل ثروت سے نہایت ہی کم بلکہ تقریباً معدوم
ہیں، یہ لوگ نہ پیر کے ہوتے ہیں نہ فقیر کے ہر حال جو کچھ پیش آنا تھا وہ اچھا ہے
آپ کو بھی کبیدہ خاطر نہ رہنا چاہیے۔

(۶) اول وقت پر نماز بیشک بہتر ہے مگر نوبت روایات میں، اول وقت کا، شاد ہے ان میں اول
وقت جو ازہر ادب یا اول وقت استجاب، بر تقدیر شش اول بہت سی روایات صحیحہ کا ترک لازم آتا ہے
اور تقدیر ثانی پر جمع بین الروایات ہو جاتا ہے، وہو کا وظیف لظاہر لروایۃ عن ابی خنیسہ رحمۃ اللہ علیہ

دفعہ چالیس ص ۱۰۱، علامہ کم در و مع اور بدعات میں نے مذہب کی صورت اختیار کر لی ہے، ایسے سے آگاہ کیا گیا اور
علیہ آواز دے کی مگر میں اسلام کو نام نہیں کیا گیا اور دعوت کدی گیا ہے
بڑا ہیں وہم ہر مرغ اگر کہ غنما را بندہ امت است بیاد

درا آوی کتنا بھی بزرگ ہو جائے مگر چہرہ بھی انسان ہے۔ انسانی کمزوریاں علم یا سلوک سے
 فنا نہیں ہوتیں، البتہ نفسانی خباثات میں کمی آجاتی ہے۔ انقلاب، ہیبت ہو جائے تو چہرہ صفا
 جرد و ثواب کیونکر ہو سکتا جو کہ ان کمزوریوں سے طہا خالی ہے۔ مستحق و جرد و ثواب نہیں، انبیاء
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قربت ہی نرالی ہے۔ مگر عمر شامین یہ کمزوریاں ضروری ہیں، مشاہیرات
 صحیحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی شاہد عدل ہیں، بہر حال ایسی کمزوریاں اپنے سے حتیٰ انور
 وضع کرنا چاہیے، اور دوسروں میں، ان پر نظر نہ ڈالنی چاہیے، بلکہ اس کے ضعف کمال کو تلاش
 کرنا چاہیے، اگر مل جائے تو اس کی قدر کرنی چاہیے انسان ممکن بالائے ممکن ان خاص ہے، دراصل
 ملکات کی عدم ہے، اور عدم ہی تمام شر و نقائص کا مدد اور مشا ہے، بنا بریں ملکات کا نقص
 نہیں اور اصلی ہے، البتہ کمال ہو ہی ہے، وہی قابل توجہ ہے، اس لیے کبھی نقائص سے دلگیر اور متاثر نہ
 ہوں، پرانا، تہہ دایا کم گما بھیر ویر ضاہ۔ آمین

۱۔ عادت و رذائل کے تقاضے کی صورت میں جمع و توہین کی راہ چھوڑنا ہے، اور بہت سے شکل چیرے جس کو
 وہی مانا سکتا ہے جس کی نظر انصاف حدیث پر گری ہو یہی تغذیٰ الہی ہے، باقی بجاوی و سلم سے چند عادت کا کمر
 عمل درآمد کرنا یہ وہی کر سکتا ہے جس کا سینہ علم فہم و فراست سے خالی ہے، اس کو تب میں حضرت امام دین
 نے جمع و تقصیر کی صورت میں فرمائی ہے، جو ہمارے لیے ستریں اسوہ ہے، جہاں تک ہماری نظر نہیں۔
 دوسری چیز کہ انسانی کمزوریاں علم یا سلوک سے مٹا سکتی ہیں، البتہ نفسانی خباثات میں کمی آجاتی ہے
 اس بارغافہ تحقیق نے مدھیان سوک اور نقویں کی بہت سے غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے، یعنی یہ کہ بہت سے
 ہمارے سے امتیازی رذائل نہیں ہوتی بلکہ درخوب مل جاتا ہے، اور ہمارے کمزوریاں ہی جرد و ثواب کا سبب
 بناتی ہیں، اور پھر توبہ اور عفت اور انابت سے اخلاق دوسریں کمی آجاتی ہے، لیکن انقلاب، ہیبت اور
 جہد ہی سہی نہیں ہوتا ہے، غمی لیے علم چاہے کہ لوگوں کی وجہوں پر نظر پڑی جائیے نہ کہ برائیوں پر، کہہ کر کمالی کا کرا
 (۱۰) (۱۰) (۱۰)

(۸) صلوٰۃ الادابین کے متعلق احادیث کئی میں نہیں ہے، تسمیہ میں ہے، اشہور یہی ہے کہ نوافل بعد المغرب کو صلوٰۃ الادابین کہا جاتا ہے، اور صحیح و کبریٰ کی نوافل کی صلوٰۃ یعنی اور پاشت کہا جاتا ہے مگر صحیح میں ہے صلوٰۃ اکو امین حسین ترمذی فی الفصائل، اس لیے اقرار کرنا چاہئے گا کہ نوافل بعد المغرب کا تسمیہ غلط الیوم میں سے ہے۔

(۹) قنوت نازل کے لیے الفاظ مخصوص نہیں ہیں، سب نازل اور حرب حضور تلبث ان ذاستعمال کے ہوں گے۔

(فقہ حاشیہ ص ۲۴۲) یہ انسان کا طبعی اور اصلی غص ہے، اور یہ خوبیانِ عظیمہ خداوندی میں جو باقی تو فریبین مگر جو اس سے کہ انہوں کی تلاش کی جا رہی ہے۔ جو یوں کو بھی برائیوں میں تبدیل کرنا سب سے بڑی دینی خدمت قرار دیا جا رہا ہے اور یہ وہی زیادہ کر ہے جو حکمت و سلوک کا بیج ہو گیا ہے، اثر قنوت کو اور انکو بہت نصیب فرمائے، میں نے صلوٰۃ نازل میں اس وقت جو کہ اونٹوں کے بچے گرم ہوں، یعنی ان کے قدم شدت آفتاب سے قریب دوپہر بجے لیکن اسلام شریف کا اس روایت نے فیصلہ کر دیا کہ صلوٰۃ الادابین کا وقت بعد مغرب یا رات کے کسی حصہ میں نہیں ہے، بلکہ وہ دن میں دوپہر کے قریب چنانچہ شاہین حسین ترمذی فی الفصائل کے تحت لکھے ہیں حسین مختلف احصاء فیہا من سدا تاحول لہا من ریحی عند مدنی سبع الفہام و سندس۔

اسے قنوت نازل اکثر مسلم نے پر سوز کے، قرہ کے بعد قرا میں ہے کہ قاتیں پر، ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد دو بار اور ہمت کا جہانچہ تمام بیانات اور صحابہ کرام کا نقل اس پر دلیل ہے کہ ازلہ کے وقت قنوت پڑھنا مشروع ہے، حتیٰ کہ جہور اہل روایت کے نزدیک اور اول کے وقت پر نماز میں قنوت عارض ہے، خلاصہ یہ کہ جب کوئی مصیبت مسلمانوں پر آجائے تو کئی اراکین، بنیاد و غیرہ میں صلوٰۃ تہنید کے اندر بھی قنوت پڑھے گی، ہاں یہ معلوم ہوئی ہے کہ اس وقت عام طور پر کئی اور دوسرے فقہاء سے روایت ہے کہ صرف صلوٰۃ فجر میں قنوت پڑھی جائے قال الامام بخاری و ابن ماجہ و ابی حنیفہ عن حماد عن ابی ہریرہ ان ابی ہریرہ سلم لہد قنوت ثانی الخیر حتی (۲۰۱ ص ۲۰۱)

(۱۰) ہزاروں کے قضا ہونے کی وجہ سے دریا میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک وہ گناہ جو مرد دلگھی کی بنا پر ہوتا ہے۔ دوسری چیز اشنانی ذمہ جو کہ واجب نماز اور وقت کی بنا پر ہوا تھا، توبہ اور اس کی توبہ کی بنا پر وہ گناہ جو مرد دلگھی اور احترام وقت کے ٹھکرانے سے ہوا ہے۔ زائل ہو جائے گا۔ گراوانی یعنی فرطت ذمہ توجیب ہی ہو گا جبکہ واجب کو ادا کر دیا جائے گا۔ اس لیے قضا ضروری ہے۔ دنیاوی دہن اس پر خیال فرمائیے۔

(۱۱) جلا مور میں نیت کو دخل ہے جو کہ اعمال کے لیے بمنزلہ رومع ہے۔ اور عمل ظاہری شیخ ہے۔ اگر شیخ مقصد سے ناسبت رکھتا ہے اور نیت ابتدائی توجہ اشتراکوں سے توجہ عمل بھی ہو اگرچہ بدین کوئی شاہدہ یا پاسدہ کا پیش آگیا ہو اور اگر نیت بدلتی ہو اور اگر نیت سے تو اس عمل کے تیلانی ہونے میں شک نہیں۔ خواہ کتنا ہی اس عمل کو سنو رہا جائے۔ وہ شدائم

دفعہ ماشیہ ص ۴۲۵، فاروقی مالک، مینا اکاشہ اور دحلہ اذنت یداعی علی ہی من المتہرکین لغیرہ قانتا قبلہ ولا بعدا، کتاب الامام، اس منہ کے متعلق ابن امیر کاغ فرماتے ہیں لا اعتبار علیہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمیں کہ میں قنوت نہیں کیا، سوائے ایک جہ کے وہ تھا، اسی روایت کی بنا پر امام حماد کی فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں صلوة فرمیں قنوت نہیں ہا ہے، لیکن اگر کوئی فتنہ بر جائے یا مسلمانوں پر کوئی بلا اول ہو جائے، تو کوئی صلوة نہیں پھرتا، امام لغیر کا تھیں یہی ہے کہ حسب ناز اور حسب حضور قلب ساتھ استعمال کیے جائیں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گیا ہے۔

لے دیکھو راقم الحروف نے حضرت امام لغیر و قضا عمری کے متعلق یہ شبہ پیش کیا تھا کہ جب توبہ کر کے کوئی نماز کا پاب ہو گیا اور اب قضا نہیں ہوتی تو پھر تو سے اقبل کر گیا ذمہ سے سنا کر دیا، اب پھر قضا عمری کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر حضرت امام لغیر نے یہ والا، نہ دوسرا لہذا اور ناچیز کو تشبیہ ہو گئی۔

دوسرا شبہ یہ پیش کیا تھا کہ یہ کسے معلوم ہو کہ نفلان عمل تیلانی ہے اور نفلان غیر تیلانی؟ اس پر بھی حضرت نے ایک

اصول کی تفسیر فرمائی جو ہمہ اسی مسئلہ کے بارے میں ہو سکتی ہے مگر عداسائل ویں کہ عادی کے قتال

(۱۲۱) روایات کے وضع اور مستحکم کا مدار سند اور رواۃ کے احوال، بر صفات پر ہے۔ امام بخاری اور دیگر محدثین اس کو سیار قرار دیتے ہیں، متن کی مقبولیت اور غیر مقبولیت ان کا نصب لعین نہیں ہے، بخلاف ائمہ کلام و اصول ان کا نصب لعین متن ہے، جو روایت ان ائمہ کی نظر میں قطعاً ہے اور اصول دین اور مجمع علیہ کے خلاف ہوگی اس کو موضوع قرار دیں گے، جو روایات کیسے ہی بلند کیوں نہ ہوں اور یثین اگر سند کو سیار و ثاقب و حفظ وغیرہ پر کامل پائیں گے تو صحت کے مقرر ہو جائیں گے خواہ متن کا کچھ حال ہو، ائمہ کلام جن متون کو قطعاً کے خلاف سمجھکر ان کے منکر ہو جاتے ہیں ان میں بسا اوقات غور و فکر کی کوتاہی یا صاحب نظر کا ضعف فکر بھی باعث بن جاتا ہے، اور یہی امر باعث تفاوت مرتب ہے، رب مبلغ اذ غی من سابع اور من یرد اللہ بد حیدر یفقیہ فی الدین اور فضیلہ واحد اشد علی الشیطان من اللہ عابد، اس کے شواہد میں بنا بر تحقیق اور مکمل توجہ، تفتیش کی ضرورت ہے، اس بارہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تہرہ منزلت معلوم ہوتی ہے، چونکہ میں سفر بیل میں الر آباد اور کانپور کے درمیان یہ جواب لکھا ہوں کہ میں پاس نہیں ہیں اس لیے اجمال پر اکتفا کرتا ہوں، الغرض روایت ابن عمر رضی اللہ عنہم بارہ عبد اللہ بن ابی، اور روایت لابیعی علی ظہر اکاشرضی عنہم گفتگو محض ظاہری فہم اور قلت تہرہ کی وجہ سے منکر ہے، ورنہ ہر دو میں کوئی مخالف قطعاً کا موجود نہیں ہے۔

(۱۲۲) تصور ذات پر اور اس کے مراتب پر جناب کا اشکال میری سمجھ میں نہیں آیا، اگر تصور ذات بحت ایسا غیر ممکن ہے تو پھر صفات کا اثبات اور توحید کا اعتقاد اور تصور ذات سب باطل ہو جائے گا کیونکہ حکم ظہر تصور محکوم علیہ اور محکوم بنا ممکن ہے، اور جب حکم بالصفات کے لیے تصور محکوم بنا باطل

نہ ہوتے ہو پھر اسے منکر دہاوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہونے ہیں، ائمہ کو جس کے ساتھ بھلائی و نظر ہو ہے اسی کو دین میں پختہ حقیقت قرار دیا گیا ہے۔ ایک فقہ بحث توحید شیطان پر ہزار عبادت گزار سے

سوا، کان، بالکلیہ اور کہنے، باوجود کوئی سمجھا جاتا ہے تو یہی تصور ذات بحت، میں کیوں نہ کافی ہوگا اس کو یہ قرآن کریم حضرت خواجہ بانی مفسر رحمۃ اللہ علیہ بعض تفسیریں کا استخراج ہے، اس سے ٹھیک اتفاق نہیں ہے، لفظ اللہ جبکہ اسم ذات ہے اور اس کے ذکر کا حکم آیات و احادیث میں موجود ہے اور جبکہ ذکر حقیقتہً قلبی اور روحانی امر ہے جس کو ہم اپنی زبان میں یاد کرنے سے تعبیر کرتے ہیں تو ان احکام کا مستثنیٰ علی تو تصور ذات ہی ہوگا، اسم کا زبان سے کہنا نہ تو یاد اور ذکر حقیقتاً ہے اور نہ در اول، لفظ اللہ معنی معنی کا ذکر ہے، پھر خود فرمائیے، اسم کو زبان سے یا قلب اور سر و حقی وغیرہ سے کہنا یہ تو مجازاً ہے، کسی اور اسم میں تفاوت عظیم ہے اگرچہ کلام اللہ و کلام اللہ کا مسلک تو یہ ہے۔

(۱۴) جس دم کی نسبت یہ ارشاد کر چکے ہیں سے لیا گیا ہے، یہ بھی محل غور و فکر ہے، اس کا ثبوت کیا ہے، کیوں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح روایات اور طرق ذکر و مذکورہ اور انکی تیور وغیرہ، اہل تصوف نے اپنے زمانہ میں اپنے اجتہاد اور تجربہ سے استخراج کی ہیں ان ہی میں سے یہ بھی ہے۔ سید الطائف حضرت جنید بغدادی اور ان کے ہم عصر اس میں سے عمدتاً حاکم ہیں، انھوں نے بان کے شاگردوں اور احباب نے مثل دیگر اشیاء اس کا بھی استخراج کیا ہوا، جس طرح، ایک شاعر کا قول دوسرے کے قول کے مطابق پڑھا ہے، اسی طرح یہ بھی ہوا ہے، ملازمہ اذین جبکہ نفوس انسانہ ایک ہی ہیں، ایک ہی میں اب کی اولاد ہیں تو ان نفوس کی، علاج کا طریقہ اگر متحد ہو جائے، بالخصوص جب کہ فرمایا گیا ہے کہ لے عینیت کے سمجھنے دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا کہ اس میں کسی قسم کا فرق نہ ہو، اور غیریت پر کہ دونوں میں کسی قسم کا تباہی و امتیاز اذین ہو، دونوں میں تعلق ہے، اور یہی معنی نفوس بھی ہیں، تمنا و بات و نظر و سمجھا جائیے کہ کون کون سے اہل حقان کی ذات نہیں ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً تَوَٰهَبَ لَهَا لُغَةٌ شَرْعِيَّةٌ طَوْرًا مِنْ مَعْنَى مَوْجُودٍ بِاللَّحْنِ اس تفسیر پر جو کہ
 حضرت مرزا مظہر جانجانا سرہ العزیز ہندؤن کے دین و ملت کے مشابہ اپنے کتوبات میں فرماتے
 ہیں تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے، اگر آپ خود فرمائیں گے تو صوفیہ کے جس دم اور جگہوں کے
 جس دم میں بہت فرق ہے، اور صوفیہ نے دفع و مساویں و خطرات کے لیے ان میں تفسیری
 تولا ہے، و حسب تجربہ مقرر کر کے ذریعہ توجہ الی الذات اور انہماک فی المراقبہ قرار دیا ہے۔
 جوگی میں بہت زیادہ غلو کرتے ہوئے مقصود بالذات قرار دیتے ہیں۔

محترم المقام! ادا پر شریعیہ کے اقسام متعدد ہیں، بعض تو ایسے ہیں جن میں قیود اور خصوصیات
 احوال متصورات اعلیٰہ میں سے ہیں، ان میں اطلاق اور تغیر درست نہیں، جس طرح نماز ہے
 اور بعض ایسے ہیں جن میں قیود اور کیفیات ملحوظ ہی نہیں ہیں جیسے حجاب ہے، اس میں اعلیٰ غلطی
 مقصود ہے، خواہ بالسیف ہو یا بالسنان و الرماح، خود جوئی جوازوں اور توہم اور بند و قیود
 سے ہو، اگر جہاد کے لیے حسب ضرورت وقت آلات جدیدہ لیا کیے جائیں ان کو بدعت
 اور منہی عنہ قرار دینا سخت غلطی ہوگی۔ جیسے کہ نماز کو بلا رکوع و بلا سجود یا کیفیت غیر منقولہ
 قرار دینا غلطی ہوگی، ذکر، ہر سلوک از قسم ثانی، آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہما
 الصلوٰۃ والسلام کی قید اور خصوصیت کے اس میں طالب نہیں ہیں، اس لیے مشائخ سلوک
 نے جو وقت و ذکر و فکر کتب سلوک میں ذکر فرمائے ہیں، ان میں سے کسی کو ناجائز یا بدعت قرار
 دینا اسی طرح غلط ہوگا، جس طرح جہاد بالذات الجدیدہ کو ناجائز قرار دینا غلطی ہے۔

محررنا! آپ کا یہ ارشاد کہ میں تو اس کو صریح غلط سمجھتا ہوں اور پورا یقین ہے کہ چونکہ
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ مکمل اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے قراءۃ قرآن
 نے سب لوگ ایک دین پر۔

زائد غیرت میں خود صرف منافی و سببان تجوید و خیرات کی محتاج نہیں تھی، مگر کہا
 آج ہم یا اہل عرب و بصرہ اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ وہ اہل زبان تھے
 نیکے لیے اس کی ضرورت نہ تھی، مگر آج ہم غبی ہوئے یا اہل مجاز و عرب اخلاق باجم
 کی وجہ سے اس کے محتاج ہو گئے اور اس کی ضرورت قرآن ثانی ہی میں ممدوس ہو گئی تو یہی
 حال طبائع بشریہ کا بھی ہے، حیدر اعظمی صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو
 مشاہدہ عاقل ہے، زائد مساوات میں وہ قوت، مانند نازک کی تھی جو کہ اس کی تدبیر کی اور اس کا
 کی وجہ سے بعد کے زمانوں میں نہیں رہی، ان اکامالہ منہ منات من السماء فی جند و قلوب
 الرجال (الحديث) نیز ظہور شمس نبوت کی وجہ سے جو ظہورِ حقائق بشریہ سے اس زمانہ میں
 ہوئیں، بعد کے زمانہ میں ان کا زوال و یاس نہیں ہے، صحابہ کا جاس نبویہ میں احوال مشاہدہ کے
 ساتھ موصوفت ہو جانا اور اپنے اہل رعیاں کے حقائق میں، اس کا زبان اس کی گواہی دیتا ہے،
 حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو
 ہر چیز روشن ہو گئی تھی، اور وہ فرمایا: وما بعد صا، یدینا من الذباب لا یذوقہ انک ما ذکو منا۔
 لہذا کہتا ہے: ہر چیز روشن ہو گئی تھی، اور وہ فرمایا: وما بعد صا، یدینا من الذباب لا یذوقہ انک ما ذکو منا۔
 اس سے ظاہر ہے کہ اس میں ہوا، یعنی انہیں کیا گیا، حضرت اس میں اللہ نے کہہ کر قول زید شریف علیہ السلام
 کتاب من کتابہ میں بطول موجود ہے، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشریف لایا کہ
 کہ تم چہ چیزیں، تم میں کوئی اور میں نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: زمانہ حیرت میں آکر کبھی کوئی نہیں دیکھا ہے، اپنی باتوں کو
 سے ہا بھی نہیں کیا تھا، بلکہ میں میں خود کہہ رہا تھا، دل بدل گئے، اور وہاں آتی نہیں ہیں، اہمیت ہوتی ہے، اور میں نے
 مزید ثابت جو دعوت ہے کہ قرب ہمانی اور وجود ظاہری برکات تفسیر و تفریبت ظاہرہ اور روحانیہ کا موجب ہے اور بعد
 پر کسی پر چہ جس قدر بھی حد زمانہ اور جہتی ہو تا یا نہ ہو، اسی قدر عظمت برہمی جانی گئی۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

ہیں کہ وہ تین شغل ہے بہر حال جس قدر بھی زمانہ دور ہوتا جاتا ہے، وہ مسلخ اور اوناس طبائت
بستر پر مسلط ہوتے چلے جاتے ہیں، ظلمتیں، درگدہ تین بڑھتی جاتی ہیں، اس لیے ان کے دور کرنے
کے لیے وہ اعمال بہرگز کافی نہ ہوں گے جو کہ اس زمانہ میں کافی تھے، اس لیے آپ کا یہ ارشاد
صحیح نہیں ہے

حضرت شیخ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یہاں اور صحیح ہے، یہ حقائق اور کشفات وغیر
کے لیے سے، ان میں اگر کسی صاحب کشف والہام کو کوئی چیز غائب اخبار نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہو تو مردود ہے، اور یہ عیس و دم وغیرہ طرق معالجہ، مراض روحانیہ کی بات ہے، یہ وسائل دروازے
ہیں حقائق نہیں ہیں، دونوں میں یوں تبد ہے، میں نے ریل میں مختصر طور سے یہ لکھا ہے اگر شکوک
کا زور ہو جائے، انہما درہنہ اطلاع دیجئے، جو کچھ صحیح میں آئے گا پھر عرض کروں گا۔

۱۵۱، تصور شیخ اگر عبارت میں یہ جو ہے تو مردود تصور ہے جس کو شیخ نے تعلیم دیا ہے، یعنی تصور
لفظ اللہ کا جو کہ روئیں اور قلب میں لکھا گیا ہے، تصور مراد نہیں ہے جسکو شغل بزرخ کہتے ہیں۔
شغل بزرخ کو اگرچہ حضرت شاہ، جمیل صاحب قدس سرہ العزیز نے سد الذرایع میں فرمایا ہے

لے (۱۲۷، ۱۲۸) واقم کلمات لے اورایت مبین جو حدیث میں ہے (وہی ہے کہ انحضرت مسلم کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لے
ابن بن ملول سانحی کے جوازہ کی بات، وہ کہتا تھا، اور انحضرت مسلم نے فرمایا تھا "سارین علی السبعین" اس روایت
کو تاہی، اور بکر اللہ فی وغیرہ ائمہ نے ممنوع قرار دیا ہے، اور اس طرح حدیث صحیحین کا یعنی علی ظہر کا مرض بعد
ماتہ سنتہ یعنی ممنوع کہ بھی حدیث میں ہے، اس لیے ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ حدیث کے خلاف ہے،
اور بھی حدیث میں سلوک وغیرہ تھے جو وہاں میں موجود ہیں، وہی پر حدیث امام العصر، مولیٰ گنگوڑائی جس سے
شکوک اور شبہات زائل ہو گئے، حضرت کی اس تحقیق کو بار بار بغور ملاحظہ کرنا چاہیے، بحیثیت مکتوب ہے ع

اے تو مجھ کو خوبی بچہ نامعلوم خوانم

قرآن پاک زیر طبع دوسری تصنیف

(۵) قرآن حکیم کا بین الاقوامی اصول: اس سال میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے اندر بین الاقوامی اصول مروج ہیں جن پر بین الاقوامی دینی تعلقات دروایا کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

(۶) مجموعہ الفتاویٰ: یہ حضرت مولانا سید محمد امین نصیر گیلانی خاوندی کا مجموعہ ہے جو اب تک کہیں چھپ نہیں ہیں ان کو بڑی عوق ریزی اور جانفشانی کیساتھ قرآن جمع کیا گیا ہے۔
 (۷) صوفیائے کرام کا اجتماعی نظام: صوفیائے کرام نے صرف انفرادی تزکیہ و اصلاح ہی نہیں کی بلکہ اجتماعی تزکیہ و تطہیر، تہذیب و اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ ان کے روحانی فیوض و برکات سے ہر عہد کی معاشرت سیاست و اجتماعی زندگی اثر پذیر ہوئی ہے اس کتاب میں ان کی اسی طرح کی سماجی اور کوششوں کی تفصیل کی گئی ہے۔
 (۸) انتخاب رباعیات مولانا روم: حضرت مولانا روم کی شہسواروں سا زبان و انداز ہی کیونکہ ان کی رباعیات بہت کم رنگ واقع ہیں۔ مولانا نے ان کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا جس میں ۱۵۵ رباعیات ہیں انہی میں ۱۰ رباعیات منتخب کر لی گئی ہیں۔

(۱) دلائل القرآن: قرآن پاک انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مرتب ہو چکا تھا اس کتاب میں اس قرآن پاک ہی کو ثابت کیا گیا ہے جو غنا بعض دینی مسائل ہی آگئے ہیں۔

(۲) دلائل السنن والآثار: اس عنوان کے تحت عربی اردو کے مشہور مذہبی دینی رسالہ ترجمان القرآن میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کو خواص علم نے بہت پسند کیا تھا اسی کو اب کتابی شکل میں مرتب کر دیا گیا ہے اس میں حدیث نبوی کے تحت ہونے پر قرآن کی روشنی میں بڑی سیر حاصل ہو گئی ہے۔
 (۳) دلائل السلوک: تصوف و سلوک اسلام سے الگ کر لی چیز نہیں ہے بلکہ تمام قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے اس چیز کو اس میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے اور دین اس موضوع پر باہل منفر و کتاب ہے۔

(۴) بدعت: بدعات محدثات پر قرآن حکیم ہادی نبی کریم نقیائے امت اور صوفیائے امت کے ارشادات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے جس میں کہیں بھی حدیثی مسائل سے تعرض نہیں کیا گیا ہے۔

ترتیب کی مجلس دوسری کتابیں

بیادگار سلف

کتاب اور سنت کی تعلیم صحیح عقائد کی تلقین، رسوم جاہلیت کی تردید اور بدعات سینئہ کے محو کرنے میں حضرت مولانا سید محمد امین انصاری مدظلہ العالی، رحمۃ اللہ علیہ کو، جو حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید محمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے تلامذہ سے تھے، بڑا امتیاز حاصل تھا، مولانا کے حلقہ ارشاد میں ملک کے دوسرے خصوصاً اطراف دہلی کے علاوہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ کے دیہات بھی داخل تھے اور کبھی کبھی اپنے سرشدین و متبعین کے ہمراہ سے ان دیہاتوں میں تشریف لاتے تھے، اور اپنے عقائد و عقائد پند اور ارشادات نفاذ سے لوگوں کو متاثر اور ان کی اصلاح کرتے تھے، ان کی تلقین و ہدایت سے کتنے گھروں سے بدعات سینئہ ملاحم خاسدہ کا زوالہ ہوا، اور کتنے دیہاتوں میں دین کی روشنی پھیلی، بیادگار سلف ان ہی جنید وقت یا پڑنے زمانہ و صلح امت کی سوانح عمری ہے، اس میں شروع میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی سابق ناظم اور بعض اعظم گڑھ کے قلم فیض رقم سے ایک مقدمہ ہے، اس کے بعد دیباچہ اور پھر ولادت سے لیکر وفات تک مولانا سید امین کے سوانح و حالات زندگی ہیں، جس کے ضمن میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ خاندان کی پوری تاریخ آگئی ہے قیمت - ۱- پیر

کتاب و سنت دو کا الٹا

مولانا مصلحی مصلحی منگلوٹی، مصر کے ایک شہر انشا پراوا اور افسانہ نگار ہیں، یہ انہی کے ایک افسانہ کا سلسلہ شگفتہ اور دین پروردگار کے عقائد و عقائد پر مبنی ہے، اس کے ایک اشرفی مبنی ہے، اس کے ایک پریس میں چھپ کر شائع کر دیا ہے،

انجام شدہ ترقی احمدی

اللہ العالی لکھنؤ ایک

پبلیکیشن ہاؤس، لاہور

